

عمران سیریز جلد نمبر 24

تین سنکی

- 83 - ریشوں کی یلغار
- 84 - خطرناک ڈھان
- 85 - جنگل میں منگل
- 86 - تین سنکی

ابن صفحی

پیشہر

”شہباز کا بیرا“ کی پسندیدگی کا شکریہ! کل تین عدد خطوط میں
تالپسندیدگی کا بھی اظہار کیا گیا ہے۔ وہ بھی ایسے حضرات میں جو
میرے نادلوں میں سیاست پسند نہیں کرتے اور میں یہ عرض کروں
گا کہ سیکٹ سروس صرف میں الاقوامی سیاست سے سروکار رکھتی
ہے۔ بسوں اور ٹیکسیوں کے روٹ پر مٹ چیک کرنے نہیں دوڑتی
اور نہ اسے معاشرے کے اخلاقی اتار چڑھاؤ کی نگرانی سونپی جاتی ہے۔
یہ اور بات ہے کہ عمران کبھی کھارڈاتی طور پر، یا اپنے احباب کے
توسط سے اس میں بھی ملوث ہو کر ایک آدھ کیس نپتا بیٹھے۔

شہباز کا بیرا ایک الگ کہانی تھی۔ خان شہباز کا زیر نظر نادول
سے صرف اسی قدر تعلق ہے کہ اس کی ایک حماقت کی وجہ سے
عمران شکرال کے ایک معاملے میں جا لجھا ہے۔ ورنہ وہ شکرال کے
راتے سے اپنے ملک میں واپس چلا آتا۔ لہذا خان شہباز کو تو شکرال
کی ایک سرحدی بستی میں چھوڑ دیے اور ذرا آگے گئے بڑھ کر شکرال کے
شہباز کو ہی سے ملنے۔ وہی سردار شہباز کو ہی جو ”درندوں کی بستی“
میں عمران کی مدد سے پورے شکرال کا سردار بناتا تھا۔

خانزادی اور ایجنت ہفتم الف کی بھی قطعی پرواہ نہ کیجئے۔ ان کی
کہانی ختم ہوئی۔ ویسے اگر کوئی پڑھنے والا خانزادی کی شادی دغیرہ سے
وچکپی رکھتا ہو تو جہاں چاہے کرادے مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔
بہر حال مجھے بورنے کرے اس کے سلسلے میں۔

ریشوں کی بیلغار

(پہلا حصہ)

نہ دوسری اہم ترین بات یہ ہے کہ ”ریشوں کی لیلغار“ اس حیرت انگیز کہانی کی ابتداء ہے جس کی بے شمار دلچسپیاں آپ کی منتظر ہیں۔ لہذا اس ”ابتداء“ ہی پر کوئی حکم لگانے نہ بیٹھ جائے گا۔

تیسرا بات یہ ہے کہ فلم ”دھماکہ“ کی کہانی لکھ کر میں کوئی ”فلمی شخصیت“ نہیں بن گیا ہوں کہ یار لوگ مجھ سے فلمی قسم کے سوالات کرنے لگے ہیں۔ میں کیا جانوں کہ ”فرہاد“ پنجابی تھا یا ایرانی؟ یا اس نے نہر کھونے کے بعد کوئی تقریر بھی کی تھی....؟ اگر کسی صاحب کو وہ عاشق کی بجائے تو میں کیا کروں۔ نہ عشق میرا موضوع ہے اور نہ فرہاد میرا ہیرو۔ قوم کے بارے میں بھی اسی حد تک علم رکھتا ہوں کہ اسی قوم کا ایک فرد ہوں قطعی نہیں جانتا کہ قوم کہاں سے شروع ہوتی ہے اور لیڈری کہاں ختم ہوتی ہے۔

ایک خاتون نے پوچھا ہے کہ ”یہ پیار دمبه دمبه“ کیا چیز ہے؟ محترمہ کان پکڑتا ہوں۔ آئندہ بھی کسی فلمی گیت کے مکھڑے کو اپنی کتاب میں نہیں گھنے دوں گا۔ ضروری تو نہیں کہ میں اس کے معانی و مطالب سے بھی آگاہی رکھتا ہوں۔ دیے ایک صاحب کا پاتا تسلکتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ آپ کو پیار دمبه دمبه کا مفہوم سمجھا سکیں گے۔ وہی صاحب جوئی۔ وہی پر ”تال مٹول“ کیا کرتے ہیں۔

والسلام

ابن صفحہ

۱۹۷۵ء

سرخ اور سفید گلابوں کا جنگل ڈھول اور نفیریوں کی آوازوں سے گونج رہا تھا۔ گلتر گل کے میلے کی اہم ترین رات تھی جب زیارت گاہ کے ایک مخصوص چبوترے کو بھلوں میں بے ہوئے پالی سے غسل دیا جاتا تھا۔ اس کے لئے شکرال کی ساری بستیوں سے سات کنواری لاکیاں منتخب کی جاتی تھیں۔

غسل والی رات کو سرداروں کے خیموں میں نہ تو تیال پی جاتی تھی اور نہ رقص و سرور کی محفلیں جتنی تھیں۔ صرف نفیریوں پر رب عظیم کی حمد کائی جاتی تھی اور ڈھول بجائے جاتے تھے۔ بخوردانوں سے خوشبو دار دھومیں کے مرغونے اٹھتے اور اپنے ساتھ گلابوں کی مہک لئے ہوئے فضا میں تحملیں ہوتے رہتے۔

غسل کے بعد بڑا عابد ہر بیتی کے سردار کو طلب کر کے اس سے وہ عہد دہرانے کو کہتا جو اس نے سردار بننے سے قبل کیا تھا۔ اس کے بعد دعائیں دے کر رخصت کر دیتا۔ اس رسم کا اعادہ ہر سال ہوتا تھا۔

اس وقت بھی یہی ہو رہا تھا۔ رسم کے اختتام پر بڑے عابد نے حیرت سے چاروں طرف دیکھ کر کہا۔ ”رجانی سردار شہزاد کہاں ہے۔؟“
کوئی کچھ نہ بولا۔ گھر استانا چھا گیا تھا۔

پھر تھوڑی دری بعد ایک عورت آگے بڑھی جس کے جسم پر اعلیٰ درجے کی پوشش کی تھی۔
”مقدس عابد!“ وہ کلپاتی ہوئی آواز میں بولی۔ ”کیا میں سردار شہزاد کی نمائندگی کر سکتی ہوں۔؟“
”تم کون ہو۔؟...؟“ بڑے عابد کے لبجے میں تحریر تھا۔

”میں ان کی بیوی ہوں....!“

”کیا تم نہیں جانتیں کہ یہاں نہ کوئی عورت سردار بن سکتی ہے اور نہ کسی سردار کی نمائندگی کر سکتی ہے۔ کیا سردار شہدا بیمار ہیں....؟“

”میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتی.... مقدس عابد....!“

”اگر وہ بیمار نہیں ہیں تو انہوں نے قانون ملنی کی ہے۔!“ عابد کا لہجہ کسی قدر تیز ہو گیا۔

”م..... میں تھائی میں عرض کرتا چاہتی ہوں۔ مقدس عابد....!“

”بڑے عابد نے سر کو جنبش دی.... اور ہاتھ انھا کرا اعلان کیا کہ رسم اختمام کو پہنچی۔

اس کے بعد وہ عورت کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر کے خانقاہ کے اندر داخل ہو گیا تھا۔

اپنے حجرے میں پہنچ کر وہ عورت کی طرف مڑا۔

”یہاں تیری آواز رب عظیم کے علاوہ اور کوئی نہیں سن سکے گا۔!“ اس نے زم لجھ میں کہا۔

عورت کے ہونٹ کا پر رہے تھے اور آنکھیں پر آب ہو گئی تھیں۔

”کیا شہدا پر کوئی مصیبت نازل ہوئی ہے۔!“

”میں کچھ نہیں کہہ سکتی.... مقدس درویش میں نے اس وقت سے ان کی شکل نہیں دیکھی۔

جب سے وہ زور گیستان کے سفر سے واپس آئے ہیں۔!“

”کیا وہ رہبان میں نہیں ہیں۔!“

”وہ گھر ہی میں ہیں مقدس درویش.... میں ان کی آواز سن سکتی ہوں لیکن دیکھ نہیں سکتی

انہوں نے خود کو ایک حجرے میں بند کر کھا ہے۔!“

”بڑی عجیب بات ہے....!“ بڑے عابد نے پر تھکر لجھ میں کہا۔

”کہتے ہیں....! اگر کسی نے مجھے دیکھنے کی کوشش کی تو گولی مار دوں گا۔!“

”کیا انہوں نے تہاوس فر کیا تھا....؟“

”نہیں مقدس درویش....! وہ سب گیارہ افراد تھے۔ بقیہ دس کا بھی یہی حال ہے۔ اپنے

اپنے گھروں تک مدد و ہو گئے ہیں اور کسی کو شکل نہیں دکھاتے۔!“

”کیا تمہیں یقین ہے کہ جو آواز تم سنتی ہو وہ تمہارے شوہر کی آواز ہے۔!“

”ان کے علاوہ اور کسی کی آواز نہیں ہو سکتی۔!“

”اور وہ س آدمی....؟“

”ان کے متعلقین بھی آوازوں کی بناء پر انہیں اجنبی نہیں قرار دے سکتے۔ ہم سب بہت پریشان ہیں مقدس درویش۔ ہمارے لئے دعا بخیجئے۔!“

”گیارہ آدمی....!“ بڑے عابد آنکھیں بند کر کے بڑھا گیا۔

”گیارہ آدمی....!“ عورت نے سکلی لی.... ”جو مجرموں میں بند ہو گئے ہیں اور کسی کو شکل نہیں دکھاتے اور وہ اس طرح واپس آئے تھے کہ انہیں بستی کا کوئی بھی آدمی نہیں دیکھ سکتا۔!“

”نا ممکن....!“ بڑے عابد کی زبان سے نکلا۔

”یقین تکھجے.... ہم ایک رات تھا سوئے اور دوسری صبح ہمیں معلوم ہوا کہ ہمارے مرد واپس آگئے ہیں لیکن ہم انہیں نہ دیکھ سکے کیونکہ وہ اپنے مجرموں میں بند ہو چکے تھے۔!“

”تو پھر اب تم کیا چاہتی ہو....؟“

”کیا ہم یہ نہ جاننا چاہیں گے کہ وہ اپنی شکلیں کیوں نہیں دکھار ہے۔!“

”تم خود میرا پیغام لے جاؤ گی یا میں اپنا کوئی آدمی سمجھوں....؟“

”ہماری نہیں سنی جائے گی۔!“

”اچھا تو پھر کل صبح سورج طلوع ہونے سے قبل ہی کوئی رہجان جا کر حالات کا مشاہدہ کرے گا اور سردار شہدا تک میرا پیغام پہنچائے گا۔!“

”شکریہ مقدس درویش....!“ عورت نے کسی قدر خم ہوتے ہوئے کہا اور واپسی کے لئے مڑ گئی۔ وہ اس سے لاطم تھی کہ زیارت گاہ سے نکلتے ہی ایک تاریک سائے نے اس کا تعاقب شروع کر دیا ہے۔

قریباً نصف گھنٹے بعد بڑے عابد نے خواب گاہ کی طرف جانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ ایک خادم نے حاضر ہو کر کسی کی آمد کی اطلاع دی۔

”اچھا آئے دو....!“ بڑے عابد نے کس قدر ترشی سے کہا۔ لیکن پھر آنے والے کی شکل دیکھ کر چھرے سے ناگواری کے اثرات زائل ہو گئے تھے۔

”آؤ.... آؤ.... بہادر ضر غام کے بیٹے۔!“ اس نے خندہ پیشانی سے کہا۔

آنے والا احتراماً تھا اور پھر سیدھا کھڑا ہوتا ہوا بولا تھا۔ ”مقدس بزرگ وہ شہدا کی بیوی

مک سبزے کا نشان نہیں تھا۔ ننگی اور بھوری چٹانیں دیکھ کر آنکھوں میں چھین ہونے لگی تھیں۔ خان زادی اور پروفیسر دار اونگھے رہے تھے۔ عمران ڈرائیور رہا تھا۔ اور خان شہباز کی پرتوشیش آنکھیں گرد و پیش کا جائزہ لے رہی تھیں۔ وقتاً اس نے کہا۔ ”حدیما۔۔۔ اب کیا ہو گا؟“ ”اس سوال کا جواب واقعی خدا سے چاہتے ہو یا؟“ عمران جملہ پورا نہیں کر پایا تھا کہ خان شہباز نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ ”وہ درہ ہی بند کر دیا گیا ہے جس سے گزر کر ہم اس مکون تک پہنچتے!“ عمران نے طویل سانس لی تھی اور اس طرح منہ چلانے لگا تھا جیسے اتنیں حلقے اتار کر شکرال تک پہنچائے گا!

”شاید ہم مارے ہی جائیں گے۔!“ خان شہباز بولا۔

”دیکھو کیا ہوتا ہے.... تم مجھے وہ درہ تو دکھاؤ جسے بند کر دیا گیا ہے!“

خان شہباز نے گاڑی روکنے کا اشارہ کیا تھا۔ عمران بھی انجن بند کر کے اس کے ساتھ ہی اتر گیا۔ جیپ رکتے ہی ان دونوں نے بھی آنکھیں کھول دی تھیں۔

”سو جاؤ۔۔۔ سو جاؤ۔۔۔!“ عمران دارا کاشانہ ٹھپک کر بولا۔

”ہم کہاں ہیں۔۔۔؟“

”اے بھی کفن دفن ہی کی حدود میں ہیں۔!“ عمران نے کہا تھا اور خان شہباز کے ساتھ آگے بڑھ گیا تھا۔

ننگ سادرہ زیادہ دور نہیں تھا جسے بڑے بڑے پھرول سے بند کر دیا گیا تھا۔ اس میں اتنی کشادگی کبھی نہ رہی ہو گی کہ ایک جیپ گزر سکتی۔

”اگر کسی طرح اوپر سے اس کا جائزہ لیا جائے تو۔!“ عمران بڑا کر خاموش ہو گیا۔

”تم دیکھ ہی رہے ہو کہ اوپر پہنچنا کتنا مشکل ہے۔!“

”کوشش تو کرنی ہی چاہئے۔۔۔ ورنہ واپسی کے لئے تو پھرول بھی ناکافی ہو گا۔!“

وہ دونوں بھی گاڑی سے اتر کر ان کے قریب آکھڑے ہوئے تھے۔

”اب کیا ہو گا۔۔۔؟“ خان زادی نے خوف زدہ لمحے میں پوچھا۔

”مجھے تو نہیں معلوم کہ کیا ہو گا۔۔۔!“ عمران نہ اسامنے بنا کر بولا اور آگے بڑھ گیا۔

”تمہارا شاگرد میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔!“ خان زادی نے آہستہ سے پروفیسر سے کہا۔

”نہیں تھی۔!“

”کیا کہہ رہے ہو۔۔۔؟“

”ہرگز نہیں۔۔۔! میں اسے دیکھ چکا ہوں۔ ہزاروں میں پیچان سکتا ہوں۔ لیکن وہ عورت شہداد کی بیوی نہیں تھی اور پھر وہ خیموں کی جانب جانے کی بجائے غاروں کی طرف گئی ہے۔!“

”کیا شکرال کا کوئی فرد اس زیارت گاہ میں جھوٹ بولنے کی جمارت کر سکتا ہے۔!“ بڑے عابد کی آواز بلند ہو گئی۔

”اگر وہ شکرال ہے تو ہرگز نہیں کر سکتا۔!“

”شہباز بہادر۔۔۔ تم اسی شکرال کے سردار اعلیٰ ہو جس کی ایک بستی رہبان بھی ہے۔!“

”میرا دعویٰ ہے کہ وہ عورت رہبان نہیں تھی۔!“

”اگر نہیں تھی تو پھر اس حرکت کا مقصد۔۔۔!“

”رب عظیم ہی جانے۔!“

”اچھا شہباز بہادر۔۔۔! تو پھر یہ کام تمہارے ہی سپرد کیا جاتا ہے۔!“

”میں نہیں سمجھا مقدس بزرگ۔!“

”وہ ایک کہانی لے کر آئی تھی۔!“ بڑے عابد نے کہا اور عورت کی زود اور دہرانے لگا۔ شہباز کو ہی غور سے سن رہا تھا۔ لیکن اس کے چہرے پر کسی قسم کے تاثرات نہیں تھے۔ نیم باز آنکھیں غیر متحرک نظر آرہی تھیں۔ بڑے عابد کے خاموش ہونے پر سپاٹ لمحے میں بولا۔ ”شکرال کے خلاف بھر کوئی سازش ہو رہی ہے مقدس بزرگ۔!“

”اگر رب عظیم نے تمہیں شکرال کا رکھوا لانہ بنایا ہوتا تو تم بھی اس وقت یہاں موجود نہ ہوتے۔ تمہارے علاوہ اور کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ شہداد کی بیوی نہیں ہے۔!“

”میں نے اس کا تعاقب کیا تھا۔۔۔!“ شہباز بولا۔

”بل تو اب تم ہی اس معاملے کو دیکھو۔۔۔!“

”بہت بہتر مقدس بزرگ۔....!“



جیپ ناہموار راستے پر چل رہی تھی۔ اس لئے رفتار رینگنے کی حد تک پہنچ گئی تھی۔ دور دور

پروفیسر دار ادم بخود کھڑا تھا۔ کچھ دیر بعد انہیں عمران کا سر نظر آیا تھا اور پھر وہ اسی جگہ کھڑا رکھائی دیا جہاں پہلے تھا۔

”پہلے سامان....!“ اس نے کمر سے ریشم کی مضبوط ڈور کا لچھا کھولتے ہوئے کہا۔

”مگر ہم کیسے پہنچیں گے اور پر....!“ خان زادی نے پرانا سوال دہرا لایا۔

”چپ چاپ دیکھتی جاؤ....!“ پروفیسر دار ابولالہ خان شہباز کی آنکھوں میں بھی الجھن کے آثار تھے۔ اتنی دیر میں عمران نے ڈور نیچے لکھا دی تھی... ایک ایک کر کے سارے تھیلے اور سوت کیس اور پر پہنچ گئے۔

”اب....! تم یہ ڈور گاڑی سے باندھو....!“ عمران نے کہا۔ ”اور تینوں گاڑی پر بیٹھ جاؤ!“

”لیا کہہ رہے ہو....!“ خان شہباز دہرا لے۔

”گاڑی سمیت اور پہنچ جاؤ گے!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”میا تم وہاں پہنچ کر ہمارا مخفیہ اڑانا چاہے ہو....!“

”نہ میں نیچے پہنچ سکتا ہوں اور نہ تم لوگ اور پہنچ سکتے ہو۔ پھر ایسی صورت میں مخفیہ اڑانے کے علاوہ اور کیا کر سکتا ہوں!“

”کس نے کہا تھا کہ تم اور پر جا چڑھو....!“ خان زادی چلائی۔

”میری شامت نے....!“

”اور تم نے سب کا سامان بھی اور پر ہی سمیٹ لیا۔ آخر ارادے کیا میں!“

”جس چیز کی ضرورت ہو آواز دے لینا....!“

”میا یہ پاگل ہو گیا ہے....?“ خان شہباز نے پروفیسر سے پوچھا۔

”میں کچھ نہیں کہہ سکتا.... زیادہ دونوں سے نہیں جانتا!“

”میا مطلب....?“

”کچھ دونوں پہلے شکل مک نہیں دیکھی تھی.... ہم لوگوں کے یہی احوال ہیں!“

”میں سمجھ گیا.... لیکن سوال تو یہ ہے.... لوپھر غائب ہو گیا!“

انہوں نے اور نظریں دوڑائیں.... عمران اب وہاں نہیں تھا۔

”آخر یہ کیا ہو رہا ہے....!“ خان زادی نے کہا۔

”کچھ دنوں پہلے شکل مک نہیں دیکھی تھی.... ہم لوگوں کے یہی احوال ہیں!“

”میا تم اب بھی اسے میرا شاگرد کہتی رہو گی۔!“
”کیوں....?“

”میں خود ہزار برس تک اس کی شاگردی کر سکتا ہوں!“

”میا یہ غلط ہے کہ وہ تمہارا شاگرد ہے!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا!“

”پھر وہ کون ہے....?“

”اس پچھر میں مت پڑو.... ادھ.... وہ دیکھو.... وہ اور پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے!“

”سوال تو یہ ہے کہ اگر وہ اور پہنچ بھی گیا تو ہم کس طرح پہنچیں گے کم از کم اپنے بارے میں تو کہہ سکتے ہوں کہ یہ کام میرے بس سے باہر ہو گا!“

”میں خود بھی اس کا تصور نہیں کر سکتا!“

”اوہ.... ویکھو.... اس کا بیالاں پیر پھسل گئے تھے اور وہ چنان کا نکیلا حصہ تھا میں جھول رہا تھا۔ عمران کے دونوں پیر پھسل گئے تھے اور وہ چنان کا نکیلا حصہ تھا میں جھول رہا تھا۔

”اب بتاؤ....!“ انہوں نے عمران کو کہتے سنے....! ”پک پڑوں مردہ چھپل کی طرح....!“

”ارے.... یہ کیا کر رہے ہو....!“ خان شہباز چینا۔ ”بڑیاں سرمہ ہو جائیں گی!“

لیکن عمران کے دونوں پیر کی بچپوکی دم کی طرح مڑ کر اس کے سر کی طرف جا رہے تھے۔ پھر وہ سر ہے بھی آگے نکل کر چنان کے اور پری حصے پر جا گئے!

”خدا کی پناہ.... یہ.... یہ....!“ خان زادی خوف زدہ انداز میں بڑیاں بھی شامل تھا۔ لمحے میں بے ساختہ بہن نڑپی جس میں رو دینے کا ساندھاں بھی شامل تھا۔

عمران اور کھڑا سر کے کسی اداکار کے سے اشائیں میں جھک جھک کر گویا تماشا ہیوں کی داؤ ستائش کا شکریہ ادا کر رہا تھا۔

”ہمارے بس سے توباہر ہے....!“ شہباز نے اوپری آواز میں کہا۔

”ہوائی جہاز بھجو رہا ہوں تم لوگوں کے لئے!“ اس نے ہاتھ ہلا کر کہا تھا اور پھر شاید نیش میں اتر گیا تھا کیونکہ اب انہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

”فلسفی ہی نہیں مداری بھی ہے!“ خان زادی چھکلی۔

کوئی کچھ نہ بولا۔ اب تو پروفیسر دارا کے چہرے پر بھی کچھ اچھے آثار نہیں تھے۔ شدید غصہ آیا تھا جس کو دبانے کے سلسلے میں آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں اور تنہنے پھولے پکلنے لگے تھے۔ پندرہ میں منٹ گزر گئے لیکن عمران نہ دکھائی دیا۔

”کہیں ہم چوہوں کی طرح نہ مار لئے جائیں!“ خان شہباز کے لجھ میں جھلاہٹ تھی۔

”میا کسی اور طرف نکل چلنے کے لئے منکی میں پڑوں ہو گا....؟“ پروفیسر نے سوال کیا۔

”میں نہیں جانتا!“

”تو پھر ہمیں صبر سے کام لینا چاہئے!“

”پروفیسر....! تم صبر کی تلقین کر رہے ہو....!“ خان زادی نے ناخوش گوار لجھ میں کہا۔ اور ہم اپنا سب کچھ کھو بیٹھے ہیں۔ صبر کرنے کا مشورہ انہیں دیا جاتا ہے جن کے پیروں تک کم از کم زمین تو ہو!“

”مجھے بے حد افسوس ہے خان زادی.... ہم نے حتی الامکان کو شش کرداری تھی کہ تم ہمارے ساتھ سفر نہ کرو.... ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو....!“ وہ کچھ نہ بولی.... دوسری طرف دیکھنے لگی تھی۔

”سوال تو یہ ہے کہ اب کیا کریں....؟“ خان شہباز نے کہا۔

”آخر.... میرے چیو گم کے پیکٹ کھاں گئے....؟“ دفعتاً عمران کی آواز آئی اور وہ چونکہ پڑے۔ چونکے یوں تھے کہ آواز اپر سے نہیں آئی تھی بلکہ اس طرف سے آئی تھی جہاں انہوں نے جیپ کھڑی کی تھی۔ اور پھر ان کی آنکھیں جیرت سے پھیل گئیں۔ عمران جیپ ہی میں کچھ تلاش کر رہا تھا۔ وہ قریب قریب دوڑتے ہوئے اس کے پاس پہنچے تھے۔ ہونقوں کی طرح من کھولے اے دیکھتے رہے۔ وہ اتنے انہاک سے کچھ تلاش کر رہا تھا کہ ان کی طرف متوجہ نہ کرنے والا۔

”ت.... تم یہاں کس طرح آپنچھے....؟“ خان شہباز نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”چیو گم کے پیکٹ میرے تھیلے سے شاید گاڑی میں گر گئے تھے۔ لیکن آخر گاڑی سے کھاں گئے!“ عمران بولا۔

”میں پوچھ رہا ہوں تم نیچے کیسے آئے!“

”ایم جنی...!“

پروفیسر نے خان شہباز کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ اسے بھی غصیل نظر وں سے دیکھ کر رہ گیا۔ خان زادی کبھی مز کر درے کی اوپنچائی کو دیکھتی تھی اور کبھی عمران کو۔

”اب میں کیا کروں....؟“ عمران نے مایوسانہ انداز میں گویا خود سے سوال کیا۔

”ہم پوچھ رہے ہیں کہ تم نیچے کیسے آئے....؟“ خان زادی جملہ کر بولی۔

”آدمی اگر چوہا بننا گوارا کر لے تو سب کچھ ممکن ہے!“

”کیا مطلب....؟“

”اے بھی ہتاوں گا مطلب بھی.... فی الحال چیو گم....!“

”میں کہتا ہوں جلدی کرو.... اس راستے کو بند کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی طرف بھی وہ ضرور توجہ دیں گے....!“ خان شہباز نے کہا۔

”اور اس جیپ کو یہاں دیکھ کر اندازہ لگالیں گے کہ ہم سرحد پار کر گئے!“ عمران خوش ہو کر بولا۔

”اوہ.... چیو گم کے پیکٹ شاید میرے سوت کیس میں ہیں!“ دفعتاً پر، فیر نے کہا۔

”تو اب ہمیں جلدی ہی کرنی چاہتے۔ دیرے چیو گم کو ہڑک رہا ہوں!“ عمران نے کہا اور گاڑی سے اتر کر باہمیں جانب چل پڑا۔ اس نے انہیں اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا تھا.... تھوڑی دور

چل کر وہ رک گیا اور ان کی طرف مرتا ہوا بولا۔ ”پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ چوہا بننا پڑے گا!“

اور پھر اس نے انہیں وہ سوراخ دکھایا تھا جس سے گز کر وہ جیپ تک پہنچا تھا۔

”ایک ایک کر کے ہم بہ آسانی گزر سکیں گے.... لیکن چوہوں ہی کی طرح....!“ پروفیسر نہ کر بولا۔

عمران نے پہل کی تھی سوراخ کسی لو مڑی کے بھٹ کا دہانہ معلوم ہوتا تھا۔ اندر گہری تاریکی تھی لیکن وہ بُنل بارچ کی ہلکی ہی روشنی میں راستہ تو دیکھتی تھی۔ کچھ دور تک میئے کے بل ریگتے رہنے کے بعد سوراخ میں کسی قدر کشاوگی محسوس کی تھی۔ بلا خروہ اس درے تک پہنچتی ہی گئے جس کے دبانے کو پھر وہن کے ذہیر سے بند کر دیا گیا تھا۔

”اب کچھ دیر آرام کی بھی نہ ہرے گی یا مسلسل چلتے ہی رہتا ہے؟“ پروفیسر نے عمران سے پوچھا۔

”میری ذمہ داری ختم....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”خان شہباز سے پوچھو۔!“

”لیکن میرے ایک سوال کا جواب تو تمہیں دینا ہی پڑے گا!“ خان زادی بول پڑی۔

روشنی میں چاروں طرف نظر دوڑاتی ہوئی بولی۔
 ”اے اسمگلر ز استعمال کرتے تھے!“ خان شہباز نے کہا۔
 ”شکرال سے انہیں کیا ملتا ہو گا....؟“ پروفیسر نے سوال کیا۔
 ”اسکلے اور گولہ بارود کے عوض مویشی لاتے تھے!“
 عمران غار کا جائزہ لیتا پھر رہا تھا۔ دفتہ ایک گوشے سے اس نے انہیں آواز دی۔
 ”یہاں.... اوہر آؤ.... یہاں تو بہت کچھ ہے.... جلانے کے لئے لکڑیاں منی کے تیل
 کے دو نکست... چار لاٹھیں.... واواه....!“
 ”ونع کرنے کے لئے ایک عدو بکری بھی ہو گی۔!“ خان زادی نے کہا اور نہیں پڑی۔
 ”بس تو پھر رات یہیں گزاری جائے!“ خان شہباز بولا۔
 پھر کچھ مچھ پاس ہی سے کہیں کوئی بکری بھی ممیائی تھی اور خان زادی اچھل پڑی تھی۔
 ”کیا واقعی....؟“ خان شہباز نے حیرت سے کہا۔
 ”بھاگ گئی....!“ عمران کی آواز سنائی دی۔
 ”کہاں بھاگ گئی.... پکڑو....!“ خان زادی نے مضطرباً انداز میں کہا۔
 خان زادی نے سنجیدگی سے بکری کی تلاش شروع کر دی تھی۔ پروفیسر کچھ سوچتا رہا پھر نہیں پڑا۔
 ”کیا ہوا....!“ وہ اس کی طرف مڑی۔
 ”اس وقت اگر تم شیر کا بھی ذکر کرتیں تو تمہیں وہاڑ ضرور سنائی دیتی۔!“
 ”کیا مطلب....؟“
 ”میرا ساتھی ایسا ہی ہے۔!“
 ”پہلے میں نے اسے کوئی سمجھا آدمی سمجھا تھا!“ خان شہباز نے ناخوش گوار لبٹے میں کہا۔
 ”لیکن اب مجھے اپنے رائے بدل دینی پڑے گی۔!“
 ”تم مجھے بر قافی ریپچھ بھی سمجھ سکتے ہو خان.... مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔!“
 ”شکرال میں تمہیں ایسی حرکتیں لے دو ہیں گی۔!“ خان نے کہا۔
 عمران کچھ نہ بولا۔
 ”میرے لئے اب یہ مردانہ بھیں ضروری تو نہیں....!“ خان زادی نے اوپری آواز میں

”ار تمہیں کانہ ہوتا چاہئے۔!“
 ”تم پروفیسر کے ماتحت ہو یا پروفیسر تمہارے ماتحت ہیں۔!“
 ”پروفیسر ہی سے پوچھ لو....!“
 ”میں تم سے پوچھ رہی ہوں....!“
 ”ہم دونوں دوست ہیں.... ایک دوسرے کی ماتحتی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کیونکہ میں
 مکھن کے کارخانے کا فوری میں ہوں.... اور یہ پولٹری فارمنگ کرتے ہیں۔!
 ”دنیا کو دکھانے کے لئے۔!
 ”نہیں....! دنیا کو طوہ اور انڈا مرغی کھلانے کے لئے۔!
 ”غیر ضروری باقی شروع ہو گئی ہیں۔!“ خان شہباز بولا۔ ”ورے سے نکل کر ہمیں تن
 میل مزید چلتا پڑے گا۔ پھر ہم ایک چھوٹی سی بستی میں پہنچیں گے۔ وہاں میرے دو ایک شناساں
 جو ہمیں عمران کے ملک کی سرحد تک پہنچادیں گے۔!
 ”کہیں دیکھتے ہی گولی نہ مار دیں۔!“ عمران بولا۔ ”وہ لوگ اپنی سرحدوں کے اندر اجنیبوں کو
 برداشت نہیں کر سکتے۔!
 ”یہ سب کچھ تم مجھ پر چھوڑو....!“ خان شہباز بولا۔
 ”چھوڑ دیا۔!
 ہمیں نے سامان اٹھایا تھا اور چل پڑے تھے۔ خان زادی خالی ہاتھ تھی۔ اس نے بھی بار
 برداری میں ان کا ہاتھ ہٹانا چاہتا۔ لیکن اس کی یہ خواہش پوری نہیں کی گئی۔
 درہ طویل ثابت ہوا.... اس کے دوسرے سرے پر عمران نے باہمیں جانب ایک غار کا دہانہ
 دریافت کیا.... چلتے چلتے رک کر وہ اس غار میں اتر گیا تھا اور اس کے ساتھی جہان تھے وہیں
 کھڑے رہے تھے.... جلد ہی وہ غار کے دہانے پر دوبارہ دکھائی دیا تھا۔
 ”بڑی آرام دہ گلے ہے....!“ اس نے کہا۔ ”اگر ہم رات یہیں گزاریں تو کیا حرج ہے۔!
 ”یہ تو بڑی اچھی تجویز ہے.... میں بڑی تھکن محسوس کر رہی ہوں۔!“ خان زادی نے کہا۔
 پھر وہ اسی غار میں اتر گئے تھے۔
 ”ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یہ پہلے بھی کسی کے استعمال میں رہا ہو۔!“ خان زادی نارجی کی

کہا۔ ”خت البحمن محسوس کر رہی ہوں۔!“

”تمہاری مرضی....!“ عمران کی آواز آئی۔ ”ڈاٹھی میں بھی بڑی نہیں لاتیں۔!“

”اس سے کہو کہ خان زادی سے بے تکلف ہونے کی کوشش نہ کر۔!“ خان شہباز آہستہ سے بولا۔

”میں سمجھا دوں گا۔!“ پروفیسر نے کہا اور اسی سمت بڑھ گیا جو در سے عمران کی آواز آ رہی تھی.... وہ آگ جلانے کے لئے لکڑیاں چھتا ہو املا۔

”خان زادی سے چھڑ چھڑا نہ کجھ تو بہتر ہے۔!“ پروفیسر نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ ”خان شہباز جز بزر ہوتا ہے۔!“

”تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا.... وہ تو خود ہی مجھے چھیڑتی رہتی ہے۔!“

”آپ محتاط رہئے....!“

”یہ دونوں خواہ خواہ گلے پڑے گے ہیں.... مجھے ان سے ذرہ برادر بھی دچپی نہیں۔!“

”دیکھنے شکرال میں کیا ہوتا ہے.... وہ مردانہ بھیں میں بھی رہنے پر تیار نہیں۔!“

”شکرال میں مردمارے جا سکتے ہیں.... عورتوں پر کوئی با تھہ نہیں اٹھاتا خواہ اُسی رنگ اور نسل سے تعلق رکھتی ہوں۔!“

”بہر حال ہم نی دشواری میں پڑے گے ہیں۔!“

”کیسی دشواری...؟“

”شکرال....!“

عمران کچھ نہ بولا۔ اتنے میں خان زادی اور شہباز بھی اوہرہ ہی چلے آئے۔

”خان شہباز!“ عمران نے اس کی طرف دیکھے بغیر سوال کیا۔ ”قریبی بستی میں تمہارے کتنے شناسائیں....؟“

”دو آدمی ہیں....!“

”اگر وہ موجود نہ ہوئے تو....؟“

”دیکھا جائے گا....!“

”کیا دیکھا جائے گا۔!“

”تم یہ سب کچھ مجھ پر چھوڑو۔!“

”اگر بستی میں تمہیں کوئی نہ پہچان سکا تو گولیاں ہمارے سینے چھلنی کر دیں گی.... نہیں میں تو محض دو آدمیوں کی شناسائی کو کافی نہیں سمجھتا۔!“

”تو پھر اسی غار کو اول و آخر سمجھ لو۔!“ خان شہباز نے بیزاری سے کہا۔

”شامداب تم اپنے کئے پر پیشان ہو۔!“

”خداوند قدوس کی قسم ہرگز نہیں۔!“

”تو ہیں پھر خاموشی اختیار کرو۔!“ ہم بستی میں نہیں جائیں گے۔!

”تم بستی سے گزرے بغیر وہاں تک نہیں پہنچ سکو گے جہاں سے تمہیں اپنے ملک میں داخل ہونا ہے۔!“

”میں ایسے راستوں سے بھی واقف ہوں کہ ہم پر کسی کی نظر ہی نہ پڑے۔!“

”لیکن یہ راستے پیدل تو نہیں طے ہو سکیں گے۔!“

”سواری کہاں سے مل جائے گی تمہیں۔!“

”بستی سے۔!“

”خیر.... خیر.... یہ سب کچھ سوچنے کے لئے پوری رات پڑی ہے۔!“ عمران نے ہاتھ بڑا کر کہا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے کان چائے والے کسی بچے کو نالا گیا ہو۔ خان شہباز کے پہرے پر پبلے تو شرمندگی کے آثار نظر آئے تھے بھر غصے سے سانس پھولنے لگی تھی۔ لیکن وہ ہر یہ پہنچ بے بغیر وہاں سے ہٹ گیا۔

”تم آخر خغضہ دلانے والی باتیں کیوں کرنے لگے ہو۔!“ خان زادی نے عمران کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

”اُبھی تک تو ایسا نہیں ہوا۔!“

”خان شہباز تم سے ناراض ہو گئے ہیں۔!“

”بھی سے خوش کون ہے۔!“

”چلو.... چلو.... انہیں تھا چھوڑو۔!“ پروفیسر بولا۔

”تم ذرا دیر کو انہیں میرے پاس تھا چھوڑو۔!“ عمران پروفیسر کو ٹھوڑتا ہوا غریل ایسا

”میں قریبی بستی سے دو چار گھوڑے چڑھاتا... اور بس...!“
”کیا تم نہ پکڑے جاتے...؟“

”چوریا تو پکڑے جاتے ہیں یا عیش کرتے ہیں... کوئی تیسری بات نہیں ہوتی۔!“

”یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہارا خدشہ محض وہم ہو۔!“

”ممکن ہے... لیکن یہ قطعی ناممکن ہے کہ کوئی عورت کسی بھی حال میں خاموش رہ سکے۔!“

”کیا میں ضرورت سے زیادہ بول رہی ہوں۔!“

”ہو سکتا ہے یہ بھی میرا ہم ہو... اور تم نے حقیقتاً ہونٹ کی رکھے ہوں۔!“

”اچھا میں اب قطعی نہیں بولوں گی...!“

”اگر مجھے اس پر یقین آجائے تو گولی مار دینا...!“

وہ نہ سامنہ بنائے کہ دوسرا طرف دیکھنے لگی... دفعاً پروفیسر عمران کی طرف ریگ آیا۔

”اوہ رد پندرہ فوجی موجود ہیں۔!“ اس نے آہستہ سے کہا۔

”ان پر نظر رکھو... بلکہ میرا خیال تو یہ ہے کہ نیچے اتر کر اسی سوراخ کے قریب جا کر میتوڑو۔

اگر وہ اسی طرف آئیں تو بے در لغ فائزگ شروع کر دینا۔!“

پروفیسر مشین گن سنبھالے ہوئے درے میں اتر گیا۔

”میں خالی ہاتھ ہوں... میرے پاس بھی کچھ ہونا چاہئے۔!“ خانزادی آہستہ سے بولی۔

”میری گردن دبوچے رکھو خالی ہاتھ سے۔!“

”واقعی بہت بے مرودت ہو... تمہیں دونوں کی وجہ سے میں اس حال کو پہنچی ہوں۔!“

”تو پھر دوسرا خالی ہاتھ کو بھی کام میں لانا مت بھولنا... پروفیسر کی گردن زیادہ موٹی نہیں ہے... تمہارا بیانیا ہی ہاتھ کافی ہو گا۔ اس کے لئے۔!“

”اس وقت کی کوئی اس کا بدلہ ضرور لوں گی... تم دیکھنا...!“

”شش...!“ عمران آہستہ سے بولا۔ ”میرا خیال غلط نہیں تھا... وہ آرہے ہیں...!“

دور میں اس کی آنکھوں سے لگی ہوئی تھی اور وہ حد نظر تک صاف دیکھ رہا تھا۔

آٹھ گھوڑے تیزی سے درے کی جانب بڑھے آرہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد خانزادی نے

بھی گھوڑوں کی ناپوں کی آوازیں سن لی تھیں۔ لیکن عمران کی ہدایت کے مطابق اس کے قریب

ہی اوندھی پڑی رہی تھی یہ ”فلسفہ“ اس کی سمجھ میں آگیا تھا کہ اوندھے پڑے رہنے میں اتنی تکلیف ہرگز نہیں ہو سکتی۔ حقیقی کھوپڑی میں سوراخ ہو جانے سے ہو سکتی ہے!

ناپوں کی آواز بتدریج قریب ہوتی جا رہی تھی۔

”اسی طرح چپ چاپ پڑی رہنا...!“ عمران آہستہ سے بولا۔

”کیا وہ ہمیں پکڑ لے جائیں گے۔!“

”صرف ہم دونوں کو... تم ساتھ جاتا چاہو گی تو لے جائیں گے ورنہ یہیں چھوڑ جائیں گے۔!“

”میں ساتھ جاؤں گی۔!“

”بس خاموش....!“

”شاید وہ درے تک پہنچ گئے تھے۔!“

”یہ کیسے معلوم ہو کہ خان شہزاد پر کیا گزری...!“ خانزادی نے آہستہ سے پوچھا۔

”اُرے تمہاری زبان رکے گی یا نہیں....!“

”اچھا باب نہیں بولوں گی....!“ خانزادی نے یوں کھلا کر کہا اور دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ

بھیجن لیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سچ مجھ خائن ہو گئی ہو۔ گھوڑوں کی ناپوں کی آوازیں بہت قریب

ہو کر محدود ہو گئی تھیں۔

عمران نے دور میں تھیلے میں ڈال لی تھی اور نایی گن سنبھال کر درے کی طرف ریگ گیا

تھا۔ پانچ آدمی درے میں داخل ہوئے تھے اور اُسی غار کے دہانے کے قریب رک کئے تھے جہاں

انہوں نے رات ببر کی تھی۔

پھر ایک دہانے پر ٹھہر اتھا اور چار آدمی غار میں داخل ہوئے تھے۔ عمران نے کل آٹھ آدمی

شارکنے تھے ان میں سے شائد تین درے کے سرے پر ہی رک گئے تھے۔

وہ درے میں جھانکتارہاں کا خیال تھا کہ غار سے نکل کر وہ اوہ رد پندرہ کا رانچ تریں کے کہیں ان

میں سے کوئی اس راستے پر بھی نہ چل پڑے جس کا انتظام اوڑی کے بھٹ کے دہانے پر ہوا تھا اگر

ایسا ہوا تو پروفیسر بے خبری میں مارا جائے گا۔ عمران نے سوچا پھر اس سلسلے میں بھی پٹھ کرنے ہی

والا تھا کہ عقب سے آواز آئی۔ ”اپنی بندوق پھینک کر کھڑے ہو جاؤ اور ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔!“ زبان

شکرالی تھی۔

دونوں بھی اٹھ گئے تھے۔ لیکن شہباز کی واپسی نہ ہوئی خانزادی پہلے بھی سمجھی تھی کہ ضرور تباہی گیا ہو گا۔ پھر عمران اور پروفیسر نے آس پاس کی تلاش شروع کی تھی اور ناکام واپس آئے تھے۔ ”بہر.... حال میں بری الذمہ....!“ عمران خانزادی کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”میں نے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا۔!“

”تت.... تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ....!“ خانزادی جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گئی۔ ”ہاں.... میں یہی کہنا چاہتا ہوں کہ اگر بستی میں اس کے دونوں شناسا موجود نہ ہوئے تو واپسی نا ممکن سمجھو....!“

”پھر کیا ہو گا....؟“

”وہی جو خان شہباز کی زندگی میں بھی ہوتا۔!“

”اتی بے دردی کا مظاہرہ نہ کرو.... تاریک ہی پہلو پر کیوں نظر ہے تمہاری۔!“

”سامان سمیٹو.... اور پھر اوپر ہی چڑھ چلو.... درے.... میں تو ہم مار لے جائیں گے....!“ عمران نے پروفیسر سے کہا۔

اس نے سوٹ کیس سے ٹائی گن نکال لی تھی۔

”مگر تم نے تو کہا تھا کہ تم اپنے طور پر ہمیں بحفاظت نکال لے چلو گے۔!“ خانزادی کی پکایتی ہوئی آواز میں یوں۔

”خان شہباز اپنے طور پر ہماری قبریں کھود چکا ہے۔!“

اوپر پینچھے میں عمران نے خاصی احتیاط سے کام لیا تھا۔ کوشش تھی کہ وہ دوسری طرف سے دیکھنے نہ جائیں۔!

”تم ادھر نظر رکھو۔!“ اس نے پروفیسر سے کہا۔ ”اور میں شکرال کی جانب مگر ان ہوں۔!“

”اور مجھے چاہئے کہ سلامتی کے لئے دعائیں مانگنا شروع کر دوں۔!“ خانزادی ہو گئی۔

”مجھے کو سنے بھی دے سکتی ہو....!“ عمران نے کہا۔

”تم نے ابھی تک اس طرح دل نہیں دکھایا۔!“

”خیال رہے کہ تمہاری آواز اونچی نہ ہونے پائے.... ہوا کارخ شکرال ہی کی طرف ہے۔!“

”فرض کرو.... تم دونوں تنہا ہوتے تو کیا ہوتا....!“

پروفیسر غیر ارادی طور پر پیچھے ہٹا تھا اور وہاں سے چل دیا تھا۔

”خیریت....! مجھ سے کیا کہنا چاہتے ہو....!“ خانزادی ہنس کر بولی۔

”یہی کہ تم نے ایک بار بھی اپنے گھر والوں کو یاد نہیں کیا....!“

”یاد کرنے سے فائدہ....!“

”دل نہیں دکھ رہا تھا را۔!“

”صرف ایک سبق ملا ہے۔!“

”اچھا....!“ عمران کے لجھ میں حرمت تھی۔

”ہاں.... سبق یہ ملا ہے کہ بہت زیادہ ضدی ہونا بھی اچھا نہیں ہوتا۔!“

”یہ تو کوئی بات نہ ہوئی.... میں نہایت سعادت مند بچہ ہونے کے باوجود بھی دردر کی ٹھوکریں کھاتا پھر رہا ہوں۔!“

”تم سعادت مند بچے....!“ خانزادی ہنس پڑی۔

”میں نے تمہیں اس لئے روکا تھا کہ تم سے پھر عورت بن جانے کو کہوں....!“

”لیکن پروفیسر....!“

”پروفیسر یاخان شہباز شکرال کے بارے میں اتنا نہیں جانتے جتنا میں جانتا ہوں.... ہم مار ڈالے جائیں گے لیکن تمہیں کوئی ہاتھ بھی نہیں لگائے گا ویسے ہو سکتا ہے ڈاڑھی تمہاری موت کا بھی باعث بن جائے۔!“

”فرض کرو.... میں یقین بھی گئی تو کیا ہو گا....!“

”وہ تمہیں عزت سے زندگی ببر کرنے کا موقع دیں گے۔!“

”تب تو مناسب بھی ہو گا کہ تمہیں لوگوں کے ساتھ میں بھی مر جاؤں!“ عمران پھر پنچھہ نہ ہوا۔

دن ختم ہوا۔... رات کی پرچھائیاں فضائیں رقص کرنے لگیں۔ کسی قدر خنثی بڑھ گئی تھی اس لئے انہیں رات بھر آگ روشن رکھنی پڑی۔

دوسری صبح سب سے پہلے خانزادی بیدار ہوئی تھی خان شہباز کی جگہ نالی نظر آئی۔...

عمران اور پروفیسر سور ہے تھے۔

وہ کچھ دیر بستر پر ہی بیٹھی رہی پھر اٹھ کر اس جگہ آئی جہاں آگ روشن تھی۔... آخر وہ

بڑا شست نہیں کر سکتے!“

”ہم ادھر سے آئے ہیں اور تمہیں معلوم ہی ہو گا کہ ادھر کیا ہو رہا ہے...!“ عمران نے بائیں جانب ہاتھ انھا کر کہا۔

”ہم کچھ نہیں جانا چاہتے!“

”چلو....!“ وہ مختنڈی سانس لے کر بولا۔

وہ نیچے اتر کر درے کے دوسرے سرے کی طرف بڑھنے لگے تھے۔

”ہمارا ایک آدمی اور بھی ہے...!“ عمران نے کہا۔

”وہ پہلے ہی پکڑا جا چکا ہو گا....!“ جواب ملا۔

”غار میں نہیں تھا...!“

”پھر کہاں ہے؟“ دونوں چلتے چلتے رک گئے اور اسکے ریو اور عمران کی کپٹیوں سے جا لگے!“ یہ کیا کر رہے ہو....؟“ عمران غصے سے بولا۔

”اگر اس نے چھپ کر کوئی حرکت کی تو تم زندہ نہیں رہو گے!“

”اس بے چارے کو پتا ہی نہ ہو گا کہ ہم پر کیا گزری....!“

”کیوں....?“

”وہ ادھر والوں کی گمراہی کر رہا ہے۔!“

”چلو سے بھی ساتھ لو.... اور تمہیں اسی طرح چلنا ہو گا....!“

”یعنی میری کپٹیوں پر یہ ریو اور رکے رہیں گے۔!“

”ہاں بالکل اسی طرح....!“

”اس طرح چلانا میرے لئے بالکل ناممکن ہو گا....!“

”یہ اب کیا کہہ رہے ہیں....!“ خان زادی نے خوف زدہ لمحے میں پوچھا۔

”کہہ رہے ہیں کہ لڑکی سے کہو بولتی چلے.... کم از کم لڑکی تو معلوم ہو۔!“

”تمہیں اس وقت بھی شرارت سوجھ رہی ہے۔!“

”عمران کچھ نہ بولا۔!“

”کیا بات ہے....؟“ شکرالی نے پوچھا۔

نامی گن اس وقت عمران کے ہاتھوں میں نہیں تھی اور وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ شکرالی عقاب کی نظر رکھتے ہیں لہذا اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ چپ چاپ تعقیل کرتا۔ پھر خان زادی بھی ساتھ تھی۔ اس کا تحفظ مقدم تھا وہ ہاتھ انھا کے کھڑا رہا۔

”اب مز جاؤ....!“ کہا گیا۔

عمران آواز کی طرف مڑا.... دوریو اور اس کی جانب اٹھے تھے۔ لیکن ایک آئی نظر خان زادی پر بھی تھی۔

”وہ خالی ہاتھ ہے....!“ عمران نے شکرالی میں کہا۔

دوسرے آدمی نے آگے بڑھ کر عمران کی نامی گن انھا۔

عمران کو علم نہیں تھا کہ دوسری طرف سے درے کے علاوہ بھی اور آنے کا کوئی اور راستہ موجود ہے ورنہ وہ پرو فیر کو لمبی کے بھٹ کی طرف ہرگز نہ بھیجا۔ اسی راستے کی نگرانی پر لگاتا لیکن اب تو فروگذشت ہو ہی بچکی تھی۔

پھر خان زادی سے بھی اٹھنے کو کہا گیا۔

”وہ تمہاری زبان نہیں سمجھ سکتی۔!“ عمران نے کہا اور خان زادی سے بولا۔ ”کھلیل ختم ہو گیا

کھڑی ہو جاؤ.... ویسے خدا کا شکر ہے کہ کچھ دیر کے لئے تمہاری زبان تور کی۔!“

خان زادی بسور کر رہ گئی تھی۔

”تم شکرالی بول سکتے ہو لیکن شکرالی کی کسی بستی کے نہیں معلوم ہوتے!“ ایک آدمی نے کہا۔

”میں نے کب کہا ہے....!“ عمران نے غصیلے لمحے میں کہا۔

”تمہارا ایک آدمی ہمارے قبضے میں ہے....!“

”بڑے دعوے کر کے گیا تھا کہ اس بستی کے دو شکرالی اس کے دوست ہیں۔!“

”اگر اس نے ہم میں سے دو کے نام نہ لئے ہوتے تو اب تک مارڈا لا گیا ہوتا۔!“

”تو کیا تم نے اسے با شاہست بخش دی ہے۔!“

”نہیں! وہ ان دونوں کی واپسی تک زندہ رہے گا۔!“ وہ غصیل آواز میں بولا تھا۔ ”چلو۔!“

”کہاں چلوں....؟“

”تمہیں بھی بستی میں چل کر جواب دی کرنی ہے.... ہم کسی غیر شکرالی کو اپنی سرحدوں پر

”پوچھ رہی ہے کہ یہ لوگ آدم خور تو نہیں ہیں۔!“

”اس سے کہہ دو کہ شکرالی میں عورتیں محفوظ رہتی ہیں.. چلو تباہ تمہارا ساتھی کہاں ہے۔!“
”عمران انہیں بحث والی دراثتک لایا تھا... انہوں نے اسے حیرت سے دیکھا اور ایک نے
کہا۔ ”ادھر تو کچھ بھی نہیں ہے۔!“

”میں نے کب کہا کہ ادھر بھی کچھ ہے....!“ عمران نے کہا تھا اور پروفیسر کو آوازیں دینے
لگا تھا۔ ”ہم دھر لئے گئے ہیں۔!“ وہ جیج جیج کر کہہ رہا تھا۔ ”میری دونوں کنپیوں سے روپا اور لگے
ہوئے ہیں۔ واپس آجائو... اور خود کو ان کے حوالے کر دو.... ورنہ میں مفت میں مارا جاؤں گا۔!“
”توہڑی دیر بعد پروفیسر دکھائی دیا تھا اور اس نے عمران کی ہدایت پر پوری طرح مل کیا تھا۔
مشین پستول اس سے لے لیا گیا۔

”دونوں قیدیوں کی طرح چل رہے تھے... بالآخر شکرالی اپنے آدمیوں سے جاتے۔!“

”ٹھیک ہے۔!“ ان میں سے ایک نے کہا۔ ”ان کے ہاتھ پشت پر باندھ دو....!“

”اس کی ضرورت نہیں ہے....!“ عمران بولا اور وہ چونک کر اسے گھورنے لگا۔

”تم کس بستی سے تعلق رکھتے ہو بھائی....!“ اس نے نرم لمحے میں پوچھا تھا۔

”میں شکرالی نہیں ہوں....!“

”لیکن....!“ وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا... عمران کو بغور دیکھے جا رہا تھا توہڑی دیر بعد اس
نے کہا۔ ”تمہاری شکل کچھ جانی پہچانی سی لگتی ہے۔!“

”ای لئے کہہ رہا ہوں کہ ہمیں قیدیوں کی طرح نہ لے چلو ورنہ بعد میں تمہیں اپنی اسی
حرکت پر پچھتا پڑے گا۔!“

”تم لوگ آخر یہاں کیوں آئے ہو... کیا چاہتے ہو....!“

”وہ آدمی جو بستی میں مد لینے گیا ہے اس طرف کا ایک مظلوم آدمی ہے۔ اس کی بہ قسمتی
ہے کہ اس کے دونوں شناساں وقت بستی میں موجود نہیں۔!“

”وہ تو ادھر کا ہے.... لیکن تم....!“

”میں مقلاتی ہوں....!“

”پہچان لیا... میں نے تمہیں پہچان لیا...!“ شکرالی یک بیک اچھل کر بوا پھر اس کے

مانے گئے تھے کہ اس کے ہاتھ چونے لگا، نہ صرف خانزادی اور پروفیسر بلکہ شکرالی بھی
حرت سے منہ بکھو لے کھڑے تھے۔

ہاتھ چونے کے انداز میں والہانہ پن تھا۔ عمران اس طرح کھڑا تھا جیسے وہ اس کا حق دار ہو
شکرالی تیزی سے اٹھا اور اپنے ساتھیوں کی طرف مژکر بولا ”ارے بد بختو....! یہ سرداروں کے
سردار شہباز کو ہی کا روحاںی بھائی صفت سنکن ہے....! اسے تعظیم دو.... ورنہ تمہارے باپ
تبروں میں کراہیں لگیں گے۔!“

پھر خانزادی اور پروفیسر نے دیکھا کہ وہ سبھی باری باری سے عمران کے ہاتھ چومن رہے ہیں۔
”جادو گری.... سو فصد جادو گری....!“ خانزادی بڑا بڑا۔

”تم لوگوں نے میرے ساتھی سے کوئی بد سلوکی تروروا نہیں رکھی....!“ عمران نے پوچھا۔
”مجھے بے حد افسوس ہے....!“ شکرالی مغموم لمحے میں بولا۔ ”لیکن یہ سب کچھ لا علمی کی
ہناہ پر ہوا.... اگر وہ تمہارا نام لے لیتا تو اس وقت بستی کا پچھہ بچھے تمہارے استقبال کو یہاں پہنچ گیا
ہوتا۔ سبھی خان مختار کے بیٹے ہمیں بے حد افسوس ہے۔!“

”میں نے پوچھا تھا کہ تم نے میرے ساتھی سے برا بر تاؤ تو نہیں کیا....!“
”تشدد کے بغیر اس نے تمہاری نشاندہی نہیں کی تھی۔!“

”زندہ ہے یا مر گیا....?“ عمران نے بوکلا کر پوچھا۔
”ہے تو زندہ ہی.... لیکن.... شاید اب موت کی دعائیں مانگ رہا ہو....!“ تم خود ہی کیوں
نہیں چلے آئے تھے بستی میں....!“

”یہ باقی پھر ہوتی رہیں گی.... چلو چل کر اس کی خبر لیں....!“ عمران بولا۔
خانزادی اور پروفیسر خاموش کھڑے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پھر کے جھسوں میں
تبدیل ہو گئے ہوں۔

آٹھ گھوڑوں میں سے تین ان کے حوالے کئے گئے اور ان کے سواروں سے کہا گیا کہ وہ
کہماں کا سامان لے کر پیدل چلیں۔!

”آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے....!“ خانزادی پھر بڑا بڑا۔ اس کا گھوڑا عمران کے گھوڑے
کے برابری چل رہا تھا۔

”مناسب ہی ہو گا کہ اپنی اس ”کیوں“ کو لام دو درنہ گھوڑے بھڑکنے لگیں گے۔ یہاں کے لوگ انہیں ”ایڑی“ کی بجائے ”کیوں“ لگاتے ہیں۔!
”ازالہ مذاق.... بے بس ہوں نا....!“

”عورت اور بے بس.... ادیانے عورات کی تاریخ مسح کرنے کی کوشش نہ کرو.... جس کی زبان بس میں نہ ہوا سے بے لس کہنا کسی طرح درست نہیں۔!“

”تم بہت شاکی ہو میری زبان کے.... حالانکہ میں بہت کم بولتی ہوں۔!
”ٹریجڈی تو یہی ہے کہ ساتھ ہی ساتھ کم تھی کا بھی دعویٰ ہوتا ہے۔!
”تم عورتوں کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے۔!“

”ایک عورت ہی نے مجھے پیدا کر کے مصیبت میں ڈال دیا ہے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا۔!
”مجھ سے زیادہ تو خود بکواس کرتے ہو۔!“

”لینگون پیڑی.... ابھی تم دیکھ ہی چکی ہو کہ یہ لوگ میرے ہاتھ چوم رہے تھے۔ میں پہ عبد النان دام فیوضہ ہوں۔!“

”وہ بر اسلامہ بناؤ کر دوسرا طرف دیکھنے لگی تھی پھر پروفیسر کا گھوڑا آگے بڑھ آیا تھا۔
”آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے....!“ اس نے کہا۔

”یار تم تو کان نہ چاٹو....؟ یہ خاتون ہی کیا کم ہیں....!
”میرا ذہن ماذف ہو جا رہا ہے۔!“

”کیا تکلیف ہے تمہیں.... پیدل ہونے کی بجائے گھوڑے پر ہو.... اور جو تمہیں پکڑنے آئے تھے خود پیدل ہو گئے ہیں۔!“

”یہی تو معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہکیا پرانہ کیسے پلٹ گیا۔!
”میں نے انہیں بتایا تھا کہ میرا سلسلہ چنگیز خان سے ملتا ہے اور میرے والدین من و عن بالکل چنگیز خان کی تصویر ہیں۔!“

”مجھے بہلانے کی کوشش نہ کیجئے۔!“

”اپنے کام سے کام رکھو.... اور تم بھی سن لو کہ میرے ساتھ ان کے کسی قسم کے برناوار پر حیرت ظاہر نہ کرنا.... میں یہاں صفحہ شکن کے نام سے پہچانا جاتا ہوں اور ملن مالوف مقلاق

”جو کچھ بھی ہو رہا ہے ٹھیک ہی ہو رہا ہے....!“ عمران بولا۔

”آخر تم نے کیا کہہ دیا تھا کہ یہ خون کے پیاس سے تمہارے ہاتھ چومنے لگے تھے۔!“

”جادو کے تین لفظ.... یہ بھی انگریزی میں.... آئی لو یو....! لیکن خدار کہیں تم کسی سے یہ نہ کہہ بیٹھنا.... عورتوں کی زبان سے یہ سنبھل کر روادار نہیں۔!
”باتوں میں نہ اڑاو....!“

”یہ مسائل تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گے.... ان کا فلسفے سے کوئی تعلق نہیں....!“

”تم آخر ہو کون....؟“

”میرے والدین کو بھی ابھی تک یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ میں کون ہوں....!“

”والدین بھی میں تمہارے....؟“

”کس کے نہیں ہوتے۔!“

”لیکن مجھے توابیے لگ رہا ہے جیسے ابھی ابھی آسمان سے ٹکے ہو۔!“

”میرے ساتھ ان کے برناوار پر حیرت کا اظہار ہرگز نہ ہونے دیتا۔ خصوصیت سے اس پر تمہاری توجہ رہنی چاہئے۔!“

”آخر کیوں....؟ تم بتاتے کیوں نہیں....!“

”اس قصہ کو چھوڑو.... شاہزاد خان شہباز کی خاصی پیاری ہوئی ہے۔!“

”کیوں....؟“

”یہ معلوم کرنے کے لئے کہ وہ تمہا ہے یا اور بھی کچھ ساتھی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ خالہ شہباز نے تشدید کی انتہا ہو جانے تک پرہماری نشان دہی کی ہو گی۔!“

”جب تم ان لوگوں میں اتنے محترم تھے تو پھر خود ہی کیوں نہیں گئے تھے بستی میں.... خالہ کو کیوں جانے دیا تھا۔!“

”میں یہاں اپنی موجودگی ظاہر کئے بغیر ہی نکل جانا چاہتا تھا۔!“

”آخر کیوں....؟“

”تمہیں معلوم ہی ہو جائے گا جب دو چار ماہ تک نہیں ظہرنا پڑے گا۔!“

”کیوں ظہرنا پڑے گا....؟“

بہر حال انہیں جلد ہی عمران کے قول کی صداقت کو پرکھنے کا موقع مل گیا تھا۔ وہ لوگ نہ
صرف پیشوائی کو آئے تھے بلکہ رائقوں سے ہوائی فائز کر کے عمران کو سلامی بھی دی تھی۔
”اب تو تم سے خوف معلوم ہونے لگا ہے....!“ خان زادی نے کہا۔

”خوف کھانے کی ضرورت نہیں.... میرے احوال سے عبرت پکرنے کی کوشش کرو۔!“
”چپ بھی رہو خان زادی....!“ پروفیسر بولا۔

وہ بستی میں داخل ہوئے.... لڑکیاں استقبالی گیت گاری تھیں جوچ بھی ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے
کسی سربراہ مملکت کا سو اگت کیا جا رہا ہو۔

بستی کا سردار وہی شخص ثابت ہوا جس نے عمران کو پہچانا تھا۔ خان شہباز کے سلسلے میں اس
کی نمائت آنکھوں سے ظاہر ہو رہی تھی۔ عمران کے استفسار پر اس نے بتایا کہ خان شہباز ابھی
مکب بیووش ہے۔!

”مجھے فوراً اس کے پاس لے چلو....!“ عمران بولا۔

اس نے خان زادی کو بھی اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔

”میکا یہ تمہارے سر کس میں کام کرتی ہے.... صفت سن...؟“ شکرالی نے پوچھا۔
”نہیں.... یہ اسی مظلوم کی بھتی ہے۔!

”مجھے بے حد افسوس ہے.... بے حد افسوس ہے....!“

عمران کچھ نہ بولا.... وہ تینوں اس خیے میں آئے تھے جہاں خان شہباز بیووش پڑا تھا۔ اس کی
پیشائی خون آکو دھنی شاکدِ موٹی رسی کے شکنجے میں اس کے سر کی یہ حالت ہوئی تھی۔ رسی کا شکنجے
ایزار سانی کا زردیتی آل تھا۔

”تم میرا دو سوٹ کیس ملگاؤ و.... جس کے اوپر دو عدد سیاہ دھاریاں پڑی ہوئی ہیں۔!
عمران نے شکرالی سے کہا۔

”بہت بہتر....!“ اس نے کہا اور انہیں وہیں چھوڑ کر باہر چلا گیا۔

”یہ سب پچھے مخفی تمہاری وجہ سے ہوا ہے....!“ خان زادی غرائبی۔
عمران خاموش رہا۔ پر تشویش نظرؤں سے خان شہباز کو دیکھنے جا رہا تھا۔

”تم نے سوٹ کیس کیوں منگایا ہے....؟“ خان زادی نے پوچھا۔

ہے۔ میرے ملک کا نام بھی نہ چھٹنے پائے تمہاری زبان سے۔!

”مجھے شکرالی آتی ہی نہیں۔!
”لیکن یہاں تمہیں اپنی زبان بولنے والا کوئی نہ کوئی مل ہی جائے گا۔!

”خان شہباز کے بارے میں کیا معلوم ہوا۔!
عمران نے جو کچھ بھی ساتھا اس سے آگاہ کرتے ہوئے کہا ”یہاں جس نے بھی میر۔

مشورے کے خلاف کچھ کیا ضرور مارا جائے گا۔!

”جب آپ شکرالی کے معاملات میں اس حد تک دخیل تھے تو پہلے ہی بستی کا رخ کیوں
نہیں کیا تھا۔!
”جلد ہی اس کی وجہ بھی تمہیں معلوم ہو جائے گی۔ تم یہی محسوس کرو گے جیسے یہ شکرالی نہیں
بلکہ میری سرزاں ہو۔ آج نہیں کل چلے جانا۔ اس آج کل میں سال کا انتظام بھی ہو سکتا ہے۔!

”یہی تو پوچھنا چاہتا تھا کہ ایسا کیوں ہے۔!

”اللہ کی مرضی.... تم کون ہوتے ہو مجھے بور کرنے والے۔!

بستی سے کسی قدر فاصلے پر انہیں رکنا پاڑ رہنمائی کرنے والے شکرالی نے عمران سے کہا۔

”تم لوگ نہیں رکو.... میں بستی کے لوگوں کو تمہاری پیشوائی کے لئے لااؤں گا۔!

عمران نے سر کو جبشن دی تھی۔

وہ گھوڑا دوڑاتا ہوا نظرؤں سے او جھل ہو گیا۔ عمران نے سڑ کر خان زادی کی طرف دیکھا تھا۔

جیسے نئے سوالات کے لئے اس کی حوصلہ افزائی کر رہا ہو۔

”کیوں جلا رہے ہو....!“ وہ غصیل آواز میں بولی۔

”پوچھو پوچھو.... کہ اب کیا ہو رہا ہے۔!“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔

”میں تمہیے کرچکی ہوں کہ بالکل خاموش رہوں گی۔!
”غیر.... میں ہی بتائے دیتا ہوں.... وہ اس کے لئے گیا ہے کہ بستی کے اوگوں کو میر کی
پیشوائی کو لے آئے۔!

”کہاں کے بادشاہ ہوں....?
”کافی ہاؤز کا....!

نہیں تھی۔ اتنے میں بستی کا سردار اجازت لے کر خیے میں داخل ہوا تھا۔ سردار خان شہباز کے لئے تازہ پھل لایا تھا!

شہباز نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور بولا۔ ”میرا دل صاف ہو گیا ہے۔“

”مجھے سرفت ہے.... اگر تم پہلے ہی صفت شکن کا نام لے لیتے تو یہ سب نہ ہوتا۔!“

”ہاں.... اب میں یہی محسوس کر رہا ہوں.... کہاں ہے صفت شکن۔....؟“

”وہ اس گاڑی کی مرمت اپنے طور پر کر رہا ہے جس میں تمہیں سفر کرناتا ہے۔!“

خان شہباز تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا۔ ”ہماری کہانی بھی عجیب ہے میں نے اورہ خان کی طرف داری کی تھی۔!“

”وہی درہ خان تو نہیں جو تمہارے ملک سے ہمارے لئے چائے لاتا تھا اور ہم سے کھالیں لے جاتا تھا۔!“

”وہی.... وہی.... وہ میرا دوست تھا.... حکومت نے اتنے کپڑا لیا اور یہ راست بند کر دیا۔ میں نے مخالفت کی تھی اور خود بھی مع桐 ہو گیا تھا۔ اگر صفت شکن نہ مل جاتا تو تم مار لے جاتے۔ وہی ہمیں اس طرف نکال لایا۔!“

”لیکن تم درے میں کوئکر داخل ہوئے تھے وہ تو بند کر دیا تھا تمہاری حکومت نے۔!“

”صف شکن کی عقل کا کرشمہ ہے۔!“

”ہاں.... وہ اوپر سے نیچے تک عقل ہی عقل ہے۔!“

”لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ وہ بستی میں کیوں نہیں آنا چاہتا تھا۔!“

اس پر سردار مسلک رہا تھا۔ خان شہباز اسے جواب طلب نظر وں سے دیکھا۔ بالآخر سردار نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”وہ ہمارے لئے ایک ہوا کا جھونکا ہے اور ہر آیا اور ہر گیا۔ سرداروں کے سردار شہباز کو ہی کارو حانی بھائی ہے لیکن اس کے کہنے سے بھی اس نے یہاں زیادہ دونوں تک قیام نہیں کیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر ہمارے ہاتھ لگ گیا تو ہم اسے مردہ تک نہیں جانے دیں گے۔!“

”لیں اتنی ہی بات تھی۔....؟“

”اور کیا.... ورنہ وہ تو ہمارے لئے اپنی جان کی بازی تک لگا چکا ہے۔ شکرانی تو اس کا نام ہی

”علاج کروں گا۔!“

اسی شام کو خان زادی سرداری کے دوران میں خان شہباز سے الجھ پڑی کیونکہ اس نے عمران کو راہلا کہنا شروع کر دیا تھا۔

”اس کا کیا قصور ہے.... اس نے آپ کو بستی میں جانے سے روکا تھا۔!“

”سوال یہ ہے کہ جب یہاں اس کے شناسا موجود تھے تو اس نے مجھے اس سے آگاہ کیوں نہیں کیا تھا۔!“

”اس کی اپنی کوئی مصلحت ہو گی۔!“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر وہ ہے کیا چیز۔....؟“

”وہ کچھ بھی ہو خان۔۔۔ لیکن آپ کو یاد رکھنا ہو گا کہ یہاں اس کا نام صفت شکن ہے اور وہ ملاقات کا باشندہ ہے.... ہم دونوں اپنے ملک سے فرار ہونا چاہتے تھے۔ صفت شکن نے ہمیں اس میں مدد دی ہے۔ اس کے خلاف نہ ہونا چاہئے ورنہ اس کے اندریشے کے مطابق ہم چاروں کر گرد نیں کٹ جائیں گی۔!“

”سوال تو یہ ہے کہ جب وہ یہاں اتنا ہی مقبول ہے تو پھر بستی میں داخل ہونے سے کیوں گریز کر رہا تھا۔!“

”اسکی اپنی کوئی مصلحت ہو گی۔ کچھ بھی ہو۔۔۔ وہ مجھے دھو کے باز ہرگز معلوم نہیں ہوتا۔!“

خان شہباز خاموش ہو گیا۔۔۔ وہ عمران کے ایک انگلیشن ہی کے اثر سے ہوش میں آیا تھا۔“

اس وقت طبیعت میں غاصب جانی محسوس کر رہا تھا ویسے درد تو پورے جسم میں تھا۔

عمران اسے خان زادی کے سپرد کر کے خود کہیں چلا گیا تھا۔ پروفیسر بھی اسکے ساتھ ہی گیا تھا۔

خان شہباز کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔ ”تم اس سے بہت زیادہ متاثر معلوم ہوتی ہو۔!“

”پراسرار شخصیتیں میری کمزوری ہیں۔!“

”یہ نہ بھولو کہ وہ ایک غیر ملکی جاسوس ہے۔!“

”اور ہم اسی کے ملک میں پناہ لینے جا رہے ہیں۔!“ خان زادی کا الجھ طنزیہ تھا۔

شہباز نے اسے غور سے دیکھا تھا اور نظریں جھکالی تھیں۔ خان زادی اس کی طرف متوجہ

سن کر مودب ہو جاتے ہیں۔ یقیناً تم اس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے!“

”صرف تین دن پہلے ملاقات ہوئی تھی اور اس نے ہماری مدد کرنے کا وعدہ کر لیا تھا۔!“

”وہ ایسا ہی ہے.... خدائی فوج دار سمجھ لو.... مظلوموں کی مدد کرنے کے سلسلے میں اپنی جان تک کی بازی لگادیتا ہے۔ وہ محض اتفاق ہی تھا کہ وہ اپنا سر کس لئے کرادھ آنکا تھا اور ہمیں ایک بڑی تباہی سے بچانے کا ذریعہ بن گیا۔!“

”سر کس...!“ خان شہباز نے حیرت سے کہا۔

”ہاں.... ہم بہت پریشان تھے.... فرگیوں نے سازش کی تھی اور شکرال دھصوں میں بٹ گئے تھے۔ ایک دوسرے کے جانی دشمن ہو گئے تھے۔ شکرال میں صرف سرداروں کے سردار چاہتی تھی۔ رب عظیم نے صفت شکن کو بیچج دیا اور اس کی عقل نے فرگی کی عقل کو شکست دے دی.... وہ جتنا دلنش مند ہے اتنا ہی بہادر بھی ہے۔ رب عظیم نے اسے طاقت کا ستون بنایا ہے۔!“ خان شہباز نے پھر کچھ نہیں پوچھا۔ اس کی آنکھوں میں فکر مندی کے آثار پائے جاتے تھے۔

گفتگو خان زادی کے پلے نہیں پڑی تھی لیکن یہ تو جانتی ہی تھی کہ گفتگو کا موضوع کون ہے۔ سردار کے چلنے کے بعد شہباز نے اسے بتایا کہ وہ کیا کہتا رہا تھا۔

”یاد کیجئے....!“ خان زادی بولی۔ ”وہ کس طرح درے والی چیزان کے اوپر پہنچا تھا.... مجھ خود بھی یہی محسوس ہوا تھا جیسے وہ سر کس کا ایک مجھا ہوا آرٹسٹ ہو۔!“

”یہ سیکریٹ ایجنسیس ایسے ہی ہوتے ہیں۔ پہاڑیں دنیا کے کن کن حصوں میں لکتے ناموں سے پہنچانا جاتا ہوگا۔!“

خان زادی کچھ نہ بولی۔.... وہ سوچ میں ڈوب گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد عمران نیتے میں داخل ہوا۔ اس نے شہباز کی خیریت پوچھی تھی اور ایک طرف بیٹھ گیا تھا۔ چھرے پر وہی پرانا اعتمان انداز طاری تھا جس سے خان زادی کو وحشت ہونے لگتی تھی۔

”کیا کر آئے ہو....؟“ اس نے تیز لمحے میں پوچھا۔

”ہماڑی ٹھیک کر آیا ہوں.... لیکن وہ کم از کم تین دن ہمیں ضرور روکیں گے۔!“

”غالب اس کس دیکھنا چاہتے ہوں گے۔!“

”سامان کہاں ہے....؟“ عمران مایوس انداز میں بولا۔

”جسمانی کرتے ہی سہی....!“

”عمران کچھ نہ بولا۔

”کیا بات ہے....؟ تم کچھ معموم نظر آرہے ہو....؟“ خان شہباز بولا۔

”تین دن بہت ہوتے ہیں.... مجھے واپسی کی جلدی ہے۔!“

”تین دن سے کیا فرق پڑے گا۔!“

”تین کے تین بھی ہو سکتے ہیں۔!“

”کیوں....؟“

”انہوں نے بات آگے تک بڑھادی ہے۔!“

”میں نہیں سمجھا....!“

”ایک ہر کارہ شہباز کی طرف دوڑا دیا ہے۔!“

”اس سے کیا ہو گا....؟“

”بلے دیکھ لینا جو کچھ بھی ہو گا۔!“

”کچھ بتاؤ بھی تو....!“

”چھ میں کی ہو گی.... اس سے پہلے تو ہم یہاں سے ہل بھی نہیں سکیں گے۔!“

”پہاڑیں کیا کرتے پھر رہے ہو....!“

”میں کیا کرتا پھر رہا ہوں.... یہ سب تو تم خود ہی کر بیٹھے ہو.... خان میرے مشورے پر عمل کرتے تو وہ دون کے اندر ہی سرحد پار کر جاتے۔!“

”تم لوگوں سے کہہ سکتے ہو کہ فی الحال تم یہاں قیام نہیں کر سکو گے۔ کوئی بھی بہانہ کرو....!“ خان زادی بولی۔

”یہ لوگ جتنا خلوص بر تھے ہیں اتنے ہی کے دوسرے سے بھی متوقع ہوتے ہیں۔ ورنہ پھر ان کی رگ شرات پھر ٹکٹھی ہے اور اپنے باپ کو بھی نہیں بخشنے۔!“

”یہ درست ہے....!“ شہباز بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”تمہاری کیا حیثیت ہے ان میں؟“ خان زادوی نے پوچھا۔
”تم دیکھی ہی چلی ہو.... خود میں ہی اپنی حیثیت کا تعین نہیں کر سکا سرکس والا بھی ہوں اور
یوگ میرے ہاتھ بھی چوتھے ہیں۔!“

”اب میں سوچ رہی ہوں کہ مجھ سے بڑی غلطی ہوئی۔ فرار ہونے کی بجائے، یہی رک کر
حالات کا مقابلہ کرنا چاہئے تھا۔!“

عمران نے خان شہباز کی طرف دیکھا۔ وہ ان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ پت لینا ہوا نیجے
کی چھت کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

”میرے لئے ممکن ہے کہ میں تم دونوں کو پھر تمہارے ملک میں پہنچا دوں۔!“ عمران بولا۔

”میں واپس نہیں جانا چاہتا۔!“ خان شہباز نے بھراں ہوئی آواز میں کہا۔ ”اس وقت تک
نہیں جاؤں گا جب تک کہ وہاں سے نا انسانی کا خاتمه نہیں ہو جاتا۔!
خان زادوی سر جھکائے بیٹھی رہی۔



اسی رات کو کھانے کے بعد عمران بستی کے سردار کے خیمے میں بیٹھا اس سے شکرانی سورماڈ
کی کہانیاں سن رہا تھا اور ان کے کارناموں پر جی کھول کر داد دے رہا تھا۔

”مگر تمہارا جواب نہیں ہے صرف شکن!“ ایک معمر آدمی نے کہا جو بڑے سے بیالے میں
تھمال پی رہا تھا۔

”میں کچھ بھی نہیں ہوں تم جیسے جہاندیدہ بہادروں کے سامنے۔!
”یہی تمہاری بڑائی ہے کہ تجربہ کاروں کے آگے سروچا نہیں کرتے۔!
عمران کچھ نہ بولا۔

بستی کے سردار نے کہا۔ ”کاش تم اپنا سرکس بھی لائے ہوتے۔!
”میں نے وہ پیشہ عرصہ ہواترک کر دیا۔ زیادہ منفعت بخش نہیں رہ گیا تھا۔!
”اب کیا کرتے ہو....؟“

”گھوڑوں کی تجارت!
”کبھی اور بھی لاڈا پنگل ...!“

”ضرور لاوں گا۔!“

دفعتا وہ چونک پڑے۔ ... تیز دوزتے ہوئے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز ہوا کے جھوکے کے
ساتھ آئی تھی۔ دور کی آواز تھی۔

”شاید وہ لوگ واپس آرہے ہیں!“ سردار بولا۔ ”اب دیکھیں تم یہیں رہتے ہو یا سردار
شہباز کے پاس جاتے ہو۔!“

”تھوڑی دیر بعد آوازیں کچھ اور قریب ہو گئیں تھیں۔

”یہ تو دوسرے زیادہ گھوڑے معلوم ہوتے ہیں۔!“ سردار اٹھتا ہوا بولا تھا۔ کیا سردار شہباز خود
ہی ٹپے آرہے ہیں۔!

اس نے عمران کے چہرے پر نظریں جمادیں تھیں۔ عمران مسکرا کر بولا ”ہونا تو یہیں چاہئے۔
سردار شہباز کا رو جانی بھائی ہوں۔!“

”بڑی محبت اور عقیدت سے تمہارا ذکر کرتے ہیں۔!
”شادی کی یا نہیں!
”کی تھی لیکن یہی دو سال سے زیادہ زندگی رہ گئی۔... اس کے بعد پھر نہیں کی۔!
گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز اب بہت قریب ہو گئی تھیں۔ ساتھ ہی کسی قسم کے نفرے بھی
فنا میں گوئے تھے۔

وہ سب خیمے سے باہر نکل آئے مغلولوں کی روشنی میں گیارہ سوار دکھائی دیے تھے۔

”آہا.... یہ تو سردار دارا ب ہیں سردار آگے بڑھتا ہوا بولا۔

دارا ب سردار شہباز کا سوتیلا بھائی تھا یہ اس معمر کے میں عمران کا ساتھ دے چکا تھا جس کی
ہناء پر یہاں پر اس کی اتنی ماں دلان تھی۔

وہ عمران سے اس طرح بغل گیر ہوا تھا جیسے بغل گیری ہوتے ہی طائر روح نفس غصہ
سے پوہا کر گیا ہو۔ ایک منٹ تک پٹھا ہی رہ گیا تھا۔... بالکل بے حس و حرکت۔

خان زادوی بھی اپنے خیمے سے نکل آئی تھی اور عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ انہیں دیکھے
جاءی تھے۔

پھر وہ خیمے میں آئے تھے۔ دارا ب کے آٹھ ساتھیوں کو دسرے خیموں میں بھجوادیا گیا تھا۔

بقیہ دو آدمی اسی بستی سے تعلق رکھتے تھے۔

”اوی... صف شکن.... میرے بڑے بھائی....!“ داراب کہہ رہا تھا۔ ”رب عظیم ہم پر

مہربان ہے کہ اس نے تمہیں پھر بھیج دیا!“

”کوئی خاص بات....؟“

”بہت ہی خاص.... لیکن یہاں نہیں بتا سکتا....!“ وہ آہستہ سے بولا تھا۔ ”تمہیں میرے

ساتھ چلنا ہے!“

”شہباز تو ٹھیک ہے....!“

”ہاں ہاں.... سب ٹھیک ہے!“

عمران انداز سے سمجھ گیا کہ وہ اس سلسلے میں کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔

”میرے ساتھ تین افراد اور ہیں!“ عمران نے کہا۔

”میں سب سن پکا ہوں.... اور مجھے افسوس ہے!“ داراب نے کہا۔ ”بوچھے بھی ہوا غلط

فہمی کی بناء پر ہوا.... ان سے کہو تیر ہو جائیں.... ہم ابھی واپس جائیں گے!“

”سردار....! میری خواہش تھی کہ کم از کم تین دن تو مجھے میزبانی کا موقع دیتے!“ بستی کا

سردار بولا۔

”نہیں دوست....! ابھی نہیں.... بعد میں تمہاری یہ خواہش ضرور پوری کی جائے گی۔

مجھے سے جو کہا گیا ہے وہی کر رہا ہوں....!“ داراب نے کہا۔

”کم از کم اسے تو ہمارے پاس ہی رہنے والے جس کو ہم سے دکھ پہنچا ہے!“

”یہ صف شکن کی مرضی پر ہے....!“

”میرا بھی یہی خیال ہے....!“ عمران بولا۔ ”میرے اس ساتھی کو آرام کی ضرورت ہے

لیکن میں ذرا اس سے پوچھ لوں!“

وہ نہیں وہیں چھوڑ کر خان شہباز کے خیمے میں آیا تھا۔

”لوگ چلے ہی آرہے ہیں تمہارے درشن کرنے....!“ خان زادی نہس کر بولی۔

”بڑی مصیبت میں پڑ گیا ہوں خان زادی.... اب مجھے وسطی آبادی میں لے جا رہے

ہیں!“ عمران نے کہا اور خان شہباز کی طرف دیکھ کر بولا ”تم لوگ چاہو تو ساتھ چل سکتے ہو اور

اگر یہیں شہر نے کار ادہ ہو تو یہ بھی ممکن ہے!“

”ساتھ چلیں گے....!“ خان زادی بول پڑی۔

”نہیں....!“ خان شہباز نے کہا۔ ”مناسب یہی ہو گا کہ ہم یہیں رکیں!“

”میرا بھی یہی خیال ہے....!“

”ہوا کرے تمہارا خیال میں تو نہیں رہوں گی!“

”میں جو کچھ بھی کر رہا ہوں یہی بہتر ہو گا....!“ خان شہباز بولا۔ ”اور پھر میں اپنی موجودہ

حالت کی بناء پر سفر کے قابل نہیں ہوں!“

”کیا پروفیسر بھی جائیں گے تمہارے ساتھ....؟“ خان زادی نے پوچھا۔

”وہ بھی تو زخمی ہے!“

”اوہ.... تو تم تہبا جا رہے ہو!“

”ہاں.... تم لوگ یہاں قطعی محفوظ ہو گئے.... اور یہ لوگ غلاموں کی طرح تمہاری

خدمت کرتے رہیں گے!“

”تم کب واپس آؤ گے!“

”خدای جانے!“

”یہ تو کوئی بات نہ ہوئی!“

”یقین کرو خان زادی....! خان شہباز نے بستی کا رخ کر کے مجھے بڑی ہی زحمتوں میں ڈال

دیا ہے!“

پروفیسر نے یہ خبر سنی تو نہ اسامنہ بنا کر بولا ”مجھے تو شکر ای بھی نہیں آتی۔ پاگل ہو کر رہ

جائیں گا!“

”خان شہباز کو آتی ہے شکر ای.... اور خان زادی کو حافظ کی کمی غزلیں یاد ہیں لہذا تم پاگل

نہیں ہو سکتے!“

”میں بھی کیوں نہ آپ کے ساتھ چلوں....!“

”تمہاری ذیوٹی ختم ہو چکی ہے۔ اب تم چھٹی پر ہو.... اور میں شہرا غیر شادی شدہ اس لئے

کہا کا بھی پابند نہیں ہوں۔ جب میرا دل چاہے گا واپس جا کر روپورٹ پیش کر دوں گا!“

”آپ یہ ساتھ زیادتی کر رہے ہیں۔!“

”دیکھو دست میں نہیں جانتا کہ وہ لوگ مجھے کیوں لے جا رہے ہیں۔!“

”اچھی بات ہے....!“ وہ طویل سانس لے کر بولا۔

”بے قدر سے میرے منتظر ہنا.... شکرالی اب تمہارے دوست ہیں۔!“

”سوال تو یہ ہے کہ میں کب تک منتظر ہوں گا۔!“

”یہ بھن ٹھیک ہے۔ اچھا میں اس کا انتظام بھی کئے دیتا ہوں کہ جب تم چاہو یہ لوگ تمہیں سرحد پار کر دیں۔ تم اپنے ملک واپس جاؤ خانزادی اور خان شہباز میرے منتظر ہیں گے۔!“

”یہ زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔!“

”ٹھیک ہے....!“ عمران مصافی کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔ ”خدا حافظ۔!“



گھوڑوں کی رفتار خاصی تیز تھی۔ انہیں میں بھی وہ اپنے جانے پہنچانے راستوں پر بے ٹکان دوڑے جا رہے تھے یہ سفر دوسرا صبح ملک متوی بھی کیا جاسکتا تھا لیکن سردار کو باری باری سے طلب کر کے اس رسم کی ادائیگی کر رہا تھا۔ جب ان میں رجائب سردار شہداد یا اس کا کوئی ناممودہ نظر نہ آیا تو بڑے عابد نے اس پر تشویش ظاہر کی۔ شکرالی میں یہ پہلا واقعہ تھا جب کسی بستی کے سردار نے تجدید عہد کی رات زیارت گاہ میں حاضری نہ دی ہو۔ بالآخر! ایک عورت آگے بڑھی اور اس نے سردار شہداد کی بیوی ہونے کا دعویٰ کیا اور سردار شہداد کی عدم موجودگی کے جواز میں ایک حیرت انگیز کہانی سنائی۔ اس نے بتایا کہ اس کے شوہرنے اپنے دس ساتھیوں سمیت زردری گتھان کا سفر کیا تھا لیکن ان لوگوں کی واپسی دوسروں کی لا علی میں ہوئی اور وہ سب کے سب جمرہ نہیں ہو گئے ہیں۔ سردار شہداد بھی انہی میں شامل تھا۔ کسی نے اس وقت سے ان کی شکلیں نہیں دیکھیں اور وہ دھمکیاں دیتے ہیں کہ اگر کسی نے انہیں دیکھنے کی کوشش کی تو وہ اسے زندہ نہ بھوڑیں گے۔ بہر حال وہ عورت غذر کر کے چلی گئی لیکن میرے بھائی سردار شہباز کو ہی نے دعویٰ کیا کہ وہ سردار شہداد کی بیوی نہیں تھی۔!

”غاروں کی طرف....!“

اور پھر ذرا ہی سی دیر میں عمران کو معلوم ہو گیا کہ سفر جاری نہیں رکھا جائے گا۔ قیام کے لئے جو غار منتخب کیا گیا تھا وہ اتنا کشادہ تھا کہ اس میں دسوں گھوڑے بھی کھپ کے تھے۔ غار کی حالت سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اوہر سے گزرنے والے قافلے وہاں شب ببری کرتے ہی رہتے ہیں۔ الاؤ کے لئے جگہ مخصوص تھی اور اس میں آگ بھی موجود تھی بس تھوڑی سی خلک لکڑیاں ڈال کر اسے بھڑکانے کی دیر تھی۔ اس کام میں بھی زیادہ وقت نہیں صرف ہوا۔ مدھم سی روشنی چاروں طرف پھیل گئی اور سردار عمران کو الاؤ کے قریب لا کر اس طرح اس کا جائزہ لینے لگا جیسے بستی میں نظر بھر کر دیکھنے کا موقع ہی نہ ملا ہو۔

”سب ٹھیک ہے...!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”کیا ٹھیک ہے...؟“

”صف شکن کے بھیں میں کوئی خبیث روح نہیں ہے۔!“

داراب قہقہہ لگا کر بولا۔ ”بالکل نہیں بد لے ہو۔... بیٹھ جاؤ بھائی۔... میں تو اس طرح اس

لئے دیکھ رہا تھا کہ اپنی آنکھوں کو تمہاری موجودگی کا یقین دلا دوں۔!“

عمران الاؤ سے ذرا ہٹ کر بیٹھ گیا۔ پھر داراب بھی اس کے قریب ہی بیٹھتا ہوا بولا۔ ”مجھے

یقین ہے کہ بڑے عابد کی دعا ہی تمہیں اچاک پیاس لے آئی ہے۔!“

”شاید میرے ساتھی کی پیائی بھی شامل تھی بڑے عابد کی دعاوں میں۔“

”اس بے وقوف کو تہائے جانا چاہئے تھا بستی میں۔ تمہیں آخر پیچھے ہی کیوں چھوڑ آیا تھا۔

شکرالی کی ہر بستی میں تمہارے شناس موجود ہیں۔!“

”جلدی سے بتا بھی چکو۔... کس پر یہانی میں بتلا ہو۔...!“ عمران نے کہا۔

داراب چند لمحے خاموشی سے الاؤ پر نظریں جمائے رہا پھر بولا ”پندرہ دن پہلے کی بات ہے۔

گھرگز کے میلے میں تجدید عہد کی رات تھی۔ بڑا عابد ہر بستی کے سردار کو باری باری سے طلب

کر کے اس رسم کی ادائیگی کر رہا تھا۔ جب ان میں رجائب سردار شہداد یا اس کا کوئی ناممودہ نظر نہ آیا تو بڑے عابد نے اس پر تشویش ظاہر کی۔ شکرالی میں یہ پہلا واقعہ تھا جب کسی بستی کے سردار نے

تجدید عہد کی رات زیارت گاہ میں حاضری نہ دی ہو۔ بالآخر! ایک عورت آگے بڑھی اور اس

نے سردار شہداد کی بیوی ہونے کا دعویٰ کیا اور سردار شہداد کی عدم موجودگی کے جواز میں ایک

حیرت انگیز کہانی سنائی۔ اس نے بتایا کہ اس کے شوہرنے اپنے دس ساتھیوں سمیت زردری گتھان کا

سفر کیا تھا لیکن ان لوگوں کی واپسی دوسروں کی لا علی میں ہوئی اور وہ سب کے سب جمرہ نہیں

ہو گئے ہیں۔ سردار شہداد بھی انہی میں شامل تھا۔ کسی نے اس وقت سے ان کی شکلیں نہیں

دیکھیں اور وہ دھمکیاں دیتے ہیں کہ اگر کسی نے انہیں دیکھنے کی کوشش کی تو وہ اسے زندہ نہ

بھوڑیں گے۔ بہر حال وہ عورت غذر کر کے چلی گئی لیکن میرے بھائی سردار شہباز کو ہی نے

دعویٰ کیا کہ وہ سردار شہداد کی بیوی نہیں تھی۔!

”کس بنا پر کیا تھا دعویٰ؟“ عمران نے سوال کیا۔

”وہ دیکھ چکا تھا شہداد کی بیوی کو۔... اس سے اچھی طرح واقعہ تھا اور پھر کوئی شکرالی

عورت کسی مرد کی نمائندگی کرنے کی مجاز نہیں ہے۔ ہماری اپنی روایات ہیں۔!“
”بمچھ گیا۔۔۔ آگے کہو۔۔۔!“ عمران بولا۔

”سردار شہباز نے عورت کا تعاقب کیا تھا۔ وہ ساتھیوں کی طرف جانے کی بجائے غاروں کی طرف گئی تھی اور وہ وہاں اس طرح غائب ہوئی کہ پھر اس کا سراغ نہ مل سکا۔ سردار شہباز نے بڑے عابد کو اس وقوعے کی اطلاع دی اور بڑے عابد نے اس معاملے کی چھان میں سردار شہباز کے پسروں کو دی۔ وہ دوسرا ہی صبح چھ لڑاؤں کو ساتھ لے کر رحباں کی طرف روانہ ہو گیا۔ پانچ دن گزر جانے پر بھی اس کی واپسی نہ ہوئی تو ہم تشویش میں بنتا ہو گئے۔ پھر میں نے چند ساتھیوں سمیت رحباں کا رخ کیا تھا۔ وہاں پہنچ کر اس بات کی تصدیق ہو گئی تھی کہ شہزاد کی زیوی فلتر میں نہیں گئی تھی۔ یہوی کیا رحباں کا کوئی فرد بھی گلتر مگ نہیں گیا تھا۔ وجہ یہی تھی کہ نہ تو سردار ہی نے میلے میں شرکت کی تھی اور نہ اس نے کسی کو اپنا نمائندہ مقرر کیا تھا۔ لیکن وہ بات بھی درست نکلی جس کا ذکر اس نامعلوم عورت نے بڑے عابد سے کیا تھا۔ یعنی سردار سمیت بستی کے گیارہ آدمی زردری گستان کے سفر سے واپس آکر مجرہ نشین ہو گئے تھے اور اب بھی یہی کیفیت تھی۔ کسی نے ابھی تک ان کی شکلیں نہیں دیکھی تھی صرف آوازیں سنی جاتی تھیں۔!
وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

”لیکن سردار شہباز۔۔۔ تم شہباز کی بات کر رہے تھے۔!“ عمران نے کہا۔

”سردار شہباز اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں کچھ بھی تونہ معلوم ہو۔۔۔!“ داراب بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”رب عظیم ہی جانے کہ ان پر کیا گزری۔ رحباں میں ایک فرد بھی ایسا نہ مل سکا جس نے انہیں وہاں دیکھا ہو۔!
”بڑی عجیب بات ہے۔۔۔!“ عمران سر ہلاکر بولا۔

”پھر میں نے بہت کوشش کی تھی کہ سردار شہزاد اپنے مجرے کا دروازہ کھول دے۔ بڑے عابد کا واسطہ بھی دیا تھا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ اس طرح اس کے دس ساتھیوں کے مجرے بھی کھلوانے کی کوشش کی تھی۔!
”انہوں نے بھی شکلیں نہیں دکھائیں۔۔۔؟“ عمران نے پوچھا۔

”نہیں۔۔۔!“

”دروازے توڑ دینے تھے جوروں کے۔!
”میں یہی کرتا۔۔۔ لیکن چونکہ وہ کام بڑے عابد کی طرف سے شہباز کے پسروں کیا تھا ان

لئے بڑے عابد کی اجازت ضروری تھی۔ میں پھر گلتر مگ واپس گیا۔ لیکن خود بڑے عابد مجرہ نشین ہو گئے تھے۔ گلتر مگ کے میلے کے بعد وہ ایک ہفتے کا پله کھینچتے ہیں۔ نہ کسی سے ملتے ہیں اور نہ کوئی ان کی آواز سنتا ہے۔ حتیٰ کہ کسی قسم کا پیغام بھی نہیں بھجوایا جا سکتا۔ یہ رسم بھی زمانہ قدیم سے چلی آرہی ہے۔!

وہ خاموش ہو گیا اور عمران بھی کچھ نہ بولا تھا۔ ”کچھ اندازہ ہے کہ وہ لوگ مجرہ نشین کیوں ہو گئے ہیں۔!

”کیا بتاؤں۔۔۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ ایک افواہ تھی ان لوگوں سے متعلق۔۔۔ کسی نے ان لوگوں میں سے کسی کا ہاتھ دیکھ لیا تھا۔ دراصل ان کے لئے جوروں کے دروازوں پر کھانا پانی رکھ دیا جاتا ہے۔ کھاناٹھانے کے لئے جو ہاتھ مجرے سے نکلا تھا بالاشت باشت بھر لبے اور گھٹے سیاہ بالوں سے بھرا ہوا تھا۔“

”خوب۔۔۔!“ عمران سر ہلاکر بولا۔ ”تو تم بھی اسے محض افواہ سمجھتے ہو۔۔۔!
”جو کچھ میں نے سنا تھا تمہیں بتا دیا۔ حقیقت کیا ہے رب عظیم ہی جانے۔ بڑے عابد سے اجازت مل سکی ہوتی تو میں سارے دروازے توڑ کر رکھ دیتا۔!
”بڑے عابد نے تشقیش کا کام شہباز کے پسروں کیا تھا لہذا تمہیں اس سے سردار نہ ہونا چاہئے۔!
”میں نہیں سمجھا۔۔۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔!
”صرف شہباز کی تلاش سے سروکار رکھو۔۔۔!
”تم ٹھیک کہتے ہو۔۔۔ لیکن آخر وہ گیارہ آدمی ہی تو ان کی گشادگی کا باعث بنے ہیں۔!
”تلاش کہاں سے شروع کی تھی۔?
”رحباں سے۔۔۔!
”جب کہ ان کا رحباں تک پہنچنا ثابت ہی نہ ہو سکا۔!
”ہاں یہ تو نہیں ثابت ہو سکا کہ وہ رحباں پہنچے ہوں۔!
”تلاش دراصل گلتر مگ سے شروع کرنی چاہئے تھی ان غاروں سے جہاں وہ نامعلوم عورت

غائب ہوئی تھی۔!

داراب پکھنے بولا۔

”اگر وہ اتنی ہی چالاک عورت تھی تو اسے یہ بھی معلوم رہا ہو گا کہ عورت کی نمائندگی شکرال کی روایات کے خلاف ہے۔“ عمران نے کہا۔

”ہاں.... یہ تو ہوتا ہی چاہئے۔!
تو پھر وہ بھی چاہتی تھی کہ اس بارے میں چھان میں کی جائے۔!
اچھا تو پھر....!
ہو سکتا ہے اسے یہ بھی علم رہا ہو کہ میلے میں موجود کوئی شخص شہزاد کی بیوی کو پہچانتا بھی ہے۔
ہاں.... ہاں.... کہتے رہو.... میں سمجھ رہا ہوں۔!
بات صاف ہو جاتی ہے کہ شہباز ہی اس کا شکار تھا۔!
لیکن.... یہ بات تو چھی تھی کہ شہزاد اور اس کے دس لڑاکے ججرہ نشین ہو گئے ہیں۔!
میں کب کہتا ہوں کہ غلط تھی۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر وہ شہزاد کی بیوی نہیں تھی تو اس کے معاملات سے کیا لوچپزی ہو سکتی تھی۔!
یہی تو سمجھ میں نہیں آ رہا۔!
بہر حال شہباز اپنے چھ لڑاکوں سمیت غائب ہو گیا اور تم نے ججرہ نشین ہو جانے والے ایک لڑاکے کے بال دار ہاتھ سے متعلق افواہ بھی سنی تھی۔ ہو سکتا ہے وہ افواہ نہ ہو۔ تقیقت ہی ہو۔!
”تم کہنا کیا چاہتے ہو۔!
”فی الحال صرف اتنا سمجھ لو کہ کوئی شکرالیوں میں ہر اس پھیلانا چاہتا ہے۔!
”آخر کیوں....?
”یہی دیکھنا ہے....!“ عمران نے کہا اور الاد کو ایک لکڑی سے اشتغال دینے لگا۔ داراب بھی کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ عمران تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”اب سونے کی تیاری کر دو۔۔۔ صبح ہم سیدھے گلتر گک کی طرف چلیں گے۔ میں ان غازوں کا جائزہ لینا چاہتا ہوں۔ جہاں وہ عورت شہباز کی نظر دیں سے او جھل ہوئی تھی۔“

”اچھی بات ہے....!
غائب ہوئی تھی۔!
داراب پکھنے بولا۔
”اگر وہ اتنی ہی چالاک عورت تھی تو اسے یہ بھی معلوم رہا ہو گا کہ عورت کی نمائندگی شکرال کی روایات کے خلاف ہے۔“ عمران نے کہا۔
”ہاں.... یہ تو ہوتا ہی چاہئے۔!
تو پھر وہ بھی چاہتی تھی کہ اس بارے میں چھان میں کی جائے۔!
اچھا تو پھر....!
ہو سکتا ہے اسے یہ بھی علم رہا ہو کہ میلے میں موجود کوئی شخص شہزاد کی بیوی کو پہچانتا بھی ہے۔
ہاں.... ہاں.... کہتے رہو.... میں سمجھ رہا ہوں۔!
بات صاف ہو جاتی ہے کہ شہباز ہی اس کا شکار تھا۔!
لیکن.... یہ بات تو چھی تھی کہ شہزاد اور اس کے دس لڑاکے ججرہ نشین ہو گئے ہیں۔!
میں کب کہتا ہوں کہ غلط تھی۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر وہ شہزاد کی بیوی نہیں تھی تو اس کے معاملات سے کیا لوچپزی ہو سکتی تھی۔!
یہی تو سمجھ میں نہیں آ رہا۔!
بہر حال شہباز اپنے چھ لڑاکوں سمیت غائب ہو گیا اور تم نے ججرہ نشین ہو جانے والے ایک لڑاکے کے بال دار ہاتھ سے متعلق افواہ بھی سنی تھی۔ ہو سکتا ہے وہ افواہ نہ ہو۔ تقیقت ہی ہو۔!
”تم کہنا کیا چاہتے ہو۔!
”فی الحال صرف اتنا سمجھ لو کہ کوئی شکرالیوں میں ہر اس پھیلانا چاہتا ہے۔!
”آخر کیوں....?
”یہی دیکھنا ہے....!“ عمران نے کہا اور الاد کو ایک لکڑی سے اشتغال دینے لگا۔ داراب بھی کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ عمران تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”اب سونے کی تیاری کر دو۔۔۔ صبح ہم سیدھے گلتر گک کی طرف چلیں گے۔ میں ان غازوں کا جائزہ لینا چاہتا ہوں۔ جہاں وہ عورت شہباز کی نظر دیں سے او جھل ہوئی تھی۔“

ان سہوں نے الاد کے گرد کمبل بچھائے تھے اور لیٹ گئے تھے۔
داراب عمران کی طرف کروٹ لے کر بولا۔ ”کتنی راتوں کے بعد شائد آج میں پوری نیند لے سکوں اور تم صرف شکن۔۔۔ تمہم سے ملے بغیر چپ چاپ نکل جانا چاہتے تھے۔!
”میں بہت جلدی میں تھاداراب۔۔۔! لیکن اب تو مجھے اس معاملے کو دیکھنا ہی پڑے گا۔!
”اچھا باب سوجاؤ۔!“ داراب جماہی لے کر بولا۔
دوسری صبح خوش گوار نہیں تھی۔۔۔ خشک اور سرد ہوا میں چل رہی تھیں سورج طلوع ہو جانے کے بعد بھی انہوں نے سفر کا آغاز نہیں کیا تھا۔ جب دھوپ میں کسی قدر تمازت آگئی تو گھوڑوں کی بائیں اٹھادی گئیں۔
آسمان صاف تھا دھوپ خوش گوار لگ رہی تھی اور سخن دی ہواں میں اب تکوار کی تکاث نہیں رہی تھی۔
سنگلاخ زمین پر گھوڑوں کی ناپیں بھتی رہیں۔ وہ خاصی تیز رفتاری سے بخرا کر رہتے تھے۔
دن ڈھلتے ہی گلتر گک پہنچ گئے اب ان کا رخ غاروں کی طرف تھا۔ گھوڑوں کی رفتار معمولی تھی جیسے وہ لوگ محض سیر و شکار کی غرض سے نکل کر رہے ہوئے ہوں کوئی مہم در پیش نہ ہوا۔!
”کام میرے لئے بھی اپنے ہی جیسا لباس مہیا کر سکو گے؟“ عمران نے داراب سے پوچھا۔
”نوری طور پر ناممکن ہے کسی بھتی ہی میں یہ کام ہو سکے گا۔۔۔!
”خیر۔۔۔ خیر۔۔۔!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”دیکھا جائے گا۔!
”لیا یہ ضروری ہے۔۔۔?
”میں نہیں چاہتا کہ لوگ خصوصیت سے میری طرف متوجہ ہو جائیں۔۔۔!
”میں سمجھ گیا۔۔۔!
”تم رحباں سردار کی بیوی سے ملے تھے۔۔۔?
”ہاں۔۔۔ اور اس نے من وہی کہاں وہ رائی تھی جو اپنی عورت بڑے عابد کو نہیں لیتی تھی۔!
”کیا شہباز اس اجنبی عورت کی قومیت کا اندازہ لگا کر تھا۔۔۔?
”میں نے تو اسے دیکھا نہیں تھا کیونکہ تجدید عہد کی رسم کے موقع پر زیارت گاہ میں صرف مختلف بستیوں کے سردار ہی ہوتے ہیں۔ شہباز کا خیال تھا کہ وہ سیاہ بالوں اور نیلی آنکھوں والی کوئی

فرگن تھی!

”اور تمہاری زبان ایسی ہی روانی سے بھی شروع کر دیں... اندرا آکتے نا رہوں گے۔“
میں پیش کر سکے...!

”شہباز کے خیال کے مطابق لمحے میں کسی قدر کچاپن تھا...!“

”یہ عورت میں...! ساری دنیا کو ہلا کر رکھ دیں گی...!“ عمران بڑیلایا۔

”انہیں تم جیسا چاہو بنادو...! ہماری عورتوں میں تو اس کی صلاحیت نہیں ہے۔!“

”جتنا میدان انہیں نصیب ہے اس میں وہ کسی سے پیچھے نہ ہوں گی!“

”کیا تم اب تک عورتوں کے بارے میں اپنی رائے بدلتی نہیں سکتے...!“

”میں سرے سے کوئی رائے ہی نہیں رکھتا اور کیوں رکھوں جب کہ عورت میرے نصیب
میں ہی نہیں ہے۔!“

”آہا تو کیا تم نے ابھی تک شادی نہیں کی...!“

”کوئی ایسی عورت نہیں ملی جو بصد خلوص اپنے پاگل ہونے کا اعتراف کر لیتی۔!“

”اگر تم کسی پاگل ہی عورت سے شادی کرنا چاہتے ہو تو تلاش کر دوں گا...!“ داراب نے
نجیدگی سے کہا۔

”کوشش کرو...!“

”شکرال کے داش مند مرد بھی پاگل ہی عورتوں کی تلاش میں رہتے ہیں...!“

”واقعی داش مند معلوم ہوتے ہیں لیکن ہمارے یہاں کام مسئلہ الٹا ہے۔!“

”وہ کس طرح...؟“

”ہماری پاگل عورتوں کو دانشوروں کی تلاش رہتی ہے۔!“

وہ ان غاروں کے قریب پہنچ چکے تھے جن کا ذکر داراب نے کیا تھا۔

”کیا تم اس مخصوص غار کی نشان دہی کر سکو گے جس کے قریب وہ غائب ہوئی تھی...?“

عمران نے پوچھا۔

”یہ بتانا تو مشکل ہے میں سردار شہباز کے ساتھ نہیں تھا...!“

”اور اس نے واضح طور پر نشان دہی بھی نہیں کی تھی۔!“

”نہیں....!“

”او تو پھر کہیں سے بھی شروع کر دیں... اندرا آکتے نا رہوں گے۔!“

”سترا...!“

”اور کتنے رقبے میں پھیلے ہوئے ہیں...؟“

”دوڑھائی میل میں سمجھ لو...!“

”مشکل کام ہے... خیر آؤ...!“



غار میں انہیں کوئی سراغ نہیں مل سکتا ہاں لئے اب وہ شکرال کی وسطی آبادی کی طرف
جادہ ہے تھے۔ جہاں سردار شہباز کی حکومت تھی۔

”ہم رہاں کی طرف کیوں نہ چلیں...!“ داراب بولا۔

”کہیں جانے سے پہلے میں بھی اپنالباس تبدیل کرنا ضروری سمجھتا ہوں ویسے ایک بات بتاؤ۔!“

”پوچھو...!“

”تمہارے ان آٹھ آدمیوں کے علاوہ کوئی اور تو یہاں میرے موجودگی سے واقعہ نہیں ہے۔!“

”میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا... یوں سکتا ہے کہ اس بستی کے دونوں قاصد ہماری

بستی کے کچھ لوگوں سے بھی ملے ہوں...!“

”خیر تو اب کوئی میرے بارے میں پوچھئے تو کہہ دینا کہ خبر غلط تھی... وہ صفت شکن نہیں

تھا۔ کسی نے بستی والوں کو دھوکا دینے کی کوشش کی تھی جو تمہارے پیچے پر مارڈا لگا۔!“

”اور تم ہمارے ساتھ ہو گے...!“ داراب نے حیرت سے پوچھا۔

”ظاہر ہے...!“

”ہماری بستی کے سارے افراد تمہیں پہچانتے ہیں...!“

عمران نے جیب سے ریڈی میڈ میک اپ نکالا اور ناک پر فٹ کر لیا یہ پھر اس طرف ہوا کہ

داراب نہ کچھ سکا۔

”مجھے تو تم بھی نہیں پہچان سکتے... بستی کے دوسرا افراد دور کی چیز ہیں...!“

”کسی باتیں کر رہے ہو...!“ داراب نے جھنگھلا کر کہا۔ ساتھ ہی اس نی خیر بھی عمران کی

”وسروں کے بارے میں کیا کہتا ہے....؟“
 ”بس اتنا ہی کہ وہ اسے چھوڑ جھاگے....!“
 ”شہباز سمیت....!“ عمران کے لمحے میں حیرت تھی۔
 ”عمران بدستور ریڈی میڈی اپ میں تھا اور اس کے جسم پر معزز شکرالیوں جیسا لباس
 بھی تھا!“
 ”اس لڑاکے کا نام کیا ہے....؟“ اس نے داراب سے پوچھا۔
 ”طربدار... شہباز کا بہترین لڑاکا ہے....!“
 ”شادی شدہ ہے....؟“
 ”نہیں.... بوڑھے والدین کے ساتھ رہتا ہے....!“
 وہ اس کے گھر پہنچ چکا۔ صدر دروازے کے ساتھ خاص مجعع تھا۔ داراب کو دیکھ کر انہوں
 نے اسے آگے بڑھنے کے لئے راستہ دیا۔ پھر وہ دونوں اس جگہ تک جا پہنچ جہاں طربدار نے
 خود کو بند کر کھا تھا ایک پاٹ کا دروازہ تھا جس میں کوئی جھری بھی نہیں تھی کہ جھانک کر اندر کا
 جائزہ لیا جا سکتا۔!
 ”او طربدار....! میں داراب ہوں... دروازہ کھول دو....!“ داراب نے اوپھی آواز میں کہا۔
 ”جاو.... بھاگ جاؤ.... دروازہ نہیں کھلے گا....!“ اندر سے آواز آئی۔
 ”نہ کھول دروازہ.... لیکن میرے بھائی کی خیریت بتا دے....!“
 ”میں نہیں جانتا.... بھاگ جاؤ.... میں کچھ نہیں جانتا....!“
 ”کیا تو بوش میں نہیں ہے....!“
 ”میں کچھ نہیں جانتا.... وہ مجھے چھوڑ کر بھاگ گئے تھے....!“
 ”کیوں بکواس کرتا ہے.... شہباز تھا تیرے ساتھ.... جیا لوں کا جیا لا.... وہ تو موت کے
 فرشتے کے آگے بھی ڈٹ جائے گا!“
 ”بھجوڑتے کے بھائی بھاگ جا....!“ طربدار اندر سے حلق کے بل چینا تھا۔ طربدار کا بوجھا
 باس جو قریب ہی کھڑا تھا کوڑا گزرا نہیں تھا۔
 ”وہ پاگل ہو گیا ہے.... اس پر رحم کرو.... کیا تم نہیں جانتے کہ وہ سردار شہباز کے

طرف اٹھ گئی.... اس کامنہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

”یہ.... یہ.... لگ کیا ہو گیا....؟“ وہ بالآخر کھلایا تھا۔

”یہی ہوتا رہتا ہے میرے ساتھ... فی الحال یہیں رک کر اپنے لڑاکوں کے ذہن نشین کراؤ!“
 ”اچھا.... اچھا....!“

وہ رک گئے داراب کے سمجھی ساتھی عمران کو عجیب نظر دی سے دیکھنے جا رہے تھے۔ پھر جب
 انہیں رکنے کی وجہ بتائی گئی تو دل کھول کر ہنسنے لگے تھے۔

اس طرح یہ طے پایا کہ صفت میکن کی اصلیت کسی پر ظاہرنہ کی جائے گی اور وہ دوسروں کو
 عمران ہی کی کبھی ہوئی بات بتائیں گے....!

داراب کی قیام گاہ پر پیش کر عمران لباس بھی تبدیل نہیں کرنے پیا تھا کہ کسی نے جھرے کے
 دروازے پر دستک دی۔

”کون ہے....؟“ اس نے اوپھی آواز میں پوچھا۔

”داراب....!“ باہر سے آواز آئی.... ”تنی خبر ہے.... جلدی کرو....!“

”اچھا.... اچھا.... ذرا تھہر دو....!“

اس نے تیزی سے لباس تبدیل کر کے دروازہ کھول دیا تھا۔

داراب سامنے کھڑا نظر آیا اور اس کے چہرے پر دھشت طاری تھی ”چچھلی رات.... ہماری
 عدم موجودگی میں یہاں بھی وہی ہوا ہے....!“ وہ بولا

”کیا ہوا ہے....؟“

”سردار شہباز کا ایک لڑاکا اپنی آکر ججرہ نشین ہو گیا ہے کسی نے اسے آت نہیں دیکھا۔ گھر
 والوں کو آج صبح معلوم ہوا کہ وہ گھر ہی میں موجود ہے اور رجانی لڑاکوں کی طرح ججرہ نشین ہو گیا
 ہے۔ کسی کو خلکل دکھانے پر تیار نہیں، کہتا ہے کہ اگر زبردستی کی گئی تو کسی کو مار ڈالے گا.... با
 خوکشی کر لے گا!“

”مجھے اس کے گھر لے چلو....!“

”میں یہی کہنے والا تھا....!“

اس لڑاکے کا گھر زیادہ دور نہیں تھا۔ راستے میں عمران نے پوچھا۔

”میا تم نے سنائیں کہ شہباز کو بھگوڑا کہہ رہا ہے...!“ داراب دانت پیس کر بولا۔
 ”ستو...! اگر تم نے مجھے اس معاملے میں ڈالا ہے تو وہی کرو جو میں کر رہا ہوں...!“
 داراب جہاں تھا وہیں رک گیا۔ عمران چھٹ کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد آہستہ
 سے بولا۔ ”یہاں سے بھیڑ ہنا دو...!“
 دو تین منٹ کے اندر اندر وہاں سنانا چھاگیا۔ صرف طربدار کے والدین اور یہ دونوں رہ گئے تھے۔
 دفعتاً عمران نے اوپری آواز میں کہا۔ ”اچھا طربدار...!“ ہم جا رہے ہیں تین گھنٹے کی مہلت
 سمجھ لو...! اس کے بعد تمہیں ہر حال میں باہر نکل کر جواب دی کرنی پڑے گی۔“
 ”رب عظیم کے لئے میرا چیچھا چھوڑو...!“ اندر سے بھرائی ہوئی آواز آئی تھی۔
 ”ہم جا رہے ہیں... لیکن مہلت صرف تین گھنٹے کی ہے۔!“ عمران نے کہا لیکن اس کا
 جواب سننے کے لئے وہاں رکا نہیں تھا۔ باہر نکل کر اس نے داراب سے کہا۔ ”چھٹ میں بہ آسانی
 اتنا سوراخ کر سکوں گا کہ اسے ایک نظر دیکھ لوں۔!“
 ”میں نہیں سمجھا...!“ داراب نے پر تشویش لجھے میں نہا۔
 ”آخروہ سامنے کیوں نہیں آنا چاہتا۔!“
 ”سمجھ میں نہیں آتا۔!“
 ”تو پھر دیکھیں گے...!“ بوڑھے سے مشورہ کرو...!“
 ”وہ کبھی آمادہ نہ ہو گا...!“ اسے یقین ہے کہ طربدار گولیاں بر سانا شروع کر دے گا۔ ورنہ وہ
 خود ہی ذرا وازہ تزویاں تیل۔!
 ”تمہیں بھی یقین ہے کہ وہ فائرنگ شروع کر دے گا...!“
 ”محضے یقین ہے...! اس کا لہجہ پچھاتا ہوں...!“
 ”تب تو چھٹ میں کیا جانے والا سوراخ بھی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے...! اچھی بات
 ہے...! واپس چلو کچھ اور سوچیں گے۔!“
 ”وہ بد بخت تو یہ بھی بتانے پر تیار نہیں کہ سردار شہباز کا ساتھ کہاں سے چھوٹا تھا۔!“
 ”وہ تھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ گھوڑوں کے ناپوں کی آواز سنائی دی۔ ملوقائی رفتار سے
 دوڑنے والے گھوڑے قریب ہوتے جا رہے تھے۔

جانثاروں میں سب سے آگے تھا۔!
 ”تو پھر بتاتا کیوں نہیں جو کچھ پوچھ رہا ہوں...!“
 ”تم خاموش رہو...!“ عمران نے داراب سے کہا اور بوڑھے سے بولا۔ ”رجحان کے گیارہ
 آدمی یہک وقت پاگل ہو گئے ہیں۔ تم نے سناؤ گا۔!
 ”ہاں... ہاں... سناء ہے بھائی۔!
 ”تو پھر ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ وہ کیوں پاگل ہو گئے ہیں... تاکہ بچاؤ کی کچھ سوچیں...
 ورنہ پوری بستیاں اسی طرح پاگل ہو سکتی ہیں۔!
 ”میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔!“ بوڑھادنوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھتا ہوا بولا۔
 چند لمحے خاموشی رہی۔... پھر عمران اوپری آواز میں بولا۔
 ”او طربدار...! میں تیرے لئے ایک پری زاد کا رشتہ لایا ہوں...!“
 ”بھاگ جاؤ...! ولد الحرام... میرا مصلکہ مت ازاو...!“ تم کون ہو؟“ اندر سے آواز آئی۔
 ”میں کون ہوں...! یہ تم پوچھ رہے ہو...! پیارے چھپٹے سال میں نے سرخان میں تمہارا
 قرض ادا کر کے تمہاری جان چھڑائی تھی ورنہ وہ بقال تمہیں الناٹکا دیتا۔!
 ”او... جھوٹے تو کون ہے...! میں تین سال سے سرخان نہیں گیا۔!
 ”کیا یہ ٹھیک کہہ رہا ہے...؟“ عمران نے آہستہ سے بوڑھے کو مخاطب کیا۔
 ”ہاں... یہ تین سال سے سرخان نہیں گیا۔!
 ”اور تم اسے پاگل کہہ رہے ہو...؟“ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔ ”اس نے پورے ہو کر؛
 خواں کے ساتھ سردار شہباز کی توہین کی ہے۔!
 ”میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔!“
 ”ہم دروازہ توڑ دیں گے...!“ عمران دہاڑ۔
 ”تمہارے سینے چھلنی ہو جائیں گے...!“ تفکیج میرے ہاتھ میں ہے...! پوری چھگولیاں
 اس میں موجود ہیں...!“ اندر سے کہا گیا۔
 داراب جھلا کر دروازے میں نکل مارنے کے لئے پیچھے ہٹا ہی تھا کہ عمران اسے روکتا ہوا بولا۔
 ”ٹھہر جاؤ! وہ جو کچھ کہہ رہا ہے کہ گزرے گا...!“

عمران اور داراب رک گئے.... آبادی کی وسطی شہراہ تھی۔
جلدی ہی چھ سوار سامنے آگئے تھے.... سب سے آگے شہراہ تھا۔
داراب نے دونوں ہاتھ اٹھا کر ہلائے تھے۔

”میرے بارے میں فی الحال خاموش ہی رہتا...!“ عمران آہستہ سے بولا۔
”کیا وہ وابس آگیا ہے.... طربدار؟“ شہراہ نے قریب پہنچ کر گھوڑا روکتے ہوئے پوچھا۔
”ہاں... اور وہ جگہ نشین ہو گیا ہے... کہتا ہے دروازہ توڑا گیا تو گولیاں یہ سانا شروع کر دوں گا!“

”اسے مت چھڑو... ہر ایک سے کہہ دو کہ اس کو اس کے حال پر چھوڑو... رب عظیم کی بھی مرضی ہے....!“ شہراہ مغموم لمحے میں بولا تھا۔

داراب نے اسے جیرت سے دیکھا شہراہ کے پانچوں لڑاکے بھی گھوڑوں سے اتر آئے تھے۔
ان کے چہرے سے ہوئے تھے اور آنکھوں سے وحشت برس رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی بھی انک خواب دیکھ کر اچانک بیدار ہو گئے ہوں۔

شہراہ گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے اپنے گھر کی طرف مزگایا۔ اس نے عمران کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ داراب شہراہ کے ساتھ چل رہا تھا۔

”وہ تمہیں نہ ابھلا اور بھگوڑا کہہ رہا تھا...!“ داراب بولا۔
”ضرور کہہ رہا ہو گا...!“ شہراہ بولا اور داراب چلتے چلتے رک گیا۔ اس کی آنکھیں جیرت سے پھیل گئی تھیں اور وہ شہراہ کو اس طرح دیکھے جا رہا تھا جیسے اچانک اس کے دم نکل آئی ہو۔!

”چلتے رہو...!“ شہراہ بولا۔ ”چی با توں پر مجھے غصہ نہیں آتا!“
”تو تم واقعی اسے چھوڑ جاگے تھے!“

”ہاں... یہ حقیقت ہے...!“

”رب عظیم رحم فرمائے...!“ داراب کا ہجہ بے حد خشک تھا۔
”گھر پہنچ کر شہراہ نے لاکوں سے کہا تھا کہ وہ بھی اپنے اپنے گھروں کو جانیں اور طرب دار کے سلسلے میں بالکل زبان بند رکھیں...!“

پھر اچانک اس کی نظر عمران پر پڑی تھی۔

”یہ کون ہے....؟“ اس نے اسے گھوڑتے ہوئے پوچھا۔
”مہماں....!“

”میا تم اسے اچھی طرح جانتے ہو....!“

”بالکل اچھی طرح....!“

”میں نے تو اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا....!“

”تم اندر تو چلو....!“

شہراہ کی آنکھوں میں اشعباہ کی جھلکیاں تھیں۔ عمران سر جھکا کئے ان کے پیچے چل رہا تھا۔
ایک بڑے کمرے میں پہنچ کر شہراہ عمران کی طرف مزا اور داراب سے بولا ”اب بتاؤ یہ کون ہے!“

”رب عظیم نے اسے بھیجا ہے....!“ داراب نے طویل سانس لے کر کہا۔
”داراب....!“ شہراہ سخت لمحے میں بولا۔ ”یہ مذا کا وقت نہیں ہے میں بہت پریشان ہوں!“

”تم کیوں پریشان ہو سردار....!“ اس بارہ عمران بولا تھا۔

”شہراہ چوک کر اسے نئے سرے سے گھورنے لگا تھا پھر بڑا یا تھا“ آواز تو پہنچ بانی پیچانی کی لگتی ہے۔!

عمران نے ریڈی میڈ میک اپ ناک پر سے ہٹا دیا۔

”صف شکن!“ شہراہ اچھل پڑا۔ پھر اس بری طرح عمران سے چمنا تھا کہ اس کا دم گھٹھنے لگا۔
”واقعی رب عظیم نے تجھے بھیجا ہے۔ میرے بھائی.... میرے دوست میرے پیارے!“
وہ کہہ رہا تھا ”اب میں بہت خوش ہوں اب مجھے ذرہ ربار بھی پریشانی نہیں ہے... سن رہا ہے
داراب.... اب سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ رب عظیم ہم پر بلا میں نازل کرتا ہے تو صرف شکن کو
بھی بھیج دیتا ہے۔!

”اپنی سافنسیں درست کرو....!“ عمران بولا۔ ”خود کو سنبھالو... باتیں بعد میں ہوں گی۔!“

”ضرور.... ضرور.... مگر تم کب آئے....?“

”بس آگیا.... تمہاری پریشانی کھینچ لائی۔!“

”کیا تم جانتے ہو....؟“

”کسی حد تک.... داراب سے ملاقات کے بعد ہی کچھ معلوم ہوا ہے.... یہاں میری آر
العملی میں ہوئی تھی۔“

”کچھ بھی ہو.... اب مجھے یقین ہے کہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا!“

شہباز کی عجیب حالت تھی.... تھوڑی تھوڑی دیر بعد عمران سے پت جاتا۔

”دیکھو دوست....! کہیں اب مجھے شرم نہ آنے لگے....!“ عمران نے حق شر میلے لجے
میں کہا اور شہباز کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا۔ ”بالکل نہیں بدلتے ہو....!“

”اب تمہاری حالت پہلے سے بہتر ہے.... لہذا کہانی سنی جاسکتی ہے۔ داراب سے داستان کا
ابتدائی حصہ سن چکا ہوں۔!“

”میں رحیمان تک پہنچ ہی نہیں سکا تھا....!“ شہباز پر تفکر لجئے میں بولا۔ ”میں نے اس
عورت کی تلاش سے ابتداء کی تھی۔ سارے غارے دیکھ ڈالے تھے۔ اسی دوران میں ”وادی زلمیر“ کا
ایک نیارتہ بھی دریافت کر لیا۔ وہ خاموش ہو کر داراب کی طرف دیکھنے لگا۔
پھر اسی سے بولا۔ ”ان غاروں میں سے ایک میں وہ راستہ پوشیدہ ہے لیکن میں اسے اپنی ہی
ذات تک محدود رکھنا چاہتا ہوں۔!“

”کیا تمہارے لڑاکے اس سے واقف نہیں ہو سکے....؟“ داراب نے پوچھا۔

”نہیں میں نے انہیں بھی نہیں بتایا۔ عام راستے سے انہیں ”وادی زلمیر“ میں لے کیا تھا۔!“

”وادی زلمیر میں کیوں لے گئے تھے....؟“ داراب نے سوال کیا۔

”اسی عورت کی تلاش میں کیا تم ابھی تک نہیں سمجھے کہ وہ عورت اسی پوشیدہ راستے سے
گلترنگ تک پہنچی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ وادی زلمیر ہی سے آئی تھی....!“

”یہ وادی زلمیر کہاں ہے....؟“ عمران نے پوچھا۔

”گلترنگ کے آگے.... بڑی خوب صورت وادی ہے صاف شکن....!“

”تو پھر تم اس عورت کی تلاش میں وادی زلمیر گئے تھے!“

”لیکن وہاں بھی اس کا سراغ نہ مل سکا.... ویسے مجھے یہ نہ کہنا چاہئے کہ اس کا سراغ نہیں
مل سکا!“

”کہہ بھی رہے ہو اور نہیں بھی....!“

”وادی کے ایک ہی حصے تک تلاش محدود رہی تھی....!“

”آگے کیوں نہیں بڑھے۔!“

”وہی بتانے جادہ ہاں ہوں....!“

”نہیں پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے رحیمان جا کر اس کے بیان کی تصدیق کرنے کی کوشش کیوں
نہیں کی....؟“ عمران بولا۔

”اگر وادی زلمیر کا پوشیدہ راستہ اتفاقاً ریافت نہ ہو گیا ہو تو رحیمان ہی جاتا۔ میں نے سوچا
کہ پہلے اس عورت ہی کو تلاش کیا جائے جو شہزاد کی بیوی نہیں تھی۔!“

”میں نے تصدیق کر لی ہے....!“ داراب نے شہباز سے کہا۔ ”وہ لوگ طربدار ہی کی طرح
جرہ نہیں ہو گئے ہیں۔!“

”ضرور ہو گئے ہوں گے... اگر مجھ پر بھی وہی گزرتی تو میں بھی کسی کو اپنی شکل نہ دکھاتا۔
اب تم خاموش رہ کر یہ کہانی سنو.... ہاں تو ہم نے وادی زلمیر میں ایک جگہ ذیرہ ڈال دیا۔ ہم ایک
ایک کر کے الگ الگ راستوں پر ہو لیتے اور اسے تلاش کرتے رہتے اور شام ہوتے ہی ذیرے پر
وابس آجاتے.... ایک شام طربدار واپس آیا تو جمار میں بھن رہا تھا۔ ساری رات اسے تیز جمار رہا
اور دوسرا صبح اپاٹک وہ چینچنگ لگا۔ ہم سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس کا جسم اینٹھ رہا تھا اور
اور کیا تباہوں....! اس کے جسم کے سارے رو ٹکھے جہت انگیز طور پر بڑھ رہے تھے ایک گھنے
کے اندر اندر وہ آدمی سے بن ماس بن گیا۔ ایک ایک باشت لمبے بال اور آنکھوں کو چھوڑ کر پورا
چہرہ بھی بالوں سے ڈھک گیا اور تشنجی کینیت کے دوران میں کپڑے تو اس نے پہلے ہی اتار دالے
تھے۔ بالکل برہمنہ ہو گیا تھا۔ صاف تھکن، مجھے اس طرح نہ دیکھو.... ہم شکرالی پہاڑوں سے تکرا
جائیں گے لیکن آسمانی بلاؤں سے بہت ڈرتے ہیں۔ میری جگہ اگر وہ خود ہو تو خود بھی مجھے اسی
حال میں چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوتا۔!“

”تو اس لئے وہ تمہیں بھگوڑا کہہ رہا تھا۔!“ عمران بولا۔

”ہاں.... ہم میں سے پھر کوئی وہاں نہیں رکا تھا۔ ہم اسے چھوڑ کر بھاگے تھے۔ رب عظیم
کی جانے کہ وہ سب کچھ اپاٹک کس طرح ہو گیا تھا۔ میں اس کی اطلاع بڑے عابد کو دے آیا
مل سکا!“

”ہاں.... اور میں نے تھیہ کر لیا ہے کہ اس دباؤ کو شکرال میں نہیں پھیلنے دوں گا۔ تم نے رہباں کے گیارہ آدمیوں کے بارے میں سنائی ہو گا۔!“

”اسی لئے تو مجھے زیادہ تشویش ہے....!“

”فکر مت کرو.... سب ٹھیک ہو جائے گا....!“

وہ تینوں مجرے کے دروازے کے قریب پہنچے ہی تھے کہ طربدار نے اندر سے چیخنا شروع کر دیا۔ ”بھاگ جاؤ.... چلے جاؤ.... ورنہ گولی ناردوں گا۔“

”بد بخت....! تو جانتا ہے کہ کون آیا ہے....! بوڑھا غصیلے بجھے میں بولا۔

”سب جانتا ہوں.... وہی بھگوڑا ہو گا....!“

”میں صاف شکن ہوں طربدار....!“ عمران نے اوپھی آواز میں کہا۔

”مک... کون صاف شکن....!“

”میکا تم کسی دوسرے صاف شکن سے بھی واقف ہو....!“

اندر خاموشی ہی رہی اور عمران کھتارا ہا۔ ”فرنگیوں سے تمہیں کس نے نجات دلائی۔ اب پھر شکرال کی خدمت کے لئے حاضر ہے۔ رب عظیم کا نام اوچار ہے....!“ اندر سے سکیاں اور چکیاں سنائی دینے لگی تھیں۔ شائد طربدار روپراحتا۔

”اگر شہباز تمہاری جگہ ہوتا اور تم شہباز کی جگہ ہوتے تو صورت حال کیا ہوتی، اس پر بھی غور کرو.... آدمی توپ کے دہانے میں سردے سکتا ہے لیکن آسمانی بلاؤں کے سامنے تو کوئی بھی نہیں پھر سکتا۔!“

”لیکن اب میرا کیا ہو گا.... شاید وہ واپس آگیا ہے اور اس نے تمہیں سب کچھ بتا دیا ہے....!“ اندر سے گلوگیر کی آواز آئی۔

”مجھے سب کچھ معلوم ہو چکا ہے.... اس لئے کہہ رہا ہوں کہ خود کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرو.... میں نے تمہارے ساتھیوں اور شہباز کو تاکید کر دی ہے کہ تمہارے بارے میں کسی کو کچھ نہ بتائیں کیا اب تم صرف مجھے اندر آنے دو گے....!“

”اور کون ہے دروازے کے قریب....؟“

”داراب اور تمہارا باپ....!“

”ہوں!“

”اس نے تمہیں بتایا تھا کہ وہ اس دن وادی میں کس طرف گیا تھا۔!“

”جب وہ واپس آیا تھا.... تو بخار کی شدت کی وجہ سے اس کی آواز نہیں نکل رہی تھی اور بعد کے حالات.... کیا بتاؤں.... میں سخت شرمندہ ہوں۔!“

عمران کچھ نہ بولا۔

”وہ کچھ بتانے پر تیار ہی نہیں....!“ داراب نے کہا۔

”میکا رہباں کے گیارہ آدمی بھی اپنے سفر کے دوران میں وادی زمیر سے گزرے ہوں گے....؟“ عمران نے سوال کیا۔

”یقیناً گزرے ہوں گے.... ہم وادی زمیر ہی سے گزر کر زرور بیگستان میں داخل ہوتے ہیں۔!“ عمران کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔

◆

تمن گھنٹے بعد عمران داراب سمیت پھر طربدار کے گھر جادھا کا تھا۔ اس سے قبل شہباز کا ہدایت کر دی تھی کہ وہ اپنے گھر ہی تک محدود رہے اور ان لڑاکوں کی زبان بند کر دے جو طربدار کے احوال سے واقف تھے۔

”آخر تم کیا کرو گے....!“ داراب بولا۔ ”وہ کچھ نہیں سنتے گا۔!“

”بس دیکھتے جاؤ....!“

طربدار کا بوڑھا باپ بہت پریشان تھا اور اس بار اس نے عمران کو بڑے غور سے دیکھا تھا۔ اس نے اپنی اسکیم یکسر بدل دی تھی اب میک اپ میں نہیں تھا۔

”تت.... تم....!“ بوڑھا ہکلایا۔

”ہاں.... میں صاف شکن ہوں.... تم مجھے بھولے نہ ہو گے....!“

”رب عظیم کی قسم تمہیں تو کوئی دو غلا تھا ہی بھلا کے گا۔ تم ہمارے محض ہو۔!“

”اچھا آؤ.... میرے ساتھ.... اب میں کوشش کروں گا کہ طربدار را راست پر آجائے مجھے معلوم ہے کہ وہ کیوں مجرہ نہیں ہوا ہے۔!“

”تم جانتے ہو....!“

”آنہیں بہاں سے ہنادو... میں تمہیں اندر آنے دوں گا!“

”شکریہ طربدار...!“

”کہیں یہ بلا تمہیں بھی نہ چست جائے...!“

”تم اس کی فرنہ کرو... میرے بازو پر نقش سیمانی بندھا ہوا ہے...!“

”پھر سوچ لو...!“

”اگر بلا چست بھی گئی تو مجھے تم سے شکوہ نہ ہو گا...!“

”اچھی بات ہے... دوسروں کو ہناو...!“

عمران نے ان دونوں کو چلے جانے کا اشارہ کیا... انہوں نے چپ چاپ تعیل کی تھی۔

”اب دروازہ کھول دو...!“

”آجاؤ...!“ آواز آئی اور تھوڑا سا دروازہ کھلا... عمران نے اندر داخل ہو کر دروازہ وبارہ بند کر دیا تھا۔

سامنے جو شے نظر آئی وہ کسی ریپھے سے بھی زیادہ گھنے بالوں والی ملتوق تھی سارے جسم پر

بال ہی بال تھے صرف آنکھیں نظر آرہی تھیں... سرخ سرخ خوفناک آنکھیں...!

”دیکھو... مجھے دیکھو...!“ وہ کھلیانی بھی کے ساتھ بولا۔

”میں دیکھ رہا ہوں...!“ عمران نے کہا ویسے اس کے سارے جسم میں ٹھنڈی ٹھنڈی لہریں دوڑ رہی تھیں۔

”کیا میں اس قابل رہ گیا ہوں کسی کے سامنے آسکوں...!“

”ہرگز نہیں... لیکن ذہنی طور پر تم نہیں ہو...!“

”یہ درست ہے میں سب کچھ سوچ سکتا ہوں لیکن اب میر اکیا ہو گا!“

”تم پھر اپنی اصلی حالت پر آجائے گے... لیکن اس کے لئے تمہیں مجھ سے پورا پورا تعادن کرنا پڑے گا!“

”جو کچھ بھی کہو اس کے لئے تیار ہوں...!“

”پہلے میں اس کی وجہ معلوم کروں گا۔ پھر تمہارا علاج بھی ہو جائے گا!“

”وجہ کس طرح معلوم کرو گے.... جبکہ خود مجھے بھی نہیں معلوم...!“

”بخار تمہیں کس طرح ہوا تھا... اور وادی میں کس جگہ ہوا تھا...؟“

”جگہ کا نام مجھے نہیں معلوم... گھن جھنل ہے... وہاں آبادی تو ہے نہیں کہ جگہوں کے نام روکھے جاتے!“

”ٹھیک ہے!“ عمران نے کہا۔ ”بہر حال بخار ہونے سے قبل تم نے کیا محسوس کیا تھا...؟“

”شائد میں بے ہوش ہو گیا تھا...!“

”وہ کس طرح...؟“

”ایک جگہ گھوڑے سے اتر کر آرام کرنے لگا تھا کہ اچاک مجھ پر غشی کی طاری ہونے لگی... میں اپنے ذہن سے لٹارتار ہا لیکن خود پر قابو پانے میں کامیاب نہ ہو سکا... دوبارہ ہوش میں آپا تو بخار محسوس کیا تھا اور میرا دہنا بازو درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ مجھے یاد نہیں کہ پھر کس طرح ذیرے پر پہنچا تھا...!“

عمران کسی سوچ میں پڑ گیا پھر بولا۔ ”کیا تم نے بے ہوش ہونے سے قبل اپنے آس پاس کی کو دیکھا بھی تھا!“

”کسی کو بھی نہیں...!“

”کسی قسم کی بھو محسوس کی تھی...?“

”یو... بو... ہاں شاید... تھہر و مجھے سوچنے دو...!“

وہ خاموش ہو گیا پھر کچھ دیر بعد بولا۔ ”ہاں شائد... یاد آگیا... میں نے بعیب قسم کی میٹھی بھی کی بو محسوس کی تھی اور اندازہ لگانے کے لئے کہ وہ کس چیز کی بو ہو سکتی ہے گہری گہری سانسیں بھی لی تھیں اور پھر خود پر قابو پانے کی کوشش کے باوجود بھی بیہو ش ہو گیا تھا!“

”میں سمجھ گیا...!“

”کیا سمجھ گئے...?“

”تمہارا علاج ہو جائے گا... بس جس طرح آئے تھے آج رات کو میرے ساتھ چپ چاپ نکل چلو کسی کو کافوں کاں خبر نہ ہو گی!“

”کہاں...؟“

”وہیں... جہاں تم بے ہوش ہوئے تھے...!“

پھر دارب خاموش ہو گیا.... اس بارہ عمران کے ساتھ شہزاد کے پاس نہیں گیا تھا۔
عمران نے شہزاد کو بتایا کہ اس نے کس طرح طربدار کو قریب سے دیکھا تھا۔
”سبھی میں نہیں آتا کہ یہ سب کیا ہورہا ہے....!“ شہزاد بڑا لیا۔
”جو کچھ بھی ہو یہ کوئی آسمانی بلا نہیں ہے۔!
”پھر کیا ہے....!“

”میا تمہیں غاروں کا وہ بھکاری یاد نہیں جس کی بد دعاوں سے لوگ اپنے بستروں پر مر جیا
کرتے تھے۔ تم نے اسے آسمانی موت سمجھنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس نے تمہیں بھی بد دادی تھی۔
لیکن تم اس رات بستر پر نہیں سوئے بلکہ رات بستر کی بجائے گھوڑے کی پشت پر گزاری تھی اور تم
نہیں مرے تھے....!“

”وہ اور بات تھی صفت نہیں....! انہیں چپکے سے زبردیا جاتا تھا اور وہ سوتے میں مر جاتے
تھے.... لیکن.... لیکن اسے تو میں نے خود دیکھا ہے اس کا جسم اینٹھ رہا تھا اور بال بڑھ رہے تھے
آس پاس کوئی بھی ایسا آدمی نہیں تھا جس پر شبہ کیا جا سکتا تھا کہ اس نے کچھ کر دیا ہے۔!
”تلیم....! لیکن پھر وہ عورت کیا چاہتی تھی.... اس نے خود کو شہاد کی بیوی ظاہر کر کے
رجاں کے گیارہ آدمیوں کا راز افشاء کرنے کی کوشش کیوں کی....!“
”بالکل سمجھ میں نہیں آتا....!“

”اچھا تو پھر سمجھنے کی ذمہ داری مجھ پر ڈال دو.... اور جو کچھ میں کہوں کرتے رہو....!
”کہو کیا کہتے ہو....?“

”میں نے طربدار کو اپنے ساتھ چلنے پر رضا مند کر لیا ہے....!
”کہاں چلنے پر رضا مند کر لیا ہے....?
”ویس.... جہاں وہ بیہو ش ہوا تھا....!
”اچھا تو پھر....?“

”تم بھی چلو گے.... ہم یہاں سے رات کو روانہ ہوں گے.... اس طرح کہ طربدار کو اب تی
کا کوئی آدمی نہ دیکھ سکے.... رات ہی رات ہم گلترنگ پہنچیں گے اور تم غاروں والا وہی پوشیدہ
راستہ اختیار کرو گے جو تم نے حال ہی میں دریافت کیا ہے....!“

”نہیں صفت نہیں میں اب وہاں جانے کی جرأت نہیں کر سکتا....!“
”فکر نہ کرو... اب کے تمہارے سر پر سینگ نہیں نکلیں گے۔ شہزاد بھی ہو گا ہمارے ساتھ!
”میرے دل میں اس کے لئے کدوڑت کے علاوہ اور کچھ نہیں....!“
”و دیکھو وہ مجبور تھا.... تم سبھی آسمانی بلاوں سے ڈرتے ہو....!“
”کیا تم نہیں ڈرتے....?“
”کیوں کہ میں خود ایک آسمانی بلا ہوں میرے والدین بھی سمجھتے ہیں۔ لہذا میرے لئے
مند ہونے کی ضرورت نہیں!“
”تم آؤ گے رات کو....?“
”ضرور آؤ گا....!“

”اصطبیل میں چلے آناویں ملوں گا....!“
”ایک بار پھر تمہیں یقین دلادوں کہ ہم ایسے ہی اوقات میں سفر کریں گے جب کسی کی فا
تم پر پڑنے کا امکان نہ ہو گا۔!
”تم قول کے پکے ہو.... میں جانتا ہوں کسی نہ کسی طرح میرے باب کو بھی سمجھانا
کوشش کرنا کہ دروازہ کو نئے کی ضدنہ کرے۔!
”میں دیکھوں گا.... اچھا ب میں چلا....!“

وہ باہر نکلا تھا اور طربدار نے دوبارہ دروازہ بند کر کے کنڈی چڑھا دی تھی۔
عمران کو دیکھ کر بوڑھا اس کی طرف دوڑا تھا اور عمران ہاتھ انھا کر بولا۔ ”پریشان ہوئے
ضرورت نہیں۔ اسے وہم کی بیماری ہو گئی ہے۔ ویسے بالکل ٹھیک ٹھاک ہے۔ کہتا ہے میں شنی
ہو گیا ہوں مجھے ہاتھ نہ لگانا باہر نہیں نکلوں گا۔ اگر کسی پچے نے پھر مار دیا تو نوٹ پھوٹ جاؤں گا۔
”رب عظیم رحم فرمائے....!“ بوڑھا کر الہ۔

”بس تم اسے چھیڑو مت.... اسی طرح بند رہنے دو۔ میں اس کا علاج کر دوں گا۔!
دارب خاموش تھا.... گھر کی طرف واپسی پر اس نے پوچھا۔
”تم نے کیا دیکھا....?
”ویسی جو شہزاد کی زبانی پہلے ہی سن چکا تھا۔!
”ویسی جو شہزاد کی زبانی پہلے ہی سن چکا تھا۔!

کوئی قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔
 آخر تم یہ کیا کر رہے ہو.....؟ ”شہباز نے پوچھا۔
 میں چاہتا ہوں کہ جب ہم سفر پر روانہ ہوں تو ہم میں اور طربدار میں کوئی فرق نہ رہے۔!
 ”یعنی کہ.....؟“
 ”ہاں....! سیاہ رنگ کی بڑے بالوں والی کھالیں ہمارے کام آئیں گی۔!
 ”میں بن ماں نہیں بن سکتا.....!“
 ”خوش ہو جاؤ گے.... اس طرح منڈھوں گا یہ کھالیں تمہارے جسم پر کہ... تم میں اور طربدار میں کوئی فرق نہ ہو گا۔!
 ”میں خوش ہو جاؤں گا.....!“ ”شہباز آنکھیں نکال کر بولا۔
 ”ندخاڑ نہ جسم کی اشیعں... مفت میں بن بیٹھے بن ماں.. کیا یہ خوشی کی بات نہ ہو گی۔!
 ”تم کرنا کیا چاہتے ہو.....؟“
 ”صرف اتنی سی تدبیر کہ ہم سچ مج بُن ماں نہ بن جائیں۔!
 ”میں نہیں سمجھا۔....!“
 ”اگر ہم آدمیوں کی شکل میں وہاں گئے تو سچ مج بُن ماں ہی بننا پڑے گا۔!
 ”صف صاف کہو۔....!“
 ”میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ نہ یہ کوئی بیماری ہے اور نہ آسمانی بلا۔.... طربدار کے بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے اسے بیویش کیا گیا پھر بازو میں کسی قسم کا نجکشن لگایا گیا تھا۔!
 ”تو تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اسی انجلشن کے اثر سے وہ بن ماں بن گیا۔....!
 ”ہاں میں یہی کہنا چاہتا ہوں.... تمہارا دل چاہے تو رہا جا کر گیا رہ آدمیوں سے تصدیق کرو۔.... وہی کہانی سنائیں گے جو طربدار سنا چکا ہے۔!
 شہباز کچھ نہ بولا۔.... کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔
 عمران اپنا کام کرتا رہا۔.... تھوڑی تھوڑی دیر بعد شہباز کے جسم کے مختلف حصوں کی ناپ بھی لیتا جا رہا تھا۔
 ”تو پھر میں جاؤں رہا جاں....؟“ شہباز نے بڑے سوچ چمار کے بعد سوال کیا۔

”وہ تو میں کسی کو بھی نہیں بتانا چاہتا۔....!“
 ”تو پھر ہمیں شاہد ایک لباسفر کرتا پڑے اور کسی نہ کسی کی نظر طربدار پر پڑھی جائے۔!
 ”آخر وہاں جا کر ہم کیا کریں گے....؟“ ”شہباز بولا۔
 ”ان لوگوں سے نپشیں گے جو ان حرکتوں کے ذمہ دار ہیں....!“
 ”شہباز نے قبھہ لگایا اور بولا۔ ”صف شکن ہوا سے لے گا....!“
 ”یقین کرو کہ اس فتنے کے پیچھے کوئی انسانی ذہن ہے....!“
 ”آخر کیوں....؟“
 ”کوئی ان شکرالیوں میں ہر اس پھیلانا چاہتا ہے جو دادی زلمیر سے گزرتے رہتے ہیں۔!
 ”یقین نہیں آتا۔....!“
 ”اگر اس اجنبی عورت کا معاملہ سامنے نہ ہو تو مجھے بھی مشکل ہی سے یقین آتا۔!
 شہباز کچھ نہ بولا۔!
 ”صف شکن بحث نہ کرو۔.... اچھی بات ہے، ہم وہی راستہ اختیار کریں گے۔ لیکن اُر میں اس بھی طربدار ہی کی طرح ہون گے تو کیا ہو گا۔!
 ”لبستی کے لوگ دوسرا سردار منتخب کر لیں گے اور میرے باپ کو بے حد خوشی ہو گی کیونکہ اس نے مجھے آج تک آدمی نہیں سمجھا۔ اب تک مارنے کو دوڑتا رہتا ہے....!
 ”تم نہیں مانو گے۔....!“
 ”ہر گز نہیں۔....! میں دادی زلمیر کا سفر ضرور کروں گا۔....!“
 ”اچھی بات ہے وہی ہو گا جو تم کہہ رہے ہو.... کیا آج ہی رات کو روائی ہو گی۔....?
 ”پہلے یہی سوچا تھا۔....!“ عمران پر تفکر لجھے میں بولا۔ ”لیکن اب اسکیم میں تھوڑی کم تبدیلی کرنی پڑے گی۔ تم یہیں میرے منتظر ہو میں ذرا طربدار کو مطلع کر آؤں کہ آن رات میرا انتظار نہ کرے۔
 اور پھر عمران کی مصروفیت میں اضافہ ہو گیا تھا۔ اس نے شہباز سے بڑے بالوں والی کھالیں طلب کی تھیں اور مکان کے ایک ایسے گوشے میں کام ہو رہا تھا جہاں شہباز کے ملاوہ اور

رات گئے شہباز کی واپسی ہوئی تھی اور اس نے عمران کو خوش خبری سنائی تھی کہ بڑے عابد نہ صرف اس کی تجویز سے اتفاق کیا ہے بلکہ اس مہم کی کامیابی کے لئے دعا کرنے کا بھی وعدہ کیا ہے!

”تھارا“ جامد حیوانیت ”تیار ہو گیا ہے“ عمران نے کہا۔ ”اگر بہت زیادہ تحکم نہ گئے ہو تو ابھی پہن کر دیکھ لو....!“

”اور تھارا....؟“
”میرا بھی کل شام تک تیار ہو جائے گا.... اور پھر رات ہی کو یہاں سے کھک لیں گے.... طربدار بہت بے چین ہے!“
”سفر کے لئے....؟“

”ہاں جھرے میں اس کا دم گھٹ رہا ہے.... تازہ ہوا چاہتا ہے!“
عمران نے تھوڑی ہی دیر میں شہباز کو بنانیں بنا دیا۔
”پڑے پہنے کی ضرورت ہی نہیں....!“ شہباز خوش ہو کر بولا۔
”آنکھوں کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آتا....!“
”طربدار چرا کر رہ جائے گا....!“
”اگر گھوڑے بھڑکے تو....؟“

”تھارا اگھوڑا تھاری بو سے منوس ہے.... طربدار کو اس کا گھوڑا ہی بستی تک لاایا تھا.... میری البتہ شامت آسکتی ہے!“

”اگر تھارا اگھوڑا بے قابو ہو گیا تو....؟“
”دیکھا جائے گا.... ویسے تم اسی وقت اس گھوڑے سے میری ملاقات کراؤ جو میری سواری میں رہے گا!“

”گھوڑا تو وہ بھی میرے ہی اصلیل میں موجود ہے جس پر تم سرحدی بستی سے آئے تھے!“
”کسی قدر جان پہچان والا ہی مناسب رہے گا میرے لئے....!“
”دوسرے دن عمران نے اپنا ”جامد حیوانیت“ بھی تیار کر لیا تھا اور طربدار کو مطلع کر دیا تھا کہ رات کو رواںگی کے لئے تیار ہے۔

”کیوں خواہ خود کو تھکاؤ گے.... اور دیسے بھی اب انہیں نہ چھیڑو....!“
”تم کبھی کچھ کہتے ہو.... کبھی کچھ....!“

”وہ تو میں نے اپنی بات میں زور پیدا کرنے کے لئے کہا تھا۔ لیکن اسے ناطق نہ کھھو... انہیں بھی دیسے ہی حالات سے گزرنا پڑا ہو گا جن سے طربدار گزرا تھا۔ شہباز کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ کچھ دنوں کے لئے وادی زمیر میں داخل پر پابندی اگادی جائے!“

”یہ شکرال کے باشندوں کے نیادی حقوق کا معاملہ ہے۔ اس میں بڑے عابد کے علاوہ کوئی دخل اندازی نہیں کر سکتا!“

”تو بڑے عابد ہی سے حکم جاری کراؤ....!“
”میں کوشش کروں گا....!“

”آج ہی.... بلکہ ابھی پڑے جاؤ.... لیکن دھیان رہے کہ ہم تیوں کو بہر حال وادی زمیر میں داخل ہونا ہے!“

”بھلا کیے ممکن ہے.... حکم کی پابندی سب پر لازم آئے گی!“
”تم بڑے عابد کو سمجھا سکو گے کہ میں کیا چاہتا ہوں.... تم نے انہیں طربدار کی پہناتے آگاہ کر دیا ہو گا.... لیکن اس کی ممکنہ وجہ تو نہ بتائی ہو گی!“

”کیسے بتاتا.... وہ تواب تم بتارہے ہو....!“
”جاو کوشش کرو.... انہیں سب کچھ بتاوینا....!“

”اچھی بات ہے.... میں جارہا ہوں.... کیا تم نے طربدار کو بتا دیا ہے کہ ہم دنوں اس سے میں اس کے ساتھ سفر کریں گے....!“

”نہیں.... ابھی نہیں بتایا.... اور نہ بتانے کی ضرورت سمجھتا ہوں.... وہ خود ہی دیکھے گا وقت آنے پر....!“

آدھے گھنٹے کے اندر ہی اندر شہباز تھا گلترنگ کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔
عمران سکون کے ساتھ کام کرتا ہا۔ شہباز سب کو ہدایت کر گیا تھا کہ کوئی بھی سف نہ کرنا سے ملنے کی کوشش نہ کرے۔ داراب بھی مکان کے اس حصے میں قدم نہیں رکھ سکتا تھا جبکہ عمران کام کر رہا تھا۔

وہ طویل سانس لے کر بولا۔ ”ماش زبان بھی چھن گئی ہوتی۔۔۔ لیکن میں تو آدمیوں کی طرح سوچ بھی سکتا ہوں۔!“

”آج کے سارے جانور یہی سمجھتے ہیں کہ وہ آدمی ہیں۔!“

”میں کیا بولوں۔۔۔ میرے پاس بولنے کے لئے کیا رہ گیا ہے۔!“

”تن کے کپڑوں کے علاوہ اور کیا نہیں ہے۔ تمہارے پاس ناشکری نہ کرو طربدار۔۔۔!“ دفعہ طربدار زور سے ہنس پڑا اور بولا۔ ”ہاں اب صرف پیٹ ہی کی فکر رہتے گی۔۔۔ لیکن فکر کیسی۔۔۔ اب کوئی آدمی مجھے گھاس کھاتے دیکھ کر قبیلے نہیں لگا سکے گا۔!“

”بالوں کے ساتھ عقل بھی بڑھی ہے تمہاری۔!“

”تم بتاؤ۔۔۔ کہ تم دونوں اس حال کو کیسے پہنچے۔!“

”ند بخار آیا۔۔۔ نہ اٹھن ہوئی۔۔۔ شہباز کو بیٹھایا سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اسے شادی کر لینی چاہئے۔۔۔ یہ نہیں کر رہا تھا اور میں مصر تھا کہ اچانک دونوں کے بال بڑھنے شروع ہو گئے۔!“

”کیا یہ سچ ہے سردار۔۔۔؟“ طربدار نے شہباز سے پوچھا۔

”صف شکن اگر جھوٹ بھی بول رہا ہو تو میں اسے سچ سمجھوں گا۔!“

”آہا۔۔۔ ایک خیال۔۔۔ بالکل نیا خیال۔۔۔!“ عمران اچھل پڑا۔

شہباز اور طربدار دونوں ہی اس طرف متوجہ ہو گئے۔۔۔ عمران طربدار کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”اچھی طرح یاد کر کے بتاؤ۔۔۔ جب تم وادی زمیر میں بیوشاں ہوئے تھے تو اس سے پہلے کسی عورت کے بارے میں تو نہیں سوچ رہے تھے۔!“

”کیوں نہیں سوچ رہا تھا۔۔۔ اسی عورت کے بارے میں سوچ رہا تھا جس کی تلاش تھی۔!“

”خدا کی پناہ۔۔۔ اب میں سمجھا۔۔۔!“

”کیا سمجھے۔۔۔؟“ شہباز سے گورتا ہوا بولا۔

”کچھ انکی ہوا چل رہی ہے آج کل کہ عورت کا خیال آتے ہی آدمی جانور بن جاتا ہے۔!“

”رب عظیم ہی جانے۔۔۔!“ طربدار نے کہا۔

”اب یہ ہو گا کہ لوگ جانور بن بن کر وادی زمیر کا رخ کرتے رہیں گے۔!“

شائد دو بجے تھے جب دو قد آور بن مانس شہباز کے اصلبل میں داخل ہوئے تھے گھوڑوں کے سوں پر گدی دار چرمی جراہیں چڑھائی گئی تھیں اور رات کے اندر ہرے میں وہ گھوڑوں سے سیر باہر نکلے تھے۔

طربدار اپنے اصلبل میں ان کا منتظر تھا۔ اندر ہرے میں شائد یہی سمجھا تھا کہ انہوں نے یہ مرگ کے لباس شبری پہن رکھے تھے لیکن پھر جیسے ہی وہ گھوڑوں پر سورا ہو کر کھلے آمان کے یہی تاروں کی چھاؤں میں آئے تھے۔ طربدار خوف زدہ سی آواز میں بولا تھا۔ ”بت۔۔۔ تم کون ہو؟“ ”صف شکن اور شہباز۔۔۔!“ عمران نے جواب دیا۔

”بت۔۔۔ تو۔۔۔ تم بھی۔۔۔!“

”ہاں۔۔۔ ہم بھی۔۔۔ تمہارے رابر ہی کھڑے ہو گئے ہیں۔!“

”یہ کیسے ہوا سردار۔۔۔؟“

”صف شکن سے پوچھو۔۔۔!“

”بس ہو گیا۔۔۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔۔۔!“ عمران بولا۔

بستی سے نکلتے ہی گھوڑوں کی رفتار تیز ہو گئی تھی۔ آدھے گھنٹے بعد انہوں نے گھوڑوں کے سوں سے چرخی خول بھی اتار دیئے تاکہ راستہ مزید تیز رفتاری سے طے کیا جاسکے بہر حال اجالا پھیلنے سے پہلے ہی وہ گلتر گک کے ناروں کے قریب پہنچ گئے تھے۔

شہباز نے اس مخصوص غار کی طرف ان کی رہنمائی کی جس کے کسی پوشیدہ راستے سے گزر کر وہ وادی زمیر میں داخل ہو سکتے تھے۔

”ہم کچھ دیر یہ نہیں آرام کریں گے۔۔۔!“ شہباز بولا۔

”اور ناشتہ بھی کریں گے، اگر کسی نے ہمیں۔۔۔ چائے بناتے اور روٹی سینکتے، کیلیا تو بہو شہباز نے ایک جگہ آگ کی جلانی تھی اور سفری تھیلوں سے ناشتے کا سامان نکالنے لگا تھا۔

طربدار خاموش تھا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے منہ میں زبان ہی نہ رکھتا ہو۔ کچھ دیر بعد عمران نے اسے چھیڑا تھا۔

”ہمیں بھی اب آدمی نہ سمجھو۔۔۔!“ بے تکلفی سے گفتگو کر سکتے ہو۔

”ای سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ کوئی مافوق القطرت ہستی نہیں ہے جوان واقعات کی ذمہ دار ہے۔ وہ شائد ہمیں ان گیارہ افراد میں سے سمجھ رہی ہے جو رہان میں مجرہ نہیں ہیں۔!“
”تمہاری یہ بات مانے کو دل نہیں چاہتا۔!“

”اچھی بات ہے آج رات تم اپنی کھال اتنا ردو۔۔۔ تھیلے سے اپنے کپڑت نکال کر پہنو اور چپ چاپ ڈیرے سے نکل جاؤ۔۔۔ پھر اگر بخار چڑھائے بغیر واپس آگئے تو تم سے متفق ہو جاؤں گا۔۔۔ تسلیم کرلوں گا کہ یہ کوئی آسمانی بلا ہے۔!“

”میں یہی کروں گا۔۔۔!“ شہباز غصیلے لمحے میں بولا۔

”پھر میں ایک برا ساستہ بنواؤں گا۔۔۔!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”اور زوزانہ نیچے سے اوپر نکل تھا اس اسارا شیو کر کے رکھ دیا کروں گا۔!“

شہباز کچھ نہ بولا۔ اس نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے تھے۔ غصہ ضبط کرنے کے سلسلے میں اس کی یہی کیفیت ہوتی تھی۔

وہ ڈیرے پر پہنچے تھے اور تیر کمان سے شکار کئے ہوئے خرگوشوں سے رات کی غذا تیار کرنے کا انتظام کرنے لگے تھے۔ شکار پر کار توں نہیں ضائع کرنا چاہتے تھے اس لئے تیر اور کمان ہی کے استعمال کی تھہری تھی۔

”کیوں نہ ہم اب مستقل طور پر یہیں رہ پویں۔۔۔!“ طردار بولا۔ ”بستیوں میں رہنے کے قابل تور ہے نہیں۔!“

”وہ عورت یہی چاہتی تھی طردار۔۔۔!“ عمران بولا۔
”میں نہیں سمجھا۔۔۔!“

”رہان کے گیارہ آدمی مجرہ نہیں ہو گئے تھے۔۔۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ ان پر کیا گزری۔۔۔ وہ عورت رہان کے سردار کی بیوی بن کر بڑے عابد کے پاس پہنچ گئی۔ اس طرح پورے شکرال کی توجہ مبذول ہو گئی۔۔۔ مقصد یہی تھا کہ انہیں مجردوں سے نکل آنے پر مجبور کیا جائے۔۔۔ اور وہ بالآخر پھر وادی زلمیر ہی کی طرف نکل بھاگیں۔۔۔ وادی زلمیر۔۔۔ اس لئے کہ غاروں میں چھپ کر انہیں بھوکا مرنا پڑتا اور خود روپھلوں کے درخت بھی بکثرت ہیں۔۔۔ یہاں وہ لوگوں کی نظر وہ سے چھپے بھی رہ سکتے ہیں۔ تم دیکھ لینا کہ وہ گیارہ حیوان نما آدمی بھی ایک دن

”تم ایسی فضول باتیں کیوں کر رہے ہو۔ صرف شکن۔۔۔!“ شہباز بولا۔
”خود جانور بن جانے کے بعد مجھے آدمیوں سے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے۔!“
شہباز الاد کو مشتعل کرنے لگا تھا۔ آگ کے گرد بیٹھے ہوئے یہ تینوں لاکھوں سال پہلے کے غاروں میں رہنے والے ”دوپایوں“ سے مختلف نہیں لگ رہے تھے۔
”ہم کیسے لگ رہے ہیں۔۔۔؟“ دفعاطر بدار بولا اور زور زور سے ہٹنے لگا۔
”ویکھو۔۔۔! باہر نکل آنے سے یہ فائدہ ہوا ہے۔۔۔ تم اپنی فطری خوش مزاجی کی طرف لوٹ آئے ہو۔!“ عمران نے کہا۔ ”جرے میں کس قدر چڑچڑے ہو گئے تھے۔!“
”صرف شکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں اپنے جانور ہو جانے پر ذرہ برابر بھی تشویش نہیں ہے۔!
”اپنے آدمی ہونے پر کب خوش تھا کہ جانور بن جانے پر تشویش ہو گی۔!
”واقعی تم عجیب ہو۔!
*)

وادی زلمیر میں پہنچ کر بھی وہ گھوڑوں کی پشت ہی پر رہے عمران ان دونوں کو نظر سے او جھل نہیں ہونے دیتا تھا اور ہر وقت چوکنار ہتا تھا۔

وہ اس جگہ بھی تھہرے تھے جہاں طردار بیوشاں ہوا تھا لیکن کوئی نیا واقعہ پیش نہ آیا۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے وہاں پہلے بھی کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

عمران چیخ چیخ کر ان ان دیکھے ہاتھوں کو لکار رہتا تھا جو آدمیوں کو جانور بنانے کے ذمہ دار تھے۔ لیکن اس کی لکار کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا تھا۔

وادی میں بھکتے ہوئے یہ تیراون تھا اور شہباز نے کہنا شروع کر دیا تھا کہ صرف شکن نعلیٰ پر ہے۔

”میں نعلیٰ پر نہیں ہوں۔۔۔!“ عمران بولا۔
”تو پھر۔۔۔ ہم بیوشاں کیوں نہیں ہوئے۔۔۔!“

”اگر ہم آدمی ہوتے تو ہمیں بیوشاں کرنے کی کوشش ضرور کی گئی ہوتی۔!
”یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ ہم دونوں تو آدمی ہی ہیں۔۔۔!“ شہباز آہستہ سے بولا۔ طردار سے کسی قدر دور تھا۔

ادھر ہی آئیں گے۔!

"تمہاری بات دل کو لگتی ہے....!" طربدار بولا۔

"میرے دل کو نہیں لگتی....!" شہباز بھاکر بولا۔

"تمہاری مرضی....!"

رات کو سونے سے قبل عمران شہباز کو الگ لے جا کر بولا تھا۔ "سنودہ حماقت نہ کر میٹھنا جو تمہارے دل میں ہے اگر تم آزمائش کے لئے انسانیت کے جامے میں بیباں سے نکل بھاگے تو جانور ہی بن کر واپس آؤ گے۔"

"اچھا.... اچھا....!" شہباز بیزاری سے بولا۔

لیکن وہ اپنے وعدے پر قائم نہیں رہا تھا۔ لینے کے تھوڑی دیر بعد سوتا بن گیا۔ طربدار اور عمران کچھ دیر تک باتیں کرتے رہے تھے۔ پھر آہستہ آہستہ ان کی آنکھیں بند ہونے لگی تھیں اور شہباز یہ اطمینان کر لینے کے بعد کہ وہ سو گئے ہیں دھیرے دھیرے رینگتا ہوا ان سے دور چلا کیا تھا۔ اسی طرح وہ اس جگہ تک جا پہنچا تھا جہاں گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ اپنے ذاتی سامان کا تھیا سر شام ہی دہان چھپا دیا تھا گھوڑے کے سموں پر چڑی خول چڑھاتے پاشت پر زین آئیں اور اگام پکڑے ہوئے در تک بیدل ہی گھوڑے کو لے گیا۔

آدھے گھنٹے تک یونہی اندازے سے کئی راستے پر چلتا رہا تھا۔ پھر ایک جگہ رک نہ اس سے لے با لوں والی سیاہ کھال اتاری تھی اور تھیلے سے لباس نکال کر پہنچنے لگا تھا۔ شاید پہلے نہ اس جگہ کا تعین کر چکا تھا جہاں اسے رات کا باقی حصہ گزارنا تھا۔ جلد ہی دہان پکنچ کر اس نے گھوڑا ایک طرف باندھ دیا اور زین کے نیچے سے کبل نکال کر زین دوبارہ کس دی۔ شائد گھوڑے و نیس نہ رکنا چاہتا تھا۔ کمبل زین پر ڈال کر تھیا سر کے نیچے رکھا اور بے فکری سے سوکیا۔

پھر اس وقت بیدار ہوا تھا جب سورج کی کرنیں چھرے پر پڑیں تھیں۔ جنگل پر ندوں کے شور سے گونج رہا تھا وہ اٹھ بیٹھا ایک بار وہ اس آسمانی بلاسے خائف ہو کر بھاگ چکا تھا۔ اسے شرمندگی تھی اور شائد اسی شرمندگی کو مٹانے کے لیے وہ اس کے خلاف سینہ پر ہو گیا تھا۔ پھر وہ شکراں ہی کیسا جو اپنی ضد کے آگے کی اور بات کو ٹھہرنے دے..... عمران نے اس حرکت سے باز رکھنا چاہا تھا۔

اس نے جلدی جلدی ضروریات سے فراغت حاصل کی تھی اور دہان سے روانہ ہو گیا تھا۔
گویا اس بلا کاشکار ہونے کی تھی بڑی تھی۔ ہر خوبیواید بو پر اس طرح تاک سکوڑ نے لگتا چیسے وہ ذرا یہی دیر میں طربدار کی بیان کردہ میٹھی میٹھی سی بول گئے لگے گی۔

پورا دن گزر گیا لیکن وہ کسی غیر معمولی حادثے کا شکار نہ ہوا۔ شام کو پھر اس نے شب بسری کے لئے ایک جگہ کا انتخاب کیا تھا اور گھوڑے سے اتر پڑا تھا۔

تھیلے سے کچھ نکالتے وقت اس کھال پر نظر پڑی جو اس نے پچھلے دن تک اپنے جسم پر منڈھ رکھی تھی اس کے ہونٹ نفرت سے سکن گئے۔ اس کی دانست میں وہ بزرگانہ حرکت تھی..... اسے صف شکن کے کہنے میں نہیں آنا چاہئے تھا۔ وہ سوچتا رہا اور پھر وہ اس کھال سے پچھا چھڑا لینے پر تل گیا جلدی جلدی ایک گڑھا کھوڈ کر اسے اس میں دفن کر دیا۔

سورج بھی غروب نہیں ہوا تھا۔ اتنا جالا تھا کہ وہ دور تک دیکھ سکتا۔ جگہ بھی ایسی منتخب کی تھی جہاں جنگل زیادہ گھنٹا نہیں تھا اور وہ چاروں طرف نظر رکھ سکتا تھا۔

اس نے لکڑیاں اکٹھا کیں اور آگ جلانے لگا۔ شدت سے چائے کی خواہش محسوس کر رہا تھا۔ لیکن پانی...! بو تل کا پانی تو کبھی کا ختم ہو چکا تھا۔ وادی زلمیر میں پانی کی کی نہیں تھی جگہ جگہ چشوں کا پانی پتلی تلیوں میں بہتا پھر تا تھا۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا اور ادھر پانی کا تاش کرنے لگا۔

اندھیرا پھنسنے سے پہلے ہی اتنا پانی حاصل کر لینا چاہتا تھا کہ صبح تک کام چل سکتا۔!
وہ دھلان میں اترتا چلا گیا.... ساری وادی بیسرا لینے والے پرندوں کے شور سے گونج رہی تھی اور ڈوبتے ہوئے سورج کی نارنجی شعاعیں اونچے اونچے پھر دنخوں کی چونیوں کو چھوڑ رہی تھیں۔ ایک جگہ پانی کی علامت نظر آئی.... یہ ہریالی کی ایک لمبی سی لکیر تھی پانی کی نالی کے کناروں کی روئیدگی۔

تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا اسی جانب بڑھا جا رہا تھا۔ دفتار کی چیز سے پیر الجھا تھا اور وہ گر پڑا تھا۔ الجھادے سے بیرون کالئے کی کوشش کی تھی لیکن دوسرا ایک بھی جنبش نہ کر کا۔۔۔ ایسا معلوم ہوتا تھا چیزے باریک باریک تاروں کے کسی ڈھیر نے بیروں کو جکڑ لیا ہوا اور پھر تو ایسا معلوم ہوتا تھا چیزے چاروں طرف سے باریک باریک ریشے اس پر ثبوت پڑے ہوں۔ کہیاں تیک کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کر سکا۔ نہ جانے وہ لمبے ریشے کہاں سے نازل ہو

رہے تھے اور اس کے گرد اس طرح لپٹے جا رہے تھے جیسے اس کے پورے وجود پر اپنا بنا لیا ہوا خول پڑھادینا چاہتے ہوں اور اب تودم گھنٹے لگا تھا پھر آہستہ اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔



دوپہر تک وہ شہباز کا انتظار کرتے رہے تھے پھر عمران کے مشورے پر طربدار اس کی تلاش میں نکلنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔

”میرا خیال ہے وہیں سے ابتدائی کی جائے جہاں تم جانور بننے تھے۔“ عمران نے کہا ”وہاں تو ہم پہلے ہی جا پکے ہیں۔“

”تم سمجھتے نہیں... شہباز کو اس پر یقین نہیں تھا کہ وہ کسی آدمی کی حرکت تھی۔ وہ اس آسمانی ہی بلا سمجھنے پر مصر تھا۔ لہذا وہاں پھر گیا ہو گا... لیکن اسے مایوس ہو گی۔“

”میں نہیں سمجھا...!“

”اگر وہ آسمانی ہی بلا بھی ہے تو صرف آدمیوں کا پیچھا کرتی ہے جانوروں کا نہیں...!“

”یہ بات تو سمجھ میں آنے والی ہے... اب ہم اس کی تلاش میں ہیں لیکن وہ نہیں ملتی۔“

”نہیں ملے گی... کیونکہ ہم جانور بننے پکے ہیں...!“

”وہ دیوانہ ہے اپنی بات کے آگے کسی کی نہیں چلنے دیتا۔!“

عمران کچھ نہ بولا۔ ان کے گھوڑے ایک بار پھر گھٹے جنگل میں گھس پڑے تھے۔

”ہم کسی عذاب میں بمتلا ہو گئے ہیں...!“ طربدار ٹھنڈی سائنس لے کر بولا۔

”مزہ تو توب آئے گا جب ان بالوں میں جو میں پڑیں گی۔!“

طربدار کے بالوں میں جو میں پڑتیں یا نہ پڑتیں لیکن جب خشک چڑیے کے اندر جسم میں کھلبی اٹھتی تھی تو ناقچ کرہ جاتا تھا۔ اس پھٹا ھاتا تو پورے درخت کے تنے سے رگڑ کر رکھ دیا جائے خدشہ تھا کہ ہبڑوپ اتر جائے گا۔

شہباز کی تلاش جاری رہی۔... پھر دن ڈوبنے لگا تھا اور انہوں نے رات برس کرنے کے ایک مناسب سی جگہ تلاش کر لی تھی۔ یہ ایک مسطح اور صاف سترہ چنان تھی جس کے گرد گھا

دار درخت بھی تھے اور قریب ہی پانی بھی موجود تھا۔

وہندہ کا پھیلنے لگا تھا... دفعٹا طربدار آہستہ سے بولا۔ ”یہاں کوئی اور بھی ہے۔!“

”کہاں...؟“ عمران چوک کپڑا۔

”پہاڑیں... لیکن... مجھے محوس ہوتا ہے۔!“

”پروادہ مت کرو... اگر ہمارا ہی جیسا ہو گا تو ادھر ضرور آئے گا... اور اگر آدمی ہوا تو ہم کے چھپ کر دور ہی سے بندوق داغ دے گا۔!“

”اور میں پروادہ کروں...!“ طربدار حیرت سے بولا۔

”روزانہ اوپر سے نیچے شیو کرنے کی نسبت مر جانا زیادہ آسان معلوم ہوتا ہے...!“ عمران نے کہا اور لچکنا قصر کشا شروع کر دیا۔

”یہ... یہ... تم کیا کر رہے ہو...؟“ طربدار نے حیرت سے کہا۔
”ورزش...!“ عمران بولا۔ حالانکہ یہ خشک کھال کے نیچے کھلبی اٹھنے کی بنا پر ہورہا تھا۔ وہ اس کی طرف سے ذہن ہٹا لینے کے لئے زور زور سے گانے لگا تھا۔

”کوئی نہیں ہمارا... پھرتے ہیں بے سہارا... سن لے خدارا... لوئی ہو یا کارا...!“

”ہائیں... ہائیں... یہ کون کی زبان ہے...؟“ طربدار بولا۔

”کھلبی کی...!“

طربدار نے زور سے قہقہہ لگایا اور بولا۔ ”ادھر آؤ... میں کھجاؤں۔!“

”نہیں... میرے بال الجھ جائیں گے۔!“

”شائد جو میں پڑ گئی ہیں... مجھ سے دور ہی رہنا...!“ طربدار نے کہا اور پھر ہنس پڑا۔

عمران تھوڑی دیر تک اچھلاتا کوڈتا اور زمین پر لوٹیں لگا تارہا تھا پھر بن مانسوں کی سی آواز اس کے حلقوں سے نکلنے لگی تھی۔ طربدار ہنستا رہا۔

”کمال ہے... بھائی صرف شکن... کوئی نہیں کہہ سکتا کہ تم بن مانس نہیں ہو۔!“

”کہہ کر تو دیکھیے کوئی...!“

ٹھیک اسی وقت دونوں ہی خاموش ہو گئے تھے انہوں نے کسی کا قہقہہ ناٹھا آواز قدرے دور کی تھی۔

اگر صرف عمران ہی خاموش ہوا ہوتا تو سماحت کا وابہ سمجھ کر نظر انداز نہ دینا لیکن اسے طربدار کی آنکھوں میں بھی چونکے پن کا تاثر نظر آیا تھا۔

قہقهہ پھر سنائی دیا اور یہ یقیناً کسی عورت ہی کی آواز ہو سکتی تھی دونوں ہی تیزی سے چار
کے سرے کی طرف لپکے تھے... کوئی نہ دکھائی دیا۔

”عورت....!“ طربدار آہستہ سے بولا۔

”چھپ جاؤ... کہیں ہمیں دیکھ کر چینیں نہ مانے لگے...!“ عمران نے کہا۔

لیکن دوسرے ہی لمحے میں انہوں نے سامنے والے درختوں کے جھنڈ سے اپنے ہی جیسے
جانور برآمد ہوتے دیکھے... ابھی اتنا اجالا تو تھا ہی کہ ان کی رنگت بھی دکھائی دے جاتی... ان
میں سے ایک جانور سنہرے بالوں والا تھا اور دوسرا سفید بالوں والا۔

”صف شکن...! کہیں وہ ہمارے گھوڑے نہ چالے جائیں...!“ طربدار مضطربانہ انداز
میں بولا۔ ٹھیک اسی وقت گھوڑے بہت زور سے ہنہنائے تھے اور انہوں نے تیزی سے اس نشیب
میں اترنا شروع کر دیا تھا جس کے اختتام پر گھوڑے باندھ آئے تھے۔

ادھر وہ دونوں سنہرے اور سفید جانور بھی گھوڑوں کی آواز پر متوجہ ہو کر ادھر ہی چل پڑے
تھے اور پھر جیسے ہی ان کی نظریں ان دونوں کا لے جانوروں پر پڑی تھیں پہلے تو ٹھنکتے تھے پھر خوف
زدہ انداز میں چیخنے لگے تھے... چیخنے نہیں لگے تھے بلکہ چیخنے لگی تھیں... کیونکہ آواز سے دونوں
مادائیں لگتی تھیں۔

عمران زور دار قہقهہ لگا کر طربدار سے بولا۔ ”لے میرے یاد... اب نبی ہے بات...!“
ادھر ایک نے دوسری سے انگلش میں کہا۔ ”ڈرو نہیں ڈرو نہیں یہ بھی ہماری ہی طرح آدمی
معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن ضروری نہیں کہ ہم ان کی زبان سمجھ سکیں۔ یہ انہی کے گھوڑے معلوم
ہوتے ہیں۔!“

”تم ٹھیک سمجھی مختتم...!“ عمران بولا۔ یہ ہمارے ہی گھوڑے ہیں... لیکن ہم تمہیں
آدمی کدھر سے لگ رہے ہیں۔!

”واہ... دا...!“ سنہری مادہ پر سرست لمحے میں چیخی۔ یہ ہماری زبان بول اور سمجھ سکتا ہے۔“

”خدا کا شکر ہے...!“ سفید مادہ نے کہا۔

”تم اس جنگل کی نہیں معلوم ہوتیں...!“ عمران بولا۔

”اب تو شائد اسی جنگل میں رہنا ہے...!“ سنہری مادہ نے کہا۔

”تمہارے نر کہاں ہیں...?“

”ہم پندرہ دن سے یہاں بھک رہے ہیں... یہ نہیں جانتے کہ یہاں تک کیسے پہنچے۔!
سفید مادہ بولی۔“

”تمہیں ہمارے علاوہ اور کوئی کالا جانور تو نہیں ملا۔!“

”نہیں... پندرہ دن بعد تھی ملے ہو...!“ سنہری مادہ نے کہا۔

”دوسرا کچھ نہیں بول رہا۔!“ سفید مادہ بولی۔

”وہ صرف اپنی ہی زبان بول اور سمجھ سکتا ہے... میں انگلش فرنچ، جرمک اور اطالوی وغیرہ
کی زبانیں بول سکتا ہوں۔!“

”یہ تو بڑی اچھی بات ہے... تمہارے پاس کھانے کو بھی کچھ ہے یا نہیں ہمارا گزر صرف
بدمزہ بچلوں پر ہو رہا ہے۔!“

”خنک گوشت اپال کر کھلا سکتے ہیں... چائے بھی پلا دیں گے۔!“

”ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے...!“ سنہری مادہ نے کہا۔

”آؤ... ہمارے ساتھ...!“ عمران چڑھائی کی طرف مرتا ہوا بولات۔ لیکن طربدار اس سے
پہلے ہی بندروں کی طرح چھلا گئیں لگاتا ہوا چڑھائی پر دوڑتا چلا گیا تھا۔

”اسے کیا ہوا...?“ سنہری مادہ بولی۔

”ماداں سے بھر کرتا ہے...! ابھی اس کا جوڑ نہیں ملا۔!“

”تم اس طرح کوں کہہ رہے ہو... کیا ہم تھیج جانور ہیں...!“ سفید مادہ بولی۔

”پھر کیا ہے...?“

”ایک ماہ پہلے تو میں جانور نہیں تھی۔!“

”میں بھی نہیں تھی...!“

”تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آرہی ہیں...!“ عمران بولا۔

”تم کس طرح بننے تھے جانور...?“ سنہری مادہ نے پوچھا۔

”بھروسہ کیا پہلا ایتم بم پھینکنے کے بعد...!“

”مجھ پر طنزہ کرو! میں امریکن نہیں انگریز ہوں... میں نہیں جانتی کہ میں کس طرح اس

حال کو پہنچی تھی!“

”یہاں کس طرح پہنچیں....؟“

”یہ بھی نہیں جانتی.... لکھا شائز کے ایک ہسپتال میں نرس تھی.... بس اتنا یاد ہے۔ ایک رات اپنے کمرے میں سوئی تھی.... پھر کچھ بھی یاد نہیں آتا!“

”اور تم....؟“ عمران نے سفید ماڈہ کی طرف ہاتھ اٹھا کر پوچھا۔

”لندن کی ایک فرم میں تائپسٹ تھی.... اتنا یاد ہے کہ ایک رات کری پر بیٹھے بیٹھے ہو گئی تھی اس کے بعد کچھ بھی یاد نہیں آتا!“

وہ چنان پہنچ گئے تھے.... طربدار آگ جلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ انہیں دیکھ کر الماحا دوسری جانب کے نشیب میں اتر گیا۔

”ٹھہرو.... سنو.... کہاں بھاگے جارہے ہو....؟“ عمران زور سے بولا۔

”تم بھی آؤ.... الگ بات کروں گا.... ان کیتوں کو وہیں چھوڑ دو!“

”کیاں نہیں.... بندریاں ہیں....؟“ عمران نے کہا اور ماداؤں سے بولا ”تم اوگ آگ جلانے کی کوشش کرو میں ابھی آیے!“

پھر وہ بھی نشیب میں اتر گیا۔ تھوڑی ہی دور چلنے کے بعد طربدار اسے منتظر ملا تھا۔

”تم کچھ محسوس کر رہے ہو....؟“ طربدار نے کپاپاتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”کیا محسوس کر رہا ہوں....؟“ عمران نے حیرت سے سوال کیا۔

”ان عورتوں سے سمجھ سی خوبصورت رہی ہے.... میں پاگل ہوا جا رہا ہوں!“

”کیا مطلب....؟“

”مجھے ان سے دور ہی رہنا چاہئے!“

”تم کیا بکواس کر رہے ہو.... مجھے تو ان میں ذرا سی بھی خوبصورت نہیں ہوتی!“

”اوہ.... صرف ٹنکیں.... ہوا کار خدا ہر ہی ہے.... وہ خوبصورتیاں تک پہنچ رہی ہے!“

”تو خوبصورتیں پاگل کر دیتی ہے!“

”ہر خوبصورت نہیں.... صرف یہ خوبصورت... تم سمجھتے کیوں نہیں....؟“

”اچھا.... اچھا.... میں سمجھ گیا.... تو پھر پاگل ہو جانے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم تو آتا۔“

رہے نہیں کہ ہمیں اخلاقی ضابطوں کا پاس ہو گا جو تھی جاہے کرو!“

”میں شکرالی ہوں اور تم جانتے ہو کہ ہم غیر قوموں میں اپنی نسل کی داغ بیل نہیں ڈالتے!“

عمران نے قہقہہ لگایا اور بولا۔ ”اب تم صرف جانور ہو.... کوئی بھی شکرالی جسمیں اپنی میٹی نہیں دے گا.... چلو.... واپس چلو....!“

”تم نے کس کو پسند کیا ہے....؟“

”کھجولی کو....!“ عمران اچھل کر بولا اور پھر نیچے گر کر لوٹیں لگانے لگا۔ کسی کتے کے پلے کی طرح نیاوس ٹیاؤں کے جا رہا تھا۔.... پورے جسم میں بہت زور کی کھجولی اٹھی تھی۔

طربدار زردوں سی بھی کے ساتھ پہنچے ہٹ گیا۔

”سو صاف شکن....!“ اس نے کہا۔ ”تم بھی ان میں سے کسی کو پسند کرلو.... تمہاری جو میں نکال دیا کرے گی!“

عمران کچھ دیر تک لوٹیں لگاتا رہا پھر اٹھتا ہوا بولا۔ ”چلو.... ان سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے.... یہ ہمارے ہی لئے بھیجنی گئی ہیں!“

”کیا کہہ رہے ہو.... کس نے بھیجنی ہیں....؟“

”مقدار نے.... فی الحال اتنا ہی کافی ہے!“

”میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا....!“

”کچھ سمجھنے کی ضرورت ہی نہیں.... تم کیسے جانور ہو....!“

”میں چل رہا ہوں.... لیکن مجھے پھر الزام نہ دینا....!“

”جانوروں کو الزام کے معنی تک نہیں معلوم....!“

وہ اسے اپر کھٹک لے گیا تھا.... دونوں آگ بھڑکا پچھی تھیں۔

”کہاں ہے خلک گوشت.... کس طرح بالو گے....!“ سنہری ماڈہ بولی۔

”اپنی بتاتا ہوں....!“ عمران نے کہا اور طربدار سے بولا۔ ”گھوڑوں سے تھیلے اتار لاؤ!“

”چپ چاپ دوسری طرف اتر گیا تھا۔

عمران نے دونوں کو مغایط کر کے کہا۔ ”میرے جانور بنتے کی داستان سمجھ ہے۔ یہاں وادی کے ایک حصے میں شکار کھیل رہا تھا۔.... اچانک میٹھی میٹھی بوئی محسوس کی اور پھر جب بیوشاں ہونے

”میں کیا جانوں....! جو اپنی اتا کے لئے ایتم بم بنا سکتا ہے وہ تفریح کے لئے آدمی کو جانور بھی بنا سکتا ہے۔!

”میری کچھ میں نہیں آتا....!

”تم بھی ابلا ہوا گوشت کھاؤ.... اور سب کچھ بھول جاؤ.... جب تک میرے پاس کارتوں موجود ہیں تمہیں کھلاتا رہوں گا گوشت....!

کمل تار کی چھائی تھی.... لیکن خشک لکڑیوں میں بھڑکنے والی آگ سے اتنی روشنی پھیل رہی تھی کہ وہ ایک دسرے کو بخوبی دیکھ سکتے۔

”پتا نہیں شہباز کہاں اور کس حال میں ہو....؟“ طریقہ بولا۔

”کیا کہہ رہا ہے....؟“ سنہری ماہ نے عمران کی طرف جھک کر آہستہ سے پوچھا ”پادری کی تلاش میں جا رہا ہے۔!

”پادری کی تلاش میں جا رہا ہے۔!

”تم دونوں ہی الحق معلوم ہوتے ہو۔ کیا میں غلط کہہ رہی ہوں سلویا....؟“ اس نے سفید ماہ کو خاطر کیا۔

”تم اس کے لئے جو کچھ محسوس کر رہی ہو آخر میں اس کے لئے کیوں نہیں محسوس کر رہی۔!“ سفید ماہ نے عمران کی طرف ہاتھ کر کہا۔

”مجھ پر دیوں کا سایہ ہے۔!“ عمران نے درویشانہ شان سے کہا۔

”میں جو کچھ بھی محسوس کر رہی ہوں اسی کے لئے محسوس کر رہی ہوں....!“ سفید ماہ نے طریقہ کی طرف اشارہ کیا۔

”تمہیں ایمانہ کہنا چاہئے سلویا....!“ سنہری ماہ بر امان کر بولی۔

”تم اس کے لئے میرے جذبے سے واقف ہو....!

”میں نے تو یہ نہیں ایک بات کی تھی۔!

”اویٹا.... اب دونوں کو سنبھالو....!“ عمران نے طریقہ سے کہا۔

”کیا ہوا....؟“

”دونوں کو تمہارے ہی جسم سے عجیب سی خوشبو پھوٹتی محسوس ہو رہی ہے۔!

گا تو خیال آیا کہ وہ سنتھیلک گیس ہی کی بوہو سکتی ہے نہر حال بیہو ش تو ہونا ہی پڑا تھا۔ ہوش آیا تو

بہت ہی تیز قسم کا بخار محسوس ہوا.... سارا دن بخار میں تپتا رہا پھر اچانک جسم میں اٹھن شروع ہوئی.... آہستہ آہستہ پورا جسم بالوں سے ڈھک گیا میرادا بنا بازو نبڑی طرح دکھ رہا تھا۔ میرے اندازے کے مطابق شام کی حالت میں کوئی چیز میرے بازو میں اٹھکت کی گئی تھی۔!

”تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ یہ اسی انگکشن کا اثر ہے۔!“ سفید ماہ بولی۔

”پھر اور کیا کہوں....؟“

اتنے میں طریقہ داپس آگیا.... سنہری ماہ اسے بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔ جھپٹ کر انھی اور اسکے ہاتھ سے تھیلے لینے لگی۔ طریقہ نے تھیلے زمین پر ڈالے اور اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ وہ نہ پڑی اور عمران سے بولی۔ ”کیا یہ مجھے کٹکھنی سمجھتا ہے۔!

”شریف جانور ہے....!

”مجھے پسند ہے!“ سنہری ماہ نے کہا۔ ”میں اس کے لئے عجیب ساجدہ محسوس کر رہی ہوں۔!

”کئے جاؤ.... میرے باپ کا کیا جاتا ہے۔!

”میں نے اس شدت سے کبھی....!

”بکواس کی ضرورت نہیں.... خاموشی سے بیٹھو.... ورنہ وہ بھڑک کر بھاگ جائے گا۔!

”اے کیا ہو گیا ہے....!

”میری ہی طرح وہ بھی رومن کیتھوک ہے پادری کے بغیر کام نہیں چلے گا۔!

سنہری ماہ نہ پڑی اور بولی۔ ”مختے جانور ہو.... جس پادری کے پاس جائیں گے اس نے اس کو بھگا دے گا یا چیزیاں کھر کے نیچر کو فون کر دے گا۔!

”اس لئے چپ چاپ ابلا ہوا گوشت کھاؤ اور خدا کا شکر ادا کرو جس نے ہمیں آدمی بنائی کیا تھا۔!

”کیا یہ کوئی نئی قسم کی بیماری ہے....!“ سفید ماہ نے پوچھا۔

”تمہیں بیماری ہی لاحق ہوئی ہوگی.... لیکن اپنے سلسلے میں کسی آدمی ہی کی حرکت ہوں....!

”آخر کیوں....؟“

فری تھنکر بنا دیا ہے.... لہذا پادری کی ضرورت نہیں رہی۔!
 ”ہم میں سے کسے پسند کرتا ہے....!“
 ”دونوں کو....!“
 ”یہ کیا بات ہوئی....؟“
 ”پوچھ کر بتاتا ہوں....!“ عمران نے کہا اور طربدار سے بولا۔ ”شہری مادہ کا خیال ہے کہ وہ تم سے بناہ کر لے گی۔!“
 ”اس سے کہہ دو کہ میں بھی اسے پسند کرتا ہوں۔!“
 ”لیکن میں ترجمانی کے فرائض زیادہ دیر تک انعام نہیں دے سکوں گا۔!“
 ”انتا تو کہہ دو....!“
 ”کہہ دون گا.... بر تن کا دھیان بھی رکھنا کہیں گوشت ضائع نہ ہو جائے۔!“



دوسری صبح عمران کی آنکھ کھلی تو تھا تھا.... نہ دونوں مادائیں دکھائی دیں اور نہ طربدار.... صرف عمران تی کا سامان وہاں موجود تھا.... طربدار کا سامان غائب تھا۔
 عمران نے اٹھ کر اس نشیب میں دوڑ گاہی.... جدھر گھوڑے باندھے تھے۔ طربدار کا گھوڑا بھی غائب تھا۔
 اس نے اطمینان کا سانس لیا.... اس کا گھوڑا موجود تھا.... اور تھوڑے ہی فاصلے پر سفید مادہ پڑی سورتی تھی۔
 ”کیا چکر ہے....؟“ وہ آہستہ سے بڑی بڑی اور اسے آوازیں دینے لگا۔
 ”سلویا۔۔۔ سلویا۔۔۔!“

لیکن وہ بیدار نہ ہوئی.... قریب پہنچ کر جھنجھوڑا بھی.... لیکن لا حاصل وہ بیہوش معلوم ہوتی تھی۔ البتہ سانس معمول کے مطابق چل رہی تھی وہ خاموش کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ پھر شامک پانچ منٹ کے بعد سفید مادہ کے جسم میں حرکت ہوئی تھی۔
 عمران نے پھر آوازیں دیں اور وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھی۔
 ”ایک گھوڑا کھا گئیں تم بالآخر....!“ عمران اسے گھوڑتا ہوا بولا۔

”اور تم....؟“
 ”کھلبی....!“ عمران اچھل پڑا اور پھر پہلے ہی کی طرح لوٹیں گانے لگا۔
 دونوں مادائیں بوکھلا کر کھڑی ہو گئیں۔
 ”کیا ہوا....؟“ انہوں نے بہ یک زبان پوچھا تھا۔
 ”پچھے نہیں.... لوٹیں لگا رہا ہوں۔ آدمی تو ہوں نہیں کہ کمپنی میں شاہنگلی سے بیٹھوں۔!“
 ”ہمیں تو لوٹیں گانے کی خواہش نہیں ہوتی۔!“
 ”اُبھی جو کیس نہیں پڑیں تمہارے بالوں میں....!“
 ”ارے تو کیا جو کیس میں بھی پڑ جاتی ہیں....؟“
 ”شیپو سے نہاوگی نہیں اور کنگھی نہیں کروگی تو ضرور پڑیں گی۔!“
 ”خدایا ہم کیا کریں....!“
 عمران کچھ نہ بولا۔ کھلبی کم ہوئی تو پھر اٹھ بیٹھا۔
 طربدار نے خشک گوشت کے ٹکڑے برتن میں ڈال دیئے تھے اور اسے آگ پر رکھتا ہوا عمران سے بولا۔ ”کیا یہ میرے بارے میں پچھے کہہ رہی ہیں۔!“
 ”بالکل.... مجھے تو کاٹھ کا الو سمجھتی ہیں۔!“
 ”بھائی صرف شکن! ہیں تو مادائیں ہی اور سنواب نہ میں آدمی ہوں اور نہ یہ غور تھیں۔!“
 ”یہ کیا بات ہوئی....؟“
 ”تمہاری بات میری سمجھ میں آگئی.... ضابطہ اخلاق تو آدمیوں کے لئے ہوتا ہے۔!“
 ”تم بھی ابلا ہوا گوشت کھاؤ اور خدا کا شکر ادا کرو.... جس نے تمہیں جانور بنت کا موقع عطا کر دیا۔“
 ”تم پچھے بھی کہو.... میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔!“
 ”موت کی طرح اٹل فیصلہ....!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”جانوروں کی غاندلا مخصوصہ بندی ممکن نہیں۔!“
 ”کیا یہ میرے متعلق پچھے کہہ رہا ہے....؟“ ”شہری مادہ نے پوچھا۔
 ”ہاں اب یہ میری طرح رومن کی تھوک نہیں رہا.... بالوں کی غیر فطری پیداوار نے ا

”اوہ.... وہ.... کیتا.... اسے اڑا لے گئی !“

”کیتا....؟ کیا بک رہی ہو....!“

”مارتا....! سنہرے بالوں والی.... تمہارے ساتھی کو اڑا لے گئی۔ میں نے دونوں کوار
حرکت سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔ مارتا سے جھگڑتی ہوئی یہاں تک آئی تھی آخر کار مارتہ
نے جلا کر میرے سر پر ڈنڈا اور میں بیہوش ہو گئی !“

”تم نے مجھے کیوں نہیں جگایا تھا....!“

”بس غلطی ہو گئی....!“

”تم جھوٹ بول رہی ہو وہائی.... تم دونوں نے مل کر اسے اڑا لے جانا چاہا تھا.... لیکن
مارتا تم سے پیچا چھڑانا چاہتی اور بلا آخر وہ تمہیں جلد دے گئی !“

”جو چاہو سمجھو.... مجھے کوئی لچکی نہیں۔!“

”اب میں تمہیں پہنیں تھا چھوڑ جاؤں گا۔!“

”تم ایسا نہیں کر سکتے۔!“

”مجھے کون روکے گا....!“

”میں روکوں گی.... تم مجھے کیا سمجھتے ہو....!“

”جادو گرنی.... تم ہماری اس مصیبت کی ذمہ دار ہو۔!“

”بس خاموش رہو.... میں لڑائی جھگڑا پسند نہیں کرتی۔!“

”چلو جاؤ رونے سے یہ فائدہ تو پہنچا.... بحثیت عورت خاصی چڑپتی رہی ہو گی۔!“

”مجھے بھوک لگ رہی ہے۔!“

”کس درخت کے پتے پسند کرو گی....!“ عمران چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

”خنک گوشت ہے تمہارے پاس....!“

”مجھے یعنیں نہیں کہ مارتا نے اسے تھیلے میں چھوڑا ہو۔!“

”کیا سب سامان لے گئی....؟“

”میں نے دیکھا نہیں....!“ عمران واپسی کے لئے مرتا ہوا بولا۔

لیکن اس کا خیال غلط نکلا تھا.... تھیلے سے کوئی چیز غائب نہیں ہوئی تھی۔

”تو پھر تمہارا ساتھی ہی بہت شریف معلوم ہوتا ہے۔!“ سفید ماڈہ بولی ”مارتا تو بہت ذلیل
ہے۔!“

”تو سر پر کیوں چڑھی آرہی ہو.... دور بہت کر بیٹھو....!“

”شام کے ساتھی یا نتھیں قوم سے تعلق رکھتے ہو.... عورتوں سے بات کرنے کا سیلیقہ
نہیں رکھتے۔!“

”میری جو میں بھی ترقی یافتہ نہیں ہیں.... سفید کمال انہیں بہت پسند آئے گی۔!“

”جج.... جو میں....!“ وہ کلائی اور پیچھے ہٹ گئی۔

ناشترے کے بعد وہاں سے روائی کی ٹھہری تھی اور سفید ماڈہ نے کہا تھا۔ ”میں تمہارے ساتھ
گھوڑے پر نہیں بیٹھوں گی۔!“

”ٹھیک ہے.... تم پیدل چلو.... ورنہ جو میں....!“

”تم مجھ پیدل چاؤ گے.... اور خود گھوڑے پر بیٹھو گے.... شرم نہیں آتی۔!“

”شرم کی کیا بات ہے۔!“

”میں عورت ہو کر پیدل چلوں....!“

”عورت پیدل ہی اچھی لگتی ہے.... گھوڑے کی چال کون دیکھتا ہے۔!“

”تو کیا میں اب بھی چلتی اچھی لگتی ہوں۔!“

”بہت زیادہ.... اسی لئے میں چاہتا ہوں کہ تم گھوڑے کے آگے چلو یا ایک آرٹ
گھوڑا ہے۔!“

”مجھے یوں قوف نہ بناو۔.... میں پیدل نہیں چلوں گی.... مجھے گھوڑے پر بٹھاؤ اور خود لگام پکڑ
کر پیدل چلو....!“

”اے میرا ساتھی لے گیا ہے اور تمہیں گھوڑے لے جائے گا۔!“

”اچھا تو دونوں پیدل چلیں....!“

”ٹھیک ہے....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”یہاں آدمی تو ہیں نہیں کہ گھوڑے کی موجودگی
میں پیدل چلنے دیکھ کر تحقیقہ لگائیں گے۔!“

کچھ دیر چلنے کے بعد سلویا بولی تھی ”کیا تم اپنے اس حال پر مطمئن ہو۔!“

”باکل.... اتنا زیادہ اطمینان پلے کبھی نصیب نہیں ہوا۔ بے اطمینان تو سو شل یوز شش برقرار رکھنے کے سلسلے میں پیدا ہوتی ہے!“

”تم ٹھیک کہتے ہو مجھے بھی آج کل گھری نیند آتی ہے۔!“ سلویا نے کہا۔

عمران کچھ نہ بولا۔.... کچھ دیر بعد سلویا چلتے چلتے رک گئی۔

”کیوں.... رک کیوں گئیں....!“ عمران نے پوچھا۔

”آخر ہم کہاں جا رہے ہیں....؟“ اس نے کہا۔

”مجھے اپنے ایک اور ساتھی کی تلاش ہے جو اس دوران میں پھر گیا تھا!“

”ہمارے ہی جیسا ہے....!“ سلویا نے سوال کیا۔

”ہاں.... میرے جیسا...!“

”انگریزی سمجھ سکتا ہے۔!“

”نہیں....!“

وہ کچھ اور کہتے رک گئی.... کہیں دور سے گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز آئی تھی۔ عمران بھی چونا ہو گیا تھا۔ ہنہنانہ بھر سنائی دی۔

اس بار عمران نے آواز کی سمت کا اندازہ لگایا تھا۔

”تم نہیں ٹھہر و....!“ اس نے کہا اور اچھل کر گھوڑے پر بیٹھنے والے احتاک وہ اس کی کمر تھام کر جھوٹ گئی۔

”یہ کیا کر رہی ہو....؟“

”تم مجھے تھا نہیں چھوڑ سکتے۔!“

”پیدل ہم اس کا تعاقب نہیں کر سکیں گے۔!“

”کس کا....؟“

”ہو سکتا ہے میرا وہی ساتھی ہو جسے مارتا لے جائی ہے۔!“

”دونوں جائیں جہنم میں....!“

”اچھا تم گھوڑے سمیت نہیں ٹھہر و.... میں پیدل ہی دوڑ لگاؤں گا۔!“

”یہ بھی نہیں ہو سکتا۔!“

”تب پھر میں تمہیں مارڈاں گا....!“

”اچھا میں تمہارے پیچے بیٹھ جاؤں گی گھوڑے پر....!“

”خو میں....!“

”وہ تو پڑنی ہی ہیں.... کب تک بچوں گی۔!“

”چلو جلدی کرو....!“

وہ گھوڑے پر سوار ہوئے.... سلویا نے پیچے سے عمران کی کر جذڑ کھی تھی۔

”اگر کوئی آدمی میں اس طرح دیکھ لے تو اس کا کیا ریمارک ہو گا۔!“ سلویا نے کہا۔

”گھوڑے پر دن رات مل رہے ہیں....!“

”نامعلوم گھوڑے کی ہنہناہت تھوڑی تھوڑی دیر بعد سنائی دیتی سمت کا لقین ہو ہی چکا تھا۔

عمران کا گھوڑا آگے بڑھتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ آواز سے بہت قریب ہو گئے اور انہیں ایک جگہ ایک گھوڑا

درخت کے تتنے سے بندھا ہوا نظر آیا۔

پھر دونوں گھوڑے بیک وقت ہنہناہت تھے۔

”اطمار شناسائی....!“ عمران بولا۔ ”یہ بلاشبہ میرے دوسرے گشندہ ساتھی کا گھوڑا ہے۔!“

وہ اتر پڑی.... عمران شہباز کو آوازیں دینے لگا۔

”چلے جاؤ....!“ قریب کی جھاڑیوں سے غراہت سنائی دی۔

”میں سمجھ رہا ہوں....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ اس نے شہباز کی آواز پہچان لی تھی۔

”میں کہتا ہوں.... چلے جاؤ....!“

”شر مند ہونے کی ضرورت نہیں....!“ تم خیریت سے تو ہونا....!

اس بار شہباز نے جواباً کچھ نہیں کہا تھا۔ سلویا عمران کے قریب آکھڑی ہوئی اور آہستہ سے

بول۔ ”میں ویسی ہی خوشبو محسوس کر رہی ہوں۔!“

”ہوں....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”جب تمہیں خوش ہونا چاہئے۔!“

”یہ کہاں سے بول رہا ہے....؟“

”سامنے والی جھاڑیوں سے....!“

”یہ کون ہے....؟“ دفتار پر شہباز کی غراہت سنائی دی۔

”بھی تو نہیں کہہ رہا.... لیکن کہے گا ضرور.... تم مطمئن رہو....!“
 ”آخر تمہارے پاس سے خوشبو کیوں نہیں آتی....؟“
 ”کار بولک صابن کھاتا ہوں....!“
 ”یہ.... یہ.... تو کوئی فرگن معلوم ہوتی ہے!“ شہباز نے کہا۔
 ”اب تم خود سوچو.... کہ اس وادی میں کسی فرگن کا کیا کام.... یہ سمندر پار کے ایک ملک
 میں رہتی تھی.... ایک رات اپنے گھر میں سوئی.... آنکھ کھلی تو یہاں تھی اور سفید بن مانس کی
 بادوں بن چکی تھی!“
 ”میری سمجھ میں نہیں آتا....؟“
 ”کیا تم اس کے لئے کچھ محسوس کر رہے ہو....؟“
 ”ہاں.... کچھ ہے تو.... یہ خوشبو شاہد اسی کے جسم سے پھوٹ رہی ہے!“
 ”طربدار نے بھی یہی کہا تھا.... اور سنہری مادہ کو لے بھاگا!“
 ”کیا تم یہ خوشبو محسوس نہیں کر رہے!“
 ”ہرگز نہیں میں نے بڑے بالوں والے بکرے کی کھال پین رکھی ہے اور ابھی تک کسی
 بکری سے ملاقات نہیں ہوئی!“
 ”اس سے پوچھو.... کیا یہ میرے ساتھ رہنا پسند کرے گی!“
 ”ضرور.... ضرور.... اس نے یہاں بجھتے ہی تمہاری بو محسوس کر لی تھی۔ اب میں بالکل
 تمہارہ جاؤں گا.... ویسے کیا تم یہ بتانے کی زحمت گوارہ کرو گے کہ تم پر کیا گزری....!“
 ”ضرور بتاؤں گا....!“
 ”اس سے پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے اس کھال کو کہاں پھینکا....؟“
 ”میں نے اسے ایک گڑھے میں دفن کر دیا تھا....!“
 ”مجھے اس جگہ لے چلو جاں تم نے اسے دفن کیا تھا تمہاری کہانی بعد میں سنوں گا!“
 کھال گڑھے میں موجود تھی عمران نے اطمینان کا سانس لیا اور سر ہلا کر بولا۔ ”تو اس کا
 مطلب یہ ہوا کہ ان حرکتوں کے ذمہ دار نے تمہیں صرف آدمیوں کے لباس میں دیکھا تھا....
 کھال دفن کرتے وقت نہیں دیکھا تھا۔ ورنہ یہاں موجود نہ ہوتی!“

”مادہ ہے سفید نسل کی.... ایک اور تھی سنہری رنگت والی.... اسے طرب دار لے
 بھاگا.... یہ تمہارے لئے رہے گی.... اب باہر آؤ....!“
 ”میں کہتا ہوں پلے جاؤ.... تمہاری باتوں میں پڑکر میں اس حال کو پہنچا ہوں۔“
 ”تم غلط کہہ رہے ہو.... اگر واقعی تم بن مانس بن گئے ہو تو تم سے کھال اتار دینے کی غلطی
 ضرور سرزد ہوئی ہو گی!“
 ”اس سے کیا ہوتا ہے!“
 ”ہوں.... تو یہ بچ ہے کہ تم نے کھال اتار دی تھی!“
 ”خاموش رہو.... مجھ پر آسمانی بلا نازل ہوئی تھی.... میں نے طربدار کی طرح کسی قسم
 کی بو محسوس کی تھی اور نہ مجھے بخار آیا تھا!“
 ”میں پوچھ رہا ہوں کہ تم نے کیا اس حادثے کا شکار ہونے سے پہلے کھال اتار دی تھی!“
 ”ہاں.... میں نے کھال اتار دی تھی!“
 ”تو پھر مجھے کیوں الزام دے رہے ہو۔ میں تواب بھی دیتا ہوں جیسا پہلے تھا!“
 ”اب میرا کیا ہو گا!“
 ”رب عظیم ہی جانے!“ عمران طویل سانس لے کر بولا۔ ”یا تو تم اس مہم پر نہ آتے.... یا پھر
 وہی کرتے جو میں نے کہا تھا۔ اب بھی عقل کے ناخ لو اور مجھ سے دور بھاگنے کی کوشش نہ کرو!“
 ”اب کچھ نہیں ہو سکتا!“
 ”باہر آؤ....!“ عمران نے تھکمانہ لجھ میں کہا۔ ”تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو.... مجھے اس
 کی بھی پرواہ نہیں ہے کہ تم چھپ کر مجھے گولی مار سکتے ہو!“
 ”دفعتا جھاڑیوں کو جبکش ہوئی اور شہباز چھلانگ مار کر اس کے سامنے آکھڑا ہوا اور اپنی چھاتی
 پیٹتا ہوا ہڑا۔ ”میں.... ضر غلام کا بیٹا.... تمہیں چھپ کر گولی ماروں گا!“
 ”چلوایی طرح کسی.... تم سامنے تو آئے....!“ عمران ہنس کر بولا۔
 ”لیکن شہباز اب سلویا کی طرف متوجہ ہو گیا تھا اور اس طرح نتھنے سکوڑ سکوڑ کر سانس لے رہا
 تھا جیسے کسی قسم کی بو کا اندازہ کر رہا ہو۔
 ”کیا میرے بارے میں کچھ کہہ رہا ہے....؟“ سلویا نے پوچھا۔

”ہوش میں آنے کے بعد مجھے ایک ریشہ بھی نہیں دکھائی دیا تھا۔“

”سنواگر مجھ پر بھی ریشوں کی لیغار ہوئی تو یقین کروں گا کہ وہ کوئی آسمانی ہی بلایا ہے اور اگر نہ ہوئی تو پھر اسی خیال پر جمار ہوں گا کہ دور سے دیکھنے والی آنکھ مجھے جانور ہی سمجھ رہی ہے!“

شہباز بڑی مشکل سے اس پر تیار ہوا تھا.... وہ نیتوں ہی اس جگہ آئے جہاں شہباز کو حادثہ پیش آیا تھا لیکن وہ ریشے کہیں دکھائی نہ دیئے جنہوں نے شہباز پر لیغار کی تھی۔

”ریشے بکرے کی کھال کے نیچے نہیں دیکھ سکتے!“ عمران بڑا بڑا۔

”مجھ سے زبردست غلطی ہوئی تھی.....!“ شہباز بھرا تی ہوئی آواز میں بولا۔

”بھول جاؤ....! اب ہمیں پوری تندی سے جدو جہد کرنی ہے!“

”ہم کیا کر سکیں گے....!“ شہباز نے منہ بنا کر کہا۔

سفید مادہ بول پڑی....! ”تم مجھے بتاتے کیوں نہیں کہ یہ اتنی دیر سے کیا کہہ رہا ہے!“

”اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تمہیں اپال کر کھائے یا اٹل کر....!“

”نہیں....!“ وہ خوف زدہ آواز میں بولی۔

”اس لئے تم اپنی زبان قطعی بذرکھو... میں اسے باور کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ سفید قام نسلوں کا گوشت بے حد تلخ اور دیر ہضم ہوتا ہے خدا کرے یہ بات اس کی سمجھ میں آجائے.... بال بڑھنے سے عقل گھٹ گئی ہے!“

”اب میں نہیں بولوں گی....!“ وہ منمنائی اور عمران نے شہباز سے کہا۔ ”اب ہمیں اپنی تعداد میں اضافہ کرنا چاہئے۔ اس لئے مناسب یہی ہو گا کہ تم کسی نہ کسی طرح رہباں پسخواہ اور ان گیارہ جانوروں کو بھی ان کے مجرموں سے نکال لاؤ!“

شہباز کچھ نہ بولا۔ وہ سفید مادہ کو بہت غور سے دیکھے جا رہا تھا اور وہ بے حد خوف زدہ نظر آنے لگی تھی۔

”عمران کھنکارا تھا.... شہباز چونک کراس طرف متوجہ ہو گیا۔

”صف شکن....! کاٹ کر پھیک دوں گا....!“ وہ سفا کا نہ لجھے میں بولا۔ ”میں ضرغام کا

بیٹا.... اسی نظر میں نہیں برداشت کر سکتا.... تم مجھے کیا سمجھتے ہو!“

کچھ عمران کی آنکھوں میں مفعکہ اڑانے کا سا انداز پیا جاتا تھا۔

”تم پتا نہیں کہاں کی باک رہے ہو....!“ شہباز جھپٹلا کر بولا۔ ”ابھی تم نے میری کہاں کہاں سنی ہے کہ حکم لگانے لگے!“

”سناو....!“

شہباز نے ٹھہر ٹھہر کر پوری تفصیل سے اپنی رواداد ہر ای تھی اور ریشوں کا ذکر کرتا ہوا بولا تھا۔ ”میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ ریشے کہاں سے آ رہے تھے باریک اور لبے لبے ریشے مجھے جکڑتے چلے جا رہے تھے.... ایسی شدید لیغار تھی کہ میں ان کے پار نہیں دیکھ سکتا تھا۔ پھر میرا دم گھن گیا میں نہیں جانتا کہ مجھے کب اور کس طرح ہوش آیا تھا لیکن آیا تھا اسی جگہ جہاں مجھ پر ریشوں کی لیغار ہوئی تھی۔ بہر حال ہوش میں آنے کے بعد میں نے خود کو اسی حال میں پیا تھا جس میں تم اس وقت دیکھ رہے ہو....!“

”اور تمہارے کپڑے....؟“ عمران نے پوچھا۔

”وہ میرے جسم پر نہیں تھے!“

”تم نے انہیں تلاش کیا ہوا گا....!“

”کیا تھا.... لیکن نہیں ملے....!“

”آسمانی بلائے گئی ہو گی....!“ عمران نہ کر بولا۔ ”حالانکہ طرب دار نے بال بڑھنے کے بعد اپنے کپڑے خود اتارے تھے!“

”یہی تو سمجھ میں نہیں آتا....!“

”فی الحال دو طریقے سمجھ میں آئے ہیں ایک وہ جو طربدار کو جانور بنانے کے سلسلے میں اختیار کیا گیا اور دوسرا وہ جو تم پر آزمایا گیا.... اور ہاں.... تیسا راوہ کہ ان لڑکوں کو علم ہی نہ ہو سکا کہ ”سوتے سوتے جانور کس طرح بن گئیں!“ بہر حال ہے یہ کسی آدمی ہی کا کار نامہ.... اب تم مجھے اس جگہ لے چلو جہاں پر ریشوں کی لیغار ہوئی تھی!“

”میں تمہیں وہاں نہیں لے جاؤں گا!“

”کیوں....?“

”میں نہیں چاہتا کہ تم بھی....!“

”اور میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ ریشے خود مختار ہیں یا کسی کے اشارے پر لیغار کرتے ہیں!“

”میں تمہیں کیا سمجھوں گا....!“ اس نے نہس کر کہا۔ ”اب تو یہی سب کچھ سمجھے گی۔!
”میں اسی کا خاتمہ کئے دیتا ہوں۔!“

پھر شائد وہ اپنی دھمکی کو عملی جامد پہننا ہی دیتا اگر عمران ان کے درمیان نہ آگیا ہوتا۔
وہ اسے پیچھے دھکیلتا ہوا بولا۔ ”بس بس....! میں تو صرف یہ جانتا چاہتا تھا کہ کہیں تم بھی
طربدار کی طرح مجھے تھا نہیں چھوڑ جاؤ گے۔!
”طربدار.... طربدار....!“ شہباز پیر ٹھیک کر بولا۔ ”میرا طربدار سے مقابلہ کر رہے ہو....
نجیدہ خان مختار کے بیٹے.... امیں پورے شکرال کاسردار ہوں.... سرداروں کاسردار....!
عمران کچھ نہ بولا.... شہباز تیکھی نظروں سے عمران کو گھورے جا رہا تھا.... سفید ماڈہ ہمیں
کھڑی تھی۔

نصف النہار کا سورج ان کے سروں پر چکتا رہا۔

خطرناک ڈھلان

(دوسرा حصہ)

عمران سیریز نمبر 84

پیشہ رس

شکرال کی کہانی کا دوسرا حصہ "خطراناک ڈھلان" ملاحظہ فرمائیے اور ان صاحب کے ذہن رسا کو داد دیجئے جنہوں نے لکھا ہے کہ "ریشوں کی یلغار" پھر پھر کتاب تھی۔ کتاب کے ابتدائی حصے پر اس قسم کا حکم لگانا انہی چیزیں لال بھکرو کا حصہ ہو سکتا ہے۔ پھر فرمایا کہ پیشہ رس تو آپ کا لکھا ہوا لگتا ہے لیکن کتاب کس سے لکھوائی ہے۔ اس بات پر دل چاہتا ہے کہ انہیں بھی ریگستان کے کسی بارہوں میں بند کرادوں۔

اور اس سوال کا جواب کیا دوں کہ قطوار کتابیں کیوں لکھ رہا ہوں جبکہ کئی بار اس کی وجہ بتا چکا ہوں۔ خطراناک ڈھلان کے بعد ایک عام نمبر اور آئے گا اور اس کے بعد خاص نمبر جس میں یہ کہانی اختتم کو پہنچے گی۔

ایک صاحب نے اسلام آباد سے لکھا ہے کہ جنگلوں میں مارے مارے پھرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جرام تو بستیوں میں ہوتے ہیں۔ پھر تہذیب و تمدن کو چھوڑ کر جنگل کی راہ کیوں لی جائے۔ گزارش ہے کہ جنگل سے پھر کسی تمدن کے گھوارے ہی کی طرف رخ ہو جائے گا۔ کیونکہ تمدن کے گھوارے ہی جنگلوں کا سکون بھی غارت کرتے ہیں۔

ایک مولوی صاحب کو ریشوں کی یلغار میں عربی بھی نظر آئی ہے۔ غالباً وہ چاہتے ہیں کہ نزوں کو ماداوں کی خوشبو پر بے چین نہیں ہونا چاہئے تھا۔ ڈی ڈی ٹی چھڑک کر بالکل ہی مار دیجئے کم بختوں کو۔

ایک صاحب کے کئی خطوط میرے پاس آئے ہیں۔ لیکن مدعا عنقا ہے۔ ان کے عالم تحریر کا کچھ پلے ہی نہیں پڑتا۔ ایک خط کے وسط میں اپنی تصویر چپکا دی ہے اس سے بھی پتہ نہیں چلتا کہ گورے ہیں یا کا۔

اور عینک کیوں لگاتے ہیں۔

حیدر آباد کی ایک بھتیجی نے پچا کو اس لئے بہت قابل قرار دیا ہے کہ اس نے سات آٹھ سال کی عمر میں ططم ہو شر با کی ساتوں جلدیں پڑھ ڈالی تھیں۔ لہذا پھر پچا بھتیجی کو "بہت قابل" کیوں نہ سمجھے جبکہ اس نے پچا کی ساری کتابیں تیرہ سال کی عمر تک پڑھ ڈالی ہیں۔ اب سمجھ میں نہیں آتا کہ "بھتیجی مبارک" کہوں یا "پچا مبارک"۔

ایک صاحب نے خط لکھ کر خاصی "توہہ تلا" بھی کی ہے کہ خدا برداز قیامت جواب نہ طلب کرے کہ تم نے ابن صحنی کو خط کیوں لکھا تھا۔ بہر حال ان صاحب کو "ڈیڑھ متوا لے" بھی کسی اور کی لکھی ہوئی کتاب معلوم ہوتی ہے۔ سنئے صاحب! آپ کو اپنے اس شہبے کے لئے ضرور خدا کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ کیونکہ اس کی رحمت ابھی تک میری کتابیں بھی سے لکھوار ہی ہے۔ شاگردوں سے نہیں لکھوار ہی۔ توہہ کیجئے اس واہے پرور نہ سچھ حشر کے دن دامن (گریبان نہیں) تھام لوں گا۔

چلتے چلتے اتنا اور عرض کر دوں کہ کسی بھی کہانی کے مختلف مدارج ہوتے ہیں اور ان مدارج کی مناسبت ہی سے کچھ لکھا جاتا ہے۔ ہر جگہ زور نہیں باندھا جاتا۔ موقع بے موقع ڈرامہ پیدا کرنے سے آپ تو وہ وہ کر سکتے ہیں۔ لیکن فن کا خون ہو جاتا ہے۔ لہذا "واہ وہ" کو کہانی کے آخری حصے کے لئے چھادر کھئے۔ لیکن اگر کہانی کا کوئی حصہ آپ کے ذہن کو گرفت میں لینے سے انکار کر دے تو بلاشبہ میرے لئے دعائے خیر کیجئے۔

"ریشوں کی یلغار" کی پسندیدگی کا شکریہ۔

بے شمار "پسندیدگی" کے خطوط میں سے صرف دو عدد خطوط میں ناپسندیدگی کا اظہار ہے۔

والسلام

ابن صفحہ
۱۹۷۵ جون ۲۳

”بذریان بمحض پاگل کر دیتی ہے... اسے بھیشہ یاد رکھنا...!“ مرد غریباً۔
”تم خود کیا سمجھتے ہو....؟“
”ایک ذمہ دار آدمی...!“

”اور میرے ماتحت بھی...!“ عورت کا لجھہ بے حد تیخ تھا۔
مرد کچھ نہ بولا... عورت کہتی رہی... ”تم میری مرضی کے خلاف ایک قدم بھی نہ
الٹھاؤ گے۔!“

مرد کے ہونٹوں پر زہریلی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ لیکن وہ عورت کی طرف نہیں
دیکھ رہا تھا۔

عورت نے کہا۔ ”اس مسکراہٹ کا مطلب....؟“
”واقعی تم ایسی ہی انچارج ہو کہ مجھکیے اور کھانے کا مطلب بھی پوچھ سکتی ہو۔!“

”یا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارا معاملہ آگے بڑھادیا جائے گا۔!“
”پھر تم خود کس مرض کی دوا ہو...!“
”کیا مطلب....؟“

”یا تم خود ہی اپنے کسی ماتحت کو سزا نہیں دے سکتیں۔!“
”مجھے سزادی نے کا احتیار نہیں ہے۔!“
”میں تمہیں یہ اختیار دیتا ہوں۔!“

”شٹ اپ....!“

”مرد نے مسکرا کر اپنی بائیں آنکھ دبائی تھی اور دوسرا طرف دیکھنے لگا تھا۔!
”تم ایک بے حد گھٹیا آدمی ہو...!“ عورت نے تلے لجھ میں کہا۔
”صرف میں ہی نہیں بلکہ ہم سب....!“

”بکواس بند کرو... اب تم یہاں نہیں رہ سکو گے....!“ وہ پیر پڑ کر دہڑی۔
”اس کے باوجود بھی میں اس پر احتجاج کرتا رہوں گا کہ دو سفید فام لڑکیوں کو بھی جانور بنا
لیا گیا ہے.... جب کہ ہم یہاں صرف شکر ای و حشیوں کے لئے آئے تھے۔!
”تمہیں احتجاج کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔... تم صرف ایک تخواہ دار آدمی ہو...!“ تمہیں



ان پہاڑوں کی بناوت عجیب تھی۔ اتنی عجیب کہ ان کے درمیان پائی جانے والی وہ طوبی
umarat نہ تو اپر سے دیکھی جاسکتی تھی اور نہ اطراف سے۔ پہاڑوں کی ڈھلانیں بھی ناقابلِ عبور
معلوم ہوتی تھیں۔

زلیم کے جنگل ان پہاڑوں کے دامن تک پہنچتے پہنچتے اس طرح غائب ہو گئے تھے۔ جیسے کہ
پینٹنگ کا کوئی خط فاصلِ چھوڑے بغیر بالکل منگے اور سنگلاخ پہلا تھے... وادیِ زلیم کے شمال
درمیان کوئی خط فاصلِ چھوڑے بغیر بالکل منگے اور سنگلاخ پہلا تھے... وادیِ زلیم کے شمال
یہ پہاڑیوں بھی عجیب لگتے تھے کہ ان پر وادی کی ہریالی کی پرچھائیں تک نہیں پڑی تھیں۔
ناقابلِ عبور تھے اس لئے زردری گستاخ میں داخل ہونے کے لئے ان کے دامن میں مغرب
طرف سفر جاری رکھنا پڑتا تھا۔

شکر ایل میں یہ پہاڑ بے فیض ہی نہیں بلکہ نجس بھی سمجھے جاتے تھے۔ اگر یہ ناقابلِ عبور
ہوتے تو نہیں زردری گستاخ تک پہنچنے کے لئے ذریحہ سو میل کا چکر نہ لگانا پڑتا۔ اپنے پیشوا
سے ان کی نحوست کی کہانیاں سننے آئے تھے لیکن اس سے لعلم تھے کہ ان میں کوئی عمارت
پوشیدہ ہے۔

اس وقت اسی عمارت کے ایک کمرے میں جو اپنی ساخت اور سماں کی بناء پر دائرہ
آپریشنِ روم معلوم ہوتا تھا۔ ایک مرد اور ایک عورت تیز تیز لجھ میں گفتگو کر رہے تھے جو دو
ہی کسی سفید فام نسل سے تعلق رکھتے تھے۔

”تم احمق ہو...!“ عورت نے مرد کو گھورتے ہوئے کہل

لیزا نے لاپ تاہی سے شانوں کو جنبش دی اور دوسری طرف دیکھنے لگی۔

تحوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ ”اب بیہاں آپریشن روم میں تمہارا کوئی کام نہیں، اپنے کمرے میں جاؤ!“

”بہت بہتر...!“ کولس اٹھتا ہوا غریباً اور فرش پر زور زور سے پیر پشتا ہوا چلا گیا۔

لیزا کے ہونٹوں پر سفاک سی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ اس نے انٹر کوم کا بٹل بیا اور آجستہ سے بولی۔ ”میلو... روبن...!“

”لیں گوردو...!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”آپریشن روم میں آجائو...!“

”اوکے...!“ دوسری طرف سے آواز آئی اور لیزا نے انٹر کوم کا لکاشن آف کر دیا۔ لیزا استائیں اٹھائیں سال کی گداز جسم والی ایک دل کش عورت تھی۔ تھیں بڑی باندار

نہیں اور جزوں کی مخصوص بناوٹ کی بناء پر مضبوط قوت ارادی کی مالک بھی معلوم ہوتی تھی۔

آپریشن روم کا دروازہ کھول کر ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ اور دروازے کے قریب رک رک حرمت سے بولا۔ ”آہا...!“ کولس ڈیوٹی سے غیر حاضر ہے کیا!

لیزا اس کی طرف مڑی۔

”نہیں روبن...!“ اچاک اس کی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔ اسی لئے میں نے تمہیں بلایا ہے۔“

”اچھا... اچھا...!“

”میں ارادی کے مختلف پواسن کا جائزہ لینا چاہتی ہوں۔!“

”ضرور... ضرور...!“

”کولس کا بیتھ سارا وقت تمہارے سر نہیں ڈالا جائے گا۔!“

”ڈالا بھی جائے تو کیا فرق پڑتا ہے... کل وہ میرے کام آئے گا۔!“

”سی لئے پورے شاف میں تمہیں سب سے زیادہ پسند کرتی ہوں۔!“

”شکریہ گوردو...!“

سائنس والی دیوار کے قریب پہنچ کر روبن نے کٹرول بورڈ کے ایک پیش سوچ پر انگلی رکھ دی۔ باعثیں جانب ایک اسکرین روشن ہو گئی تھی یہ چار فٹ لمبی اور تین فٹ چوڑی اسکرین تھی۔

ادارے کی پالیسیوں سے کوئی سروکار نہیں ہوتا چاہئے۔!“

”لیزا...!“

”مادام گوردو کہو...!“ وہ سخت لمحے میں بولی۔ ”میں نے کسی کو بھی اپنا پبلانام لینے کا حق نہیں دیا۔!“

”او... کے... مادام گوردو...!“ وہ چپا چپا کر بولا۔ ”میں کولس... استدعا کرتا ہوں کہ مجھے اس ملازمت سے سکدوش کر دیا جائے۔!“

”بہت بہتر...!“ میں ابھی ہیڈ کوارٹر سے راتھے قائم کرتی ہوں۔!“ اس نے کہا اور ٹیکل پر نر کے سامنے جا بیٹھی۔ اس کی انگلیاں تیزی سے ”کی بورڈ“ پر چلنے لگی تھیں وہ اس لئے خود کو اس اسٹیشن کی انچارج سمجھتی تھی کہ اس کے علاوہ بیہاں اور کسی کو بھی پیغام رسائی کے کوڈ کا علم نہیں تھا۔ پیغام کی ترسیل کے بعد وہ ٹیکل پر نر کے پاس سے ہٹ آئی۔

کولس اسے گھوڑے جارہا تھا۔ لیکن وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔

”تم نے کیا روپرٹ بھیجی ہے۔!“ اس نے تھوڑی دیر بعد کھنکار کر پوچھا۔ ”یہی کہ تم ملازمت جاری نہیں رکھنا چاہتے۔!“ لیزا گوردو نے خشک لمحے میں کہا۔

”اور ملازمت نہ جاری رکھنے کی وجہ بھی بتائی ہو گی۔!“

”ضروری نہیں ہے...!“

”تم نے زیادتی کی ہے میرے ساتھ... اگر وہ نہیں بتائی۔!“

”اوپر والوں کو اس کی پرواہ نہیں ہے وجہ بتائے بغیر بھی وہ تمہیں سبک دوش کر دیں گے۔ عموماً یہی ہوتا ہے۔!“

دفعٹائی پر نر بیدار ہو گیا تھا.... جوابی پیغام آنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پیغام کوڈی کوڈ کر رہی تھی۔ لیکن اصل پیغام کو تحریر میں نہیں لائی تھی۔ اصل جواب تھا۔ ”کولس کو بھی جانور بنادیا جائے۔!“ مگر اس نے کولس کے لئے لکھا۔ ”سکدوش کیا گیا۔... اسے بدھ تک پہنچنے والے ہیلی کو پڑ سے واپس بھیج دیا جائے۔“ پھر اس نے وہ کاغذ کولس کی طرف بڑھا دی۔ کولس نے اس پر نظر ڈالی.... اور سر بلاؤ کر بولا۔ ”اجھی بات ہے.... میں وہاں بھیج کر انہیں ضرور بتاؤں گا کہ میں نے ملازمت کیوں ترک کی ہے۔!“

”پوائنٹ نمبر تین....!“ لیزانے کہا۔

روبن نے دوسرے پش سونگ پر انگلی رکھی ہی تھی کہ اسکرین پر وادی زلمیر کا کوئی حصہ نظر آنے لگا اور سنہری مادہ سیاہ نر کے ساتھ اچھل کو دکھائی دی۔

”کیا یہی اچھا ہوتا اگر ہم ان کی آوازیں بھی سن سکتے!“ رو بن بولا۔

”اس کا انتظام ناممکن ہے....!“ لیزانے کہا۔

”اسکرین پر وہ دونوں اس طرح متحرک نظر آرہے تھے جیسے رقص کر رہے ہوں!“

”بہت خوش معلوم ہوتے ہیں!“

”پوائنٹ نمبر سات....!“ لیزانے کہا۔

رو بن نے کوئی اور بیٹن دیا اور اسکرین کا منظر بدلتا گیا۔۔۔ یہاں سفید مادہ تباہ کھائی دی۔

”پوائنٹ نمبر پانچ....!“

منظصر پھر بدلا۔۔۔ ایک سیاہ زر گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھا نظر آیا۔

اس کے بعد لیزانے کی پوائنٹس کے نمبر دہراتے تھے۔۔۔ مناظر بدلتے رہے پھر اس نے ہاتھ کے اشارے سے کارروائی ختم کرنے کو کھا تھا۔۔۔ اسکرین تاریک ہو گئی۔

”تیسرا کہاں گیا....؟“ لیزا پر تشویش لجھے میں بڑوائی۔

روبن کے چہرے پابھن کے آثار تھے اس نے کہا۔ ”میں نہیں سمجھ سکتا کہ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے!“

”کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ تم صرف اپنے کام سے کام رکھو....!“

”مقصد.... گوردو.... اگر ہم مقصد سے آگاہ ہو جائیں تو کیا حرج ہے!“

”مقصد کا علم تو مجھے بھی نہیں ہے!“

”بڑی عجیب بات ہے.... جس سرگرمی سے تم کام میں حصہ لے رہی ہو اس سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ کم از کم تم تو مقصد سے واقع ہی ہوگی!“

”مجھے صرف اس سے سروکار ہوتا ہے کہ مجھے کیا کرنا ہے.... اسے وہ جانے جو ہم سے کام لے رہے ہیں۔“

”لیکن ہم کسی مشین کے پرے نہیں.... آدمی ہیں!“

”آدمی کے ساتھ سب سے بڑی ٹریبیڈی یہی ہے کہ وہ مشین کا پر زہ نہیں بن سکا۔۔۔ اگر وہ کسی مشین کے پرے ہی کی طرح صرف اپنے کام سے سروکار رکھے تو اسے بہتی رہ کھوں سے بجاں مل جائے گی!“

”اچھا یہی بتا دو کہ اس کام کے لئے خصوصیت سے بھی علاقہ کیوں منتخب کیا گیا ہے!“
یہاں کے باشندے غیر مہذب اور توہم پرست ہیں.... یہ اسے کوئی آسانی بلا سمجھ رہے ہیں۔ لہذا وہ اس سے متعلق کسی قسم کی چجان میں کئے بغیر خاموشی سے جانور بنتے رہیں گے پھر دوسرا آسانی یہ ہے کہ یہاں یہ عمارت ہمارے ہاتھ لگ گئی ہے!“

”ہاتھ لگ گئی ہے.... کیا مطلب....؟“ رو بن نے حیرت سے کہا۔

”تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ عمارت ہماری فرم نے بوائی ہے!“

”پھر اور کیا سمجھوں....!“

”سوال یہ نہیں پیدا ہوتا.... تم خود سوچو جھلا ہمارے لئے کیوں کر ممکن ہوتا۔ کیا ہم یہاں تک تعمیر کا یہ سامان لاسکتے... دراصل یہ عمارت پچھلی جگہ عظیم کے دوران میں جرمن نازیوں نے بنائی تھی۔ یہاں سے وہ کئی ممالک پر نظر رکھ سکتے تھے۔ یہاں انہوں نے مشکی توالتی سے چلنے والا جزیرہ لگایا تھا۔ ایسا بردست جزیرہ جو ایک بہت بڑے شہر کو بر قی توالتی سپالی کر سکتا ہے۔ تم دیکھ رہے ہو ہاں تو اس عمارت کی دریافت تین بڑوں میں سے ایک کے سر ہے!“

”وہ کون ہے....؟“

”پروفیسر برناڑ...!“

”تب تو اسے پہلے ہی سے علم رہا ہو گا.... وہ بھی تو جر من ہی ہے!“

”ہو سکتا ہے....!“

”لیکن مقصد....؟“

”کیوں غم پال رہے ہو....؟“ لیزا نہ کربولی ”اپنے کام سے کام رکھو....!“



عمران گھوڑا اڑائے رہا کی طرف بڑھا جا رہا تھا اور اس وقت انسانیت ہی کے جاتے میں تھا۔۔۔ اس نے تجویز پیش کی تھی کہ شہزادی رہا جائے اور کسی طرح ان گیارہ آدمیوں کو ان کے

بھرے سے نکال لائے جن کی ماہیت بدل گئی تھی لیکن پھر اس نے خود ہی اس نجیز کو رد کر دیا تھا۔ ضروری نہیں تھا کہ شہزاد اپنی ظاہری حالت کو چھپائے رکھے میں کامیاب ہو جاتا۔ بہر حال تکمیل کی صورت میں یا تو وہ کسی کی گولی کا شکار ہو جاتا یا پوری بستی میں ہر اس پھیلا دیتا۔ لہذا عمران نے میہی مناسب سمجھا کہ خود ہی جائے اور کسی نہ کسی طرح رحجان کے سردار شہزاد اسکے رسائل حاصل کر لے۔ شکرالی کی ہر بستی میں اس کے پکھنے کچھ شناساً موجود تھے اس لئے وہ تھا تو کسی شکرالی ہی کے لباس میں لیکن خدوخال میں کسی تبدیلی کے بغیر۔

بجیت صف شکن دور سے بھی پہنچانا جاسکتا تھا۔

شام ہوتے ہوتے وہ بستی میں جا پہنچا اور سیدھے ایک کڑک کی راہی۔ یہاں خاصی بھیز تھی اس نے اپنے لئے اپنی جگہ منتخب کی جہاں اس پر ہر ایک کی نظر پڑ سکتی۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایک اوہیزہ عمر آدمی اسے بہت غور سے دیکھنے لگا۔ عمران کے چہرے پر پائی جانے والی حماقت کچھ اور گھری ہو گئی۔

پھر وہ آدمی اپنی جگہ سے اٹھا تھا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب آکھڑا ہوا تھا۔

عمران اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرا لیا اور آہستہ سے بولا۔ ”اگر تم نے مجھے پہچان لیا ہے تو شور چانے کی ضرورت نہیں۔“

”تو پھر واقعی میں نے تمہیں پہچان لیا ہے صف شکن....!“

”بیٹھ جاؤ.... اور آہستہ بولو....!“

شکرالی کے چہرے سے دبے دبے جوش کا انہصار ہو رہا تھا۔ اس نے اس کے قریب بیٹھ کر گرجو شی سے اس کا بازو دبایا تھا۔

”میں ہمیشہ صحیح وقت پر تم لوگوں میں پہنچتا ہوں۔“ عمران نے کہا لیکن شکرالی کچھ نہ بولا۔

”کیا ان گیارہ جیلوں میں سے کوئی جگرے سے باہر نکلا۔...؟“ عمران نے پوچھا۔

”اوہ... صف شکن کوئی نہیں.... کوئی بھی نہیں....!“ وہ اچانک مصطرب نظر آنے لگا۔

”سب ٹھیک ہو جائے گا....!“

”ہم نہیں سمجھ سکتے کہ انہیں کیا ہو گیا ہے۔!“

”میں جانتا ہوں.... لیکن تم فکر نہ کرو....!“

”تم کیا جانتے ہو....؟“

”م بھی ظاہر کرنے کا وقت نہیں آیا۔ کیا تم سردار شہزاد اسکے میرا ایک پیغام پہنچا سکو گے۔!“

”ان میں سے کوئی کسی کی نہیں ستا۔...!“

”یہ بہت ضروری ہے.... میں تمہارا نام بھول گیا ہوں۔!“

”عسکر....!“

”ہاں.... تو بھائی عسکر....! جس طرح بھی ممکن ہو.... ورنہ چنانوں کے بیٹے جھاگ کی طرح بیٹھ جائیں گے۔!“

”شہزاد میرا عم زاد ہے.... لیکن یقین کرو.... وہ میری بھی نہیں نے گا.... ظہرو....!“

پہلے میں تمہارے لئے تیال منگاؤں.... باقیں بعد میں ہوں گی۔!“

شکریہ.... رب عظیم نے مجھے صرف ٹھنڈا یا گرم پیانی پینے کی اجازت دی ہے توہو منگوالو۔!

عسکر نے تارگ کو آواز دی۔

”بات بھی ہوتی رہے تو کیا حرج ہے....!“ عمران بولا۔ ”تم میرے نام پر شہزاد کو آواز دیا۔... اگر نہ بولے تو واپس آ جانا۔... اس سے کہنا صاف شکن نے کہا ہے کہ وہ نہ کوئی آفاتی بلا ہے اور نہ کوئی وباء۔... مجھ سے مل لو تو بہتر ہو گا۔!“

”تم نے مجھے بے چینی میں جلا کر دیا ہے۔... صف شکن.... خبر.... قہوہ پی کر میرے ساتھ گھر چلو....!“

”یہ زیادہ بہتر ہو گا.... میں نہیں چاہتا کہ یہاں میری موجودگی کی خبر عام ہو جائے۔!“

عسکر کچھ نہ بولا۔... قہوہ پی کر دونوں کڑک سے باہر نکلے تھے اور عمران نے تھان سے گھوڑا کھولا تھا۔

”کھل کر ساتھ پیدل ہی چلتا ہے۔“

”تم میرے مہمان ہو صف شکن....! کاش اس پر بیٹھانی کے دور سے پہلے آئے ہوتے۔!“

”شاید رب عظیم نے مجھے اسی لئے بھیجا ہے کہ تم اس پر بیٹھانی کے دور سے بعافیت لُر جائے۔!“

”کیا انہیں کوئی ایسا حادثہ پیش آیا ہے جسے آسمانی بلا یا بیماری سمجھا جائے۔!“

”بُن گھر چل کر باقیں کریں گے۔!“

پھر وہ خاموشی سے چلتے رہے تھے۔... گھر پہنچ کر عمران نے محسوس کیا کہ عسکر حقیقت خال

سے آگاہی کے لئے حد سے زیادہ بے چین نظر آنے لگا ہے۔
”کیا تم اسے پسند کرو گے کہ پوری بستی میں خوف کی لہر پھیل جائے...؟“ عمران نے اسے
غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔
”ہرگز نہیں...!“

”فی الحال بستی والے متبر ہیں لیکن اگر ان پر مجرم نہیں کاراز ظاہر ہو گیا تو وہ خوف سے پاگل
ہو جائیں گے۔ لہذا میں انہیں جو کچھ بتانے جا رہا ہوں اسے تمہاری ذات تک ہی محدود رہنا چاہتے ہے۔“
”رب عظیم کی قسم ایسا ہی ہو گا...!“
”پہلے یہ بتاؤ کہ وہ عورت کون تھی جس نے بڑے عابد کی توجہ ان گیارہ آدمیوں کی طرف
مبذول کرائی تھی۔“

کوئی بھی رہی ہو.... شہزاد کی بیوی ہرگز نہیں تھی.... یہ بات تو پورے شکرال میں پھیل
گئی ہے کہ کس عورت نے شہزاد کی نمائندگی کرنے کی کوشش کی تھی۔
بہر حال جو کوئی بھی تھی یہی چاہتی تھی کہ وہ گیارہ آدمی اپنے جمروں سے نکل آئیں۔
”اچھا.... میں اتنا سمجھ گیا...!“

”اگر میں یہ کہوں کہ وہ گیارہ آدمی بن مانس ہو گئے ہیں تو کیا تم یقین کرلو گے۔؟“
”بن مانس.... نہیں...!“

”حالانکہ یہاں ان میں سے کسی کا ہاتھ دیکھا گیا تھا جس پر بالشت بھر لے بال تھے۔“
”افواہ ہے صفت ٹکن....! پوری بستی میں کسی بچے کو بھی اس کا اعتراف نہیں ہے کہ ان
نے کوئی ایسا ہاتھ دیکھا ہے۔!“

”پھر اس افواہ کو پھیلانے والا بھی کوئی ایسا ہی فرد ہو گا جیسی وہ عورت تھی۔!“
”ہو سکتا ہے....!“
”لیکن یقین کرو کہ یہ افواہ نہیں حقیقت ہے..... کوئی انہیں جمروں سے نکالنے کی کوشش
کر رہا ہے۔!“

”کون....؟“
”ابھی یہ بتانا مشکل ہے.... لیکن اگر وہ گیارہ میری بات مان لیں تو شاید میں جلد تک

ساز شیوں کو بے نقاب کر سکوں....!“
”مگر صفت ٹکن.... وہ بن مانس کیسے ہو گئے....؟“
”فرنگیوں کے پاس ایسی ادویات موجود ہیں۔!“
عسکر کی پیشانی پر فکر مندی کی لکیریں ابھر آئیں۔... تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔
”بڑے عابد کی طرف سے اعلان ہوا ہے کہ کوئی شکرالی تا حکم ثانی وادی زلمیر میں قدم نہ رکھے۔!“
عمران نے کہا۔ ”میرے ہی مشورے پر بڑے عابد نے اعلان کر لیا ہے.... اگر وہ گیارہ آدمی بات
کرنے پر رضامند ہو جائیں تو میں اسے ثابت کر دوں گا کہ ان پر یہ پہتا وادی زلمیر ہی میں پڑی ہو گی۔!“
”زور دریگستان کے سفر کے لئے وادی زلمیر سے گزرنا ضروری ہے۔!“
عمران بچھ نہ بولا.... دفعٹا عسکر چو نکا تھا اور عمران کو غور سے دیکھتا ہوا ابوالاتھا ”سر، ارجمند شہباز کا
بھی کوئی پڑھ نہیں۔!“
”وہ اس عورت کی تلاش میں ہے جس نے شہزاد کی بیوی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔!“
”وہ تو ٹھیک ہے.... لیکن وہ رہباں نہیں پہنچ۔ جبکہ داراب نے کہا تھا کہ وہ رہباں کے لئے
روانہ ہوئے تھے۔!“
”اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا.... میں جانتا ہوں کہ وہ کہاں ہے.... آج صبح تک ہم
دونوں ساتھ ہی رہے تھے۔!“
”کہاں....؟“
”وادی زلمیر میں....!“
عسکر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔
”کون ہے....؟“ عسکر نے اوچی آواز میں پوچھا۔
”شدوق....!“ باہر سے آواز آئی۔
”شہزاد کا مخلوق میٹا۔... خیرہ سر....!“ عسکر نے آہستہ سے کہا۔
”خیرہ سر....؟“
”ہاں.... اور پہلی بار اس نے میرے دروازے پر دستک دی ہے۔!“
”تو پھر....؟“

سے بچا تھا۔ عکر اٹھ ہی رہا تھا کہ اس نے شارق کو لہرا کر فرش پر گرتے دیکھا۔ وہ گرا تھا اور پھر نہیں اٹھ سکا تھا۔ عمران اس کے قریب ہی کھڑا بیوشاں لڑکے کو مغموم نظر وہ سے دیکھتا رہا۔
”مگر... کیا ہوا...؟“ عکر ہلکایا۔

”کچھ بھی نہیں.... تھوڑی دیر بعد ہوش آجائے گا...!“ عمران بولا۔ ”جوش ہی جوش ہے تجربہ نہیں رکھتا...!“

”مجھے یقین ہے... کسی نے ورگلا کر اسے یہاں بھیجا تھا... ورنہ اس نے کسی میرے منہ آنے کی کوشش نہیں کی۔“ عکر نے مضھل سی آواز میں کہا۔

دفعتاً عمران بیوشاں خیرہ سر کی طرف جھکا تھا جس کی مٹھی میں اسے کوئی چک دار چیز بی ہوئی دھکائی دی تھی۔ عکر بھی متوجہ ہو گیا۔ عمران بیوشاں خیرہ سر کی مٹھی کھول رہا تھا۔ چک دار چیز اس کی گرفت سے پھسل گئی۔

یہ سگریٹ لائزٹ کی تنکل کا ایک چھوٹا سا انس میٹر ثابت سوا تھا۔

”یہ کیا ہے؟“ عمران نے اسے عکر کی طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

”تمباکو نوشی کے لئے...!“

عمران نے اپنے سر کو مقنی جبش دی۔۔۔ بھروسے اس کا استھان مانے لے۔

”میرے لئے نئی دریافت ہے...!“ عکر پر تنکر لجھے میں بولا۔

”تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہاں کے لئے نئی چیز ہے۔!“

”بالکل...!“

”اسے کہاں سے ہاتھ لگا ہے۔!“

”رب عظیم ہی جانے اے!“

”کیا اس نے اس دوران میں شکرال سے باہر کا سفر کیا تھا...؟“

”نہیں... اس نے ابھی تک غیر شکرالی آسمان نہیں دیکھا...!“

”اور یہ پہلی بار تم پر چڑھ کر آیا تھا...!“

”بالکل یہی بات ہے...!“

”اچھا میں دیکھوں گا... وہ ہوش میں آ رہا ہے... تم یہاں سے ہٹ جاؤ!“ عکر کے

”ہنگامہ...!“

”ہو سکتا ہے میرے خلاف کوئی خلش اُسے یہاں لائی ہو۔!“

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ شکرال کے خیرہ سروں کے بارے میں بھی معلومات رکھتا تھا۔ پھر چھڑا کر کے دوسروں سے لٹنے والے کسی کو خاطر میں نہ لانے والے خیرہ سر بھی شکرال کی روایات میں خاصی اہمیت رکھتے تھے۔ اپنے حال میں مست رہنے والے لوگ جب کسی اور کسی طرف متوجہ ہوتے تو اسے اپنی عافیت خطرے میں نظر آنے لگتی تھی۔ عکر شہزاد کا چیاز ادھمی تھا۔ اس طرح شارق اس کا بھیجا ہوا۔ لیکن اس کی آمد پر وہ بھی کسی قدر نزوں نظر آنے لگا تھا۔ عمران خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔

”دروازہ کھولو...!“ باہر سے پھر آواز آئی۔

عکر طوعاً و کرہاً آگے بڑھا تھا دروازہ کھلتے ہی وہ اُسے دھکا دیا۔ ہونڈر گھس آیا۔

عمران اخبار، انہیں سال سے زیادہ نہ رہی ہو گی۔ خاصاً قد آور اور مضبوط جسم والا تھا۔ آنکھوں سے حشت بر س رہی تھی۔

”یہ کون ہے....؟“ اس نے عمران پر سے نظر ہٹائے بغیر سوال کیا۔

”میرا ایک دوست...!“ عکر بولا۔

”تمہارے علاوہ کمزک میں اسے اور کسی نے نہیں پہچانا۔!“

”تو میں کیا کروں...?“

”تمہارے علاوہ اور کون پہچانتا ہے اسے....؟“

”تمہارا بابا...!“

”چچا عکر...! میں تمہاری بیویاں توڑوں گا۔!“

”میری بیویاں زیادہ ریلی ہیں....!“ عمران مسکرا کر بولا۔

شارق نے وحشیانہ انداز میں عمران پر چھلانگ لگائی۔ غالباً اس کے سینے پر ٹکر مارنا چاہتا تھا۔ لیکن عکر بڑی پھرتی سے دونوں کے درمیان آکر فرش پر چاروں خانے چت گرا۔۔۔ ساتھ ہی اس نے شارق کو لکھا را بھی تھا کہ اگر اس کے مہماں کو ذرا سی بھی خراش آئی تو وہ اسے قتل کر دے گا۔ ”میں نے اس لڑکے پر اپنا خون معاف کیا...!“ عمران کہتا ہوا شارق کے دوسروں

انداز میں پچکیا ہٹ تھی۔
فی الحال اپنی روائی مہمان نوازی کو بھول جاؤ۔۔۔ ہم عرصہ جنگ میں ہیں۔۔۔ تم انداز
نہیں کر سکتے کہ شکرال کس خطرے سے دوچار ہے۔۔۔! ” عمران نے اس کا بازو پکڑ کر دروازے
کی طرف دھکلیتے ہوئے کہا۔

”ہوشیار رہنا۔۔۔! ” عکر بولا۔

”ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ میں اپنی حفاظت کر سکتا ہوں۔! ”
عکر چلا گیا۔۔۔ بے ہوش نوجوان نے کروٹ لی تھی۔۔۔ کہا تھا اور پھر بڑی پھرتی سے اٹھ
بیٹھا لیکن قبل اس کے کہ وہ اپنے ہولسٹر سے ریو اور نکال سکتا عمران کاریو اور نکل آیا۔
” یہ کرتے۔۔۔! ” وہ آہنے سے بولا۔ ” اور ایسے ہی کئی اور تمہیں بھی سکھا سکتا ہوں میرے
شاغرد بن جاؤ۔! ”

” تم ہو کون۔۔۔؟ ” شارق واڑا۔
” اس سے پہلے یہ بتاؤ کہ یہ تمہیں کہاں سے ملا۔! ” عمران نے بائیں ہاتھ سے اسے وہ ٹرانس
میٹر دکھاتے ہوئے پوچھا جو کچھ دیر قبل اس کی مٹھی سے نکلا تھا۔
” اوہ۔۔۔ لیئرے۔۔۔! ” شارق نے اٹھنے کی کوشش کی۔

” نہیں اسی طرح یتھے رہو۔۔۔! ” عمران زیو اور کو جبنت دے کر بولا۔
” میں کہتا ہوں۔۔۔ اسے واپس کر دو۔۔۔! ”
” یہ معلوم کئے بغیر ناممکن ہے کہ تمہیں کہاں سے ملا ہے۔!
” اور اگر میں نہ بتاؤں تو۔۔۔! ”

” عکر کا مہمان تمہیں مارڈا لے گا اور کسی کے کافنوں پر جوں نہیں رینگے گی۔ کیونکہ عکر کا
مہمان پوری بستی کا مہمان ہے اور تم ایک حملہ آور کی حیثیت رکھتے ہو۔!
وہ خاصو شی سے عمران کو گھورتا ہاپرداشت پیس کر بولا۔ ” تمہیں واپس کرنا پڑے گا۔!
” کوشش کرو۔۔۔ اس بار تمہیں ہوش نہیں آئے گا۔!
شارق چیخ چیخ کر عکر کو پکارنے لگا۔

” وہ نہیں آئے گا۔۔۔ جب تک کہ میں آواز نہ دوں۔۔۔! ” عمران مسکرا کر بولا۔

اب وہ بے بھی سے عمران کو دیکھتے چاہتا تھا۔۔۔ آخر بولا۔ ” یہ میرا کھلونا ہے۔۔۔ جادوی
کھلونا اس میں سے کبھی کبھی گھوڑے کی ہنہنائی دیتی ہے میں نے کسی کو نہیں بتایا۔۔۔ لاو
مجھے واپس دے دو۔۔۔ ورنہ میں تمہارے سچنگے سے بھی نہیں ڈرلوں گا۔!
” ملا کہاں سے تھا۔۔۔!

” مجھے یاد نہیں۔۔۔ کہیں پڑا ملا تھا۔۔۔!

” یاد کرو شارق۔۔۔ یہ بہت ضروری ہے۔!

” تم آخر ہو کون۔۔۔ اور تمہیں میرے معاملات سے کیا سر دکار۔۔۔!

” میں تمہارے باپ کا دوست ہوں۔۔۔!

” لیکن میں نے تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔۔۔!

” نہ دیکھا ہو۔۔۔ مگر نام ضرور سننا ہو گا۔۔۔!

” کیا نام ہے۔۔۔?

” صفت سنکن۔۔۔!

” کون صفت سنکن۔۔۔?

” شاید شکرال میں ایک ہی صفت سنکن کی کہانی مائیں بچوں کو سنایا کرتی ہیں۔!

” نہیں۔۔۔! وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔۔۔ مختیار انداز میں پلکیں جھپکا رہا تھا۔

” وہ صفت سنکن تو نہیں۔۔۔! ” شارق اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔ ” جس نے دوڑتے
ہوئے گھوڑے پر کھڑے ہو کر رائفل سے ہوائی جہاز گرا لیا تھا۔!

” تم ٹھیک سمجھے۔!

” وہ جھپٹ کر عمران سے لپٹ گیا اور بچوں کی طرح سکیاں بھرتا ہوا بولا۔ ” مجھے معاف
کرو۔۔۔ مجھے معاف کرو۔۔۔ میں تو تمہارے خواب دیکھا کرتا تھا۔!

” پرواہ بہت کرو۔۔۔! ” عمران نے اس کا شانہ تھکتے ہوئے کہا۔ ” میں تو تمہارے باپ سے
ملے آیا تھا۔!

” مشکل ہے۔۔۔!

” میں اس کے بارے میں سن چکا ہوں۔۔۔ لیکن تم لوگوں نے یہ جانے کی کوشش کیوں

نہیں کی کہ ایسا کیوں ہے۔!

میں تو زوازہ توڑ دیتا لیکن میری بین آڑے آتی ہے۔!

”محجھے کسی نہ کسی طرح جمرے سک پہنچ کر سردار شہزادے دو باتیں کرنی ہیں۔!

”ارے ابھی چلو...! میں تمہاری وجہ سے چا عکس سے معافی مانگ لوں گا۔!

”لیکن یہ...!“ عمران نے ٹرانس میز کی طرف اشارہ کیا۔

”اب میں تمہیں سب کچھ بتاؤں گا۔!

”جنہی جلدی مکن ہو اتنا ہی اچھا ہے۔!

”یہ ہے کیا...؟“

”فرنگیوں کا ایک شیطانی چڑھی...!“ تمہیں گھوڑے کی ہنہناہٹ کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں دیتا ہے یا نہیں...!

”تمہیں... میں نے اور کچھ نہیں تاشا...!

”کوئی وقت مقرر ہے اس آواز کا...!

”اس پر تو میں نے دھیان نہیں دیا!

”اے بتاؤ... کیا بتانا چاہتے تھے۔!

”زیارت میں کوئی میری سوتیلی ماں بن کر گئی تھی...!“ مجھے اس مکار سورت کی علاش تھی میں گلتر کیا...! اسے ڈھونڈتا رہا... وہ نہ ملی...! داپسی پر گوگرد کے چشمے کے قرب یہ چیز مجھے پڑی ملی تھی۔!

”گوگرد کا چشمہ...!“ عمران نے پر ٹھکر انداز میں دھرا یا۔

”ہاں... وہ چشمہ جو سڑتے ہوئے جسموں کو بھی تولنا کر دیتا ہے۔ اس کا پانی میجانی کرتا ہے۔“

”اچھا... اچھا... اس کے پانی سے گوگرد کی بو آتی ہو گی۔!

”ہاں... ہاں...!

”میں نے وہ چشمہ نہیں دیکھا...!

”میں تمہیں دکھاؤں گا۔!

”کیوں نہ ہم پہلے ہی کام کر لیں۔ تمہارے باپ سے بعد میں ملنے کی کوشش کروں گا۔!

”ٹھیک ہے...!“

عمران نے عکس کو آواز دی تھی... وہ آیا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دونوں کو دیکھتا رہا۔ دفعاً شرق بولا۔ ”میں معافی چاہتا ہوں چا عکس...! اگر تم نے پہلے ہی بتا دیا ہوتا کہ یہ کون ہے تو...!“ ”ختم کرو...!“ عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ ”لیکن تم میرے بارے میں کسی کو بھی نہیں بتاوے گے اور اب جاؤ...! اور اپنائی گھوڑا اور سفری تھیا لے کر یہاں آ جاؤ...! جتنی بھی جلدی ممکن ہو۔!

وہ دوڑتا ہوا باہر نکل گیا۔

”حرمت انگیز...!“ عکس حیرت سے بڑی بڑی۔

”لڑکا فطرہ نہ رہا نہیں... کس خیرہ سر کی نقلی کر رہا ہے... مناسب تربیت مل جائے تو کام کا آدمی بن جائے گا!“

”لیکن تم اسے کہاں لے جا رہے ہو...؟“

”جہاں یہ پڑا ملا تھا...!“ عمران نے جیب سے ٹرانس میز کا لٹے ہوئے کہا۔

”کیا یہ اتنا ہی اہم ہے...؟“

”ہاں...! شگرال کے کسی دیران مقام پر اس کا پایا جانا اہمیت کا حامل ہو سکتا ہے۔!

”لیکن پھر کوئی فرنگی سازش...!“

”میرا بھی تیکی خیال ہے۔!

”کیا میں بھی ساتھ چلوں... مگر جانا کہاں ہے...؟“

”چشمہ گو گرو نک... وہیں کہیں یہ پڑا ملا تھا...! یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ خصوصیت سے

شارق کے لئے ہی وہاں چھوڑا گیا ہو۔!

”میں نہیں سمجھا...!

”یہ پیغام رسالی کا آلہ ہے...! اس کے توسط سے ہماری آوازیں کہیں دور بھی سنی جا رہی ہوں گی۔!

”اک وقت بھی...؟“

”نہیں... اس سے میں نے بر قی حصہ نکال لیا ہے، جو اسے کار آمد بناتا ہے... ویسے مجھے یقین ہے کہ ان گیارہ جگہ نشینوں کے بارے میں ہونے والی چہ میگوئیاں کسی حد تک ضرور پہنچی

ہوں گی اور شاید یہ اسی لئے وہاں ڈالا گیا تھا کہ وہ باخبر ہیں۔“
”یعنی... شارق کے توسط سے!“

”ہاں آں... شارق اسی پر اسرار عورت کی تلاش میں گلتر گک گیا تھا!“
”تب تو ممکن ہے...!“ عکر طویل سائنس لے کر بولا۔



نکولس کو یقین نہیں تھا کہ اُسے وہاں سے واپس بلا لیا جائے گا جیسا کہ لیزا گوردو نے اُسے بتا
تھا۔ اس کی تصدیق کرنے والا وہاں اور کوئی نہیں تھا کیونکہ کوئی سے صرف وہی واقعہ تھی۔
اپنے کمرے میں پہنچ کر وہ بیکار نہیں بیٹھا تھا۔ بلکہ وہ ساری احتیاطی تدبیر اختیار کرنے کے
کوشش کی تھی جو اس کی جان بچانے کے سلسلے میں جمد و معافون ثابت ہو سکتیں۔۔۔ پھر اچانک
چونکا تھا ایک نئے خیال نے اس کے ذہن میں سر ابھارا۔ کہیں اسے بھی جانور نہ بنا دیا جائے۔۔۔
اسے ان طریقوں کا علم تھا جو اس سلسلے میں بروئے کار لائے جاتے تھے۔۔۔ تو پھر۔۔۔؟ بڑا
سوالہ نشان اس کے ذہن میں پکڑ لگا۔۔۔ وہ سوچتا تو قطعی نہ ممکن تھا۔۔۔ اس میں
جرأت تھی جو ان خطرناک ڈھلانوں کی طرف رخ بھی کر سکتا۔۔۔ وہاں سے نفلتے کا واحد ذریغہ
وہی ہیلی کو پہنچتا جو ہر تیرے دن ان کے لئے رسدا لایا کرتا تھا۔۔۔ لیکن اس پر قبضہ کر لینا آسان
نکام نہیں تھا۔ وہ سوچتا اور الجھتا ہا۔

و غفتہ اندر کوم سے آواز آئی! ”کیا تم اپنے کمرے میں ہو نکولس!“
آواز لیزا ہی کی تھی اور اس میں ناگواری کا شاہراہ بک نہیں تھا۔
”ہاں لیزا....! میں کمرے میں ہی ہوں....!“

”لیبارٹری میں پہنچ جاؤ....!“

”لیکن میں۔۔۔ میں تو سونے کی تیاری کر رہا تھا!“

”پھر بھی تمہاری ضرورت ہے....!“

”تعجب ہے.... میں تو سکدوش کر دیا گیا ہوں!“

”سکدوش نہیں بلکہ معطل کرنے گئے ہو.... ہیئت کو اڑ پہنچ کر تمہیں اپنے رویے کی دنادت
کرنی پڑے گی۔!“

”لیکن تم نے تو سکدوشی کا حکم سنایا تھا!“

”ہو سکتا ہے.... غلطی سے ایسا ہوا ہو.... سکدوشی کے بعد فرم کے توسط سے تمہاری
ایسی کوئی منطقی جواز نہیں رکھتی۔ بہر حال تم صرف معطل کرنے گئے ہو!“
”لیکن لیبارٹری میں میرا کیا کام ہو سکتا ہے۔ میں لا سکنی کے شعبے سے تعليق رکھتا ہوں۔!“
”تم ایکثر بیشن بھی ہو۔!“ لیزا اسی آواز آئی۔۔۔ وہاں ایک مشین کے بر قی نظام میں حلل پر
رہا ہے۔۔۔ آکر اسے دیکھ لو۔۔۔!“

”خیر آجاؤں گا.... لیکن میں مت سے پہلے پہنچنا مشکل ہے۔!“
”یہی سکی.... اور....!“

اندر کوم خاموش تھا لیکن وہ اُسے پر تشویش نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ آج یہ کوئی خی
بات نہ تھی۔ اس سے پہلے بھی کمی بارہو تجربہ گاہ کے بر قی نظام کی دیکھ بھال کر پکا تھا۔ پھر بھی اس
کی چھٹی حصہ اس وقت کہہ رہی تھی کہ تجربہ گاہ میں قدم رکھنا کسی نہ کسی حداثے ہی کا پیش خیمہ
ہو سکتا ہے۔ پھر اسے کیا کرنا پڑا ہے۔۔۔ وہ سوچتا رہا لیکن کوئی فیصلہ نہ کر سکا۔۔۔ وہاں تو کوئی ایسی جگہ
بھی نہیں تھی جہاں چھپ کر ہی کچھ دن نکال دیئے جاتے۔!

لیزا گوردو سیست اس عمارت میں تیس افراد مقیم تھے۔ لیزا انچارج تھی اور ہیئت کو اڑ رہے
لئے الی ہدایات کے مطابق وہاں کے کام چلاتی تھی۔ اب نکولس کو اپنی جذباتیت پر غصہ آنے لگا
تھا۔ آخر کو اس کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اُس کے احتجاج کا نتیجہ بھی کیا نکلتا۔ ان حرکات کے
ذمہ دار اس کی رائے کے متعلق تو نہیں ہو سکتے۔۔۔ اور پھر وہ خود کیا تھا۔۔۔؟ کوئی اچھا آدمی ہوتا
تو ان کے بھتھے ہی کیوں چڑھتا۔۔۔ شراب کے نشے میں ایک بڑے جرم کا مر تکب ہو کر اپنے شہر
سے بھاگ نکلا تھا۔ پھر ان لوگوں سے ملاقات ہوئی تھی اور انہوں نے اُسے ملازمت دے کر ملک
سے باہر ہی نکال دیا تھا۔ لیکن اُسے کام کی نوعیت نہیں معلوم تھی۔ بہر حال اس وقت تو اس نے
اطمینان کی سائنس لی تھی۔

ہزار سے فیگیا تھا۔۔۔ تو اب شاید اسی جرم کے سلسلے میں آسمانی عدالت سے کوئی فیصلہ صادر
ہو گایا ہے۔۔۔ اس نے سوچا، بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔ لہذا حالات کامرانہ وار مقابلہ کرنا پڑا ہے۔۔۔
وہ کمرے سے نکلا اور تجربہ گاہ کی طرف چل پڑا۔۔۔ ساتھ ہی یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اس کے

اندیشے مغض و احمد بھی ہو سکتے ہیں۔

تجربہ گاہ میں داخل ہوتے ہی اس کی نظر سرینا پر پڑی... بیس باہیں سال عمر رہی ہو گی۔
دکش لڑکی تھی اور لیبارٹری اسٹنٹ کی حیثیت سے وہاں کام کرتی تھی۔... نکولس سے کم جو
مکبے تکلف بھی تھی وہ اُسے دیکھ کر تیزی سے آگے بڑھی۔

”کیا تم سے خود ہی حادثہ سزد ہوئی ہے...؟“ وہ آہستہ سے بولی۔

”کیسی حادثہ...؟“ وہ چونکہ پڑا۔

”کسی تجربے کے لئے خود کو پیش کرنے کی...؟“

”نہیں... مجھے اس لئے طلب کیا گیا ہے کہ کسی مشین کا بر قی نظام خراب ہو گیا ہے۔
میں اُسے درست کر دوں...!“

سرینا نے چاروں طرف دیکھا تھا... آس پاس کوئی تیرام موجود نہیں تھا۔

”بھاگو...!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا... بھاگ کر کہاں جاؤں گا...!“

”جلدی کرو...!“ وہ مضطربانہ انداز میں بولی۔ ”ذینماں جزیرہ والے تہہ خانے میں میں پڑا... لفت جیسے ہی پانچویں پواخت پر پہنچ اُسے روک دینا... دروازہ سرنگ میں کھلا گا...“

”سرنگ میں اتر جانا... اور لفت کو پھر اپر پہنچ دینا...!“

”درمیان میں کبھی نہیں رکا...!“

”میں جاتی ہوں... پواخت نمبر پائچ پر سرنگ کا دہانہ ہے جو استعمال میں نہیں رہتی...“

”جلدی کرو...! تھوڑی دیر بعد میں بھی وہاں پہنچ جاؤں گی...!“

وہ تیزی سے مڑ گیا... اُسے علم نہیں تھا کہ وہاں کوئی سرنگ بھی ہے... اور پانچویں پواخت کا مطلب یہ تھا کہ وہ جزیرہ والے تہہ خانے کے اوپر واقع ہوگی... تہہ خانہ گیارہویں!

آخري پواخت پر تھا... لفت میں پہنچ کر اس نے پانچویں پواخت کا ٹھنڈا بیلیا... اور لفت حرکت میں آگئی... پانچویں پواخت پر وہ رکی تھی اور دروازہ کھل گیا تھا۔ وہ لفت سے باہر آ کیا یہاں

گبری تاریکی تھی... اس نے سرگیت لائز کی روشنی میں سوچ بورڈ تلاش کر کے پہلے پواخت بن دبایا اور لفت اپر کی طرف سر کتی چل گئی۔

اس کی سانس تیزی سے چل رہی تھی اور دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔ سرگیت لاکٹر بجا کر رہا تھا جگہ ٹھٹھک گیا... وہاں تاریکی ضرور تھی لیکن دل بدستور اسی رفتار سے دھڑک رہا تھا۔ آڑ بھاگ کر کہاں جائے گا۔ یہ کتیا تیزی... اُس کا بس چھتا تو اُسے ٹھکانے ہی لگا دیتا... اس نے اُسے ہیڈ کوارٹر کے اصل جواب سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ اس طرح کے کام کرنے والے مخالفت کرنے والوں کو چبپ چاپ ٹھکانے لگا دینے ہی میں بہتری سمجھتے ہیں!“

اس نے دوبارہ سرگیت لاکٹر روشن کیا اور آس پاس نظر دوڑانے لگا... یہ سرگیت تین فٹ پوزیشن اور چھ فٹ اونچی تھی... اس نے سرگیت لاکٹر بھاگ دیا۔ اگر ساری گیس ختم ہو گئی تو اس سے بھی جائے گا۔ اس نے سوچا... ریڈیم ڈائیل والی گھڑی میں سیکنڈ کی سوئی پر نظر جماعت کھڑا رہا۔ ذینماں اس کے ذہن میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کہ سرینا وہاں پہنچ کر اسے بچاؤ کی کون سی راہ دکھاتی ہے۔

پھر آدھا گھنٹہ بھی گزر گیا... لیکن سرینا نہ آئی۔ مزید دس منٹ گزار کر وہ دیوار سے لگا ہوا آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا... ذرا ہی دور چلا ہو گا کہ بیالا ہاتھ سطح دیوار سے کسی خلاء میں ٹاپڑا... وہ رک گیا... اور سرگیت لاکٹر روشن کرنے پر معلوم ہوا کہ اس کا بیالا ہاتھ دیوار میں تراشے ہوئے ایک طاقتی میں جا پڑا تھا اور پھر دوسرے ہی لمحے میں اس کی باخچیں کھل گئیں... طاقتی میں ایک بڑی سی مارچ رکھنی نظر آئی تھی۔ اس نے اُسے ٹٹ کیا... مارچ کے اندر بیٹھی موجود تھی۔

سرگیت کی تاریکی نے ذہن پر جو دباؤ ڈال رکھا تھا اس سے نجات مل جانے پر وہ تیز رفتاری سے آگے بڑھتا رہا... اب اس کی پروادہ نہیں تھی کہ سرینا وہاں پہنچتی ہے یا نہیں پہنچتی!“
کچھ دور اور چلا ہو گا کہ عقب سے اس پر مارچ کی روشنی پڑی اور وہ اچھل کر بائیں جانب والی دیوار سے جا لگا۔

”ٹھہرو...! نکولس میں ہوں...!“ سرینا کی آواز آئی تھی۔
وہ رک گیا... سرینا قریب پہنچ کر بولی۔ ”تم کہاں ٹپے جا رہے تھے... کیا تمہیں اس جگہ کام لٹھا!“

”نہیں... لیکن میں دیکھنا چاہتا تھا!“

”مجھے کسی قدر دری ہو گئی....!“

”ادھر کیا ہے....؟“

”میں نہیں جانتی.... زیادہ دور تک نہیں گئی۔!“

”یہاں مجھے ثارچ بھی ملی ہے.... اس کا یہی مطلب ہوا کہ ان میں سے کوئی ادھر بھی آہ رہتا ہے۔!“

”میرا خیال ہے کہ تم وہ ثارچ وہیں رکھ دو، جہاں سے اٹھائی ہے.... ورنہ ہو سکتا ہے کہ اسے وہاں نہ پا کر....!“

”تم کرو....!“ وہ بیز ابری سے بولا۔ ”ہم یہی نہیں جانتے کہ یہ سرگنگ کہاں لے جائے گی۔ اس لئے کوئی فرق نہیں پڑتا.... لیکن تم میرے ساتھ کہاں جاؤ گی۔ ہو سکتا ہے کہ لیبارٹری میں تمہاری عدم موجودگی سے وہ ہوشیار ہو جائیں....!“

”اس وقت میں ڈیوٹی پر نہیں ہوں....!“

”جہیں کیسے معلوم ہوا تھا کہ مجھ پر کوئی تجربہ کیا جانے والا ہے۔!“

”میں نے گوردو کو کسی سے باتمیں کرتے سن تھا۔!“

”یہ سب کچھ اچانک ہی ہوا ہے۔!“

”کیا بات تھی....؟“

وہ اسے گوردو سے اپنی جھڑپ کے بارے میں سنا نے لگا۔

”میں کہتی ہوں ان بچارے غیر مہذب اور لا علم آدمیوں کا بھی کیا قصور ہے۔!“ سرنا کیکپائی ہوئی آواز میں بولی۔

”میرے احتجاج پر اس نے ہیئت کوارٹر سے رابطہ قائم کیا اور میری معطلی کا حکم باری کرادیا۔!“

”ابھی تک تو یہاں سے کوئی واپس نہیں بلوایا گیا....!“ سرینا نے کہا۔

”گوردو جھوٹی ہے.... مجھے دھوکے میں رکھ کر کام کرنا چاہتی ہے.... اور وہ اس کے ملا۔ اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ میں بھی بڑے بالوں والے ایک جانور میں تبدیل ہو جاؤ۔!“

”کاش یہ سرگن ہمیں کھلے آسمان کے نیچے پہنچا سکے....!“ سرینا بولی۔

”تو کیا تم بھی فرار ہونا چاہتی ہو....؟“

”عرصہ سے خواہش ہے لیکن تھا تو میرے بس کی بات نہیں تھی۔!“

”اوہو.... تو تم کسی ساتھی کی منتظر تھیں۔!“

”یقیناً....!“

”تب تو بڑی اچھی بات ہے....!“

”آخر ان حرکتوں کا مقصد کیا ہے....!“ سرینا نے پوچھا۔

”یہی سوال میں نے بھی کیا تھا.... لیکن اب سوچ رہا ہوں کہ مجھ سے غلطی ہوئی تھی۔!“

”یہ بھی بات ہے کہ تم ایک دلیر ان فیصلہ کرنے کے بعد پچھتار ہے ہو۔!“

”پچھتا نہیں رہا.... بلکہ اپنی نادانی کا اعتراف کر رہا ہوں.... یہ سوال اٹھانے سے پہلے مجھے

چھاکی صورت پیدا کرنی چاہئے تھی۔!“

”ہاں.... یہ بات تو ہے....!“

”اب تک یہاں کے تیرے آدمیوں کو جانور بنایا جا چکا ہے.... اگر یہ قصہ محض تجربے کی حد

کے تھا تو دوچار سے بھی کام چل سکتا تھا۔!“ نکولس بولا۔

”لیکن میرے لئے یہ بالکل نئی اطلاع ہے کہ جنگل میں دو عدد سفید فام عورتیں بھی جانور بنا

کر چھوڑ دی گئی ہیں.... ویسے یہاں جتنی لڑکیاں تھیں بدستور موجود ہیں۔!“

”شاید وہ اور کہیں سے لائی گئی ہیں.... شکرانی عورتوں کا حصول ناممکن تھا۔ اس لئے ان

درندوں نے اپنوں ہی پر ہاتھ صاف کر دیا۔!“

سرینا کچھ نہ بولی.... پھر وہ خاموشی سے چلتے رہے تھے.... نکولس آگے تھا اور سرینا پیچے

.... نکولس ہی نے ثارچ روشن کر کر کھی تھی.... اچانک وہ رک گیا.... آگے راستہ نہیں تھا۔

سرگن کے اختتام پر ثارچ کی روشنی کا دائرہ جنم گیا۔

”کیا قائدہ اس سرگن سے....!“ وہ جھلانے ہوئے انداز میں بولا۔

”سرگن ختم نہیں ہوئی....!“ سرینا بولی ”لیکن اس سے آگے جانے کی میری بہت کبھی

نہیں ہے۔.... تین بار میں یہیں سے واپس ہو گئی ہوں۔!“

”مگر آگے راستہ کہاں ہے۔!“

”بالکل سرے پر پہنچ کر بائیں جانب....!“ سرینا نے کہا۔

نکولس آگے بڑھا اور پھر بائیں جانب مڑ گیا۔۔۔ سرینا جہاں کھڑی تھی وہیں کھڑی رہی۔
”اوہ...۔۔۔ یہ اوھر تو ایک بڑا کمرہ سانظر آ رہا ہے...!“ نکولس بولا۔

دروازہ سرگ کی دیوار ہی میں اس طرح تراش آ گیا تھا کہ تھوڑے فاصلے سے بھی نظر نہیں آتا۔ نکولس دروازے ہی کے قریب کھڑا تھا۔۔۔ سرینا بھی قریب جا پہنچی۔

”تم پہلے کچھ دور جا کر دکھ لو۔۔۔ پھر میں آؤں گی۔۔۔ پہا نہیں کیوں اس جگہ پہنچ کر میرے رو نگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں!“ سرینا کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

”اچھی بات ہے۔۔۔ میں دیکھے لیتا ہوں!“

نکولس دروازے سے گزر گیا۔۔۔ اس نے چاروں طرف نارجی کی روشنی ڈالی تھی اور پھر سرینا کی طرف مڑنے ہی والا تھا کہ پشت پر تیز قدم کی سرسری اہست سنی۔۔۔ بالکل ایسے ہی معلوم ہوا تھا جیسے کوئی بڑی چیز اپنی جگہ سے سرک گئی ہو۔

”سرینا....!“ وہ حلق پھاڑ کر چینا۔

داخلے کا دروازہ دیوار بن چکا تھا۔۔۔ چاروں طرف پھر میلی دیواریں تھیں۔

”سرینا....!“ وہ پھر چینا۔۔۔ اور جھپٹ کر اس جگہ پہنچا جہاں دروازہ تھا لیکن شاید اب اس کی آواز سرینا تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ نارجی کو فرش پر پھینک دہ دنوں ہاتھوں سے اس طرح دیوار پہنچ لگا جیسے اس کا یہ فعل دہاں پھر خلاپیدا کر دے گا۔

ٹھیک اسی وقت لیزا گوردو کا قہقہہ کرنے کی مدد و فضائیں گونجا تھا۔

”احمق آدمی....!“ وہ کہہ رہی تھی۔ ”بھلا دہ اچارچ ہی کیا جو ماخنوں کے دلوں کا حال ان کی آنکھوں میں نہ پڑھ سکے۔ تمہیں بھی جانور بنانا ہے۔۔۔ بن کر رہو گے اور پھر سرینا کے ملاادہ کی اور کوئی معلوم نہ ہونے دیا جائے گا کہ تم جانور بنادیے گے ہو۔!

”کیتیاں تجھے مار ڈالوں گا۔۔۔ ہمت ہے تو سامنے آ۔۔۔ نکولس دہاڑا۔

”میں مرد نہیں ہوں کہ مرداگی دکھاؤں گی!“ لیزا کی آواز آئی۔ ساتھ ہی وہ بھی بھی تھی۔ نکولس کا دم گھٹ رہا تھا۔۔۔ ایسا لگتا تھا جیسے کچھ دیر بعد دل کی دھڑکنی بند ہو جائے گی۔

”سرینا....!“ وہ گھنی گھنی کی آواز میں چینا۔

”مجھے پکارو۔۔۔!“ لیزا کی آواز آئی۔ ”سرینا کا کام یہیں تک تھا!“

”میں واپس جاؤں گا۔!“

”ٹکر کر دکھ جانور بن کر سہی زندہ تور ہو گے۔۔۔ ورنہ یہاں پالیسیوں کی مخالفت کرنے کی مراموت ہے!“

”نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔!“ وہ دیوانہ وار چینا۔۔۔ چینا رہا۔۔۔ چینا رہا۔۔۔ پھر بے سده ہو کر فرش پر گر گیا۔



عمران اب کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔ جہاں تک اسے علم تھا شکرال کے تیرہ باشدنے جانوروں میں تبدیل ہو چکے تھے۔ ہو سکتا ہے اس حرکت کے مرکب لوگوں نے ان کا حساب بھی رکھا ہو۔ لہذا یہ کسی طرح مناسب نہ ہو گا کہ ان سکھوں کو وادی زلیم میں پکنچا جائے۔ اس طرح خود اس کے لئے دشواریاں پیدا ہو سکتی تھیں۔۔۔ اسے بہر حال انہی کے ساتھ رہنا تھا لیکن کسی پوچھوں سے جانور کی موجودگی انہیں ہوشیار کر سکتی تھی۔

بہر حال اس نے ہی مناسب سمجھا کہ ابھی ان گیارہ رجباں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ تیرہ سے کم جانوروں کی موجودگی ان لوگوں کے لئے خطرے کا سکنل نہ بن سکے گی۔ وہ یہی سوچیں گے کہ دو ایک ہی اپنے جھروں سے نکل بھاگے ہوں گے۔

عمران اپنی کھال کے ساتھ ہی وہ کھال بھی لیتا آیا تھا جسے شہباز جانور بننے سے قبل استعمال کرتا تھا۔ اس نے سوچا کیوں نہ صرف شارق ہی کو رہنمائی کے لئے ساتھ لے کر نکل کھڑا ہو۔۔۔ یوں بھی اسے چشمہ گو گرد تک لے جانا ہی تھا۔

لیکن اب دشواری یہ آپڑی تھی کہ اچانک شارق نے پھر میڑھا پن اختیار کر لیا تھا۔۔۔ مسلسل کہے جا رہا تھا کہ جب تک وہ اپنے باپ کے راز سے آگاہ نہ ہو جائے گاؤں سے چشمہ گو گرد تک ہرگز نہ لے جائے گا۔

”میں تمہیں بتا سکتا ہوں۔۔۔!“ عمران نے کہا۔ ”لیکن رازداری شرط ہو گی۔۔۔ تم کسی سے اس کا ذکر نہیں کر دے گے۔!“

”میں تم سے بد عہدی تھیں کروں گا۔۔۔ مجھے بتا دو۔۔۔!“

”سردار شہزاد اور اس کے دس لڑاکے بظاہر آدمی نہیں رہے۔!“

”یقین نہیں آتا...!“
”اس کے باوجود بھی کہ تم اس کے توسط سے کسی گھوڑے کی ہنہماہت سنتے رہے ہو۔!“
شارق خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا تھا۔

”لیکن آخر کوئی میری گفتگو کیوں سننا چاہتا ہے۔!“
”یوں کہ تمہارے گھر میں بھی ایک مجرہ نہیں موجود ہے۔!“
”صف صاف باتیں کرو...!“ شارق جھبٹلا کر بولا۔

”جن لوگوں نے ان گیارہ رجباں کو اس حال کو پہنچایا ہے وہ ان کے بارے میں باخبر رہنا چاہتے ہیں... تمہاری بستی میں قدم رکھے بغیر وہ اسی آلے کی مدد سے اپنا یہ کام نکالنا چاہتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ زیارت گاہ میں شہزاد کی نمائندگی کرنے والی عورت انہی لوگوں میں سے تھی اور میر اخیال ہے کہ ان میں سے صرف وہی شکر الی بول اور سمجھ سکتی ہے... لہبوں پر بھی قادر ہے... ورنہ گلتر گہی میں پکڑ ل جائی... صرف سردار شہباز کو اس پر شبہ ہوا تھا... بڑے عابد تو آگئے تھے اس کے چکر میں۔!“

”اب تمہاری بات سمجھ میں آ رہی ہے... بیک وہ ہماری بستی میں دوبارہ قدم رکھنے کی جرأت نہیں کر سکے گی۔!“

”لیکن وہ مجرہ نہیں کو باہر نکالنا چاہتی ہے۔!“

”ٹھیک ہے.... ورنہ گلتر گہ جا کر بڑے عابد کو ان کے احوال سے کیوں واقف کرتی۔!“
شارق سر ہلا کر بولا۔

”لہذا مجھ پر اعتماد کرو... اور مجرہ نہیں کو چھیڑنے کی کوشش نہ کرو...!“

”تم کہتے ہو تو مانے لیتا ہوں۔!“

”لب کتابہ میں چشمہ گوگرو کی طرف روانہ ہو جانا چاہئے۔!“ عمران نے کہا اس طرح رجان سے ان کی روائی ہو سکی تھی۔ لیکن چشمہ گوگرو بیک پہنچنے سے قبل تیز ہواں اور بارش نے انہیں آیا... اور انہیں ایک غار میں پناہ لئی پڑی۔

”چشمہ گوگرو اوری زلمیر میں تو نہیں ہے....؟“ عمران نے شارق سے پوچھا۔
”نہیں.... ایک چٹانی سلسلہ دونوں کے درمیان حاکل ہے۔!“

”میں نہیں سمجھا...!“

”ان کے جسموں پر ایک ایک بالشت لے باں اگ آئے ہیں اور وہ بن مانس معلوم ہوئے لگے ہیں۔!“

شارق بے اعتباری سے ہنسا تھا۔

”کیا تم مجھے جھوٹا سمجھتے ہو۔!“

”میں آنکھوں سے دیکھے بغیر یقین نہیں کر سکتا۔!“

”مجھے یقین ہے کہ اگر کسی نے بھی انہیں دیکھنے کی کوشش کی تو وہ فائر گہ شروع کر دیں گے۔“

”پھر بھی ہمیں کوشش تو کرنی ہی چاہئے۔!“

”جاو۔... اپنے گھر ہی میں کوشش کر کے دیکھ لو۔...!“

”میں دروازہ توڑ دوں گا.... بہن کی بھی پر واہنہ کروں گا۔!“

”شکر ال کے نہ جانے کتنے خیرہ سر اپنے سینے چھلنی کراچکے ہیں یا پچھ کر گزر تے یہن یاد یا یاد سے گذر جاتے ہیں۔!“

”لیکن تمہاری اس حرکت سے کھیل گبڑ جائے گا.... لوگ واقف ہو جائیں گے اور ان میں ہر اس پھیلے گا۔!“

”پھر میں کیا کروں....؟“

”رات ہونے دو....! کوئی تدبیر کی جائے گی۔“ عمران طویل سانس لے کر بولا وہ اس قسم کو بڑھانا نہیں چاہتا تھا۔

”اچھی بات ہے... اس کھلونے کے بارے میں بتاؤ... اسے کیوں اتنی اہمیت دے رہے ہو۔!“

”وہ خوصیت سے تمہارے ہی لئے وہاں ڈالا گیا ہوگا.... جہاں تمہیں پرالٹا ہا۔!“

”آخر کیوں....؟“

”تاکہ تمہاری آوازان لوگوں تک پہنچتی رہے جنہوں نے اسے وہاں ڈالا تھا۔!“

”تمہاری باتیں آسانی سے سمجھ میں نہیں آتیں صرف شکن...!“

”یہ فرنگیوں کا آله پیغام رسائی ہے.... اسے پاس رکھ کر تم جس طرح کی بھی گفتگو کرتے ہو وہ اس کے اصل مالک تک پہنچتی رہتی ہے۔!“

”پڑے نہیں کیوں....!“
 ”کسی عورت نے دھوکہ دیا ہوگا۔!“
 ”اوشارق اب ختم کرو یہ بات....!“
 ”پھر وقت کیے گذرے گا۔!“
 ”عورت کے بغیر نہیں گذر سکتا کیا۔!“
 ”گذرتا تو ہے لیکن اچھا نہیں.... میں تو ہر وقت انہی کے بارے میں سوچتا ہتا ہوں۔!“
 ”خود بھی عورت ہی ہو جاؤ گے کسی دن....!“
 ”ایسی بد دعا نہ دو....!“
 ”کیوں.... جب تم عورت ہی کے خیال میں ڈوبے رہتے ہو تو عورت ہی ہو جانے میں کیا
 مفہوم ہے۔!“
 ”ب پھر مجھے کسی مرد سے شادی کرنی پڑے گی.... اور وہ مرد صاف شکن کے علاوہ اور کوئی
 نہ ہوگا۔!“
 ”مار کھائے گا کیا شادق کے بچے....!“ عمران مکاتاں کر بولا۔
 ”یقین کرو.... اگر میں عورت ہوتا تو سب سے بڑی خواہش بھی ہوتی۔!“
 ”میرا خیال ہے بارش کا زور ٹوٹ رہا ہے۔!“
 ”اب سفر جاری رکھنے کو دل نہیں چاہ رہا.... کئی نالوں میں پانی کا بہاؤ اتنا تیز ہو گا کہ گھوڑے
 نہم نہ جا سکیں گے.... رات تیک گزارو تو ہتر ہو گا۔!“
 ”وہ رات انہیں غاری میں بس رکنی پڑی.... دوسری صبح مطلع صاف تھا اور فضا لکھر گئی
 تھی.... لیکن سردی میں اضافہ ہو گیا تھا۔
 ”سڑ بھی شروع ہو گیا.... چشمہ گوگرا بھی دور تھا۔
 ”پشہر گوگر کے قریب سے کوئی راستہ وادی زمیر کی طرف بھی گیا ہے۔!“ عمران نے
 شادق سے پوچھا۔
 ”تینیں... دونوں کے درمیان جو چٹانی سلسلہ ہے اسے ابھی تک کسی نے بھی پار نہیں کیا۔!
 گھوڑے تیزی سے راستے کر رہے تھے.... ان اطراف میں زیادہ تر خشک پہاڑ تھے، جن

”اب دیکھو....! یہ بارش کب تھمتی ہے۔!“
 ”سفید بادلوں والی بارش کا کچھ ٹھیک پتا نہیں ہوتا۔!“
 ”وضاحت کرو....!“
 ”پل بھر میں بھی تکل جاتی ہے اور کئی گھنٹوں تک بھی جاری رہ سکتی ہے۔!
 ”لیکن یہ تو طوفان معلوم ہوتا ہے۔!“
 ”شارق کچھ نہ بولا۔
 ”میرا خیال ہے کہ سردی بھی بڑھ گئی ہے....!“ عمران نے کہا۔
 ”ایسی بارشوں کے بعد ٹھنڈک میں اضافہ ہو جاتا ہے.... شامِ ہمیں رات اسی غار میں
 گذارنی پڑے.... بارش بلد تھمتی نظر نہیں آتی۔!
 پھر بڑی دیر تک دونوں خاموش بیٹھے رہے تھے.... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دونوں کے پار
 گھنٹوں کے لئے کچھ بھی باقی نہ رہا ہو.... بارش بدستور جاری تھی۔
 ”اپنا کوئی کارنامہ سناؤ صاف شکن....!“ دفتہ شارق بولا۔
 ”کارنامہ! میں معمولی افعال اور کارنامے میں فرق نہیں کر سکتا۔!“ عمران نے کہا۔ یا پہ
 ابھی تک کوئی کارنامہ انجام ہی نہ دے سکا ہوں گا۔!
 ”تمہارا سب سے بڑا بچہ کس عمر کا ہے....؟“
 ”بس میری ہی عمر کا سمجھ لو....!
 ”کیا مقلاتی اپنے بچوں کی عمریں نہیں بتاتے۔!
 ”اے میرے دوست کے بچے.... ابھی میرا باپ۔ خود مجھے ہی بچہ سمجھتا ہے.... اس۔
 شادی ہی نہیں ہوئی ابھی تک۔!
 ”میں سمجھ گیا....!
 ”کیا سمجھ گئے....؟“
 ”بے شمار عورتیں مرتی ہوں گی تم پر.... اس لئے کسی ایک کے پاند نہیں ہونا چاہتے۔!
 ”عورتوں کی باتیں نہ کرو، مجھے غصہ آنے لگتا ہے۔!
 ”کیوں.... کیوں....؟“

کی چونوں پر کہیں کہیں برف بھی دکھائی دیتی تھی۔
پچھلے دن کی بارش کا پانی ابھی تک نالوں میں بہہ رہا تھا لیکن اس کی تیز روی باقی نہیں رہی۔ وہ ایسے ہی کٹی تالے بے آسانی پار کر گئے تھے۔

دوپہر ہوتے ہوئے وہ چشمہ گورڈ تک جا پہنچے... فضا گندھک کی بو سے رپی بسی ہوئی تھی۔
”کوئی نہ ہم عمل کر لیں....!“ شادق بولا۔

”اتی ٹھنڈک میں....!“ عمران نے جھر جھری لے کر کہا۔

”پانی گرم ہوتا ہے.... ساری تھکن دور ہو جائے گی.... پھر میں تمہیں اس جگہ لے جاؤں گا جہاں میں نے وہ آله پڑا لیا تھا۔!“

”اچھی بات ہے....!“ عمران طویل سانس لے کر بولا۔ ”مجھے کوئی ایسا راستہ بھی تو علاش کرتا ہے جس سے وادی زلمیر میں داخلہ ممکن ہو۔!“

”سب کچھ بعد میں دیکھیں گے....!“
پانی گرم تھا.... سچ مجھ نہ لینے کے بعد عمران کو یہی محسوس ہوا تھا جیسے فوری طور پر ساری تھکن دور ہو گئی ہو۔

”لیکن یہ گندھک کی بو....!“ وہ ناک سکوڑ کر بولا۔

”عرصے تک بیماریوں سے محفوظ رکھے گی....!“ شادق نے کہا۔
پھر وہ اسے ادھر لے چلا تھا جہاں ٹرانس میٹر پڑا ملا تھا.... یہاں ایک گھنا اور تاوار درخت دکھائی دیا۔... ان اطراف میں عمران نے ایسا کوئی دوسرا درخت نہیں دیکھا تھا۔

”یہاں.... ٹھیک اس جگہ....!“ اس نے درخت کی ایک دو شاخی جڑ کی طرف اشارہ کر کر ہوئے کہا جوز میں کی سطح سے ابھر آئی تھی۔

”میرا خیال ہے کہ ادھر سے گذرنے والے یہاں ضرور ٹھہر تے ہوں گے۔!“ عمران کو سوچتا ہوا بولا۔

”تمہارا خیال درست ہے.... وسطی ٹکرال سے رہباں کی جانب آنے والے گلتر گے۔
گذر کر یہیں قیام کرتے ہیں۔!“

”یہ چیز میرے خیال کو تقویت پہنچاتی ہے۔!“

”کس خیال کو....!“

”یہی کہ وہ صرف تمہارے ہی لئے یہاں رکھا گیا تھا۔!“
شادق کچھ نہ بولا۔

عمران پھر اس چٹانی سلسلے کی طرف متوجہ ہو گیا.... جوان کے اور وادی زلمیر کے درمیان ملک تھا۔!

”واقعی.... یہ چٹانیں بالکل سیدھی کھڑی ہیں۔!“ وہ کچھ دیر بعد بڑا لایا۔

”نہ ہوتی تو کیا ہوتا....؟“ شادق نے پوچھا۔

”ہم ادھر سے وادی زلمیر میں داخل ہو جاتے۔!“

”وہاں کیا ہے....؟“

”جو کچھ بھی ہے وہیں ہے.... وہیں آدمی جانور بنا دیے جاتے ہیں۔... اس وقت بھی وادی میں پار آیے جانور موجود ہیں۔!“

”آہ.... تب تو میں ضرور چلوں گا.... انہیں دیکھوں تو....!“ عمران بولا۔

”اور اگر تم بھی بنا دیے گئے تو....!“ عمران بولا۔

”تب تو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ آخر بنائے کس طرح جاتے ہیں۔!“

”تم یہ خطرہ مول لے سکو گے....؟“

”کیوں نہیں۔!“

”میں نے اس کی بھی تدبیر کر رکھی ہے کہ وہ ہمیں جانور نہ بنا سکیں۔!“

”تب تو پھر مجھے وہاں ضرور لے چلو صرف شکن۔....!“

”اچھا تو پھر ہم وہ راستہ تلاش کریں جس سے گذر کرو وہ وادی زلمیر سے ادھر آ جاتے ہیں۔!“

”تمہارا مطلب ہے کہ ان چٹانوں میں کہیں نہ کہیں کوئی ایسی دراز موجود ہے جس سے گذر کرو ادھر آ جاتے ہیں۔!“

”میرا بھی خیال ہے....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”اچھا پھر تلاش شروع کر دیں....!“ شادق نے کہا۔ ”تم مغرب کی طرف جاؤ میں مشرق کی طرف جانا ہوں۔!“

”میں تم سے متفق نہیں ہوں۔!“

”کیوں....؟“

”بلیں یونہی.... ہم دونوں ساتھ ہی رہ کر یہ کام انجام دیں گے خواہ کتنا ہی وقت کیوں صرف ہو۔!“

”بھیسا تم کہو....!“

”لیکن کام شروع کرنے سے پہلے میں ان لوگوں کو یہ اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ رجباری جو نیشنوں میں سے دو آدمی غائب ہو گئے ہیں۔!“

”کوئی بھی غائب نہیں ہوا.... وہ سب موجود ہیں....!“ شارق جلدی سے بولا ”لیکن اطلاع کیسے پہنچاؤ گے۔!“

”اسی آئلے کے ذریعے!“

”وہ سب کچھ سن رہے ہوں گے جیسا کہ تم نے کہا۔!“

”نہیں.... میں نے فی الحال اسے بیکار کر دیا ہے.... ایک پر زہ نکال کر جیسے ہی وہ پر زہ اس میں فٹ کروں گا وہ دوبارہ کام کرنے لگے گا۔!“

”لیکن تم یہ اطلاع کیوں دینا چاہتے ہو۔!“

”اس لئے کہ انہوں نے ابھی تک شکرال کے تیرہ آدمیوں کو جانور بنا لیا ہے۔!“

”دو کون ہیں....؟“ شارق چونک کر بولا۔

”سلطی شکرال کے دو افراد جنہیں میں نے ان کے مجرموں سے نکال کر واوی زلمیر میں پہنچ دیا ہے۔ اور اب ہم دونوں اپنے طور پر جانور بن کر واوی زلمیر میں داخل ہوں گے۔ لہذا انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ دور جباری بھی واوی زلمیر میں آگئے ہیں۔!“

”آخر اس سے کیا فائدہ؟“

”اس طرح وہ لوگ شہے میں بدلنا ہو کر ہوشیار نہ ہو سکیں گے اور ہم ان پر قابو پانے کو کوشش کریں گے۔!“

”تو کیا تم ان لوگوں کے ٹھکانے سے واقف ہو....؟“

”بہت جلد واقف ہو جاؤں گا۔!“

”اچھا تو پھر انہیں اطلاع پہنچاؤ۔!“

”بھی نہیں پہلے راستے تلاش کریں گے.... ہو سکتا ہے وہی راستہ مجھے ان لوگوں تک بھی پہنچاؤ۔!“

شارق خاموش ہو گیا.... ان کا رخ مشرق کی جانب تھا اور وہ ادھر ہی چل پڑے.... پھر عمران رک کر بولا۔ ”ٹھہر و.... پہلے میں اس درخت پر چڑھ کر آس پاس نظر دو ڈالوں۔!“

”اچھی بات ہے....!“ شارق نے کہا۔

عمران درخت پر چڑھا تھا.... اور کاندھ سے لٹکے ہوئے تھیں سے دور میں نکالی تھی۔ قرباً تین چار منٹ تک گرد و پیش کا جائزہ لیتا رہا تھا.... لیکن دور در تک کوئی نہ دکھائی دیا۔ پھر اتر کر اس نے شارق سے کہا تھا۔ ”چلو....!“

”کیا دیکھا۔....؟“

”پچھے بھی نہیں.... میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ آس پاس کوئی اور بھی تو موجود نہیں ہے۔!“

”آخر یہ کیسی تباہی ہم پر نازل ہوئی ہے۔!“

”جب تک بقیہ دنیا کے ساتھ چلنے والے یکھو گے یہی پچھے ہو تارے گا۔!“

”کیسے چلیں گے بقیہ دنیا کے ساتھ؟“

”نگ نظری، تو ہم پرستی اور قدمت پسندی سے پچھا چھڑائے بغیر بقیہ دنیا کے ساتھ نہیں جل سکو گے۔ انہوں نے اس کام کے لئے شکرال کو غالباً اسی لئے منتخب کیا ہے کہ تم اسے آسمانی بلا بکھ کر اس کے خلاف جدوجہد نہ کر سکو گے۔!“

”بات پچھے بکھ میں آرہی ہے۔!“

”لیکن تمہارے باپ کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔!“

”آخر یہ کیسے کہہ سکتے ہو۔!“

”سمجھ میں آسکتی ہوتی تو جو رہ نہیں ہو جانے کے لئے رجبار کا رخ نہ کرتا بلکہ واوی زلمیر ہی گل نثار بتایے معلوم کرنے کے لئے کہ آخر ایسا کیوں ہوا۔!“

”یہ بات بھی سمجھ میں آرہی ہے۔!“

”آرہی ہے نا.... تم بہت سمجھ دار ہو.... اس لئے سردار شہزاد کے بعد تمہیں ہی پورے

شکرال کا سردار ہوتا چاہئے!“
شارق نہ پڑا اور بولا۔ ”کیوں میرا مٹھلکہ اڑا رہے ہو... میرا باپ تو مجھے صرف رہی
ہی کی سرداری کے قابل نہیں سمجھتا!“

”اس کی بھول ہے....!“

شارق کچھ نہ بولا... ان کے گھوڑے معمولی رفتار سے مشرق کی طرف بڑھتے رہے
عمران تیز نظروں سے چنان سلسلے کا جائزہ بھی لیتا جا رہا تھا... لیکن ابھی تک کوئی ایسی درازی
دکھائی دی تھی جو اس کے نظریے کی تائید کرتی ویسے نہ جانے کیوں اسے یقین تھا کہ ان پناہ
میں کوئی ایسی دراز ضرور موجود ہو گی جو انہیں واہی زلمی تک لے جاسکے!۔
بہر حال جہاں وہ چنانیں بہت اوپنے پہاڑوں سے جاتی تھی وہیں سے پھر وہ مغرب کی
پلٹ پڑے۔

”مغرب کی سمت یہ سلسلہ کہاں تک پھیلا ہوا ہے...؟“ عمران نے پوچھا۔

”پہنچنے میں ادھر نہیں گیا....!“

”اچھی بات ہے... تو پھر مغرب ہی کی طرف بڑھتے رہو... ادھر بھی دیکھ لیں۔
عمران نے کہا اور گھوڑے کو ایڑھ لگائی... خاصی تیز رفتادی سے وہ اس جگہ تک پہنچے تھے جو
سے مشرق کی سمت آئے تھے... اس کے بعد گھوڑوں کی رفتادی کردی گئی تھی... اور ہی کی طرح چنانوں کا جائزہ لیتے ہوئے مغرب کی سمت بڑھ رہے تھے۔
تو ہزاری دیر بعد شارق نے سوال کیا۔ ”آخر ہم کس طرح قدامت سے پیچا چھڑا
ہوئے عابد کو یہ بات پسند نہ آئے گی!“

”اچھا تو بڑے عابد ہی سے کہو کہ تمہارے باپ کو دوبارہ آدمی بنادے!“

”لیکن وسطی شکرال کے دو باشندوں پر جو کچھ گذری ہے اس سے تو وہ بخوبی واقف نہ
عمران بولا۔ ”لیکن ان کی دعا میں ان دونوں کو دوبارہ آدمی نہیں بنا سکتیں!“
”اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا!“ شارق مردہ سی آواز میں بولا۔

”آخر کیوں....؟“

”کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا... بڑے عابد کا رتبہ سب سے بلند ہے!“

”اچھا تو پھر یہ بتاؤ کہ بڑے عابد نے تمہیں رائکلوں اور پستولوں کے استعمال سے کیوں نہیں
روکا جبکہ تمہارے بزرگ تیر کمان اور تکوار استعمال کرتے آئے تھے!“

”یہ بات بھی سوچنے کی ہے.... لیکن کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا!“

”احقان بات ہے.... جب تک شکرال ترقی یافتہ دنیا کے ساتھ چلنے کی صلاحیت نہیں پیدا
کرے گا اسی طرح مشکلات میں پڑتا رہے گا.... حد ہو گئی کہ زور دیگستان پار کر کے جن لوگوں
سے جدید اسلحہ خرید لاتے ہو ان کی زبان نہیں سیکھ سکتے.... آخر کیوں....!“

”واقعی یہ بات سوچنے کی ہے!“

”اگر تم سرداروں کے سردار ہو گئے تو کیا کرو گے!“

”وہی کروں گا جو بڑے عابد کہیں گے!“

”بُن تو پھر تمہارے دور بھی حماقت ہی کا دور ہو گا!“

”تم سمجھتے کیوں نہیں.... بڑے عابد....!“

”میں بھی ان کی عزت کرتا ہوں....!“ عمران نے کہا۔ ”لیکن قدامت کو برقرار رکھنے کے
سلسلے میں ان کی ہم نوائی نہیں کر سکتا....!“

”بس اب اس قصے کو ختم بھی کرو.... میں جہنم کا ایندھن نہیں بننا چاہتا!“

”خیر فی الحال ختم کرتا ہوں!“

”مقلاتی لاکیاں کیسی ہوتی ہیں....؟“ شارق نے مکرا کر پوچھا۔

”پہلے بڑے عابد سے اجازت لے آؤ پھر مقلاتی لاکیوں کی بات کرنا کیوں نک وہ آہستہ آہستہ
ترنی پسند ہوتی جا رہی ہیں!“

”مت کرو بڑے عابد کی بات....!“ شارق گھمھیلیا۔

”تم بھی مت کرو مقلاتی لاکیوں کی بات.... ورنہ مقلات کا بڑا عابد مجھے کاٹ کھائے گا!“

”تم اپنے بڑے عابد کی عزت نہیں کرتے!“

”گزت میں سب کی کرتا ہوں لیکن ہر ایک سے متفق نہیں ہو جاتا!“

”بہت مزے میں ہو تم....!“

”تم بھی مزے میں ہو سکتے ہو.... کوشش کرو....!“

پڑھتا رہا۔

”اُتی اونچی چھلانگ لگا سکتے ہو....!“ شارق نے حیرت سے کہا۔

عمران اور پر اٹھتا چلا گیا.... شارق کو تو ایسا ہی لگا تھا جیسے شگاف کے اندر سے کسی نے پکڑ کر اسے اوپر گھینٹ لیا ہو.... اس نے اس کے پورے جسم کو شگاف کے اندر غائب ہوتے دیکھا اور مظہرانہ انداز میں اسے آوازیں دینے لگا۔

جلد ہی عمران نے شگاف سے باہر سر نکال کر کہا تھا۔ ”فکر مت کرو.... گھوڑوں پر دھیان رکھنا.... میں ابھی آیا۔!“

وہ پھر مڑا تھا اور تھیلے سے مارچ نکال کر گھنٹوں کے بل آگے بڑھنے لگا تھا۔ اس سرگ م نما دراز میں کھڑے ہونے کی گنجائش نہیں تھی۔ مارچ کی روشنی میں آگے بڑھتا رہا.... دوڑھائی سو گز کھکنے کے بعد سے پھر سورج کی روشنی و کھائی دی تھی۔

اس قدر تی سرگ کے دوسرا دہانے سے وادی زمیر صاف نظر آ رہی تھی اور ادھر کی ڈھلان بھی دشوار گذار نہیں معلوم ہوتی تھی۔ چاہتا تو دہانے سے نکل کر نشیب میں دوڑتا چلا جاتا.... لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔

وابحی رواروی میں نہیں ہوئی تھی۔ مارچ کی روشنی میں سرگ کا تفصیلی جائزہ لیتا ہوا پلٹ رہا تھا.... ایک جگہ اسے پیر کا ایک خالی ڈبہ پڑا ہوا ملا۔ اس نے اسے اٹھا کر اس کے سوراخ سے ناک لگادی اور اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ وہ بہت پرانا نہیں تھا.... ظاہری حالت بھی یہی بتاتی تھی کہ وہ بہت دنوں سے وہاں نہیں پڑا رہا ہے، ایک جگہ ڈبل روٹی کے خلک ملکرے بھی ملے.... وہ آگے بڑھتا رہا.... اور دوسرے سرے تک آ پہنچا۔

شارق دیں کھڑا نظر آیا جہاں اسے چھوڑ آیا تھا.... عمران کو دیکھ کر اس کا چہرہ کھل اٹھا۔

”کیا ہی....؟“ اس نے چک کر پوچھا۔

”راستہ ہے میں دوسرے سرے تک ہو آیا ہوں!“

”میں کیسے دیکھوں....!“

”کیا ضرورت ہے.... مجھے جو کچھ معلوم کرنا تھا کرچکا....!“

گھوڑی کی جدو جہد کے بعد وہ شارق کے پاس جا پہنچا تھا۔ گھوڑوں تک پہنچنے میں خاصی

”اچھا یہ بتاؤ کہ میں کس قسم کی لڑکی سے شادی کروں!“

”کسی ترقی پسند مقلاقی لڑکی سے جو تمہیں مار مار کر ترقی پسند بنادے....!“

”یہ بھی ناممکن ہے.... میں کسی غیر شکری لڑکی سے شادی نہ کر سکوں گا!“

”اُرے تو اسی وقت تمہیں شادی بھی کرنی ہے۔!“ عمران بھنا کر بولا، اور شارق نہس کر بولا۔ ”میں نے تو یہ بات اس لئے چھیڑی تھی کہ بڑے عابد کا قصہ ختم ہو جائے۔!“

”آہا.... نہہرو....!“ عمران نے گھوڑا روکتے ہوئے کہا۔

”کیا بات ہے....؟“

لیکن عمران نے کچھ کہے بغیر تھیلے سے دور میں نکال لی اور چٹانوں میں کسی جگہ کا جائزہ لیتے لگا۔ پھر تھوڑی دیر بعد آنکھوں سے دور میں ہٹاتا ہوا بولا۔ ”شاند میں نے وہ جگہ دیکھ لی ہے۔!

”مجھے بھی دکھاؤ....!“

”تم نہ دیکھ سکو گے.... اچھا بھیں گھوڑوں سے اتر جانا چاہئے۔!“

”یہ لو....!“ شارق گھوڑے پر سے اترتا ہوا بولا۔ ”اب بتاؤ....!“

عمران بھی اپنے گھوڑے سے اتر اور دونوں گھوڑے ایک جگہ باندھ دیئے گئے اور انہوں نے ایک دشوار گذار چٹان پر چڑھنا شروع کر دیا۔

خاصی جدو جہد کے بعد وہ ایسی جگہ پہنچنے کے تھے جہاں مزید آگے بڑھنے کی گنجائش نہیں تھی

شارق نے دونوں اطراف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”یہ کہاں لے آئے۔!“

”کیا تمہیں وہ شگاف نہیں دکھائی دیتا....!“ عمران نے کچھ اوپر ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا۔

”وہاں تک پہنچو گے کیسے....؟“

”اُبھی پہنچ کر دکھاتا ہوں....!“

”اگر تم پہنچ بھی گئے تو گھوڑے کیسے پہنچیں گے۔!“

”میں صرف یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ وادی زمیر تک پہنچ سکوں گایا نہیں.... ضروری نہ ہے کہ ہم اسی راستے سے وادی میں داخل ہوں۔!“

”اچھی بات ہے.... کوشش کرو....!“

عمران اچھلا تھا اور ایک شگاف میں دونوں ہاتھ ڈال کر جھوول گیا تھا۔ چھ سات فٹ کی اونچ

دشواری پیش آئی۔ شارق تو کمی بارگرتے گرتے بچا تھا۔ اتنے کیلئے وہ خطرناک ہی تھی۔
”اب کیا کرو گے...؟“ شارق اپنے گھوڑے کی پشت پر ہاتھ رکھ کر ہانپتا ہوا بولا۔

”بس اب تم رحباں والیں جاؤ...!“

”واہ... کیوں...؟ یہ نہیں ہو سکتا!“

”پھر کیا کرو گے...؟“

”وادی زلمیر چلیں گے...!“

”پہلے دوڑ کر بڑے عابد سے پوچھ آؤ کیونکہ انہوں نے وادی میں داٹل پر پابندی لگادی ہے۔“

”مم... میں نے ساختا...!“ شارق ہکلایا۔ ”لیکن انہیں کیسے پتہ چلے گا!“

”رب عظیم تو دیکھ رہا ہے اگر اس کے تینیں بڑے عابد کا کہنا مانا ضروری ہے۔!“

”تم ققبال کی کھال اتارتے ہو... بڑے عابد تو ققبال پینے سے بھی منع کرتے ہیں۔!“

”اور ققبال پینے والوں کی سرداری بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ان کے تحائف بھی قول کریں... کیوں...؟“

”میں کہتا ہوں اس قصے کو ختم کرو...!“

”جب تک تم بڑے عابد کی بالادستی سے انکار نہیں کر دو گے... قصہ ختم نہیں ہو گا۔!“

”اگر شکریوں کو معلوم ہو جائے تو تمہارا قیمه کر کے رکھ دیں گے۔!“

”تم بھی تو شکری ہو... نکلاوپا تفکرچے۔!“

”مم... میں تمہیں... بہت پسند کرتا ہوں...!“

”بڑے عابد سے بھی زیادہ...!“

”شامک...!“

”اچھی بات ہے.... تو میں تمہیں وادی زلمیر میں لے چلوں گا۔ اب اس عام راستے کو طرف میری راہنمائی کرو جس سے قافی گذرتے ہیں۔!“

”بس مغرب ہی کی طرف چلتے رہو۔ منہوس پہلاز کے پاس سے گذرتا ہو گا۔!“

”منہوس پہلاز...!“ عمران نے جیرت سے دھرایا۔

”ہاں اگر وہ پہلاز حاکل نہ ہوتا تو ہمیں زرور گیتان تک پہنچنے میں زیادہ دشواری نہ ہوتی۔“

اس منہوس پہلاز کی وجہ سے ڈیڑھ سو میل کی مسافت بڑھ جاتی ہے۔ صدیوں سے یہ پہلاز منہوس کھلاتے ہیں۔!

”ناتقابل عبور ہیں...؟“

”بالکل سیدھے کھڑے ہیں.... یہ چنانی سلسلہ تو ان کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔!“

شام ہو چکی تھی.... پرندوں کے سور سے فنا گو بنجتے گی تھی۔ عمران نے پر تھکر لجھ میں کھل۔ ”کیوں نہ رات بیہیں گزاری جائے.... کوئی مناسب سی جگہ ملاش کرو...!“

”میں جلد سے جلد ان جانوروں کو دیکھنا چاہتا ہوں۔!“

”بس کل دیکھ لینا۔!“

یہاں انہیں کوئی غار نہ مل سکا.... البتہ ایک ایسی چٹان دکھائی دے گئی جو ساتھاں کا کام بھی دے سکتی تھی۔ اس کے نیچے انہوں نے گھوڑوں سے زیسیں اتار دیں۔ شارق آگ جلانے کے لئے خشک پودوں کے ڈنھل اکھاڑتا پھر رہا تھا.... یہاں درخت نہیں تھے کہ ان سے لکڑیاں حاصل کریں جاتیں۔

شارق عمران سے بہت دور چلا گیا تھا.... وہ اسے دیکھتا رہا پھر جیب سے ٹرانس میٹر نکال کر اس میں بیٹری رکھی، اور بالکل ایسے ہی انداز میں بولنے لگا جیسے کسی سے گفتگو کر رہا ہو۔

”وو جھرے خالی پڑے ہیں.... پتہ نہیں طہماں اور قنطور کہاں غائب ہو گئے پھر نہیں آواز بنا کر بولا۔“ ”طہماں اور قنطور...؟“

مردانہ آواز.... ”ہاں.... دونوں کے جھرے خالی ہیں.... پتہ نہیں کس وقت نکل گئے کوئی دیکھ نہیں سکا۔!“

”نہیں آواز....“ ”کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ انہیں کیا ہو گیا ہے۔!“

مردانہ آواز.... ”رب عظیم ہی جانے، سردار شہزاد نے تواب بولنا بھی چھوڑ دیا ہے، کیوں شارق....؟ کیا میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔!“

”تم نے ٹھیک نہیں کیا۔“ عمران نے شارق کی آواز کی نقل اتاری تھی۔ اس کے بعد ٹرانس بیٹری نکال کر اُسے ناکارہ کر دیا۔

”تحوڑی دیر بعد شارق خشک ڈنھلوں کا گھررا اٹھائے واپس آگیا۔

”روپیش ہو جاتے ہیں لیکن میں نے خیرہ سر بننا ہی مناسب سمجھا۔!“
 ”بہت چالاک ہو.... اب تم جو چاہو کرتے پھر و.... کوئی تمہیں میز ہی آنکھ سے بھی نہیں
 دیکھ سکتا۔!“
 ”شارق نے پھر قہقهہ لگایا اور بولا۔ ”اگر یہ بات نہ ہوتی تو کبھی کامڑا الگیا ہوتا۔!“
 ”لیکن میں نے اب کچھ اور ہی سوچا ہے۔!
 ”میا...؟“
 ”تمہیں جلد از جلد جانور بنا دوں....!“
 ”میا مطلب....! شارق اچھل کر کھڑا ہو گیا۔
 ”بیٹھ جاؤ....!“ عمران مسکرا کر بولا۔ ”اس طرح تم سردی سے بھی محفوظ رہ سکو گے۔!
 ”پتہ نہیں کیا کہہ رہے ہو۔!
 ”جس بچ جانور نہیں ہو گے.... اور اگر نعلیٰ جانور بننے پر تیار نہ ہوئے تو وادیِ زمیر میں بچ جانور بنا دیے جاؤ گے۔!
 ”صاف صاف کہو....!
 ”ان لوگوں کے جسموں میں کوئی ایسی دوادا خل کی گئی ہے جس نے ان کے رو گھنھنوں کو
 حیرت انگیز طور پر بڑھا دیا اور یہ عمل تھوڑے وقت میں ہوا تھا....!
 ”یہ کس طرح ممکن ہے....!
 ”ترقی یافتہ لوگوں کے لئے سب کچھ ممکن ہے.... میں وہاں تمہیں ایسی دو عدد مادائیں بھی
 دکھاؤں گا جو فرنگی نسل سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان میں سے ایک سنبھری ہے اور دوسری سفید....
 اور تمہارے شکر ایسی سیاہ بالوں سے ڈھکے ہوئے ہیں۔!
 ”لیکن اب میرے باپ کا کیا ہو گا۔!
 ”ہو سکتا ہے ان کے پاس کوئی ایسی دوا بھی ہو جو انہیں دوبارہ آدمی بنادے.... اگر ایسا نہ ہوتا
 تو وہ خود اپنی نسل پر ہرگز باتھ صاف نہ کرتے۔!
 ”گویا.... کوئی فرنگی یہ سب کچھ کر رہا ہے۔!
 ”سو فیصد یہی بات ہے....!

”آج سردی مرانچ پوچھ لے گی۔!“ عمران بولا۔
 ”اسی لئے تو اتنی محنت کر رہا ہوں۔!“ شارق نے کہا۔ ”اور گھر بھیک کر پھر چلا گیا۔
 عمران اسے توجہ اور دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔
 اس کی دانست میں مناسب تربیت اس لڑکے کو بڑے کام کا آدمی بناسکتی تھی.... بڑے عابد
 سے متعلق اس نے اس سے جس قسم کی گفتگو کی تھی وہ ہٹھنڈے دل سے سنا رہا تھا اس کی جگہ کوئی
 دوسرا اشکر ای ہوتا تو مر نے پر آمادہ ہو گیا ہوتا۔
 کچھ دیر بعد وہ پھر ایک گھر اٹھا لایا تھا۔
 ”بس کرو....!“ عمران با تھا اٹھا کر بولا۔ ”میں نے ایسی تدبیر سوچی ہے کہ بردی سے بھی
 محفوظ رہیں گے اور ہمارے لئے کوئی خطرہ بھی باقی نہ رہے گا۔!
 ”شارق نے گھر میں پرڈاں دیا اور ایک طرف بیٹھتا ہوا بولا۔ ”اچھی بات ہے کہ کرو تدبیر۔!
 ”میں سوچ رہا تھا کہ تم بہت اچھے آدمی ہو....!“ عمران نے کہا۔ ”آخر کس کی نقاہی میں خیر،
 سر بننے کی سو جھی تھی۔!
 ”وہ کھیانی بھی نہیں کر رہا گیا.... تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”وہ اصل اپنی سوتیلی ماں کو
 دبائے رکھنے کے لئے میں نے خیرہ سر کا بہر دپ بھرا ہے لیکن صفتیں کی آنکھوں سے تو نہیں
 چھپ سکتا۔!
 ”میرا خیال ہے کہ نہ صرف سوتیلی ماں بلکہ باپ بھی ڈرنے لگا ہو گا۔!
 ”شارق نے قہقهہ لگایا اور سر ہلا کر بولا۔ ”ان کی تو سرداری بھی میرے دم سے قائم ہے ورنہ
 بھی کی اسے کھو چکے ہوتے۔!
 ”تمہارے آنے سے عکر بھی خائف ہو گیا تھا۔!
 ”کبھی ڈرتے ہیں.... یہ دیکھو....!“ اس نے داہنہا تھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ وہ اسے
 چھوٹی انگلی کی جڑ میں ایک اور نسخی سی انگلی دکھارہا تھا۔
 ”یہ کیا ہے....?
 ”میں شنکشت بھی ہوں.... کوئی شکر ایسی میراخون بہانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔!
 ”ہمارا عقیدہ ہے کہ چھ انگلیاں رکھنے والے کے قتل سے تباہی پھیلتی ہے۔ زیادہ تر شنکشت

”آخر کیوں....؟“

”بھی تو دیکھنا ہے.... ویسے شکرالی سور تم ان کے ہاتھ نہ لگ سکی ہوں گی اس لئے انہوں نے فرنگوں ہی کو جانور بنادیا اور وہ دونوں مادائیں شکرالی نزوں کے ساتھ بہت خوش ہیں۔!“
”لیکا بات ہوئی....!“ شارق نے حیرت سے کہا۔

”ہو سکتا ہے وہ یہ دیکھنا چاہتے ہوں کہ ان کے بچے آدمی ہی ہوتے ہیں یا جانور....!“

”میں سمجھ گیا.... ویسے بھی یہ سفید سور ہمیں جانور ہی سمجھتے ہیں۔!“ شارق نے غصیل آواز میں کہا۔

”لکی بات کی ہے تم نے....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”اچھا تو تم مجھے کس طرح جانور بناؤ گے۔!“

”پہلے خود بن کر دکھاؤں گا.... پھر تمہیں بھی بنادوں گا۔!“

عمران نے تھیلے سے وہ کھال نکالی جسے اپنے جسم پر فٹ کرنا تھا.... اور ایک چنان کی اوٹ میں چلا گیا۔

شارق تھیرانہ انداز میں بیٹھا اس کا انتظار کرتا رہا.... اس کے چہرے پر حیرت کے ساتھ ساتھ نہ جانے اور کون کون سے تاثرات نظر آرہے تھے۔

پھر جیسے ہی عمران چنان کی اوٹ سے نمودار ہوا اس کا ہاتھ بے اختیار ہوا لشکر کی طرف گیا تھا۔

”ارے.... ارے.... کہیں فائزہ کر دینا....!“ عمران بول پڑا۔

”رب عظیم....!“ شارق کی زبان سے اتنا ہی نکل سکا۔

”کہو کسی رہی....!“ عمران قریب آگر بولا۔

”س..... سمجھ میں نہیں آتا....!“

”اگر اسی روپ میں تمہاری بستی میں چلا جاؤں تو گولیاں مجھے چھلنی کر کے رکھ دیں۔!“

”اس میں تو نیک نہیں۔!“

”اسی لئے وہ بیچارے جگہ نشین ہو گئے ہیں۔!“

”مجھے کیسے جانور بناؤ گے....!“ شارق نے پوچھا۔

”میرا خیال ہے کہ تم پر جو کھال منڈھی جائے گی وہ تمہاری جسامت سے زیادہ ہو گی۔ لہذا

اپنا پاس بھی مت اتا رہا.... اسی پر فٹ کردوں گا۔!“

عمران نے وہ کھال نکالی جو شہزاد کے لئے تیار کی تھی اور شارق کے جسم پر فٹ کرنے لگا۔
آدمی سمجھنے بعد وہاں سیاہ رنگ کے دو گوریلے بیٹھے نظر آئے۔ ان میں سے یک شکرالی جنگی

نغمہ الپ رہا تھا.... یہ شارق تھا۔

”بن کرو....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”اگر دشمنوں نے دیکھ لیا تو سمجھیں گے کہ تم جانور بن کر خوشی کا اظہار کر رہے ہو۔!“

”میرا دل چاہتا ہے کہ اپنی بستی میں جا کر ہر اس پھیلاؤں گا۔!“

”بن نالیں....! اگر خنثیت بھی ہوں تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔!“ عمران نے کہا۔ ”کوئی خوف زدہ ہو کر تمہیں گولی مار دے گا۔!“

رات تیزروں خوبی گذری تھی.... وہ آرام سے اسی چنان پر سوتے رہے تھے۔ الا اور شن کرنے کی بھی ضرورت نہیں پیش آئی تھی۔

دوسرا یوں جب وہ گھوڑوں کے قریب پہنچے تو شارق کا گھوڑا بد کئے گا تھا۔ بمشکل تمام قابو میں آیا اور سفر دوبارہ جاری ہو گیا۔

”وادی میں پہنچ کر کیوں کرو گے....؟“ شارق نے پوچھا۔

”وادی کی طرف سے اس شکاف تک پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ جس سے کل وادی کا جائزہ لایا گتم۔!“

”میں تو انہیں کچھ کے جانوروں کو دیکھنے کے لئے بے چین ہوں.... آخر وہ ہیں کون۔!“

”یہ بتا مشکل ہے کیوں نکل جانور بس جانور ہی ہوتے ہیں۔!“

”واہ.... میں شارق ہوں.... تم صرف شکن ہو....!“

”لیکن وہ کچھ جانور بن گئے ہیں اپنے نام کیوں بتائیں گے.... رہباں کا سردار کیسے کہہ سکے گا کہ وہ شہزاد ہے۔ اسی لئے تو بے چارہ کسی کو اپنی مشکل نہیں دکھاتا۔!“

ان کے گھوڑے خاصی تیز رفتاری سے راستہ طے کر رہے تھے۔ عمران نہیں چاہتا تھا کہ اس حال میں کسی کی نظر ان پر پڑے۔ وادی زلمیر میں شکرالیوں کے داخلے پر پاندی لگائی تھی۔

لیکن ادھر تو شکرالی گذرتے ہی رہتے تھے۔

دن ڈھلنے سے قبل ہی وہ اس پہاڑی سلسلے تک جا پہنچے، جس کا ذکر شارق نے منہوس پہاڑ نام سے کیا تھا۔

”واقعی....! یہ تو ایسے سیدھے کھڑے ہیں جیسے انسانی ہاتھوں نے انہیں تراش تراش مٹھ کر دیا ہو۔“

”مت دیکھو.... انکی طرف ورنہ تمہارا ستارہ گردش میں آجائے گا۔“ شارق نے گہر اکر کہا

”میرا ستارہ عموماً میرے قابو میں ہی رہتا ہے۔!“ عمران بولا۔

”تم عجیب آدمی ہو.... کسی بات پر یقین ہی نہیں رکھتے۔!“

”رب عظیم کے علاوہ اور کسی پر یقین نہیں رکھتا۔!“

”ستارے بھی رب عظیم نے بنائے ہیں۔!“

”اور میں بھی رب عظیم کی تخلیق ہوں....!“ عمران نہیں کر بولا۔ ”ایسی تخلیق جو دوسری تخلیقات پر حاوی ہے۔!“

شارق کچھ نہ بولا۔... وہ وادی زلیم میں داخل ہو چکے تھے۔ ابھی گھنے جنگلوں کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا۔ اچانک ایک بجگہ ان کے گھوڑے بھڑکنے لگے۔... عمران فوراً ہی اپنے گھوڑے کو دیگا۔... ساتھ ہی زین سے لئکے ہوئے تھیلے سے ریوالر بھی نکال لیا۔

شارق نے اس کی تقدیم کی تھی اور بکشل تمام وہ انہیں ایک درخت کے تنے سے باندھ میں کامیاب ہوئے تھے۔

”فی الحال بھیں رک جاؤ....!“ عمران بولا۔ ”پتا نہیں کیا چکر ہے۔!“

دونوں ہی پوری طرح ہوشیار ہو گئے تھے اور پھر ذرا ہی سی دیر بعد گھوڑوں کے بھڑکنے وجہ بھی معلوم ہو گئی۔ قریب ہی کی جھاڑیوں سے بھورے رنگ کا ایک جانور برآمد ہوا تھا۔ نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر تھے۔

”فائز مت کرنا....!“ عمران نے شارق سے کہا۔ ”یہ بھی مظلوم ہی لگتا ہے۔!“

”فرگی معلوم ہوتا ہے....!“ شارق بولا۔

”خدا جانے معلوم ہوتا ہے یا ہوتی ہے....!“ عمران نے کہا اور سامنے کھڑے۔“

”خوف زده جانور سے شکر ای ہی میں پوچھا۔ ”تم نہ ہو یا مادہ....؟“

”میں نہیں سمجھتا تم کیا کہہ رہے ہو....!“ بھورے جانور نے بھی سے انگریزی میں کہا۔ ”ہاں فرگی ہی ہے.... اور آواز سے ز معلوم ہوتا ہے....!“ عمران نے شارق سے کہا۔ ساتھ ہی وہ سوچ رہا تھا اس جانور پر اپنی انگریزی وافی ظاہر کرے یا نہ کرے۔ کسی بدی کی نزدیک موجودگی اس کے نظریے کو یکسر غلط ثابت کئے دے رہی تھی۔ کہیں وہ بھی انہی کی طرح جانور کے ہبہ دپ میں نہ ہوا اور اس کا مقصد اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا کہ شکر ای جانوروں سے

تریب رہ کر ان کی مختلف ذہنی کیفیات کا جائزہ لیا جاسکے۔!

عمران نے ریوالر کی جنبش سے اسے قریب آنے کا اشارہ کرتے ہوئے شارق سے کہا۔ ”ہوشیار رہنا.... بظاہر یہ مسلح بھی نہیں معلوم ہوتا۔!“

بھورا جانور آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان کے قریب پہنچ گیا۔ لیکن اس کے دونوں ہاتھ اب بھی اپر اٹھے ہوئے تھے۔

”تم اس کے پیچھے کھڑے ہو جاؤ.... اور پشت کے بال مٹھی میں جکڑ کر کھپنو۔!“ عمران نے شارق سے کہا۔ ”ابھی معلوم ہو جائے گا کہ اصلی ہے یا ہماری طرح نقلی ہے۔!“

”ہاں یہ ٹھیک ہے....!“ شارق نے کہا اور جھپٹ کر بھورے جانور کے عقب میں چلا گیا۔ پھر میں ہی اس کی پشت کے بالوں پر چھپا مارا تھا بھورا جانور بے ساختہ چینٹنے لگا تھا۔

”چھوڑو.... اصلی ہے۔!“ عمران بولا۔

”میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم لوگ کیا کرتا چاہتے ہو۔!“ بھورا جانور بلبا کر بولا۔

”ہم بھوکے ہیں.... تمہیں بھون کر کھائیں گے۔!“ عمران نے انگریزی میں کہا۔

”خدا نہ اتیرا شکر ہے۔!“ بھورا جانور بے ساختہ بولا۔ ”یہ میری زبان سمجھ سکتا ہے۔!“

”سارے ہی شکر ای انگریزی سے نالبد نہیں ہیں۔!“

”تو پھر وہ ایک بہت بڑی غلط فہمی میں بنتا ہیں....!“ بھورا جانور خوش ہو کر بولا۔

”کون لوگ....؟“

”وہ جنہوں نے ہمیں اس حال کو پہنچایا ہے۔!“

”وہ کہاں ہیں....؟“

”اس پہاڑ پر....!“ بھورے جانور نے منہوس پہاڑ کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

”وریشے کیے ہیں جو ہم پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور ہم بے بس ہو کر رہ جاتے ہیں۔!“
 ”ایک خاص قسم کی دھات سے بنائے گئے ہیں اور واٹر لس سے کنٹرول کے جاتے ہیں۔ میں تم لوگوں کو آگاہ کر دوں گا کہ وہ ریشے کہاں کہاں پھیلائے گئے ہیں۔ اپنے آدمیوں کو جنگل میں نرم رکھنے سے منع کرو۔.... وہ تو مجھے اس غلط فہمی میں یہاں ڈال گئے ہیں کہ کوئی شکرانی میری زبان نہ سمجھ سکے گا۔!“

”بات سمجھ میں آنے والی ہے۔!“ عمران سر ہلاکر بولا۔

بھورا جانور خاموش ہو کر شادق کے لائے ہوئے کھانے پر ٹوٹ پڑا تھا۔

”وہ ہمیں بالکل ہی تو جانور نہیں بنائے ہم آج بھی پاکار کر کھاتے ہیں اور چائے پئے بغیر درود میں جتنا ہو سکتے ہیں۔!“

”لیکن آدمیوں میں بیٹھنے کے قابل تو نہیں رہے۔!“ بھورا جانور جلدی جلدی منہ چلاتا ہوا بولا۔

پھر عمران شادق کو ہونے والی گفتگو سے متعلق بتانے لگا۔

”کیا تم اس پر اعتماد کر سکتے ہو۔....!“ پوری بات سن لینے کے بعد شادق نے سوال کیا۔
 ”فی الحال یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔.... دیسے اس کا بھی امتحان ہو سکتا ہے کہ یہ جھوٹ تو نہیں بول رہا۔!“

”کس طرح امتحان کرو گے۔....!“

”اپنے تھیلے سے تیمال کا سر تباہ نکال لاؤ۔!“

”میں اسے تیمال تو ہرگز نہیں دوں گا۔.... خود بہت احتیاط سے استعمال کر رہا ہوں۔.... ختم ہو گی تو میں کیا کر دوں گا۔!“

”تمن چار گھونٹ سے زیادہ نہیں۔!“

”تمن چار گھونٹ سے کام نہیں چلے گا۔.... اتنی مقدار تو ہونی چاہئے کہ اسے اپنے دماغ پر تکمیل رہے اور وہ بچ بولنے لگے۔!“

”میرے پاس ایک ایسا سفوف موجود ہے جس کی آمیزش سے تم چار گھونٹ مشکیزہ بھر تیمال بن جائیں گے۔ چلو اٹھو۔.... تم تیمال ٹکالو اور میں اپنے سامان میں وہ سفوف تلاش کر دوں گا۔!“

”تمن دن پہلے میں بھی انہی لوگوں میں تھا۔!“

”خوب۔....! تو وہ اپنوں پر بھی ظلم ڈھار ہے ہیں۔!“

”اچھا تو کیا تم اسے کوئی آسمانی بلا نہیں سمجھتے۔!“ بھورے جانور نے حیرت سے کہا۔

”قطعنی نہیں، سارے شکرانی جاہل اور سائنس کے کارناموں سے بے بہرہ نہیں ہیں۔!“

”تب تو انہیں چوت ہو گئی۔.... انہوں نے غلط جگد کا اختیاب کیا ہے۔!“

”اچھا تو تم ہمارے بارے میں چھان میں کرنے کے لئے جانور بنائے گئے ہو۔!“

”ہرگز نہیں۔....!“ بھورا جانور جلدی سے بولا۔ ”میں نے اس دھیانہ حرکت کے خلاف احتجاج کیا تھا۔ میرا نام نکولس ہے۔.... میں وہاں واٹر لس آپریٹر کے فرائض انجام دیا تھا۔!“

”لیکن اس پہاڑ پر چڑھنا ممکن ہے۔!“

”اس جنگل کی طرف سے تو قطعنی ناممکن ہے۔....!“ بھورا جانور سر ہلاکر بولا۔ ”لیکن زر ریگستان کی طرف سے ناممکن نہیں ہے۔!“

”آخر اس حرکت کا مقصد کیا ہے۔!“

”مقصد کا علم ہم میں سے کسی کو بھی نہیں ہے۔!“

”سوال تو یہ ہے کہ جب اس طرف سے یہ پہاڑنا قابل عبور ہیں تو تم یہاں تک کیسے پہنچے۔!“

”شادک میرے فرشتوں کو علم ہو۔.... مجھے تو نہیں ہے۔.... وہاں بیہو ش ہو گیا تھا اور آدنی ہی کی حیثیت سے بیہو ش ہوا تھا۔.... آنکھ کھلی تو یہاں جانور بناء پڑا تھا۔!“

”تمہاری نسل کی دو ماڈائیں بھی ہمارے ساتھ ہیں۔!“

”میرے احتجاج کی اصل وجہ بھی وہی ہیں۔!“

”وہ بھی اُسی پہاڑ پر تمہارے ساتھ تھیں۔!“

”نہیں۔.... وہ کہیں اور سے لائی گئیں ہیں۔!“

”بیٹھ جاؤ۔.... ہم مزید کچھ دیر گفتگو کریں گے۔!“

”میں بہت بھوکا ہوں۔!“

”اے بھنا ہو اگوشت اور روٹی کا ایک مکڑا دے دو۔!“ عمران نے شادق سے کہا۔

”وہ گھوڑوں کی طرف بڑھ گیا۔.... جواب پر سکون ہو چکے تھے۔

شارق طعام کرہا اٹھا تھا۔

دو تین منٹ بعد عمران گلاس تیار کر کے ... پھر بھورے جانور کی طرف پلٹ آیا۔

”اگر چاہو تو شکر الی شراب کی بھی کچھ مقدار پیش کی جاسکتی ہے۔!“ عمران نے اس سے کہا۔

”اوہ... شکر یہ... شکر یہ... تم بہت اچھے ہو... مجھ پر مزید احسان کرو گے اگر ایسا کر سکو۔“

عمران نے گلاس اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”ہلکی ہلکی چسکیاں ہی لینا ہماری شراب۔

تمہاری شرابوں سے کئی گناہ زیادہ تیرز ہوتی ہے۔!“

”اچھا... اچھا...!“

دو تین چسکیوں نے ہی اسے چونکنے پر بجور کر دیا۔

”واقعی... حیرت انگیز... ذائقہ اور بو بھی لا جواب ہے۔ کس طرح کشید کرتے ہو۔!“

گلاس کا آخری قطرہ بھی حلق میں اٹھیلیں لینے کے بعد اس نے جھومنتے ہوئے ایک بار پھر کا شکر یہ ادا کیا۔

”تم میں سے کوئی شکر الی بھی بول اور سمجھ سکتا ہے۔!“ عمران نے اس کا شانہ بلاؤ کر سوال کیا تھا۔

”صص.... صرف ایک عورت... لیز اگر دو... وہی انچارج بھی ہے... اسی کیتا۔

مجھے اس حال کو پہنچایا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اب کیا ہو گا۔!

”اگر ہم تمہیں اپنا شریک کر لیں تو کیا کرو گے۔!“

”ہر طرح تمہارا حکم مانوں گا...! چلو...! ابھی اس پہلا پر دھاوا بول دو۔!“

”شکر الی کے پہلے گیارہ آدمی کہاں اور کس طرح جانور بنائے گئے تھے۔!“

”یہیں... اسی جنگل میں... ریشوں کی یلغار کے ذریعے۔!“

”لیکن مجھ پر توریشوں کی یلغار نہیں ہوئی تھی۔!“

”تمہیں کسی اور طرح بیہوش کر کے نجھش دیا گیا ہو گا۔!“

”کیا میں پھر آدمی بن سکوں گا...!“ عمران نے سوال کیا۔

”اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔!“

”اور مقصد بھی نہیں جانتے۔!“

”قطیعی نہیں...!“

”لیز اگر دو نے ہیڈ کوارٹر سے آئے ہوئے پیغام کوڈی کوڈی کیا تھا۔

”کوئی فائدہ نہیں اگر وہ سب کہیں چھپ کر بیٹھ گئے ہیں...! انہیں ان کے گروں سے

نکال کر جنگل میں لاوے...! ابھی تک صرف تیرہ عدد پر تجربہ کیا گیا ہے...! یہ تعداد کافی نہیں

ہے... مختلف طریقے اختیار کر کے تعداد تیزی سے بڑھائی جائے۔ مطلع کرد کہ اب جنگل میں

”لیا وہ تیوں بھی پہاڑی پر ہیں۔!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا... وہ بہت بڑے ہیں...! میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں رہتے

ہیں... مجھے تو ایک فرم نے ملازمت وی تھی اور یہاں بھیج دیا تھا۔!“

”فرم کہاں ہے...?“

”ترکی میں...!“

”ترکوں ہی سے تعلق رکھتی ہے۔!“

”نہیں... امریکی فرم ہے۔!“

”تو گویا... تم لوگوں نے اپنا ہیڈ کوارٹر ترکی بنایا ہے۔!“

”لیعنی کے ساتھ نہیں کہہ سکتا... کہ وہی ہیڈ کوارٹر ہے...! یا مجھ سے ایک شاخ اور

ادوبات سازی کے لئے بوئیوں کی تلاش اس فرم کا بزرگ نہیں ہے۔!“

اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہوتی جا رہی تھیں...! عمران نے اس کا شانہ پکڑ کر آہستہ

سے لٹا دیا... دیکھتے دیکھتے وہ گہری نیند میں ڈوب گیا۔!

”ہو گیا متحان...?“ شارق نے پوچھا۔

”ہاں... جھوٹ نہیں بول رہا تھا۔!“

”اب کیا باتیں ہوئیں...?“

”عمران نے جتنا مناسب سمجھا اسے بھی بتاتے ہوئے کہا۔ ”اب ان پہاڑوں کو بھی دیکھنا

پڑے گا۔!“



”لیز اگر دو نے ہیڈ کوارٹر سے آئے ہوئے پیغام کوڈی کوڈی کیا تھا۔

”کوئی فائدہ نہیں اگر وہ سب کہیں چھپ کر بیٹھ گئے ہیں...! انہیں ان کے گروں سے

نکال کر جنگل میں لاوے...! ابھی تک صرف تیرہ عدد پر تجربہ کیا گیا ہے...! یہ تعداد کافی نہیں

ہے... مختلف طریقے اختیار کر کے تعداد تیزی سے بڑھائی جائے۔ مطلع کرد کہ اب جنگل میں

ان کی تعداد کیا ہے۔!

لیرا گوردو کی پیشانی پر سلوٹ میں ابھر آئی تھیں..... اس نے کوڈورڈ میں لکھنا شروع کیا
”برائے ہیڈ کوارٹر....! اس وقت چار عدد مقامی، دو لڑکیاں، اور وہ جس کے لئے ہیڈ کو
سے ہدایت ملی تھی جنگل میں موجود ہیں..... میری معلومات کے مطابق گیارہ میں سے وہاں
کمین گا ہوں سے نکل کر جنگل میں داخل ہو گئے ہیں۔ رفتہ رفتہ انہیں بستی سے نکال لایا جائے۔
مزید اضافے کے لئے دوسری تدابیر اختیار کی جائیں گی۔!

جواب لکھ لینے کے بعد وہ ٹیلی پر تتر کے قریب جا بیٹھی اور اس کی انگلیاں بورڈ پر تیزی
چلنے لگیں.... وہ آپریشن روم میں تھا تھی پیغام پر نٹ کر کے مشین بند کی اور اٹھ گئی۔ ٹھیک
وقت کسی نے دروازے پر دستک دی تھی۔

”آجائو....!“ اس نے خنک لبھ میں کہا۔

دروازہ کھول کر ایک قد آور اور مضبوط جسم والا آدمی آپریشن روم میں داخل ہوا۔
”کیا بات ہے....؟“ لیرا کا لہجہ اب بھی خنک ہی تھا۔

”مجھے ٹکولس کی تلاش ہے مادام....!“

”وہ واپس بھیج دیا گیا....!“

”کسی کو اس کی اطلاع ہی نہیں۔!“

”کیا یہ ضروری تھا کہ دوسروں کو اس کا علم بھی ہوتا۔!“

”میں نہیں سمجھا مادام....!“

”اگر وہ اطلاع دینا چاہتا تو خود ہی دے دیتا۔!“

”بہت نہ ہو مادام....!“

”کیا کہنا چاہتے ہو....؟“

”میری ایک بہت اہم چیز تھی اس کے پاس.... اور اس طرح مجھے مطلع کئے بغیر، اپنی
جانے کا مطلب ہیں ہو سکتا ہے کہ اس نے میرے ساتھ بے ایمانی کی ہے۔“

”بیٹھ جاؤ....!“ لیرا نے سامنے والی کری کی طرف اشارہ کیا۔

”شکر یہ مادام....!“

”اب بتاؤ کیا بات ہے....!“

”اس کے پاس میری ایک بہت اہم چیز تھی....!“

”اگر تم مجھے اس کی اہمیت کا یقین دلا دو تو شائد میں پکھ کر سکوں....!“

”میرے ایک بزرگ کی ایک نوٹ بک ہے۔!“

”میں نے اس کی اہمیت کے بارے میں پوچھا تھا....!“

”اہمیت.... اب کیا فائدہ.... اب میں اس ذلیل کی گرد کو بھی نہ پا سکوں گا۔!“

”اس نوٹ بک میں کیا تھا....!“

”دریائے نمیلی کے ایک موڑ پر پائے جانے والے ہیروں کا سراغ تھا۔!“

لیرا نہ پڑی.... انداز ایسا ہی تھا جیسے نووارد کو حق تھجھتی ہو۔

”یقین کر دو مادام.... میرے بزرگ نے منگلوں کی ایک پارٹی کے ساتھ اوہر کا سفر کیا تھا
اور بہت پکھ لے کر واپس ہوئے تھے۔ اس نوٹ بک میں یادداشت اور نقشے موجود تھے۔!“

”میں نے پہنچن میں اسی بہتیری کہانیاں پڑھی اور سنی تھیں۔!“

”غیر.... کچھ بھی ہو.... میری زندگی بر باد ہو گئی.... اسی چکر میں یہاں آیا تھا ورنہ مجھے
ان غیر انسانی حرکات سے سرو دکار....!“

”کیا تم اپنے ان جملوں کی وضاحت کر سکو گے۔!“

”کیوں نہیں.... مجھے اس چکر میں ڈالنے والا بھی ٹکولس ہی تھا۔ اس نے کہا تھا کہ میری
نرم میں ملازمت کر لو.... عقریب ایک پارٹی جڑی بوئیوں کی تلاش میں دریائے نمیلی ہی کی
طرف جانے والی ہے۔!“

لیرا تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ ”اگر ایسی کوئی بات تھی تو تمہیں مجھ سے ضرور
نہ کہہ کرنا چاہئے تھا۔ میں دریائے نمیلی کے کنارے کنارے بھی سفر کر چکی ہوں.... یہاں کی کئی
عقلی زبانوں سے واقف ہوں۔ ٹکولس تمہاری کیا مدد کر سکتا وہ تو اول درجے کا بد معاش ثابت ہوا
ہے۔ اسی لئے ہیڈ کوارٹر میں اس کی طلبی ہوتی ہے کہ یہاں آنے سے قبل اس نے ایک بڑی رقم
نائب کر دی تھی۔!“

”خداکی پناہ....!“ نووارد کر لے۔

”تمہیں شکر ای زبان آتی ہے....؟“ اس نے پہلا سوال کیا تھا۔
 ”نہیں مادام....بھی تو دشواری ہے....!“ جیری بولا۔
 ”توٹ بک بیہاں آنے کے بعد تم نے اسکے حوالے کی تھی یا وہیں اسکے قبضے میں چل گئی تھی!“
 ”وہاں میں نے اُسے دکھائی تھی....وی نہیں تھی۔ بیہاں پہنچ کر اس نے نقصوں کا مطالعہ کرنے کے لئے ماگ لی تھی۔ جب اسے رازدار بنا لیا تھا تو اس حد تک اعتقاد کرتا ہی چاہتے تھا!“
 ”فطری بات ہے....!“ لیز اسرہلا کر بولی۔

”تو آپ کو یقین آگیا ہے کہ دریائے نمیلی کے کسی کنارے پر ہیرے پائے جاتے ہیں!“
 ”یقین آئے یانہ آئے....نوٹ بک تمہیں واپس لٹھی چاہئے....ویسے بھی وہ تمہارے کسی بروگ کی یاد گاڑہ ہے!“

”سر نامس گرے میرے دادا تھے!“
 ”سر نامس گرے....!“ لیز اپکھ سوچتی ہوئی بولی۔ ”وہی تو نہیں جنہوں نے ایک سفر نامہ ”پراسرار مشرق“ کے نام سے لکھا تھا!“
 ”وہی....وہی مادام....!“ جیری خوش ہو کر بولा۔

”تمال ہے تم نے کبھی بتایا نہیں کہ تم اتنے معزز گھرانے سے تعلق رکھتے ہو!“
 ”لیکا بتا تاadam.... میں تو کچھ بھی نہیں ہوں.... خطاب اور جاگیر میرے بڑے بھائی کے ہے میں آئے ہیں اور خاندان والوں سے میرا جھگڑا رہتا ہے!“

”لیکن میں تو تمہیں اب سر جیری اتنا دشمن کرے کہا کروں گی!“ لیز انہیں کر بولی۔
 ”میں نے اپنے نام کے ساتھ ”گرے“ لکھنا بھی چھوڑ دیا ہے!“
 لیز اپکھ نہ بولی۔ ”تحوڑی دیر خاموش رہ کر اس نے کہا۔“ اچھا اب تم جاؤ.... بہت جلد کلوس کو دوبارہ بلواؤں گی!“

جیری کے چلے جانے کے بعد وہ ہیڈ کوارٹر کے لئے ایک پیغام کو ڈکرنے لگی تھی جس کے مطابق اس نے جیری پر بھی کلوس کا ساتھی ہونے اور بغاوت کا الزام لگاتے ہوئے ہیڈ کوارٹر کو خود کو دیا تھا کہ جیری کو ٹھکانے لگادیتا ہی مناسب ہوگا۔ کیونکہ وہ تحوڑی بہت شکر ای بھی بول سکتا ہے۔ اگر اسے جانور بنانا کر جنگل میں پھکوا دیا گیا تو شکر ای جانوروں کو حقیقت کا علم ہو جائے گا!“

”اچھی بات ہے.... میں دیکھوں گی.... کہ تمہارے لئے کیا کر سکتی ہوں!“

”بہت بہت شکر یہ مادام....!“ نوار دامختا ہوا بولا۔

وہ دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ لیز اپا تھا اٹھا کر بولی۔ ”ٹھہر دیجیری!“ وہ رک کر مزار

”تم نے اس کا ذکر کی اور سے تو نہیں کیا!“

”نہیں مادام.... کلوس جانتا تھا.... یا آپ جانتی ہیں!“

”تم نے بہت اچھا کیا.... میں اسے پھر بلوانے کی کوشش کروں گی.... بیہاں بھی کوڑا

چارچ لگا کر جواب دی کے لئے طلب کر لینا کچھ مشکل تو نہیں!“

”یہی مناسب ہو گا مادام....!“

”بس جاؤ....!“ لیز اسکر اکر بولی۔ ”میں دیکھ لوں گی!“

”شکر یہ مادام....!“

وہ باہر چلا گیا.... لیز اخاموش بیٹھی کچھ سوچتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد اٹھی تھی اور آپریشن روم سے نکل کر کلوس کے اقامتی کمرے کی طرف آئی تھی۔

قفل میں کنجی لگائی اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔ کلوس کا سامان جوں کا توں موجود تھا۔ بڑی احتیاط سے سامان کی تلاشی لینی شروع کی لیکن کوئی ایسی نوٹ بک برآمد نہ کر سکی جس

جیری اتنا دشمن والی نوٹ بک کا گمان بھی ہو سکتا۔
 کہیں وہ کلوس کے پاس ہی نہ رہی ہو۔ اس نے سوچا، اگر ایسا ہے تو پھر ضائع ہو گئی ہوگی۔
 کیونکہ وہ لباس تو نذر آتش کر دیا گیا تھا جو جانور بنائے جانے سے قبل اس کے جسم پر موجود فوج دلیز اسی نے اپنے ہاتھوں سے اُسے بھڑکتے ہوئے آتش دان میں ڈالا تھا اور اس طرح کہ میٹک مٹونے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔

دریائے نمیلی کے کسی کنارے پر پائے جانے والے ہیرے محض واسستان کی حیثیت

رکھتے تھے۔ اس نے بھی ان کے بارے میں پہلے ہی سے سن رکھا تھا۔ لیکن مقام کی صحیح نام

کسی نے بھی نہیں کی تھی۔

کلوس کا کمرہ مغلل کر کے وہ پھر آپریشن روم میں آئی اور انتر کوم پر کسی سے رابطہ

کر کے جیری کو پھر بلوایا۔

”ہاں.... مجھے علم ہے.... اسی لئے میں اتنی احتیاط برداشت رہا، وہ تاکہ آپ پریشن روم میں نہ دیکھا جاسکوں....!“

عمران کچھ دیر خاموش رہ کر بولا۔ ”سوال تو یہ ہے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہتے....؟“
”مجھے صرف ایک ہی فکر ہے۔ کیا دوبارہ آدمی بن سکوں گایا اسی حال میں مرنا پڑے گا....!“

کولس نے کہا۔
”بڑی گھٹیا فکر لاحق ہو گئی ہے تمہیں....!“ عمران نہ کر بولا۔ ”آدمی ہی ہونے کی حیثیت میں تم نے کون ساتیر مارا ہو گا!“

”کیا مطلب....؟“

”بجیت آدمی تم کوئی شریف آدمی نہ رہے ہو گے!“
”ویسے تو شریف ہی آدمی تھا.... لیکن فوری اشتعال کے تحت ایک برا جرم سرزد ہو گیا تھا مجھ سے!“

”قل!“

”یہی سمجھ لو....!“

”اور پھر تم ان لوگوں کے ہتھے چڑھ گئے تھے!“

”ایسا ہی ہوا تھا.... اس کے بعد میں پوری طرح ان لوگوں کے قابو میں تھا....!
جانور بھی فوری طور پر مشتعل ہو جاتے ہیں اور منطقی شعور نہیں رکھتے لہذا بڑے بڑے بالوں میں کیا نہ رہے ہو.... نہ لباس کی فکر نہ رکھ کر کھاؤ کا بخار.... میری ہی طرح میش کرو!“
”تم تو تکنندوں کی سی باتیں کر رہے ہو.... مجھ سے کہا گیا تھا کہ شکر الی نیم و حشی ہیں!“

”وحشت کے بھی سمجھنہ کچھ آواب ہوتے ہیں!“

کولس پھر کچھ نہیں بولا تھا۔ وہ چلتے رہے.... گھوڑے ساتھ نہیں تھے۔ انہیں ایک محفوظ مقام پر باندھ دیا گیا تھا۔ عمران کو شہباز اور طربدار کی تلاش تھی.... پتہ نہیں وہ چاروں کدرہ نکل گئے تھے۔ حالانکہ عمران نے شہباز کو آگاہ کر دیا تھا کہ اوہ راہر بھکتے رہنے میں مزید مشکلات کا سامنا ہو سکتا ہے اس لئے اگر کسی جگہ مدد و ہمی رہا جائے تو زیادہ بہتر ہو گا۔

”وہ کچھ دیر اور چلتے رہے پھر شارق نے عمران سے کہا تھا کہ وہ کچھ دیر آرام کرنا چاہتا ہے۔

پیغام میلی پر نظر کے توسط سے رو انہ کر دینے کے بعد وہ جواب کا انتظار کرنے لگی تھی۔ اور جس نے بعد جواب بھی آگیا۔ جس کے مطابق اسے جیری کوٹھکانے لگا دینے کا اختیار دے دیا گیا تھا۔ اس نے طویل سانس لی اور آپ پریشن روم سے باہر نکل آئی۔



وہ گھنے جنگل میں داخل ہو چکے تھے۔ کولس نے ان دونوں کا ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔

”تمہارا دم غمہت ہے....!“ اس نے عمران سے کہا۔ ”ورنہ خود کو اس حیثیت میں پانے کے بعد سے ڈر رہا تھا کہ کہیں ایسے شکر الیوں سے مذہبیز نہ ہو جائے جو میری زبان نہ سمجھتے ہوں اور مجھے جان ہی سے مار دیں لیکن میری خوش قسمتی.... بس اب کسی طرح اس بات کو چھپائے رکنا پڑے گا کہ تم انگلش بھی بول اور سمجھ سکتے ہو!“

”کس سے چھپائے رکھنا پڑے گا....؟“ عمران نے پوچھا۔

”انہی دونوں سفید قام لاکیوں سے جو اس جنگل میں موجود ہیں!“

”وہ جانتی ہیں.... میں نے ہی انہیں پاگل ہو جانے سے بچایا تھا.... ورنہ وہ ہم سیاہ قام جانوروں کو دیکھ کر ہی دہشت زدہ ہو گئی تھیں!“

”تم دونوں تو بہت سمجھ دار ہو....!“ کولس بولا۔

”اب تم مجھے وہ جگہیں دکھاؤ جہاں انہوں نے ریشوں کے جال بچا رکھے ہیں۔“

”بہت بڑا جنگل ہے.... کئی دن لگ جائیں گے!“

”تم اس کی پرواہ مت کرو....!“

”کم از کم پہاڑ پر سے میری گمراہی ضرور کی جائے گی!“

”تمہارے بیان کے مطابق گمراہی ہم سکھوں کی ہوتی رہتی ہے!“

”اگر انہوں نے ان جگہوں کی نشاندہی کرتے دیکھ لیا تو شہبے میں بتلا ہو جائیں گے۔ ابھی تک نہ لیزا یہی سمجھتی ہے کہ تم میں سے کوئی بھی شکر الی کے علاوہ اور کوئی زبان بول اور سمجھ نہیں سکتا۔“

”کیا ہماری آوازیں بھی سنی جاسکتی ہیں وہاں....؟“

”نہیں.... اس کا انتظام وہ نہیں کر سکے.... البتہ بعض مقامات پر کیمرے پوشیدہ ہیں!“

”تمہیں علم ہے.... ان مقامات کا....؟“

”یہ تو میں نہیں جانتا...!“
 ”پھر تو تمہارا وجود ہی بمارے لئے فضول ہے کیوں نہ تمہیں بھون کر کھا جائیں۔!“
 ”کولس خوف زدہ سی بھی کے ساتھ بولا تھا۔“ میں تو خود کو تمہارے ساتھ محفوظ سمجھ رہا تھا۔!
 ”ہاں رہنے والوں کی ضروریات کس طرح پوری ہوتی ہیں۔!“ عمران نے اس کی بات کو
 نظر انداز کر کے پوچھا۔
 ”بھتے میں دوبار یہیلی کو پھر رسدالاتا ہے۔!“
 ”زور در گیستان ہی کی طرف سے آتا ہوا کیونکہ ہم نے کبھی کسی یہیلی کو پھر کی آواز نہیں سنی۔!“
 ”اونھر ہی سے آتا ہے....!“
 ”شارق....!“ عمران شکرانی میں بولا۔ ”زور در گیستان تک پہنچنے کے لئے یہاں سے کتنی
 مسافت طے کرنی پڑے گی۔!“
 ”زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ سو میل....!“
 ”ارے ہاں.... ذرا یہ تو بتاؤ... تمہارے بوڑھے اپنے بالوں کو سیاہ کیسے کر لیتے ہیں....?“
 ”زرا سود کی پتوں سے....!“
 ”کیسی ہوتی ہیں....?“
 ”زور در گنگ کی پتیاں ہوتی ہیں.... انہیں کچل کر بالوں میں لگاتے ہیں بال سیاہ ہو جاتے
 ہیں.... اگر تم اسی زرد پتی کو اپنی انگلیوں سے مسلو تو تمہاری انگلیاں سیاہ ہو جائیں گی۔!“
 ”رگنگ یقیناً پختہ ہوتا ہو گا....!“
 ”کئی دن تک انگلیوں کو دھوتے رہو تب چھوٹا ہے....!“
 ”ہاں اس کے درخت ہیں....؟“
 ”جنگل بھرا پڑا ہے۔ کتنے ہی درخت راہ میں ملے تھے۔ ٹھہرو.... اونھ آؤ.... وہ دیکھو۔!“
 اس نے اسکے درخت دکھایا تھا جس کی پتیاں زرد تھیں۔
 ”کام بن گیا....!“
 ”میں نہیں سمجھا....!“
 ”میں اس بھورے جانور کو اپنی ہی طرح سیاہ بنادینا چاہتا ہوں۔!“

”لیا تمہارا سارا جوش رخصت ہو گیا۔!“ عمران نہ کر بولا۔
 ”نہیں صفائحہ! میں تھوڑی دیر سوتا چاہتا ہوں.... رات نیند نہیں آئی تھی۔!“
 ”اچھا.... اچھا.... سو جاؤ.... اور ایک بات پوری طرح ذہن نشین کرلو خواہ پچھہ ہو....!“
 کھال ہر گز نہ اتنا۔!
 ”میں سمجھتا ہوں.... تم مجھے پہلے ہی بتا پکھے ہو۔!“
 عمران ایک طرف بیٹھ گیا۔.... کولس بھی شاہد کچھ دیر آرام ہی کی سوچ رہا تھا۔.... اس کے
 قریب ہی بیٹھ کر ایک درخت کے تنے سے نک گیا۔
 ”تم واڑ س آپرٹر تھے....؟“ عمران نے اس سے پوچھا اور اثبات میں جواب سن کر سوال
 کیا۔ ”یہاں سے کس قسم کے پیغامات ہیڈ کوارٹر بھیجے جاتے ہیں اور ہاں سے اس نو میت کی
 ہدایات ملتی ہیں....؟“
 ”لیزا کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔.... پیغام رسانی نیلی پر نظر کے ذریعے ہوتی ہے جس کے
 لئے کوڈ استعمال کیا جاتا ہے اور کوڈ سے لیزا کے علاوہ اور کوئی واقف نہیں ہے۔!
 ”کیا وہ ٹیلی ویژن کیسرے بھی لا سکلی ہی ہیں جو یہاں کے مناظر پہاڑوں والی نمادت تک
 پہنچاتے ہیں۔!“
 ”ہاں وہ بھی لا سکلی ہی ہیں....!“
 ”اتھے زبردست اخراجات کسی بڑے مقصد کے حصول ہی کے لئے کئے جائیتے ہیں۔!“
 ”مجھے تو یہ سب کچھ محض پاگل بن معلوم ہوتا ہے۔!“ کولس نے کہا۔
 ”کیوں نہ آج رات اس پہاڑ کا جائزہ قریب سے لیا جائے۔!
 ”انہیں علم ہو جائے گا.... ایک مخصوص حد سے گزرنے والا پرندہ بھی ان پر ظاہر ہو۔
 بغیر نہیں رہ سکتا۔!
 ”تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم وہاں تک پہنچنے ہی نہ سکیں گے۔!
 ”میرا یہی خیال ہے.... میں نے لیزا کو کہتے ساتھا کہ اگر کوئی جانور پہاڑ کی طرف آئے کہ
 کوشش کرے تو اسے گولی مار دی جائے۔!
 ”ہاں سے.... اور کس فاصلے سے....؟“

اس نے دور بین تھیلے میں رکھی اور درخت سے اتر آیا۔۔۔ شارق کے قریب پہنچ کر اس نے آہستہ سے کہا تھا۔ ”اس بھورے کو یہیں چھوڑ اور چپ چاپ کی طرف نکل چلو۔۔۔!“
”مگر.... کیوں....؟“

اتھنے میں کولس بھی ان کے قریب آپنچا۔۔۔ عمران اسے مخاطب کر کے جلدی سے بولا۔
”بادل انھر ہے ہیں۔۔۔ بارش ضرور ہو گی۔۔۔ تم یہیں ٹھہر و۔۔۔ ہم کوئی مناسبی جگہ
ٹلاش کر لیں!“
”مجھے تہرانہ چھوڑو۔۔۔!“ کولس کراپا۔

”فکر نہ کرو۔۔۔ تمہاری بہتری ہی کے خواہاں ہیں۔!“
”تمہاری مرضی۔۔۔!“ کہتا ہوا وہ ہیں پیش گیا۔

وہ دونوں جھاڑیوں کے سلسلے میں دور تک گھستے چلے گئے۔۔۔ پھر عمران نے ایک گھنیرا درخت منتسب کیا اور وہ دونوں اسی پر چڑھتے چلے گئے۔

”آخر قصہ کیا ہے۔۔۔ کیا تم ان لوگوں سے خائف ہو۔!“ شارق بولا۔
”نہیں۔۔۔ صرف یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ کیوں آئے ہیں۔!“

پھر وہ گھنی شاخوں کے درمیان ایسی جگہ جا ٹھہرے جہاں نیچے سے نہ دیکھتے جائتے۔ شارق کی دشی درندے کی طرح چونکا ہو گیا تھا عمران اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر آہستہ سے بولا۔
”بن خاموشی سے دیکھتے رہو۔!“

وہ تینوں آہستہ اسی طرف بڑھتے آرہے تھے۔ لیکن ایسے انداز میں کہ کولس کو خبر نہ
ہونے پائے۔۔۔ دفعتاً ایک آدمی نے اپناراست بدل دیا جس نے پشت پر دو گیس سلنڈر اٹھا کر
تھے۔ غالباً وہ کولس کے عقب میں پہنچا چاہتا تھا۔ وہ آدمی وہیں رک گئے جہاں سے تپرے نے
راستہ تبدیل کیا تھا۔

”کہیں وہ اسے مارنے ڈالیں۔۔۔!“ شارق آہستہ سے بولا۔
”بس دیکھتے رہو۔۔۔ دغل اندازی کا وقت نہیں آیا۔!“

تمیرا آدمی اس طرح کولس کے پیچھے پہنچ گیا کہ اسے کافنوں کاں خرند ہوئی۔۔۔ آہستہ
آہستہ وہ اپنے ہاتھ سے دبی ہوئی ربر کی ٹکلی کا نوزل کولس کی طرف بڑھا رہا تھا۔

”کیوں۔۔۔؟“ شارق نے حیرت سے کہا۔
”تاکہ پہاڑ والے اسے بیچان نہ سکیں اور ہم کسی نہ کسی طرح اوپر پہنچ کر ان پر قابو پالیں۔!
”جیسی تمہاری مرضی۔۔۔!“

”درخت پر چڑھ جاؤ اور شانصیں توڑ توڑ کر نیچے گراتے جاؤ۔!
”وہ دونوں مادا میں ابھی نہیں ملیں۔۔۔!“ شارق بولا۔
”لڑکے۔۔۔؟ مادا وہ کے لئے زندگی پڑی ہوئی ہے۔۔۔ اپنا کام کرو۔۔۔
پھر عمران نے کولس کو اپنی تجویز سے آگاہ کیا تھا۔

”بڑا اچھا خیال ہے۔۔۔ پھر میں آزادی سے تم لوگوں کا ساتھ دے سکوں گا۔ ورنہ اس صورت میں تو شاکرہ زندگی ہی سے ہاتھ دھونے پڑیں۔!
”شارق زر اسود کی پیتاں توڑنے کے لئے ایک قریبی درخت پر جا چڑھا تھا۔ دفعتاً اس کے

حلق سے عجیب سی آواز نکلی تھی۔ عمران چونکہ کراس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ شارق بڑی پھر لئے نیچے اترتا ہوا نظر آیا۔ پھر وہ بھاگ کر عمران کے پاس پہنچا تھا۔
” شمال کی طرف تین آدمی۔۔۔ لیکن وہ شکرالی نہیں ہو سکتے۔!“ شارق ہانپتا ہوا بولا۔ ”اہم دور ہیں لیکن اسی طرف آرہے ہیں۔!
”کیا بات ہے۔۔۔؟“ کولس نے پوچھا۔

”کچھ بھی نہیں۔۔۔ کا لے بادل انھر ہے ہیں۔۔۔ مجھے دکھانا چاہتا ہے۔!“ عمران نے کہا۔
زر اسود کے درخت کی طرف بڑھ گیا۔۔۔ پھر وہ تیزی سے اوپر چڑھتا چلا گیا تھا۔۔۔ تھیلے سے دور میں نکالی اور بتائی ہوئی سمت دیکھنے لگا۔

”اوہ۔۔۔!“ اس کے حلق سے تحریز دہ سی آواز نکلی تھی۔
” تین آدمی جنہوں نے اپنے چہروں کے بیشتر حصے گیس ماسک سے چھپا رکھے تھے۔ اسی جانب
دھنے نظر آئے۔۔۔ ان میں سے ایک کی پشت پر دو گیس سلنڈر دکھائی دے رہے تھے جبکہ“
آدمیوں کی پشت پر صرف ایک ہی ایک تھا۔

” یہ اضافی گیس سلنڈر۔۔۔!“ عمران بڑی بڑی۔ ”شاید پھر کسی کو خشکار کریں گے۔۔۔ اچھی بات
ہے۔۔۔ آؤ دوستو۔۔۔!“

”یہ کیا کر رہا ہے....؟“ شارق نے اضطراب کے ساتھ پوچھا۔
 ”بیہوش کر رہا ہے اسے....!“
 ”کچھ کرو....!“
 ”ایمی نہیں....!“

دیکھتے دیکھتے نکولس دھم سے زمین پر آ رہا۔ وہ آدمی گھوم کر پھر انہی دونوں کے پاس پہنچا۔ تینوں تھوڑی دیر تک وہیں کھڑے رہے پھر انہوں نے اپنے چہروں سے گیس ماسک بٹا۔ اور آہستہ آہستہ بیہوش نکولس کی طرف بڑھنے لگے۔

”اب ہمیں ان پر حملہ کر دینا چاہئے....!“ شارق نے دھیرے سے کہا۔
 ”میں کہتا ہوں چپ چاپ دیکھتے رہو.... اتفاق سے یہ موقع ہاتھ آیا ہے۔!“ شارق پھر کچھ نہیں بولا تھا۔

دو آدمیوں نے اپنے گیس سلنڈر اتارے تھے جنہیں تیرے آدمی نے سنجال لیا تھا اور اب وہ دونوں بھج کر بیہوش نکولس کو اٹھا رہے تھے۔
 تیرے نے اپنا گیس ماسک اتار دیا۔

”ارے....!“ شارق کلپکاتی ہوئی آواز میں بولا۔ ”یہ.... یہ.... تو عورت ہے۔!
 گیس ماسک اتارتے ہی اس کے بڑے بڑے بال ہاویں لہرانے لگے تھے۔
 ”اب آواز نکلی تو میں تمہیں نیچے پھینک دوں گا۔!“ عمران غریبا۔
 ”نن.... نہیں نکلے گی۔!“

دونوں مرد نکولس کو اٹھائے ہوئے چل رہے تھے اور عورت ان کے پیچے تھی۔
 ”اب بہت احتیاط سے نیچے آزو...!“ عمران آہستہ سے بولا۔

درخت سے اتر کر انہوں نے ان کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔ بیہاں وہ بڑی آسانی سے اُن طرح تعاقب جاری رکھ سکتے تھے کہ ان تینوں کے فرشتوں کو بھی اس کا علم نہ ہو سکتا۔
 تھوڑی ہی دیر بعد عمران کو اندازہ ہو گیا کہ ان کا رخ پہاڑوں کی طرف نہیں ہے تو مجھ
 کہاں جا رہے ہیں۔ تعاقب جاری رہا۔ شارق اس معاٹے میں بھی عمران کی توقعات پر پورا لے رہا
 ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کچھ بھیشہ جگل ہی میں رہا ہو اور کسی درندے کی طرح اپنے نکلا۔

”دھو کے میں رکھ کر گھات لگانا اس کی نظرت میں داخل ہو۔
 شائد ان تینوں کو تعاقب کا احساس سک نہیں ہو سکا تھا۔ وہ اپنی دھن میں آگے بڑھے جا رہے تھے۔ پھر وہ ایک جگہ رک گئے۔ شاید وہ لوگ تھکن محسوس کرنے لگے تھے جنہوں نے نکولس کو اٹھا رکھا تھا۔

نکولس کو زمین پر ڈال دیا گیا عورت ان سے کہہ رہی تھی۔ ”اب یہ دیکھنا ہے کہ آخر یہ دونوں شکرائی جانور ہمارا تعاقب کیوں کر رہے ہیں۔ تم دونوں اس طرح آگے بڑھ جیسے تمہیں کسی چیز کی خلاش ہو۔۔۔ پھر چکر کاٹ کر ان کی پشت پر پیچ جاؤ اور انہیں بھی بیہوش کر دو۔

”بہت بہتر مادام....!“ ایک بولا اور وہ دونوں پھر گیس ماسک چڑھانے لگے تھے۔ عمران نے ان کی گفتگو سن لی تھی اور آہستہ سے شارق کے کان میں کہا۔ ”انہیں علم ہو چکا ہے کہ ہم ان کا تعاقب کر رہے ہیں۔!“

اور وہ بھی بتایا جو عورت نے ان دونوں سے کہا تھا۔
 ”آنے دو....!“ شارق بولا۔

”یوں نہیں.... تم اس طرف سے نصف دائرہ بناؤ۔۔۔ اور میں اوہر جاتا ہوں۔۔۔ تمہاری رفتار تیز ہوئی چاہئے۔!“

پھر ان دونوں نے انہیں ٹھیک اسی وقت جالیا تھا جب وہ بھی شائد انہی کی طرف نصف دائرے میں دوڑ لگانے کے لئے ایک دوسرے سے الگ ہو رہے تھے انہیں آواز نکالنے کی مہلت بھی نہ مل سکی۔ نیزی طرح دبوچے گئے تھے۔

”ماند ڈالنا....!“ عمران نے شارق سے کہا۔

”مم.... میں..... نے شائد مار ڈالا....!“ شارق آہستہ سے بولا۔

عمران کا شکار بھی بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔۔۔ شارق اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ ”تم نے بھی تمار ڈالا....!“

”یہ صرف بیہوش ہے۔۔۔ اسی طرح جیسے تم بیہوش ہو گئے تھے۔!“

”مجھے بھی سکھا دو نا یہ طریقہ....!“

”اُسی وقت....؟“

”یہ کون ہے....؟“ عمران نے بیہو شکرالی کی طرف اشارہ کیا۔
 ”بھی دیکھنے کے لئے تو بلے جارہی تھی کہ یہ کون ہے!“
 ”یہ ہمارے ہی ساتھ تھا.... لیکن ہمارے زبان نہیں سمجھتا تھا!“
 ”تب تو بڑی عجیب بات ہے!“
 ”یہ وہی عورت ہے....!“ شارق پیر ٹھکر دہاز۔
 ”ہو گی....!“ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔ ”خوبصورت تو ہے!“
 ”یہ تم کیا کہہ رہے ہو....!“ شارق بھنا کر بولا۔
 ”فرزندِ لبند....! تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو.... اس لئے فی الحال اپنی زبان بند رکھو!“
 ”میرے دونوں سا تھی کہاں ہیں....؟“ عورت نے پوچھا۔
 ”ایک آسمانوں کی سیر کر رہا ہو گا.... اور دوسرا صرف بیہو ش ہے!“
 ”یعنی ایک مر گیا....!“ عورت بوکھلا کر بولی۔
 ”میرا یہ بھیجا ایک خیرہ سر ہے.... تمہارا وہ سا تھی اسی کے حصے میں آیا تھا.... میں ذر
 آہستہ ہاتھ جاتا ہوں!“
 ”ہم تو تمہاری بھلائی چاہتے تھے....!“
 ”ہم نے ساتھا کہ شکرالی میں یہ واپسیل رہی ہے!“ عورت نے کہا۔ ”لہذا تم تمہاری مدد
 کرنا چاہتے تھے.... تم نے اسے مارڈا لا....!“
 ”لگے گا تھوں اس کا بھی اعتراض کرلو کہ تم وہی عورت ہو!“
 ”ہاں میں وہی عورت ہوں....!“
 شارق اس کی طرف چھنانا ہی تھا کہ عمران جلدی سے بول پڑا۔ ”خردar بھیج!“
 شارق کے قدم رک گئے.... اور وہ عمران کو قبھر آلو نظروں سے دیکھنے لگا۔
 ”میں نے تو ساتھا کہ شکرالی عورت پر ہاتھ نہیں اٹھاتے!“ عورت کا پنچی ہوئی سی آواز میں بولی۔
 ”خیرہ سروں کو کسی کی بھی پرواہ نہیں ہوتی!“ عمران نے کہا۔ ”لیکن میرا بھیجا صرف
 بھری ہی پرواہ کرتا ہے.... نہ روکتا تو تم اپنا حشر دیکھیں لیتیں....!“
 ”تم بہت ابجھے ہو....!“

شارق کچھ نہ بولا.... عمران اس کے شکار پر جھک پڑا تھا.... آخر سر اٹھا کر مایوسی سے بولا۔
 ”واقعی ختم ہو گیا!“
 ”میں نے گردن ہی تو دبوجی تھی!“
 ”اچھا.... اچھا.... اب ذرا جلدی سے انہیں ہلاک کر دو.... ان کے سامان پر قبضہ
 کر لیں.... یہ ہمارے کام بھی آئتا ہے!“
 گیس سلنڈر اور گیس ماسکیں اتنا لی گئیں.... ان میں سے ایک بیہو ش کرنے والی گیس،
 سلنڈر تھا۔
 ”اب آؤ.... اسی عورت سے نہیں....!“ عمران آہستہ سے بولا۔
 ”اُس پر تو میں ہی چھلانگ لگاؤں گا....!“ شارق نے کہا۔
 ”نہیں فرزندِ لبند.... وہ محض چھلانگ ہی لگانے سے مر جائے گی!“
 ”احتیاط برتوں گا....!“
 ”نہ اسے مارڈا النا ہے اور نہ بیہو ش کرنا ہے.... اس سے توباتیں ہوں گی.... اگر ایک بھی
 بھی بیہو ش ہو گئی تو پھر بیہو ش میں نہ آئے گی!“
 ”جیسی تمہاری مر رضی....!“
 وہ بہت احتیاط سے اس طرف بڑھنے لگے جہاں عورت اور شکرالی کو لوس کو چھوڑا تھا.... عورت
 نے انہیں دیکھا تو بوکھلا گئی.... پھر ریوالوں پر بھی نظر پڑی.... یہ ریوال اور انہوں نے اپنے
 شکاروں سے حاصل کئے تھے۔
 عورت کے ہاتھ مشینی طور پر اوپر اٹھ گئے۔
 ”نہیں.... نہیں.... میں تو تم لوگوں کی ہر رہ ہوں....!“ وہ شکرالی میں کہہ رہی تھی۔
 ”فائزہ مت کرنا.... میں کوشش کر رہی ہوں کہ تم سب دوبارہ آدمی بن جاؤ!“
 ”تو تم وہی ہو....!“ شارق غریا۔ ”تم شکرالی بول سکتی ہو...!“
 ”کون ہوں.... کون ہوں....؟“
 ”وہی جو زیارت گاہ میں رحباں کے سردار کی بیوی بن کر گئی تھی!“
 ”کیسا رحباں....؟ کیسی زیارت گاہ....؟ میں کچھ نہیں جانتی!“

اپ کیا گذری تھی اور اب کہاں ہے!“
”کولس، کولس....!“ عمران اس کا شانہ ہلا کر آہستہ سے بولا۔ ”ہوش میں آؤ۔!
”میا تم پوری طرح سن رہے ہو۔!
”ہاں میں سن رہا ہوں!—
”وہ لوگ تمہیں پھر سے اٹھا لے جانا چاہتے تھے!—
”کون لوگ....?
”پہاڑوالے.... دو مرد تھے اور ایک عورت....!
”عورت....!“ کولس اچھل کر کھڑا ہو گیا۔
”ہاں.... ان میں سے ایک کو میرے ساتھی نے مار ڈالا اور دوسرا یہو شہری تھا۔
میں نے یہاں سے ہٹا دیا ہے.... میں نے سوچا ہے پہلے تمہیں کچھ سمجھا دوں....!
”لیا سمجھا دو گے....!
”وہ مجھ سے شکری میں گفتگو کرتی رہی تھی.... اس پر یہ نہ ظاہر ہوا ناچاہت کہ مجھے انگریزی
میں آتی ہے.... میں نے اسے بتایا تھا کہ تم ہمارے ساتھ رہتے ضرور ہو.... لیکن ہم تمہاری
زبان نہیں سمجھ سکتے!—
”میں سمجھ گیا.... تم بہت ذین چانور ہو دوست....! اچھا ب مجھے وہاں لے چلو.... وہی
کیا لیز اگر دو اور اس کے چند برازدار ساتھی ہوں گے!—
”میں یہ چاہتا ہوں کہ تم دونوں کی گفتگو سکون سے من کر کسی بنتجے پر پہنچ سکوں۔!“ عمران
نے کہا اور اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے اسی سمت پل پر اجدھر شارق عورت کو لے کیا تھا۔
”بل ک خاموشی سے چلتے رہو۔!“ عمران بولا۔ ”اس کا خاص خیال رکھنا کہ میں انگریزی نہیں
سمو سکتا!—
”میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں.... تم مطمئن رہو دوست....!
بُرے وہ اس جگہ جا پہنچے تھے.... شارق عورت کو کور کئے کھڑا تھا۔
”آہا.... لیزیڈا ارلنگ....!“ کولس نے قبھہ لگایا۔
”اوہ... کولس....! میں تمہیں لینے آئی تھی۔ ان خیشوں نے گھیر لیا!—

”اگر میری دم پر گلب کا پودا بھی اگ آئے تو پھر کیسا لگوں گا!“
”زندہ دل بھی ہو۔!“ عورت نے خوف زدہ ہی بھی کے ساتھ کہا۔
کولس کو ہوش آرہا تھا۔ عمران خاموش ہو گیا عورت بھی اس کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔
”سن عورت....! ہم دونوں اس جھاڑی میں جا رہے ہیں....!“ عمران آہستہ سے بولا۔
”نہیں اس کی ضرورت نہیں....!“ عورت جلدی سے بولی۔
”کیوں....?“ عمران کے لمحے میں حیرت تھی۔
”مجھے اس کے ساتھ تہائے چھوڑو.... پتا نہیں یہ کون ہے۔ شکری میں تو نہیں معلوم ہوتا!“
”بڑی عجیب بات ہے....!
”نہیں عجیب بات نہیں ہے.... شکریوں کے لئے تو میں بڑی اپنائیت محسوس کرتی ہوں۔
آخر تمہاری زبان بول سکتی ہوں۔!
”اسی لئے زیارت گاہ میں....!“ شارق نے کچھ کہنا چاہا تھا۔ لیکن عورت با تھا انہی
بولی۔ ”میری بات سمجھنے کی کوشش کرو.... میں زیارت گاہ میں مجبوراً آئی تھی۔ جب میں اس
دیکھا کہ رجہن والے جمروں سے نکلتے ہی نہیں تو میں نے بڑے عابد کا سہارا لینا چاہا۔ یقین کرو مگر
انہیں جمروں سے نکال کر دوبارہ آدمی بنانے کی کوشش کرتی۔!
”اچھی بات ہے.... مان لیا کہ تم ہماری دوست ہو....!“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔ ”چھوڑ
میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ تمہاری موجودگی میں ہوش میں نہ آئے۔!
”تو مجھے ہٹا دو یہاں سے۔!
”بہت چالاک ہو....!
”نہیں تم غلط سمجھے.... میں بھاگوں گی نہیں۔!
”تم....!“ عمران نے شارق سے کہا۔ ”اے وہیں لے جاؤ.... جہاں وہ دونوں پڑے ہوئے
ہیں.... لیکن اسے اپنی گجرے جنسی بھی نہ کرنے دینا۔!
”تم فکر نہ کرو پچا۔....!
وہ رویا اور کو جنسی دنیا ہوا اسے وہاں سے ہٹا لے گیا۔
کولس اٹھ گیا تھا اور اس طرح گھنٹوں میں سردی یہے بیٹھا تھا مجھے سمجھ ہی میں نہ آرہا ہوک

”میں اب بھی نہیں سمجھی..... جیری اسٹاؤشن کا کیا معاملہ ہے!“
”اتا ہی کافی ہے کہ میں سمجھتا ہوں!“
”صف صاف کہو!“

”تم نے میرے سامان کی علاشی ضروری ہو گی!...“ نکولس ہنس کر بولا۔
فتاہ عمر ان نے شارق سے کہا ”جور انجین وہ شانکہ ہوش میں آ رہا ہے۔ تم اسے سنبھالو!“
لیزا بھی اس کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔ شارق بچھت کراس کے قریب پہنچ گیا۔
”یہ اسے بھی مار ڈالیں گے!...“ لیزا نے مضطرباہ انداز میں نکولس سے کہا۔
”مجھے بے حد خوشی ہو گی!.... تم سب اسی قابل ہو!“

”اگر ہم مر گئے تو تمہیں آدمی کون بنائے گا!“
”میں اب آدمی نہیں بننا چاہتا!... اسی حال میں بہت خوش ہوں!“
”کوئی شکری ای تھمیں گولی کا نشانہ بنادے گا!“
”اُس سے مجھے کوئی شکایت نہ ہو گی!... کیونکہ وہ ایک کھلا ہوا دشمن ہو گا۔ ویسے ہم جانوروں میں ہلاکتی چارا ہے.... حالانکہ یہ میری زبان بھی نہیں سمجھتے!“
”تم بچھتا گے!... اس وقت پستول ہے تمہارے ہاتھ میں چاہو تو دستی کی آڑ میں انہیں نشانہ بنا کتے ہو!“

”ضرور!.... ضرور!.... ان کے ساتھ میں ضرور یہ بر تاؤ کروں گا!... جنہوں نے مجھے ہلاکا دیا ہے!“

”تم جانو!... تمہارے دبارہ آدمی بننے کا انحصار صرف مجھ پر ہے بیہاں میرے علاوہ اور کوئی نہیں جانتے!“

”مجھے ذرہ برابر بھی اس کی فکر نہیں ہے کہ دوبارہ آدمی بن سکوں گایا نہیں.... ہاں تو میں کہہ ہاتھا کر جب تمہیں میرے سامان میں سرٹا مس گرے کی نوٹ بک نہ ملی ہو گئی تو تم نے مجھے!...“
”بلیں ختم کرو!....!“ وہ ہاتھ اٹھا کر گھٹھا ہیا۔ ”میں اس معاملے میں بھی تمہاری مدد کروں گی!“

”احمق ہوت!.... اب اس حال میں مجھے اس کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے!.... اب وہ میرے

”ضرور!.... ضرور!.... تم مجھے ضرور لینے آئی ہو گی!... لیزا اڑا لگا۔ ظاہر ہے کہ اب میر تمہیں مادام نہیں کہہ سکتا.... جانور ہو گیا ہوں۔ آدمی تو ہوں نہیں کہ ڈپلن کا خیال رکھوں گے اب میں ہوں اور تم ہو اور یہ جگل ہے۔ اگر میرے یہ دونوں دوست بھی حصہ لگانا چاہیں گے میں ان کے دل نہیں توڑوں گا!“

”خدا کے لئے ایسی باتیں نہ کرو!.... مجبور تھی..... مجھے ہیئت کوارٹر سے حکم ملا تھا کہ تمہیں جانور بناووں۔ حکم میں نے مانا!.... لیکن پھر میرا دل نہیں مانا اور اب میں پھر تمہیں آدمی بنانا چاہتی ہوں۔ اسی لئے واپس لے جائی تھی!“

”تعجب ہے!.... تم تو بہت پھر تیلی ہو اُن کے قابو میں کیسے آ گئیں۔ کیا تمہارے بلاوز کے گریبان میں پستول نہیں!.... وہ تو تم ہر وقت رکھتی ہو!“
”موجود ہے لیکن یہ بھی بہت تیز ہیں!.... مجھے ابھی تک نکال لینے کا موقع نہیں مل کا۔“
”نکولس نے آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر اس کے گریبان میں ہاتھ ڈال دیا۔

”میرا دماغ خراب ہو جائے گا چا۔“ شارق بھرائی ہو کی آواز میں بولا۔ ”اس بھورے کو روکو!“
”تم اپنی آنکھیں بند کر لو فرزندِ لبند!.... پچاڑ کیکھ رہا ہے!“
”یہ کیا کر رہے ہو نکولس!....!“ لیزا جھلا کر چیزیں لیکن اتنی دیر میں وہ اس کے گریبان اس عشرتیہ دوپائچ کا پستول نکال پکا تھا۔

”تم سے حماقت سرزد ہوئی ہے!....!“ وہ دانت پیس کر بولی۔
”جانور نہ عقلمند ہوتے ہیں اور نہ حق!.... بس جانور ہوتے ہیں!“ نکولس نے قہقهہ لگایا
”اب تم آنکھیں کھوں سکتے ہو فرزند!....!“ عمران نے شارق سے کہا۔
”میں نے بند کب کی تھیں!.... تو یہ کیتا تھنگچ بھی رکھتی تھی!“
ادھر نکولس لیزا سے کہہ رہا تھا۔ ”میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم کیوں آئی ہو۔ یہ غائب ہو جانے پر تم نے اپنے رازداروں کے علاوہ دوسروں کو کیہی بتایا ہو گا کہ مجھے ہیئت کوارٹر وہ بھیج دیا گیا اس پر وہ بے چارہ حق بے چین ہو گیا ہو گا!“

”کون!....؟ میں نہیں سمجھی!“
”میں جیری اسٹاؤشن کی بات کر رہا تھا!“

”تم لوگ آخر میری بات کوں نہیں سنتے!“ لیزانے انہیں شکر ای میں مخاطب کیا۔
”بس خاموش رہو....!“ عمران غرایا۔

”میا کہنا چاہتی ہو....!“ شہباز بولا۔ ”اگر عورت نہ ہوتی تو تمہاری نالگیں چیز کر پھینک
دیتا۔ آخر تم زیارت گاہ میں کیوں کی تھیں اور شہزاد کی بیوی....!“
”میں اسے سب کچھ بتا بھی ہوں.... لیکن اسے یقین نہیں آتا۔ تم بھی سن لو....!
پھر اس نے وہی سب کچھ دہرا دیا جو اسی سلسلے میں عمران سے کہہ بچی تھی۔ شہباز نے عمران
کی طرف دیکھا۔

”میرے فیصلے اٹل ہوتے ہیں....!“ عمران بولا۔

”فیصلے کی کیا بات ہے....؟“ لیزانے اسے گھوڑتے ہوئے پوچھا۔

”میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ تمہارے ساتھ وہاں جاؤں گا.... جہاں تم اس بھورے کو لے
جانا چاہتی ہیں.... یہ سیل رہے گا۔ میرے علاوہ اور کوئی تمہارے ساتھ نہیں جائے گا۔!
”ٹھیک ہے.... میں تیار ہوں!“

”تمہارا دادی بھی ساتھ نہیں جائے گا جو نقش کیا ہے.... وہ ابطور یہ نہیں میرے ساتھیوں
کے پاس رہے گا!“

”مجھے یہ بھی مظہور ہے!“

”تم تھا کہیں نہیں جا سکتے!“ شہباز بولا۔

”میرے کاموں میں دغل نہ دو....!
”تم بہت چالاک اور ذہین معلوم ہوتے ہو۔!“ لیزا اٹھلائی۔ ”تمہیں آدمی بنانے کیکھوں گی
کر کے لگتے ہو!“

”تمہیں عورتوں کا کوئی تجربہ نہیں ہے اس کی باتوں میں ہرگز نہ آتا۔!“ شہباز بولا۔

”لیکن میں اب عورت کا تجربہ کرنا چاہتا ہوں!“

”اس کے بعد اسی اونچے درخت پر چڑھا کر بھاگ نہلنا۔!“ شارق نے ہائک اکائی۔

”یہ کیسا بھیجا ہے....!“ شہباز نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”جبس بھی ہے بھتوں گا.... تم پر وادنہ کرو....!“

کس کام آئیں گے.... اب مجھے کس مستقبل کی فکر ہوگی.... کس سوسائٹی میں بھرم بنا رکھی
کی لگن ہوگی۔ آج کی دنیا میں جانور ہونا ہی زیادہ سود مند ہے!“

بیہوش آدمی پوری طرح ہوش میں آچکا تھا.... اور اس کے چہرے پر خوف کے سارے
منڈلار ہے تھے۔ بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے ہندیان میں چینا شروع کردے گا اور پیشے پیشے پر
بیہوش ہو جائے گا۔!

ٹھیک اسی وقت جھاڑیوں میں سرسرابہث ہوئی اور مزید دو عدد سیاہ جانور ان میں آمد۔

”آہا.... وہا....!“ ان میں سے ایک دہاڑا.... ”یہ تو وہی کرتا ہے!“

عمران نے آواز پہچان لی تھی.... یہ شہباز کوئی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔

”مجھے معلوم ہے.... تم فی الحال خاموش رہو!“ عمران بول پڑا۔

”لیکن.... وہ دوسرا کون ہے....?
”میرا بھیجا ہے!“

”اور یہ بھورا....?
”شاند اسی عورت کی نسل سے تعلق رکھتا ہے.... دو دون سے میرے ساتھ تھا.... دونوں
دیرے سے گفتگو کر رہے ہیں!“

”تو کیا یہ لوگ اپنی نسل کے آدمیوں کو بھی جانور بنا رہے ہیں!“ طربدار بولا۔

”فضول باتیں نہ کرو.... تمہاری مادا نیں کہاں ہیں....?
”تم ہی نے انہیں ہمارے پیچے لگایا تھا....!“ شہباز بولا۔

”میں پوچھ رہا ہوں وہ کہاں ہیں....?
لیزا اور نکو لس خاموش ہو کر نئے آنے والوں کو دیکھنے لگے تھے۔

”ہم نے اُن سے چیچا چھڑا لیا ہے!“ طربدار بولا۔ ”وہ کتیاں ہمیں اپنی زبان سکھانے کو
کوشش کر رہی تھیں!“

”تو کیا تم نے انہیں مار دالا....?
”نہیں.... البتہ اتنے اونچے درخت پر چڑھا آئے ہیں کہ زندگی بھر نیچے نہ اتر سکیں گی۔

شہباز نے کہا۔

طریقہ شارق کے قریب جا کھڑا ہوا تھا۔ شارق نے اسے گھوکر دیکھا۔

”تمہاری آواز کچھ جانی پہچانی سی لگ رہی ہے۔!“ طریقہ شارق نے آہستہ سے کہا۔

”اپنام کرو.... پچھا کے علاوہ اور کسی کوئی معلوم ہونا چاہئے کہ میں کون ہوں۔!“

ادھر نکولس اور لیزا کے درمیان پھر چھڑ گئی تھی۔ وہ اس سے کہہ رہا تھا۔

”تمہارے گریبان میں ٹرانس میٹر بھی موجود ہے۔۔۔ ابھی تک اسے استعمال کرنے کا خیال نہیں آیا تھیں۔!“

”میں تمہیں آگاہ کرتی ہوں کہ اسے ہاتھ لگانے کی جرأت نہ کرنا۔!“

”ہونہہ۔۔۔ یہاں تم میرا کیا بگاؤ سکو گی۔!“

”مجھے اتنا تحریر بھی نہ سمجھو۔۔۔ اگر میں نکل جانا چاہوں تو کیا یہ مجھے روک سکیں گے۔!“

عمران چوکنا ہو گیا۔

”میا کرو گی تم۔۔!“

”تمہیں بتاؤں گی۔۔۔!“ وہ حقارت سے بولی۔ ”تم جو میرے دشمن ہو رہے ہو۔!“

”خشی کی ابتداء تمہاری طرف سے ہوئی تھی۔!“

”خاوش رہو۔۔۔ میں تم جیسوں کو منہ لگانا پسند نہیں کرتی۔!“

”یہ نہ بھولو کہ اب ہم پانچ ہو گئے ہیں۔۔۔!“ نکولس ہنس کر بولا۔ ساتھ ہی اس نے بیالہاتھ لیزا کے گریبان کی طرف بڑھایا تھا۔

اس طرح لیزا کو موقع مل گیا کہ وہ اس کے پتوں والے ہاتھ پر ہاتھ ڈال دیتی۔۔۔ ساتھ اس کی ایک نائگ بھی چلی تھی۔۔۔ پھر پتوں لیزا کے ہاتھ میں تھا اور نکولس زمین پر۔

”خبردار۔۔۔ کوئی اپنی جگہ سے جنبش نہ کرے۔“ وہ انہیں لکھا رہا تھا۔

”ہم مر جائیں گے لیکن تم پر ہاتھ نہ اٹھائیں گے۔!“ عمران نے اوپنی آواز میں کہا۔ ”کیونکہ عورت ہو اور ہم جانور ہو جانے کے بعد بھی شکری ہیں۔ بھتیجے خبردار خود کو قابو میں رہنا۔۔۔“

کوئی کچھ نہ بولا۔۔۔ نکولس زمین پر پڑا لیزا کو گھوڑے جارہا تھا۔

پھر اس نے عمران کی طرف دیکھا جو اپناریو اور تھیلے میں ڈال چکا تھا۔

”بھتیجے۔۔!“ عمران پھر بولا۔ ”تم اپنے قیدی کو یہاں سے ہٹا لے جاؤ۔“

”نہیں۔۔!“ لیزا نے پتوں کا رخ شارق کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ ”یہیں ظہرو۔۔!“

”میا خیال ہے چاپ۔۔۔ ابے سبق دے دوں۔۔۔؟“ شارق نے عمران سے پوچھا۔

”نہیں فرزند ولید۔۔۔ یہ ہماری ہمدرد ہے۔!“

”تو تمہیں میری بات پر یقین آگیا ہے۔!“

”بالکل۔۔۔ اور اس بات پر سخت افسوس ہے کہ تمہارا ایک آدمی حضن غلط ٹھیکی کی بناء پر مار ڈال گیا۔!“

”یہ بہت اچھا ہوا کہ تم بہت جلد سمجھ گے۔!“

”یہ جھوٹی ہے۔۔۔!“ شہباز دہڑا۔۔۔ ”میں فریگیوں پر اعتماد نہیں کر سکتا۔۔!“

”ان پر تو کرتا پڑے گا۔۔۔!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”یہ فریگی بھی عجیب ہوتے ہیں ان کی ایک ٹولی تو لوگوں پر گولیاں برساتی ہے اور دوسری ٹولی زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی پھرتی ہے۔ ان کا ننان ایک دوسری کو کٹا ہوئی دوسری لکریں ہوتی ہیں۔!“

”ہاں۔۔۔ ریڈ کر اس۔۔۔!“ لیزا جلدی سے بول پڑی۔ ”ہمارا تعلق ریڈ کر اس سے ہے۔ ہم دکھی دنیا کے زخمیوں پر مرہم رکھتے ہیں۔ ہم تمہیں دوبارہ آدمی بنادیں گے پہلے ہم تمہاری اس مرہم کا بہب دریافت کریں گے پھر علاج کر دیں گے۔!“

”یہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔۔۔!“ عمران زور سے بولا۔ ”بھتیجے ٹھنکچے تھیلے میں ڈال لو۔!“

شارق نے فوراً ہی تھیل کی تھی اور لیزا کا ساتھی لیزا کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

”بھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں۔۔۔!“ لیزا نے اس سے کہا۔ ”میں انہیں یو توف بنانے میں کامیاب ہو گئی ہوں۔!“

”کاش۔۔۔ کاش۔۔۔ یہ انگلش سمجھ سکتے۔!“ نکولس کراہتا ہوا اللہ بیٹھا۔

”اب تمہارے جسم کا ایک ایک ریشدہ الگ کر دیا جائے گا۔!“ لیزا غرائی۔

”مجھے اب زندگی سے بھی پیار نہیں رہا۔!“

”تم کیا کر رہی ہو۔۔۔ ادھر ضرور آؤ میرے ساتھ۔۔۔!“ عمران لیزا کا ہاتھ پکڑتا ہوا بولا۔ ”میں

ٹھنڈگی میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔!“

”ضرور۔۔۔ ضرور۔۔۔ لیکن اپنے ساتھیوں سے کہہ دو کہ اس بھورے کو میرے آدمی کے

قریب نہ جانے دیں۔!

”وہ سن رہے ہیں... ایسا ہی ہو گا۔!

وہ عمران کو حیرت سے دیکھتے رہے جو لیز اکا ہاتھ پکڑے ایک جانب چلا جا رہا تھا۔

”واہ رے چپا...!“ شارق آہستہ سے بولا۔

”بناو تم کون ہو...!“ طربدار نے زم لجھ میں پوچھا۔

”چچا بھیجا...!“ شارق نے جواب دیا۔

ٹھیک اسی وقت شہزاد نے اونچی آواز میں طربدار سے کہا۔ ”اس سے مت ابھو اُرہو، نہیں بتانا چاہتا۔!

انتے میں نکولس انٹھ کر لیز اکا ساتھی کے قریب پہنچا تھا۔

”ٹوئی...!“ وہ آہستہ سے بولا اور لیز اکا ساتھی اچھل پڑا۔

”نت... تم میرا نام کیا جاؤ...؟“

”اس کا مطلب ہوا کہ تم نہیں جانتے میں کون ہوں...!“

”نہیں... میں کیا جاؤں...!“

”میں نکولس ہوں... داڑلس آپریٹر...!“

”خدا کی پناہ... یہ کوئکر ممکن ہے...!“

”ہم سب اسی طرح دھوکے میں رہ کر آہستہ آہستہ جانور بن جائیں گے۔!
آخر کیوں، مجھ سے تو کہا گیا تھا...!“

”کچھ بھی کہا گیا ہو... لیکن تم مجھے دیکھ ہی رہے ہو۔!
میری سمجھ میں آرہا...!“

”نہ آرہا ہو... لیکن کیا تم جانور بننا پسند کرو گے۔!
ہر گز نہیں...!“

”کیا تمہیں علم ہے کہ آدی جانور کیوں بنائے جارہے ہیں۔!
ہمیں یہ نہیں بتایا گیا۔!
میرا جرم بھی تھا کہ میں نے مقصد دریافت کیا تھا۔!
”

”یہ تو سارے ظلم ہے...!“

”کیا تم خالموں کا ساتھ دینا پسند کرو گے۔!
اس حد تک ہرگز نہیں کہ انہوں کے ساتھ بھی بھی روکھا جائے۔!
میں نے اسی پر احتجاج کیا تھا کہ انہوں نے دو سفید فام لڑکیوں کو بھی جانور بنادیا ہے اور وہ

ای بنگل میں موجود ہیں۔!

”لیکن ہماری تو ساری لڑکیاں موجود ہیں۔!
یہ کہیں اور سے لائی گئیں تھیں... لیکن ہیں سفید فام ہی۔!
ٹوئی کچھ نہ بولا۔ اس کے چہرے پر تاگواری کے آثار تھے۔
تھوڑی دیر بعد اس نے سوال کیا۔ ”تو پھر مجھے کیا کرنا جائے۔!
”پہاڑ پر سب کچھ شاہ کر دو...!
”لیکن.... میں.... کس طرح....?
”میرے بارے میں سب کو بتا دو... لیز اسے غالباً یہ افواہ پھیلائی ہے کہ مجھ ہیڈ کوارٹر میں
طلب کر لیا گیا ہے۔!
”ہاں اس نے سب کو بھی بتایا ہے۔!
”میہاں کیا کہہ کر لائی تھی...?
”کہنے لگی ایک جانور بھورا ہو گیا ہے حالانکہ اسے بھی سیاہ ہی ہونا چاہئے تھا۔ اسے لیبارٹری
میں لا کر سبب دریافت کرتا ہے۔!
”اور اب تم کچھ ہی گئے ہو گے کہ جانور بھورا کیوں ہو گیا ہے۔!
”خوب اچھی طرح...!
”میں کچھ بھی کہہ کر لیا گیا ہو... لیکن تم مجھے دیکھ ہی رہے ہو۔!
”میری سمجھ میں آرہا...!
”نہ آرہا ہو... لیکن کیا تم جانور بننا پسند کرو گے۔!
”ہر گز نہیں...!
”کیا تمہیں علم ہے کہ آدی جانور کیوں بنائے جارہے ہیں۔!
”ہمیں یہ نہیں بتایا گیا۔!
”میرا جرم بھی تھا کہ میں نے مقصد دریافت کیا تھا۔!

”آخر کیوں...؟ جبکہ تم ان کی زبان بھی نہیں سمجھ سکتے!“
”یہ میں نہیں جانتا!“

تینوں کا لے جانور خاموش تھے.... ان میں سے کسی نے بھی ان کی آبیں کی گفتگو میں غر
اندازی نہیں کی تھی۔
کولس ٹونی سے کہہ رہا تھا۔ ”لیزا کو ابھی یہ نہ معلوم ہونے پائے کہ میں تم سے کسی تم کی
گفتگو کر چکا ہوں!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کولس... اب تو اس روگ کو سینے میں پالنا پڑے گا.... جب تک
کہ کوئی مناسب موقع نہ آجائے!“

”تم اس راہ سے واقع ہی ہو گے جو تمہیں اوپر سے یہاں تک لے آئی ہے!“

”تھہ خانے کے پانچیں پواشت کی حد تک... لفٹ سے باہر نکلتے ہی ہماری آنکھوں پر
چہرے کے تے چڑھادیئے جاتے ہیں اور پھر ہماری آنکھیں جنگل کے قریب ہی کھلتی ہیں۔ میرا
خیال ہے کہ لیزا کے علاوہ اور کوئی بھی راستے کی نشان دہی نہیں کر سکتا!“

”خیر.... دیکھا جائے گا!“ کولس اس کے قریب سے ہٹا ہوا بولا۔ وہ پھر وہیں چلا آیا
جہاں لیرا سے چھوڑ کر گئی تھی۔

ٹونی گھٹنوں میں سردیئے بیٹھا رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا عیسے وہ خود کو بھی ان جانوروں سے
الگ نہ سمجھتا ہو۔

تحوڑی دیر بعد انہوں نے عمران کا قہقہہ سناتا۔ لیرا اونچی آواز میں کچھ کہہ رہی تھی۔
پھر وہ جھاڑیوں سے برآمد ہوئے تھے۔ لیزا کہہ رہی تھی۔ ”میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی
کہ شکراں میں اتنے ذہین افراد بھی بتتے ہیں!“

”جانور بننے سے پہلے کبھی کسی نے میری ذہانت کی تعریف نہیں کی!“ عمران بولا۔
لیزا کچھ کہے بغیر ٹونی کی طرف بڑھ گئی تھی۔ اس سے قبل اس نے کولس کو غور سے دیکھا تھا
وہ آہستہ آہستہ ٹونی سے کچھ کہتی رہی اور وہ تفہیمی انداز میں سر ہلا تارہ۔ اس کے چہرے
قطی طور پر مترش نہیں ہوتا تھا کہ کچھ دیر قبل وہ کولس سے کس قسم کی گفتگو کر چکا ہے۔
ادھر عمران اتنی اونچی آواز میں اپنے ساتھیوں سے گفتگو رہا تھا کہ لیزا بھی سن سکے۔

”واقعی.... وہ اسی ادارے سے تعلق رکھتی ہے جو ساری دنیا میں دکھی انسانیت کی خدمت
کر رہا ہے۔ یہاں یہ اپنے آدمیوں کے ساتھ دوسازی کے لئے جڑی بویاں تلاش کر رہی ہے!“
”میں مطمئن نہیں ہوں....!“ شہباز غرایا۔

”تم کوئی بھی ہو.... پچا سے ایسے لبجھ میں گفتگو نہیں کر سکتے!“ شارق بول پڑا۔
”بھیجے رب عظیم کے لئے تم خاموش رہو....!“

”یہ آخر کوں ہے....؟“ شہباز نے سرد لبجھ میں پوچھا۔
لیکن عمران اس کے سوال کا جواب دیئے بغیر کہتا رہا۔ ”تم لوگ یہیں ٹھہر دے گے.... میں
بھورے کے ساتھ جاؤں گا!“

”کہاں جاؤ گے....؟“

”اس عورت کے ساتھ.... یہ بھورے پر اپنی دوائیں آزمائے گی.... اگر کامیابی ہو گئی تو
پھر ہم سب دوبارہ آدمی بن سکیں گے!“

”میں پوچھ رہا ہوں اس کے ساتھ کہاں جاؤ گے!“

”پہاڑ کے آس پاس کہیں ڈیرہ ڈال رکھا ہے ان لوگوں نے!“
”اس کے آدمیوں پر اس بیماری کا حملہ کیوں نہیں ہوا....؟“

”علیحدگی میں اس نے مجھے بتایا ہے کہ یہ بھورا جانور اسی کے ساتھیوں میں سے ایک ہے۔ وہ
اسے یہاں سے لے جانے ہی کے لئے آئی تھی۔ جس طرح ہم اپنے آدمیوں کا سامنا کرنے سے کتنا
رہے ہیں اسی طرح یہ بھورا بھی اپنے آدمیوں میں نہیں جانا چاہتا۔ مرنے مارنے پر آمادہ ہے!“

”تم جانو.... میں تو مطمئن نہیں ہوں....!“ شہباز کسی تدریذ ھیلے لبجھ میں بولا۔

عمران کولس کے قریب آمیختا اور اشاروں سے اسے سمجھانے کی کوشش کرنے لگا کہ اسے
لیرا کے ساتھ جانا چاہئے اور وہ خود بھی اس کے ساتھ چل رہا ہے۔ لیرا ان دونوں کی طرف متوجہ
ہو گئی.... اور کولس عمران کے اشاروں کے جواب میں زور زور سے سر ہلا کر اپنی ناپسندیدگی کا
المہار کر رہا تھا۔

”وہ نہیں جائے گا تو زبردستی لے جاؤں گا!“ عمران نے غصیلے لبجھ میں کہا۔ ”مشکل تو یہ
ہے کہ یہ ہماری زبان نہیں سمجھتا۔ کیا اپنے تمام ساتھیوں میں صرف تم ہی شکراں سمجھ سکتی ہو؟“

باکل ایسا ہی لگ رہا تھا جسے تم ایسے درخت حرکت میں آگئے ہوں جن کے تنوں کے نچلے
ہے بھی پتوں سے ڈھکے ہوئے ہوں۔



عمران نکولس کو کاندھے پر اٹھائے چلتا رہا۔ اسی دوران میں اسے ہوش بھی آگیا تھا اور اس
نے اوہر اور درد دیکھ کر سر گوشی کی تھی۔
”تم غلطی کر رہے ہو۔“

”فکر مت کرو۔۔۔ اور اسی طرح پڑے رہو جیسے ابھی یہوش ہی ہو۔“

لیزا مطمئن تھی کہ نکولس اس شکر ای جانور کو حقیقت حال سے آگاہ نہ کر سکے گا۔ اس لئے
اس نے ان سے قریب رہنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ بھی بھی مژہ کردہ عمران سے تیز چلنے کو کہتی
اور پھر آگے بڑھ جاتی۔ وہ سب سے آگے تھی۔ ٹونی اس کے پیچے تھا اور عمران زیادہ تیزی نہیں
وکھانا چاہتا تھا۔ یہی ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ نکولس کا دوزن اس کے تیز چلنے میں مانع ہے۔ حالانکہ ایسا
نہیں تھا۔ چاہتا تو ان دونوں پر سبقت لے جاتا۔

ایک جگہ رک کر وہ عمران ہی سے آملی۔۔۔ ٹونی اپنی دھن میں چلتا رہا تھا۔۔۔ اس تبدیلی کا
اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔۔۔ لہذا اب وہ سب سے آگے چل رہا تھا۔

”تم نے اسے کس طرح یہوش کیا تھا کہ ابھی تک ہوش میں نہیں آیا۔“
”میں نے اسے سرال سنگھادی تھی۔۔۔“

”سرال کیا چیز ہے۔۔۔؟“

”ہوتی ہے ایک بوٹی۔۔۔“

”کسی ہوتی ہے۔۔۔؟“ ”مجھے پہچان بتاؤ۔“

”اس میں سالوں اور سالیوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔“

”سالوں اور سالیوں کیا چیز ہے۔۔۔؟“

”سرال کی شاخیں۔۔۔ ان شاخوں سے بھی مزید شاخیں پھوٹتی ہیں۔۔۔ سازھو۔۔۔ سلخ
اوکر کا پچکر۔۔۔ اور۔۔۔ چوکر کا پیش کارو غیرہ۔۔۔ غیرہ۔۔۔!“

”میں کچھ بھی نہیں سمجھی۔!“

”میرے لئے بھی بھی سب سے بڑی دشواری ہے۔۔۔ ورنہ یہ ہماری گفتگو من کر رکھ رکھ
پر آ جاتی۔ اب اگر میں انگلش میں اسے کچھ سمجھانا چاہوں گی تو یہ اعتبار نہیں کرے گا۔ تم نے
ہی ہے کہ اس نے میرے گریان سے پتوں نکال کر مجھے مارڈا لانا چاہا تھا۔“
”پھر بتاؤ کیا کریں۔۔۔!“ ”عمران جھلا کر بولا۔“

”زبردستی لے چلو۔۔۔!“

”بھی تو کہا تھا میں نے۔!“ عمران نے کہا اور نکولس پر جھپٹ پڑا۔۔۔ پھر آن واحد میں
نے اسے اٹھا کر اپنے کاندھے پر ڈال لیا تھا۔ نکولس رہائی کے لئے جدوجہد کرنے لگا۔

”اس سے کہو کہ چپ چاپ پڑا رہے۔!“ عمران نے لیزا سے کہا۔ ”اگر طاقت دکھا۔۔۔
ریڑھ کی ہڈی توڑ دوں گا۔!“

”تم واقعی بہت طاقت وار معلوم ہوتے ہو۔!“

”اس سے کہو۔۔۔!“

لیزا نے انگلش میں عمران کے الفاظ دہرائے۔۔۔ اور اوہر عمران نے نکولس کو بائیں ہاتھ
جکڑے ہوئے داہنے ہاتھ سے کپٹی پر دماڑا لاتھا۔ فراہمی کی دیر میں نکولس بے حس و حرکت ہو گا۔
”بس اب چل دینا چاہئے۔۔۔!“ اس نے لیزا سے کہا اور تھوڑی دیر بعد وہ بہاں سے ٹھاک
پڑے تھے اور وہ تینوں خاموش کھڑے خلاء میں گھوڑے جارے ہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے قدر
طور پر خالی الذہن ہو گئے ہوں۔ پھر شہباز چونکا تھا اور دونوں کو بازاری باری سے دیکھتا ہوا بولاتھا
”یہ نہیں ہو سکتا۔!“

”کیا نہیں ہو سکتا۔۔۔؟“ ”طربدار نے سوال کیا۔

”تعاقب کریں گے۔۔۔ شارا شکنی۔۔۔!“

”واہ۔۔۔!“ شارق اچھل پڑا۔ ”بڑی اچھی تدبیر سو جھی ہے تمہیں۔!“
شارا شکنی کا مطلب تھا درخت بن کر دشمن کا پیچھا کرنا۔ انہوں نے جلدی جلدی ”ونز
سے شاخیں کاٹی تھیں اور انہیں اس طرح اپنے جسموں پر باندھا تھا کہ انہیں میں چھپ کر
تھے۔ اس کے بعد شہباز نے ان سے آگے بڑھنے کو کہا تھا اور وہ اسی سمت چل پڑے تھے جد
عمران وغیرہ کو لے گئی تھی۔

”میں دوسرے شکرالیوں کی طرح تجھ نظر نہیں ہوں کہ غیر شکرالی کو خاطر ہی میں نہ لاؤ۔!“
 ”میں نے بھی بھی محسوس کیا ہے۔!“
 ”میں بھی بہت خوب صورت تھا۔!“ عمران نے ٹھٹھی سانس لے کر کہا۔
 ”اچھا...؟ کاش میں تمہیں دوبارہ صحت مند بنا سکوں۔!“
 ”صحت مند تو میں اب بھی ہوں لیکن....!“
 ”پرواہ مت کرو۔.... یہ بال باقی نہ رہیں گے۔!“

مسلسل تین گھنٹے تک چلتے رہنے کے بعد وہ اس جگہ پہنچتے ہے جہاں سے پہلا کی ست جنگل کا گھابن بندرا جنم ہونے لگا۔ اب نکولس بھی اپنے ہی پیروں سے جل رہا تھا اور اس کا ہاتھ عمران کے ہاتھ میں تھا۔

”میا ب تم مجھے مارڈا لوگی لیز۔؟“ دفعتائس نے سوال کیا۔
 ”اگر تم نے بیڑی اسٹاؤٹن کی نوٹ بک میرے حوالے نہ کی تو یہی ہو گا۔!
 ”یہ ممکن ہے۔.... لیکن اسی صورت میں جب میں دوبارہ آدمی بن جاؤں۔!
 ”میں نہیں جانتی کہ تم دوبارہ کس طرح آدمی بن سکو گے۔ ایسی کوئی چیز میرے سپرد نہیں کی گئی جو تمہیں آدمی بنائے۔!
 ”مجھے حیرت ہے کہ یہ شکرالی جانور تمہارے ساتھ کیوں جا رہا ہے۔!
 ”اس پر اور زیادہ حیرت ہو گی اگر میں تمہیں یہ بتا دوں کہ یہ لوگ مجھے اس عورت کی حیثیت سے پہچان پچکے ہیں جس نے زیارت گاہ میں رحبان کے سردار کی نمائندگی کر نیکی کوشش کی تھی۔!
 ”اگر ایسا ہے تو یہ بالکل احمق ہیں۔!
 ”ہم نے احقوں ہی سے تو ابتداء کی ہے۔۔۔ اب عقل مندوں پر بھی ہاتھ صاف کریں گے۔
 ”خدا تمہیں غارت کرے۔!
 لیزا نے زہریلا سا قہقہہ لگایا تھا۔
 ”کیا کہہ رہا تھا۔....؟“ عمران نے اس سے پوچھا۔
 ”کہہ رہا تھا مجھ سے شادی کرلو۔....!“ لیزا اپنی ہوئی بوی۔
 ”آئینہ دکھاؤ اے۔....!“

”یوں نہیں سمجھو گی۔۔۔ اگر کہیں دکھائی دے گئی تو پہچان کر دوں گا۔!
 ”تم کبھی شکرالی سے باہر بھی گئے ہو۔!
 ”نہیں۔۔۔ شکرالی ہی میں رہا ہوں۔!
 ”شکرالی کے علاوہ اور کوئی زبان نہیں سمجھ سکتے۔!
 ”نہیں۔۔۔!
 ”تو اس بھورے کی وجہ سے تمہیں بہت پریشانی ہوئی ہو گی۔!
 ”اس کے علاوہ اور کوئی پریشانی نہیں ہوئی کہ ہماری ساری سیاہی پی گیا۔!
 ”تمہارا بھیجا بہت خون خوار معلوم ہوتا ہے۔۔۔ میرے ایک آدمی کو مار ہی ڈالا۔!
 ”نا تجربہ کا رہے۔۔۔ نہیں جانتا کہ صرف بیہوش کرنے کیلئے گردن پر کتنا داؤ ڈالنا چاہئے۔!
 ”دفعتائیز اనے ٹونی کو آواز دی اور وہ چلتے چلتے رک گیا۔۔۔ قریب پہنچ کر لیزا بولی۔ ”میاں سے میری عدم موجودگی میں تم نے کوئی گفتگو کی تھی۔!
 اشارہ نکولس کی طرف تھا۔

”نہیں مادام۔۔۔! مجھے ہوش ہی کہاں تھا۔ یہ تجربہ بھی زندگی بھر یاد رہے گا اور اب ہے۔
 منہوس سیاہ فام اس طرح چلا آ رہا ہے جیسے آپ کا پیشی غلام ہو۔!
 لیزا اپکھنے بولی۔۔۔ وہ خاموشی سے چلتے رہے۔
 ”کیا تمہارے ساتھی مطمئن ہو گئے تھے۔۔۔؟“ لیزا نے تھوڑی دیر بعد عمران سے شکرالی میں پوچھا۔

”مطمئن نہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔!
 ”اگر تم شکرالی سے باہر نہیں گئے تو تمہیں صلب احر کے بارے میں کیسے معلوم ہوا۔?
 ”مجھے ایک بوڑھے آدمی نے بتایا تھا۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اس میں عورتیں زیادہ کام کر لیں۔ بہر حال میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ آئندہ اس جنگل میں قدم مت رکھنا۔....!
 ”کیوں۔۔۔?
 ”اگر تم جیسی خوب صورت خاتون کو بھی یہ مرض لا حق ہو گیا تو مجھے گہر اصل مدد پہنچ گا۔!
 ”شکریہ۔۔۔!
 ”وہ نہس پڑی۔

”میں اس کا دل نہیں توڑتا چاہتی۔“

”ہائیں.... تو کیا اس سے شادی کرو گی....!“

”فوری طور پر فیصلہ نہیں کر سکتی.... سوچوں گی۔!“

”تو پھر میں کیا نہ اہوں....!“

”اسی لئے تو کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہی ہوں۔!“

”یعنی میرے بارے میں بھی سوچ رہی ہو۔!“ عمران نے خوش ہو کر پوچھا۔

”ہاں.... کیا تم نے کچھ دیر پہلے نہیں کہا تھا کہ تم دوسرا شکرالیوں کی طرح مجھ نہیں ہو۔!“

”کہا تو تھا....!“

”بس تو پھر میں تمہارے بارے میں بھی سوچ رہی ہوں۔!“

”کیا میں اس نالائق بھورے کی گردی توڑوں۔!“

”اُبھی نہیں.... پہلے تم دونوں کو آدمی بنانے کی کوشش کی جائے گی.... تمہاری شکل تو دیکھنی ہے۔!“

”انسانی شکل میں بالکل احمق لگتا ہوں۔!“ عمران نے مایوسی سے کہا۔

”اس کے باوجود بھی میں تمہیں پسند کرنے لگی ہوں.... اگر آدمی نہ بن سکتے؛ تمہیں خود سے جدا نہیں ہونے دوں گی۔ ویسے بھی اس شکل میں تمہیں تمہاری بیوی توڑنا کرنے سے رہی۔!“

”ابھی تو میری شادی ہی نہیں ہوئی۔!“

”یہ تو بڑی اچھی خبر سنائی تم نے۔!“

”اچھی خبروں کا ذخیرہ ہے میرے پاس۔!....!“

”کہیں تمہارے ساتھی بھی نہ پہل پڑے ہوں۔!“

”ناممکن.... وہ میرا حکم مانیں گے۔ جیشیت جانور انہوں نے مجھے اپنا سر برہ تسلیم کر لیا ہے۔“

”تب تو مجھے خوش ہونا چاہئے کہ میں ایک سر برہ کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔!“

”عمران کچھ نہ بولا۔ شام ہوتے ہوئے وہ منہوس پہلا کے قریب پہنچ کے تھے۔ انتہائی ذلتا

”علاؤں والا پہلا تھا۔“

”تم پیاس کیا کرنے آئی ہو....!“ عمران بولا ”یہ تو منہوس پہلا ہے۔!“

”بھی معلوم ہو جائے گا۔!“ لیزا آہستہ سے بولی۔

کویں نے اب پھر شور چاٹا شروع کر دیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہاں سے آگے بڑھنا ہی

”نہ پہنچتا ہو۔!“

”تمہیں پھر تکلیف کرنی پڑے گی....!“ لیزا نے عمران سے کہا۔ ”اسے اٹھا کر لے چلو۔!“

”بہت اچھا.... ابھی لو....!“ عمران نے کہا اور گولس پر ٹوٹ پڑا۔... لیکن اس بار یہو ش

کے بغیر ہی اسے اٹھایا تھا۔ اسی طرح اسے پہلا کے دامن مک لے آیا۔ پھر مژ کر لیزا سے پوچھنا ہی

کہا تھا کہ اسے کیا کرتا ہے دفعتاً لیز اخود اس پر جھپٹ پڑی۔ اس کے ہاتھ میں ایک رومال تھا۔

”یہ اس کی ناک پر جمادیا تھا۔“

گولس اسکے شانے سے پھسل گیا۔ سارے جسم میں اٹھن سی ہوئی تھی اور سر چکر آگیا تھا۔

لیزا کا یہ حملہ اچانک اور غیر موقع تھا۔ سنبھلنے تک کاموں نہ مل سکا۔ سر چکراتے ہی ہاتھ پیر

گھنڈیلے پڑ گئے تھے۔



”دبارہ ہوش آیا تو تارکی پھیل پچکی تھی۔ لیکن وہ اپنے قریب ہی سر گوشیاں سی سن رہا تھا۔

بھرپور گوشیاں واضح ہوتے ہوئے باقاعدہ آواز بن گئیں۔ کتنی لوگ شکرالی زبان میں گفتگو

کر رہے تھے۔ ذہن کسی قدر اور صاف ہوا تو اس نے آوازیں بھی پہچانیں۔ شہباز اور شارق کی

آوازیں تھیں.... شارق کہہ رہا تھا۔ ”میں نے صاف دیکھا تھا.... وہ اوپر چڑھ کر غائب ہو گئے

تھے اور پیچا کو بھی گرتے دیکھا تھا۔!“

”مت بکواس کرو....!“ شہباز غریا۔... ”ہم نے تو کچھ بھی نہیں دیکھا تھا۔!“

”تمہارے پاس پیچا کی آنکھیں نہیں تھیں.... یہ دیکھو.... میں نے یہ دور بین پیچا کے تھیں

سے کامل تھی.... جب وہ بہاں سے رخصت ہوئے تھے۔

”عمران خاموش پڑا رہا۔... شارق کہہ رہا تھا۔ ”صح ہونے دو.... میں تم لوگوں کو وہ جگہ

خدا دوں گا جہاں میں نے انہیں غائب ہوتے دیکھا تھا۔!“

”صف شکن اے سمجھا لو.... ورنہ پیٹ کر رکھ دوں گا۔!“ طربدار غرایا۔
 ”ہاتھ ٹوٹ جائیں گے.... میں شکست ہوں۔!“ شارق نہ پڑا۔
 ”لڑکے اب خاموش بھی رہو....!“ شہزاد بولا۔
 ”دیکھو بھائی....! مجھے صرف تین آدمی حکم دے سکتے ہیں.... ایک میرا باپ دوسرا سردار
 شہزاد اور تیسرا صفت شکن.... تمہارے کہنے سے میں خاموش نہیں رہ سکتا۔!
 ”شارق....! اب بس کرو....!“ عمران بولا۔ ”مجھے کچھ سوچنے دو....!
 ”تم کہتے ہو تو اب نہیں بولوں گا۔!
 ”تم اس حال کو کیوں نکر پہنچ...؟“ شہزاد نے سوال کیا۔
 ”میں سمجھا تھا کہ عورت میری باتوں میں آگئی ہے لیکن اس نے بے خبری میں مجھے بیہو شی
 کی دو سنگھادی۔!
 ”ہم جب وہاں پہنچے ہیں تو صرف تم ہی پڑے نلے تھے.... ان تینوں کا کہیں پہنچا۔!
 ”شش.... وہ دیکھو....!“ دفعتہ شارق بولا۔ ”ادھر پہلاں کی جانب....!
 ہلکی سی مدد و دروشنی ایک جگہ دکھائی دی تھی اور پھر نظروں سے او جھل ہو گئی تھی.... جلد
 تی دوبارہ دکھائی دی.... ایسا معلوم ہوا تھا جیسے تاریج کی روشنی میں کوئی کچھ تلاش کر رہا ہو۔!
 ”آؤ.... اگر ہم نے اسے پکڑ لیا تو دشواریاں کم ہو جائیں گی۔!“ عمران انتہا ہوا بولا۔
 ”ہم اس پہلاں کے قریب جانا پسند نہیں کریں گے۔!“ طربدار بولا۔
 ”حالانکہ وہی تمہاری بربادیوں کا مرکز ہے.... شاید تمہارے فرشتوں کو بھی علم نہ ہو کہ
 وہاں ایک عمارت بھی موجود ہے۔!
 ”ناممکن....!“ شہزاد بولا۔
 ”بھورے جانور کی کہانی سننے کے بعد تم اپنی رائے بدل دو گے لیکن فی الحال اس کے لئے
 اوقت نہیں ہے.... اگر تم ساتھ نہیں دو گے تو میں تھا جاؤں گا۔!
 ”میں تمہارے ساتھ ہوں پچا....!“ شارق انتہا ہوا بولا۔
 ”طربدار تم نیبیں نہ ہو.... میں جاؤں گا.... صف شکن کے ساتھ....!“ شہزاد نے کہا۔
 طربدار جہاں تھا وہیں رک گیا.... اور وہ تینوں تیزی سے روشنی کی طرف چل پڑے....

”چچا کو ہوش میں تولاو....!“ طربدار بولا۔
 ”اس معاملے میں نا تجربہ کار ہوں....! بھی میری عمر ہی کیا ہے.... اخہارہ سال کا ہوں۔!
 ”چچا نے پہلے کبھی کسی بھتیجے کا ذکر نہیں کیا۔!
 ”پچھلے ہی عشرے میں تو پیدا ہوا ہوں۔!
 طربدار نے اسے مارنے کو گھونسہ اٹھایا ہی تھا کہ وہ جلدی سے بولا۔
 ”رب عظیم کی قسم....! شکست بھی ہوں اور خیرہ سر بھی.... فراسی....!
 ”کیا کہا.... تم نے....!“ شہزاد چونک کر بولا۔ ”شکست بھی ہو اور خیرہ سر بھی.... پورے
 شکرال میں شہدا کے بیٹے کے علاوہ اور کوئی بھی ایسا نہیں ہے۔ کیا تم بھی انہی گیارہ آدمیوں میں
 سے ہو۔!
 ”یہی سمجھ لو....!
 ”اور لوگ کہاں ہیں....?
 ”اپنے جگروں میں... میرے علاوہ اور کسی نے بھی صف شکن کی بات پر یقین نہیں کیا تھا۔
 ”مگر تم کیوں چلے آئے....?
 ”آنہیں دیکھنے کے شوق میں جنہیں تم درخت پر بھا آئے ہو.... پتا نہیں بچا یوں بکا
 گذری ہو۔!
 ”تم سے مطلب....؟“ طربدار گزر کر بولا۔
 شارق نے قہقهہ لگایا اور عمران اٹھ بیٹھا۔
 ”بھتیجے....! میں کہاں ہوں....?
 ”جہاں بھی تھے وہاں سے ہم تمہیں دور اٹھا لائے ہیں.... اگر تمہارے شورے پر دینہ
 رکے رہتے تو بیہو شی کے عالم میں تمہیں جیو نہیں گھیٹ لے جاتی۔!
 ”تم ٹھیک کہہ رہے ہو بھتیجے.... وہ دونوں کہاں ہیں....?
 ”یہیں ہیں.... اور سخت اداس ہیں۔!
 ”کیوں.... کیوں....?
 ”وہ یاد آرہی ہوں گی جنہیں درخت پر بھا آئے ہیں۔!

”پھر کو اس کی تو نے....!“ شہباز اس پر الٹ پڑا۔
”اے اپنا الجھ ٹھیک کرو....!“

شہباز نے ہاتھ انھیاں ہی تھا کہ عمران ان کے درمیان آتا ہوا بولا۔ ”تم سے واقع نہیں ہے... پچھے ہے... اور اب میں اسے بتا ہی دوں.... ورنہ یہ اسی طرح کی الجھن پیدا کر تارہ ہے گا۔ ام بھی تو کرتا ہے!“

شہباز کچھ نہ بولا۔ عمران نے شارق سے کہا۔ ”صرف تمہارے باپ ہی کا یہ حشر نہیں ہوا... سردار شہباز بھی اسی مرض میں بیٹلا ہیں!“

”تت.... تو.... کیا یہ....؟“

”ہاں.... یہ سردار شہباز ہیں....!“

”محجے معاف کرو.... سردار میں نہیں جانتا تھا....!“ شارق اس کے قدموں میں جھلتا ہوا بولا۔ ”میں تمہارا بہت احترام کرتا ہوں!“

”ٹھیک ہے.... ٹھیک ہے....!“ شہباز اس کے بازو پکڑ کر سیدھا کھڑا کرتا ہوا بولا تھا۔ ”تم بھی بھجے غلط سمجھتے ہو حف شکن.... میرا یہ مطلب نہیں تھا کہ میں پیچھے دکھانا چاہتا ہوں۔!“ ”میں نے کب کہا ہے کہ تم یہ چاہتے ہو اور یہ لڑکا اسی کھال میں ہے جو تم نے اتنا ری تھی۔!“ ”شکر ہے.... رب عظیم کا....!“ شہباز طویل سانس لے کر بولا۔ ”میں تو سمجھا تھا شائد یہ بھی جتنا ہو گیا ہے۔!“

”محجے یہ لڑکا پسند آیا ہے.... اس کی تربیت کروں گا۔!“ عمران نے کہا اور پھر شارق روشن کر لے۔ روشنی کا دائرہ آہستہ باہست بائیں جانب رینگ رہا تھا.... پھر اچاک پٹا اور دور تک دائیں جانب رینگتا چلا گیا۔ چنان کا یہ حصہ سطح زمین سے کسی سطح دیوار کی طرح ابھرنا تھا اور قریباً تین چالیں فٹ کی اوپرچاری تک دیوار ہی کی مانند سیدھا چلا گیا تھا.... پھر مزید بلندی پچھر ڈگری کے ناویے سے شروع ہوئی تھی۔

”ناممکن.... قسمی ناممکن....!“ عمران مژکر بولا۔ ”پرندوں کے علاوہ شائد ہی کوئی ادھر سے اوپر بیچھے سکے۔!“

”وہ نیچے ہی غائب ہوئے تھے چھا اور میں نے خواب نہیں دیکھا تھا۔!“ شارق بول پڑا۔

روشنی کبھی دکھائی دیتی اور کبھی غائب ہو جاتی۔ اس کی پوزیشن میں بھی تبدیلی ہوتی رہتی تھی۔ قریب پہنچ کر انہیں معلوم ہوا کہ وہ روشنی پہاڑ کے دامن میں نہیں بلکہ انچائی پر تھی۔

”صف شکن....! شائد یہی جگہ تھی....!“ شارق آہستہ سختے بولا۔
”اندر میرے میں تم نے جگہ کیسے بیجان لی....!“ عمران نے کہا۔

”آہمان کی طرف منہ کر کے اس کٹاؤ کو دیکھو۔ کسی کے کٹا کھلا ہوا منہ لگتا ہے۔ لگتا ہے میں!“ عمران تر چھا ہو کر کسی قدر جھکا تھا.... اور پھر بولا تھا ”ہاں لگتا تو ہے....!“

”میں نے دور میں سے یہی کٹاؤ دیکھا تھا۔ ٹھیک اسی کے نیچے وہ لوگ غائب ہوئے تھے۔!“ ”لیکن وہ روشنی کہاں غائب ہو گئی۔... اب تو نہیں دکھائی دیتی۔!“ شہباز نے کہا۔

”مران کچھ نہ بولا.... وہ تھوڑی دیر تک وہیں خاموش کھڑے رہے تھے پھر عمران نے اپنے تھیلے سے نارنج نکالی تھی اور نیچے ہی نیچے اس کٹاؤ کی طرف بڑھنے لگا تھا جس کی نشان دی شارق نے کی تھی۔

شہباز اور شارق نے اپنے اپنے تھیلوں سے روپ اور نکال لئے تھے۔

عمران میں اسی کٹاؤ کے نیچے جار کا اور کچھ دیر نارنج کی روشنی میں اطراف و جوانب کا جائزہ لے کر بولا۔ ”اگر یہاں غائب ہوئے تھے تو یقین کرو کہ ان کے فرشتے بھی اس خطرناک، ذھلان پر چڑھنے کی بہت نہیں کر سکیں گے۔!“

”میں نے کب کہا ہے کہ وہ ذھلان پر چڑھے تھے.... بس نیچے ہی غائب ہو گئے تھے۔!
شارق نے کہا۔

”وہ روشنی....! اب کہاں ہے....؟“ شہباز نے کہا۔

”کیوں کیا تم ذر رہے ہو....!“ عمران نے پوچھا۔

”یہ پہاڑ خوبیت ارواح کا بسیرا ہے۔ ہم بزرگوں سے سنتے آئے ہیں۔!“ شہباز نے جواب دیا۔

”تم دونوں واپس جاؤ.... میں خود دیکھوں گا....!“ عمران غرابا۔

”میرا یہ مطلب نہیں تھا....!“ شہباز نے بھی جواب اسی کے لجھے میں کہا ”تم نے تا نہیں کہ شارق نے انہیں غائب ہوتے دیکھا تھا کیا پھر وہ نے نگل لیا نہیں۔!
کچھ بھی ہو.... میں تو صفت شکن کے ساتھ ہوں....!“ شارق بولا۔

اس پر بھی یقین ہے مجھے!“

”پھر تم کہنا کیا چاہتے ہو....؟“ شہباز نے پوچھا۔

”یچے ہی کوئی راستہ موجود ہے!“

”کیا مجھے اس بات پر نہیں پڑنا چاہتے....؟“ شہباز بولا۔

”میں راستہ تلاش کروں گا۔!“ عمران نے خود کلامی کے سے انداز میں کہا۔

”بقول بڑے عابد.... دل کی آنکھوں سے۔!“ شہباز نہیں پڑا۔... لیکن عمران کی نہیں

میں فرق نہیں آیا تھا۔

”چنان کی جز میں راستہ تلاش کر رہا ہے۔!“ کچھ دیر بعد شہباز نے شادق سے کہا۔

”ہاں.... سردار....!“

”مجھے اسی کا ذر تھا کہ کہیں وہ بھی ذہنی توازن نہ کوئی بیٹھے۔!“

دفعتا انہوں نے عجیب قسم کی گھر گھر اہٹ سنی تھی۔... جو اتنی تیز تھی کہ شہباز شارق کا

جواب بھی نہیں سن سکا تھا۔... اور پھر جب عمران کی مارچ کی روشنی ایک جگہ چنان کی سطح پر پڑا

تو شہباز کا منہ حیرت سے کھل گیا۔... چنان میں ایک مستطیل خلایدہ ہو گیا تھا۔ پھر گھر گھر اہٹ

دوبارہ سنائی دی اور وہ مستطیل نما خلا غائب ہو گیا۔... چنان پہلے ہی جیسی صورت میں نظر

آئی۔... ایک چھلانگ لٹا کر عمران ان کے قریب پہنچا تھا اور بولا تھا ”بھاگو....!“

انہوں نے غیر ارادی طور پر اس کی تقلید کی تھی۔ پھر قریب ہی کے ایک بڑے پھر کی اوٹ

میں پہنچ کر عمران بولا۔ ”رک جاؤ.... اور ہر اس طرف تاکہ ادھر سے دھماکائی نہ دے سکو۔!“

”راستہ پیدا کر لیا تھا تو بھاگے کیوں....؟“ شہباز نے آہستہ سے پوچھا۔

”وکھنا چاہتا ہوں کہ انہیں اس کی اطلاع تو نہیں ہو گئی۔!“

”میں بھی کچھ بولوں....!“ شارق مضطربانہ انداز میں بولا۔

”بے تکلی نہ بولنا....!“ شہباز بولا۔

”اگر انہیں اطلاع نہ ہوتی ہو تب بھی ہمیں فی الحال اس راستے سے نہ گذرنا چاہتے۔!“

”کیوں....؟“ شہباز نے پوچھا۔

”ہم صرف تین ہیں نہ جانے وہ کتنا ہوں.... اور پھر ہم نہیں جانتے کہ اندر کیا ہے۔!“

”میں تم سے متفق ہوں بھتیجے.... کم از کم ہمیں صبح تک صبر کرنا پڑے گا۔!“

”میرا مطلب تھا کچھ اور لوگ بھی آ جاتے۔!“

”صرف انہیں گیارہ کی حد تک جو مجرموں میں چھپے بیٹھے ہیں.... کسی اچھے بھلے آدمی کو نظر میں ڈالنا پسند نہیں کروں گا۔ جنگل میں جگہ جگہ ریشوں کے جال پھیلے ہوئے ہیں۔!“

”وہ آدھے گھنٹے تک پھر کی اوٹ میں چھپے رہے تھے لیکن چنان کی جانب سے کوئی غیر معمولی بات مشاہدے میں نہیں آئی تھی۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ پہلا کے اندر والوں کو کسی تبدیلی کا علم نہیں ہو سکتا۔ عمران نے ان دونوں پر اپنا یہی خیال ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ ”اب ہمیں واپس چنا چاہئے طربدار منتظر ہو گا۔!“

کچھ راستہ طے کرنے کے بعد شہباز نے کہا۔ ”مجھے اس بھوریے کے بارے میں بتاؤ۔!“

”وہ بھی انی سفید فاموں میں سے تھا.... جو پہلا پر کام کر رہے ہیں۔!“ عمران بولا۔ ”اسے بڑا کے طور پر جانور بنایا گیا تھا.... کیونکہ اس نے اس غیر انسانی حرکت پر احتیاج کیا تھا۔ شاکر نہ کرنا لیکن جب اس نے دو سفید فام لڑکیوں کو بھی جانور بنادیکھا تو وہ آپے سے باہر ہو گیا۔!“

”یہی تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ انہوں نے اپنوں کو کیوں جانور بنایا۔!“

”اس لئے کہ شکر ایلی عورتیں ان کی دسترس سے دور ہیں.... صرف گھر دن تک محدود رہتی ہیں.... شاکر دوہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ تمہاری بولادیں بھی بالدار ہوں گی یا نہیں۔!“

”لغت ہے بے غیر توں پر.... اس کے لئے اپنی ہی عورتیں پیش کر دیں۔!“

”ان کی کتابوں میں غیرت نام کا کوئی لفظ نہیں پایا جاتا۔!“ عمران بولا۔

”پتہ نہیں وہ بیچاریاں درخت سے اتر سکیں یا نہیں۔!“ شارق بولا۔ وہ دونوں خاموش ہی رہے۔

”بہر حال! بھوریے سے بہت کچھ معلوم ہوا ہے.... اس کا نام نکولس ہے اس نے مجھے بتایا ہے کہ جنگل میں کئی جگہ ریشوں کا جال بچایا گیا ہے.... وہ ریشے پہلا پر لگی ہوئی میشیوں کے ذریعے حرکت میں لائے جاتے ہیں اور ان کا مصرف اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کہ ان کی زد

میں آئنے والا آدمی اپنے اوسان کھو کر بیہوش ہو جائے اور پھر ان کا کوئی کارندہ آکر اس بیہوش آدمی کے جسم کے اندر وہ زہر داخل کر دے جس سے بالوں کی افزائش ہوتی ہے۔!“

”لیکن طربدار کو دوسرا واقعہ پیش آیا تھا۔!“ شہباز نے کہا۔

”ضروری نہیں ہے کہ ہر آدمی ان جگہوں سے ضرور گزرے جہاں جہاں انہوں نے ریشور کے جال پھیلارکے ہیں لہذا ایسے شکار کے لئے وہ وہی طریقہ اختیار کرتے ہیں جو طربدار کیا تھا۔ یعنی گس کے ذریعے بیہوش کر کے زہر جسم کے اندر پہنچادیا جاتا ہے۔“

”لیکن آخر یہ ہمیں جانور کیوں بنار ہے ہیں۔!“

”ہمیں تو دیکھنا ہے.... بھورئے کو بھی اس مقصد کا علم نہیں تھا۔ اس کے بیان کے مطابق مقصد کا علم لیرا گاردو کو ہو تو ہو.... اور کسی کو نہیں...!“

”لیرا گاردو کون ہے....؟“

”وہی عورت....!“

”وہ شیطان کی پنج معلوم ہوتی ہے۔!“

”بہر حال وہ مسلمان تھی کہ نکولس شکرالی زبان نہ جانے کی بنا پر ہمیں کچھ بتانیں نہ گا اسی لئے اس کو بھی اسی جنگل میں پھکھوادیا گیا تھا۔ ان دونوں کی گفتگو سے میں نے اندازہ لکایا ہے کہ نکولس کے قبضے میں کوئی اہم چیز تھی جسے حاصل کرنے کے لئے لیزا نے اسے دوبارہ پہلا پر لے جانا چاہتا ہے۔“

”نکولس نے نہیں بتایا تمہیں....؟“

”نہیں.... میں نے کوشش کی تھی.... لیکن وہ ناٹھا گیا۔!“

”عمارت تک پہنچنے کا راستہ تو تمہیں نکولس بھی بتاسکتا تھا۔!“

”لیزا کے علاوہ اور کوئی بھی راستہ نہیں جانتا۔.... یہ بات نکولس نے میرے کامنے پر پڑے پڑے بتائی تھی۔ جنگل میں بھیجے جانے والوں کی آنکھوں پر چڑے کے تنسے چڑھا، یعنے جانے ہیں اور پھر وہ تنسے جنگل ہی میں پہنچ کر اتارے جاتے ہیں۔!“

”وہ پھر خاموش ہو گئے.... تاریکی میں ڈوبا ہوا جنگل بھی جیسے اپاٹک خاموش ہو گیا تھا۔

عمران سیریز نمبر 85

جنگل میں منگل

(تیسرا حصہ)

پیشرس

”جگل میں متگل“ ملاحظہ فرمائیے۔ انشاء اللہ یہ اگلے ناول یعنی خاص نمبر میں مکمل ہو جائے گا۔ یہی اطلاع دنی تھی اور کوئی خاص بات نہیں۔ لیکن بات کہاں بنی۔ پیشرس کے صفات بھی تو پر کرنے ہیں۔ پھر وہی پرانی بات! یعنی خطوط کے جوابات۔ تو آئیے آج ایک پورا خط نقل کئے دیتا ہوں۔ لاہور سے آیا ہے۔ فریںدہ نے نام اور پتا لکھنا پسند نہیں کیا۔ آخر میں ”آپ کے دورِ خلوص قاری“ تحریر ہے۔ بہر حال خط ملاحظہ ہو۔

جتاب ابن صفائی!

آپ کے ناول ایک عرصے سے زیرِ مطالعہ ہیں لیکن آج تک خط لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی کیونکہ تحریروں میں آپ کی جو جھلک ملتی ہے سمجھدار قارئین کے لئے وہی کافی ہے۔ ضرورت محسوس نہ ہوتی اگر یہ مسئلہ نہ اٹھ کھڑا ہوتا۔ مسئلہ بذا بے ذہب ہے اور اسے مزید بے ذہب آپ کے موجودہ ناول بنار ہے ہیں۔ جو ہماری چھوٹی بہن کے حافظے کی گرفت میں نہیں آتے کیا سمجھے؟ سمجھے تو ہم بھی کچھ نہیں۔ لیکن اتنا جانتے ہیں کہ موصوفہ آپ کے ناولوں کی حافظہ ہیں۔ صفحہ نمبر، سطر کی تعداد، ہر صفحے کا پہلا جملہ، پچویشن، کراداروں کے مکالے وغیرہ از بر ہیں۔ ظاہر ہے حفظ ایک دفعہ پڑھنے سے تو نہیں ہوتا۔ خدا شری یہ ہے کہ یہ بار بار کا پڑھنا کہیں اس کے حوالہ م uphol نہ کر دے۔ (آنار پیدا ہو چلے ہیں) چھ دفعہ فی ناول کی اوسط ہے جس میں شعلوں کا سیٹ اور درندوں کی بستی کے سلسلے شامل نہیں ہیں۔ (وہ دس دفعہ فی ناول کے حساب سے پڑھے گئے) اگر نوبت بیہیں تک رہتی تو پھر بھی خیر تھی۔ لیکن اب تو پرانے ناولوں کو

خریدنے اور جمع کرنے کا ایک ایسا سلسلہ شروع ہوا جس کا اختتام پاگل خانہ نظر آرہا ہے۔ جیرت کی بات تو یہ ہے جتاب کہ ہم نے یہی ناول، ۸ سال کی عمر سے پڑھنا شروع کئے تھے اور اب بھی پڑھتے ہیں لیکن حواس اس طرح کبھی ختل نہیں ہوئے۔

عمران کے خاندان کے بارے میں استفسارات، فریدی کے کردار پر نکتہ چینی، حمید کے بر تاؤ پر تقید، حواس متحمل ہونے ہی کی تو نشانیاں ہیں۔ آپ سے اتنی سی درخواست ہے کہ اس عجیب و غریب قاریہ سے ہماری جان چھڑائی جائے۔ پیشرس میں اپنی اس سکی مداح کو اتنی سی نصیحت کر دیجئے کہ ان ناولوں کو حفظ کرنے سے ثواب تو شائد ہی ملے۔ باقی دنیا سے بھی جائے گی....!

ان پر خلوص قارئین سے عرض ہے کہ پہلے مجھے اپنی سنک سے پچھا چھڑانا پڑے گا پھر کہیں اس قابل ہو سکوں گا کہ اس سنکی قاریہ کو نصیحت کر سکوں۔ میری سنک اس طرح لکھنا ہے کہ کردار جیتے جاگئے محسوس ہوں اور پڑھنے والے اُن سے اس اس درجہ قربت محسوس کریں کہ زیادہ تر وہی اُن کی گفتگو کا موضوع بننے رہیں۔

ویسے میں کئی بار اپنے پڑھنے والوں سے گزارش کر چکا ہوں کہ تفریح کو تفریح کی حد سے نہ گزرنے دیجئے۔ ورنہ وہ تفریح نہ رہے گی۔ لات بن جائے گی اور لات ہمیشہ بوریت کی طرف لے جاتی ہے... بوریت شروع۔ تفریح غالب! الہذا محاط رہئے!

ابن صفائی

والسلام

۱۹۷۵ء جولائی ۲۵

پڑھا تھا۔ چڑھتے چڑھتے دبارہ غشی کی طاری ہونے لگی تھی.... آنکھوں پر اس وقت بھی تمہارے چڑھا ہوا تھا۔ خدا خدا کر کے زینے ختم ہوئے تھے اور نکولس چکرا کر بینچ گیا تھا۔ لیز اٹھو کریں مار مار کرنے آوازیں دیتی رہی تھی۔ لیکن اس میں تو ہاتھ پیدھر بلانے کی بھی سکت نہیں رہ گئی تھی۔ اس کے بعد کا کوئی واقعہ یاد نہ آسکا۔

تو کیا وہ جس جگہ بیو شہ ہوا تھا بُنک وہیں پڑا ہوا ہے.... وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا۔ پھر اس کے ہاتھ کسی دیوار سے نکرانے تھے۔ دیوار کا سہارا لے کر اس نے انٹھ کھڑے ہونے کی کوشش کی۔ پچھے دیر تک دیوار ہی سے نکا کھڑا اپنا پتا رہا تھا۔ پھر باسیں جانب کھکھلے لگا تھا۔ دفتہ اندھیرے میں کسی کی خوف زدہ سی آواز گوئی۔

”بیہاں... کون ہے....؟“
نکولس ٹھنک گیا۔!

آواز پھر آئی۔ ”مگ... کون ہے....؟“
جانی پچائی سی آواز لگتی تھی۔ لیکن نکولس خاموش ہی رہا اور اب وہ آگے بھی نہیں بڑھ رہا تھا۔ کیونکہ اس نے آواز پچائی لی تھی۔ وہ جیری کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ تو کیا لیزا نے اسے بھی قیدی بنالیا ہے۔

”تت.... تم کون ہو....؟“ آواز پھر آئی۔
نکولس فوری طور پر فیصلہ نہ کر سکا کہ اسے بولنا چاہئے یا خاموش رہ کر پہلے حالات کا اندازہ کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اب وہ اپنی جانب بڑھنے والے قدموں کی چاپ سن رہا تھا۔ ”جہاں ہو دیں نہ ہو...!“ دفعٹا نکولس بول پڑا۔ ساتھ ہی وہ چونکا بھی تھا۔ اسے یہ اپنی آواز تو نہیں لگی تھی۔

”تم کون ہو بھائی....؟“ جیری کے لمحے میں روئینے کا ساندھا تھا۔ ”ایک مصیبت زدہ....! جہاں ہو دیں نہ ہو...!“ میرے قریب آنے کی کوشش مت کرتا۔!
اس بارہ نکولس نے اپنی آواز بدلنے کی کوشش کر دیا تھی۔ ”آخر تم کس مصیبت میں ہو....؟“ جیری نے سوال کیا۔



نکولس کو ہوش آیا تو بڑی دیر تک تاریکی میں آنکھیں بچاڑتے رہنے کے باوجود اندازہ نہ کریں کہ وہ کہاں ہے۔ البتہ احساس تھا کہ ٹھنڈی اور سخت زمین پر پڑا ہوا ہے۔ زمین کی ٹھنڈک بڑے اور گھنے بالوں سے گذر کر اس کی کھال تک پہنچ رہی تھی۔ لیکن وہ کسی کھلی جگہ پر تو نہیں تھا۔ ورنہ اندر ہیرے میں تاروں بھرا آسمان ضرور دکھائی دیتا۔

انٹھ بیٹھا جسم کا جوڑ جوڑ کھڑا تھا اور بھوک کی شدت سے معدے میں اپٹھن سی ہونے لگتی تھی۔ بیٹھے ہی بیٹھے ایک طرف کھکتے ہوئے اس نے محسوس کیا کہ وہ ایک مسطح سکنی فرش تھا۔ بیو شی سے قبل کے واقعات اسے یاد آنے لگے۔ انگلش بولنے والے سیاہ جانور نے اس کا نام ہے پر انھار کھا تھا اور نہیں نہیں کر لیزا سے گفتگو کرتا ہوا چل رہا تھا اور پھر جب وہ پہلا کے قریب پہنچتے تو اچاک لیز اکی کسی حرکت کی بناء پر سیاہ جانور لڑکھڑا کر گرا تھا۔ نہ صرف وہ گرا نہ بلکہ خود نکولس نے بھی چوٹیں کھائی تھیں۔ پھر سیاہ جانور بیو شہ ہو گیا تھا اور لیزا کے ہاتھ میں ایک بار پھر پستول نظر آنے لگا تھا۔ اس نے ٹونی کو حکم دیا تھا کہ پہلے نکولس کی آنکھوں پر جڑ تھے چڑھائے اور پھر اپنی آنکھوں پر... اس کے بعد کچھ دور وہ اس طرح چلتے رہے تھے کہ لیزا نے نکولس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا نور نکولس کے اندازے کے مطابق ٹونی کا ہاتھ لیزا کے ہاتھ میں ہو گا۔ کیونکہ ٹونی کی بھی آنکھیں تو بند تھیں۔

وہ دیر تک چلتے رہے تھے.... لیکن نکولس کے اندازے کے مطابق راستہ دشوار گزار نہ تھا۔ اسے تو بالکل ایسا ہی لگتا رہا تھا جیسے شہر کی کسی ہموار ترین سڑک پر چل رہا ہو۔ دشواری تو بہتر شروع ہوئی تھی جہاں سے زینوں پر چڑھنے کا آغاز ہوا تھا۔ خدا ہی جانے کتنے زینے تھے۔ دم بیدا

”میں بھی نہیں....! تم پر اس قدر تشدید کیا جائے گا تم ڈائری چیری کے حوالے کر دے گے۔“
 ”اور پھر تم چیری کو بھی ٹھکانے لگا دو گی تاکہ ڈائری تمہاری ملکیت بن جائے۔!
 ”بکواس مت کرو.... بتاؤ ڈائری کہاں ہے....؟“
 ”میں نہیں جانتا.... مجھے یاد نہیں کہ وہ کہاں ہے.... جانور بننے کے بعد سے مجھے بھتیری
 بانی یاد نہیں آرہیں۔!
 ”بکواس ہے....! جانور بننے سے یادداشت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔!
 ”پڑتا ہے....! خود جانور بن کر دیکھ لو....!
 ”نکولس....! تم فنا کر دیئے جاؤ گے۔!
 ”میں اسے دھمکی نہیں مژدہ سمجھتا ہوں۔!
 ”جیری....! تم اس سے زیادہ طاقت ور ہو.... الگواؤ.... اس سے تمہیں اسی لئے اس کے
 باں پہنچایا گیا ہے۔!

”یہاں انڈھیرا ہے مادام.... میں اسے دیکھ نہیں سکتا۔!“ چیری نے کہا۔
 ”روشنی بھی ہو جائے گی.... لیکن اسے اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ تمہیں بہکانے کی کوشش کریگا۔!
 ”تم اچھی طرح جانتی ہو کہ تم چیری کو غلط راستے پر ڈال رہی ہو۔!“ نکولس ہنس کر بولا تھا۔
 دفتار چاروں طرف روشنی پھیل گئی۔ یہ روشنی چھت سے پھوٹ رہی تھی۔ نکولس کو یاد آگیا
 کہ وہ جانور بننے سے قبل یہیں پہنچایا گیا تھا اور یہیں اس نے لیزا کی آواز سنی تھی اور یہیں اُس پر
 ٹیکھی طاری ہوئی تھی۔ پھر دوبارہ آنکھ کھلی تھی تو خود کو جانور کے روپ میں وادی زمیر میں پایا تھا۔
 نکولس چیری کی طرف متوجہ ہو گیا جو درکھرا تمہیرا نہ انداز میں جلدی جلدی پلکیں جھپکا رہا تھا۔
 ”اوے....! اور مجھ سے الگواؤ....!“ نکولس نے ہاتھ بلکر کہا۔
 لیکن چیری نے اپنی جگہ سے جنبش نکلنے کی۔

”تم سب فریب کا شکار ہوئے ہیں۔!“ نکولس بولا۔ ”ایک ایک کر کے سب جانور بنادیئے
 جائیں گے۔!
 ”چیری....! میں تمہاری آواز نہیں سن رہی۔!“ لیزا کی آواز آئی۔
 ”مم.... مادام....!
 ”میں زندہ رہنا نہیں چاہتا.... تو مجھے مار ڈال....!
 ”تم بیہاں کیا کر رہے ہو....؟“ نکولس نے پوچھا۔

”میں نہیں جانتا کہ میں بیہاں کیوں پہنچایا گیا ہوں۔ تم بتاتے کیوں نہیں کہ تم کون ہو۔!
 ”تم ہی بتا دو کہ تم کون ہو....؟“ نکولس نے سوال کیا۔
 ”میں چیری اسٹاؤٹ ہوں....!
 ”کس جرم کی سزا ملی ہے تمہیں....؟“
 ”میں نے....؟ میں نے تو کوئی جرم نہیں کیا۔!
 ”اس کے باوجود بھی تم جانور بنادیئے جاؤ گے۔!
 ”مگر.... کیا مطلب....!
 ”سب جانور بنادیئے جائیں گے.... ایک ایک کر کے۔!
 ”مل.... لیکن.... وہ تو.... شکر ای.....!
 ”کاش انڈھیرا نہ ہو تا اور تم مجھے دیکھ سکتے۔!“ نکولس نے کہا۔
 ”تم کون ہو بھائی....؟“
 ”دفعہ تاریکی میں لیز اگردو کی آواز گوئی۔“ یہ نکولس ہے چیری....!
 ”اوہ.... مادام.... آپ کہاں ہیں....؟“ چیری بے ساختہ بولا۔ لیکن جواب ملنے کی وجہ
 روشنی کا جھماکا سا ہوا تھا۔ ساتھ ہی چیری کی چیخ بھی سنائی دی تھی۔ شائد اس نے نکولس کو دیکھا
 تھا۔ روشنی کا یہ جھماکا بھی غالباً اس لئے ہوا تھا کہ وہ نکولس کی صرف ایک جھلک دیکھ کے اور اس
 کے بعد خود بھی انڈھیروں میں گم ہو جائے۔
 ”دیکھ لیا تم نے....!“ نکولس غرایا۔ ”میں.... میں نکولس ہوں۔!
 ”لیکن کیوں.... لیکن کیوں....؟“ چیری کی آواز آئی۔
 اس سے قبل کہ نکولس کچھ کہتا۔ لیزا کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ”تمہاری
 ڈائری ہضم کر لینے کی پاداش میں اسے سزا دی گئی ہے۔!
 ”جھوٹ مٹ بول.... کتیا....!“ نکولس دہزاد۔
 ”بد تمیزی کی سزا موت ہے۔!
 ”میں زندہ رہنا نہیں چاہتا.... تو مجھے مار ڈال....!
 ”تم بیہاں کیا کر رہے ہو....؟“ نکولس نے پوچھا۔

”کیا تم اس کی باتوں میں آ جاؤ گے؟“

”نن... نہیں مادام...!“

”تو پھر آگے پڑھو...!“

مکولس جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر اس کرے میں لیزا کی آواز سن جائے ہے تو کہیں نہ کہیں کوئی کبھرہ بھی پوشیدہ ہو گا۔ اور لیزا نہیں دیکھ سکتی ہے۔ لیکن پھر یاد ہے کہ کنٹرول بورڈ پر کوئی سوچ موجود نہیں ہے جو عمارت کے اندر کے مناظر دکھانے کے لئے۔

”تم کیا کر رہے ہو جیری...؟ میں نے ابھی تک مکولس کی چیزیں نہیں سنیں۔“ لیزا آواز پھر آئی۔

”وہ خود بخود... گرپڑا ہے... مادام...!“ جیری نے کیکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

”اب وہ بیہو ش بوجانے کی اداکاری کرے گا۔“ لیزا نے کہا۔

”میں اسے ہوش میں لاوں گا مادام...!“

” منتظر ہوں گی...!“ لیزا کی آواز آئی۔

مکولس جیرت زدگی کے عالم میں جیری کو دیکھ جا رہا تھا۔ وہ تو سمجھا تھا کہ جیری کو اس کا بات پر یقین ہی نہ آیا ہو گا۔ کیونکہ لیزا نے پہلے ہی سے اس کے ذہن میں یہ بات اتنا رکھی ہو گئی کہ مکولس اس کی نوٹ بک سیست فرار ہو گیا ہے۔ اسی وقت اس کے سامنے ہی جیری کو یہ کہا کرانے کی کوشش کی گئی تھی کہ اسے سزا کے طور پر جانور بنایا گیا ہے۔ گفتگو کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اگر نوٹ بک واپس کر دی گئی تو اسے دوبارہ آدمی بنادیا جائے گا۔ لیکن جیرت انگیز طور پر مکولس کے خدشات کے خلاف ثابت ہو رہا تھا۔ دھنٹا اس نے مکولس کو فرش پر گر جانے کا اشارہ کیا۔ مکولس احق تو نہیں تھا کہ اس مشورے پر عمل نہ کرتا۔

وہ گرا تھا اور جیری غصیلے لہجے میں کہنے لگا تھا۔ ”مکاری نہیں چلے گی۔ اس طرح اپنے بیہو ش ہونے کا کوئی جواز نہیں ہو سکتا۔ میں تمہیں زندہ جلا دوں گا۔ ورنہ میری نوٹ بک دینا کر دو۔ اچھی بات ہے... میں سوار ہوں تمہارے سر پر... دیکھوں گا کہ بیہو ش کا ڈھونڈ کتی دیر تک برقرار رہ سکتا ہے۔!“

”تھوڑی دیر خاموش رہ کروہ پھر بولا۔“ میں کہتا ہوں آ جاؤ ہوش میں ورنہ پوری زندگی جانے۔

یا بنے رہو گے۔ مادام گوردو نے وعدہ کیا ہے کہ اگر تم نے میری نوٹ بک واپس کر دی تو وہ تمہیں دوبارہ اصلی حالت پر لے آئیں گی۔!

مکولس آنکھیں بند کئے پڑا رہا۔ تھوڑی دیر بعد جیری آپے سے باہر ہوتا ہوا معلوم ہونے لگا۔ اس نے ابے گندی گندی گالیاں دیتی شروع کر دی تھیں۔

”جیری...!“ دھنٹا لیز اکی آواز پھر سنائی دی۔

”میں اسے مارڈا لوں گا۔!“ جیری دہلاتا۔

”اس سے کیا فائدہ...؟“

”پھر یہ ہوش میں کیوں نہیں آتا۔!“

”اب تک نہیں آئے گا۔ صبر سے کام لو۔!“

”اچھی بات ہے...!“ جیری مردہ سی آواز میں بولا۔

ای وقت مکولس نے اسے اشارہ کیا تھا اور جیری نے سمجھنے میں دری نہیں لگائی تھی کہ وہ پچھے لکھا چاہتا ہے۔

جیری نے اپنی چیزیں مٹول کر ایک پنسل بر آمد کی اور تمہرے کھے ہوئے چند کاغذات نکالے جن کے کچھ ہے سادہ تھے۔ مکولس نے ایک پر زے پر لکھنا شروع کیا۔ ”تم دونوں اسی وقت تک زندہ نہیں جب تک نوٹ بک کے چھپائے جانے کی جگہ کی نشان دہی نہیں ہو جاتی۔ اس لئے اس ڈرامے کو جاری رہنا چاہئے۔ یقین کرو کہ میں بے ایمان نہیں ہوں۔ میں نے اس پر احتجاج کیا تھا کہ دو خلائق میں کوئی کو بھی جانور بنا کر جنگل میں پھکو دیا گیا ہے۔ اسی احتجاج کی بناء پر سمجھ سکی جانور بنا دیا گلہ میری عدم موجودگی میں شائد تم نے اسے نوٹ بک کے بارے میں بتا دیا تھا۔!

جیری نے اسے پڑھ کر لکھا۔ ”مجھے یقین ہے کہ تم جھوٹے نہیں ہو... میں اس غبیث اورت کو دیکھ لوں گا۔ میں نے بہت دنیادی کیمی ہے۔!“

اک کے بعد اس نے کاغذ کے دونوں پرزوں کو سگریٹ لائٹر سے جلا دیا تھا۔



ٹھک ہوئی تو عمران غالب تھا۔ شارق نے آس پاس اسے تلاش کیا اور تھک ہا کر ایک طرف جا پنڈل شہزاد اور طربدار بھی اس سے لاعلم نہیں تھے لیکن اس پر انہوں نے رائے زنی نہیں کی تھی۔

”اوہ...!“ شہباز چوک کر بولا۔ ”انہیں تو ہم بھول ہی گے!“ وہ اٹھا اور طرب دار کی
لطف دیکھ کر بولا۔ ”چلو دیکھیں! اوہ زندہ بھی ہیں یاد رختوں سے گر کر مر گئیں!“
وہ خاموشی سے ایک طرف چل پڑے تھے۔ تھوڑی دیر بعد طربدار بولا۔ ”میں تو سمجھا تھا کہ
اب ان کی خلکیں نہیں دیکھنی پڑیں گی!“

”ہو سکتا ہے کسی نہ کسی طرح ہمارے لئے کار آمد ثابت ہوں۔!“ شہباز نے کہا۔ ”اگر یہ بات
زہوتی تو صفت شکن انہیں ہمارے سرہنہ منڈھتا۔ وہ کبھی کوئی غیر ضروری حرکت نہیں کرتا!“
”ہمارے لئے کس طرح کار آمد ثابت ہوں گی!“

”یہ میں نہیں جانتا.... وقت آنے دو....“

”کیا وہ لکھنی نہیں....؟“ شارق پوچھے میٹھا۔

”خود دیکھ لو گے.... اگر درخت سے گر کر مر نہیں گئیں!“ طربدار نے ناخوش گوار لجھے
میں کہا۔

قریباً پندرہ میں منٹ تک چلتے رہنے کے بعد شہباز رکھا تھا اور ایک اوپنے سے درخت کی گھنی
ٹافوں میں نظر دوڑانے لگا تھا۔

”حیرت ہے....!“ وہ بالآخر بولا۔

”کیا نہیں ہیں....؟“ طرب دار نے پوچھا۔

شہباز نے اس کی طرف دیکھ کر سر کو منقی جبنت دی۔

پھر وہ خاصی دیر تک انہیں اوہر اورہر تلاش کرتے رہے تھے لیکن ان کا سراغ نہیں ملا تھا۔

”اچھا میں تو چلا جیا کی طرف....!“ وفتحاً شارق بولا۔

”ٹھہر دو....!“ شہباز نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”پہلے میری چند باتیں سن لو!“

”ضرور.... ضرور....!“

شہباز سے طرب دار سے الگ لے گیا تھا۔

”اس طرح بستی میں مت داخل ہونا!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوا تا سردار.... کوئی مجھے گولی مار دے گا!“ شارق بولا۔

”اور وہ سری بات یہ کہ جدھر سے آئے ہو اور ہر سے نہیں جاؤ گے!“

شارق بھی خاموش ہی رہا۔ تینوں ہی اپنی بجگہ کچھ سوچ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد شہباز بولا۔
”اگر وہ تھا اور ہر چلا گیا ہے تو اس نے اچھا نہیں کیا!“

”میرا خیال ہے کہ رات اس نے اس راستے پر اسی لئے قدم نہیں رکھا تھا کہ کہیں ہم بھر
ساتھ نہ ہو لیں!“

شہباز نے یہ بات شارق کی طرف دیکھ کر کہی تھی۔

شارق کچھ نہ بولا۔ شہباز چند لمحے اسے غور سے دیکھا رہا تھا پھر بولا تھا۔ ”رات سونے
قل قلم دو توں دیر تک باتمیں کرتے رہے تھے!“

”ہاں سردار....!“

”کیا باتمیں ہوئی تھیں....؟“

”صف شکن نے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ اس طرح غائب ہو جائیں گے!“

”میں پوچھ رہا ہوں کیا باتمیں ہوئی تھیں!“

”یہی کہ اب ان گیارہ جانوروں کو بھی یہیں آ جانا چاہئے!“

”میری سمجھ میں نہیں آتیں اس کی باتمیں...!“ طرب دار بولا لیکن اس کا الجھا اچھا نہیں تھا۔

”پہلے بھی وہ رہا جیا اسی لئے گیا تھا کہ ان گیارہ آدمیوں کو نکال لائے گا۔ لیکن صرف تمہیر
لایا!“ شہباز نے کہا۔

”وہ آپ کو بتا چکے ہیں کہ مجھے کس لئے ساتھ لائے تھے.... بہر حال ان کے لئے انہیں
نکال لانا دشوار ہوتا!“

کوئی کچھ نہ بولا۔ شارق تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”میرے لئے آسان ہے۔ میں
نکال لاؤں گا!“

”لیکن میرے بارے میں کسی کو کچھ نہ معلوم ہونے پائے....!“ شہباز نے تیز لمحے میں کہا۔

”سوال ہی نہیں پیدا ہوا تا سردار.... آپ کا راز میری زندگی کے ساتھ ہے!“

”لل..... لیکن....!“

”لیکن کیا....?“

”مم.... میں نے ابھی تک سفید ماداوں کو نہیں دیکھا....!“

بلد نمبر 24
نہیں کرے گا بلکہ ان لوگوں کا انتظار کرے گا۔ لڑکے سے اسی لئے علیحدگی میں باتیں کی تھیں....
رب عظیم! اگر وہ نہ آتا تو ہم یہی سمجھتے رہتے کہ ہم پر کوئی بلا تازل ہوئی ہے یا ہم کسی مرض کا شکار ہوئے ہیں!۔“
”میں تو نہیں سمجھتا پھر کبھی آدمی بن سکوں....!“ طربدار بولا۔

”رب عظیم ہی جانے!“

یہ سفر کئی گھنٹے جاری رہا تھا۔ پھر شہزاد نے شارق کو اس سرگ کے دہانے کے قریب لا کھڑا کیا تھا جو گلترنگ کے ایک غار تک جاتی تھی۔

”ایک بار پھر سن لو کہ بستیوں کے لوگ تمہیں جانور کے روپ میں نہ دیکھیں!“
”آپ مطمئن رہیں سردار.... ایسا ہی ہو گا۔“ شارق نے کہا۔

پھر شارق کا گھوڑا اُقدرتی سرگ کے دہانے میں داخل ہوا تھا۔ وہ پہلی بار کوئی کار نامہ انجام دینے جا رہا تھا۔ اس لئے جوش کے عالم میں انسے نہ تھکن کا احساس تھا اور نہ فکر فردا تھی۔ ابھی تک یہی ملے نہیں کر سکا تھا کہ آخر انہیں ان کے جمروں سے نکالنے کے لئے کون سا طریقہ اختیار کر گا۔ عمران نے اس سے یہ بھی کہا تھا کہ وہ عسکر پر اعتماد کر سکتا ہے۔ اس سے مشورے بھی لے سکتا ہے۔ لیکن تھی سے تاکید کردی تھی کہ بات عسکر سے آگے نہ بڑھنے پائے۔

گلترنگ والے غار میں پہنچ کر اس نے جسم سے جانور کی کھال اتنا دی پھر گلترنگ میں رکے بغیر اس نے اپنا گھوڑا جہان کی راہ پر ڈال دیا تھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ کیا چچا عسکر اُسے منہ لگانا پسند کرے گا لیکن صف شکن کا احترام تو وہ بھی کرتا ہے۔ شاندیل اُسی کے توسط سے وہ اسے قابلِ اعتماء سمجھ سکے۔

رجبان تک پہنچنے پہنچنے اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ اس نے یہی مناسب سمجھا کہ سیدھا عسکر ہی کی طرف جائے اُدھر عسکر کے متعلقین نے اسے اپنے دروازے پر دیکھا تو ان میں یہ جان پھیل گیا۔ کبھی شارق سے ڈرتے تھے۔ خود اس کے اپنے قول کے مطابق اگر وہ شکست بھی نہ ہوتا تو کبھی کا مارڈالا گیا ہوتا۔ لیکن اب وہ کسی خیرہ سر کی حیثیت سے رجبان میں نہیں داخل ہوا تھا۔ عمران کی پندرہ روزہ صحبت نے اس کی کایا ہی پلٹ دی تھی عسکر گھر پر موجود نہیں تھا۔

”میں نہیں ٹھہر کر چاہی عسکر کا انتظار کروں گا!“ اس نے عسکر کی بیوی سے کہا۔

”اس کے علاوہ میں اور کوئی راستہ نہیں جانتا سردار....!“
”میں تمہیں بتاؤں گا.... اُدھر سے تم سیدھے گلترنگ پہنچو گے اور گلترنگ سے ہزار جہاں پہنچی ہی سکو گے!“

”ہاں سردار.... سیدھا راستہ ہے!“

”ایک بار پھر سن لو کہ اُن گیارہ آدمیوں کو بھی میرے بارے میں نہ معلوم ہوتا چاہئے!“

”بہت بہتر سردار.... آپ مجھے محتاط پائیں گے!“

”اچھا تو چلو.... میں تمہیں اس راستے پر گاؤں۔ تم گلترنگ کے ایک غار میں پہنچو گے!“

”میں نے ایسے کسی راستے کے بارے میں پہلے بھی نہیں سنے!“

”یہ بھی میرا ہی ایک راز ہے.... میرے علاوہ اور کوئی نہیں جاتا!“

”صف شکن نے کہا تھا کہ مجھ سے صرف دس ہونے چاہئیں!“

”اس لئے کہ وہ ابھی تک صرف تیرہ عدد پر ہاتھ صاف کر سکے ہیں۔ چودھویں آدمی انہیں شہبے میں ڈال دے گا!“

”میں سمجھتا ہوں سردار....!“

وہ تیوں چل پڑے تھے پھر اس جگہ پہنچ جہاں گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔

”آخر وہ کہاں غائب ہو گئیں!“ طربدار نے پر تشویش لجھ میں کہا۔

”جہنم میں جائیں....!“ شہزاد غرایا۔ ”اب اُن کا ذکر سنوں....!“

”طربدار کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد ان کا سفر شروع ہو گیا۔ شارق خاموش تھا شہزاد اور آپس میں گفتگو کرتے ہوئے چل رہے تھے اور گفتگو کا موضوع صف شکن تھا۔

”اُگر اس نے تھا وہاں گھسنے کی کوشش کی تو غلطی کرے گا!“ شہزاد بولا۔

”یہ کام تورات ہی ہوتا چاہئے تھا!“ طربدار بولا۔ ”پتا نہیں کیوں اس نے اپنا ارادہ ملکہ کر دیا تھا!“

”میں بھی یہی سمجھا تھا کہ وہ داخل ہوئے بغیر نہیں مانے گا۔“

”وجہ تائی تھی....؟“

”نہیں....! اپنی باتیں اپنی ہی ذات تک رکھتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ تھا گھنٹے کی کوئی“

”پپ پپلے تو تم بھی یہاں اس طرح نہیں آئے۔“ اُس نے ذرتے ذرتے کہا۔

”تمہارے شوہر کی گردان کاٹنے نہیں آیا۔... چھی دہ میرا چچا بھی ہے۔“

”تم نے کبھی نہیں سمجھا۔... ورنہ ہم تو تمہیں اپنا بیٹا ہی سمجھتے ہیں۔“

”اب سمجھوں گا چچی۔!“

”کہیں دور سے آرہے ہو شاہد۔... چائے لاوں۔!“

”نہیں قہوہ۔... چائے بچا کر رکھو۔!“

اس شریفانہ روئے پر تمہیر ہوتی ہوئی وہ اس کے لئے قہوہ لینے چلی گئی تھی۔

ذرا ہی سی دیر میں عسکر کے بچوں نے اسے گھیر لیا۔ بھی اس طرح دیکھ رہے تھے میں۔“

کوئی مجبور ہو۔ ادھر قہوہ آنے سے قبل ہی عسکر بھی آگئی۔ شارق لہک کر اس سے بغلو گیر ہوا تھا۔

”کیا بات ہے۔... کیا ہوا۔... وہ کہاں ہے۔...؟“ عسکر نے پوچھا۔

”وہ واپس نہیں آیا۔... مجھے سمجھا ہے۔... اور اُس نے مجھے یقین دلادیا ہے کہ ہم پر کوئی آسمانی بلا نازل نہیں ہوئی ہے۔“

عسکر نے بچوں کو وہاں سے ہٹا دیا۔

”چھی قہوہ لارہی ہو گی۔!“ شارق بولا۔

”اچھا۔!“ عسکر کے لجھے میں حیرت تھی۔

”غلطانہ سمجھو۔... چچا۔... میری طرف سے فرمائش نہیں ہوئی تھی۔!“

”اس پر تو اور زیادہ حیرت ہوئی چاہئے۔!“

”میں بدل گیا ہوں چچا۔... اب میں خیرہ سر نہیں رہا۔ صف شکن نے ٹھیک کر دیا ہے۔“

”جادو گر ہے۔... جادو گر۔... ہاں تو تم کیا کہہ رہے تھے۔!“

”فرنگی سازش۔!“

پھر اس نے اپنی کہانی شروع ہی کی تھی کہ عسکر کی بیوی قہوہ لے کر آگئی۔

”تمہیں شریف بھتیجا مبارک ہو۔...!“ عسکر نے مسکرا کر کہا۔ ”رب عظیم نے اس کے رہ سے بھوت اتار دیا ہے۔!“

”اچھے باپ کے بیٹے ہمیشہ گمراہ نہیں رہتے۔!“ عسکری کی بیوی نے مسکرا کر کہا تھا اور قہوہ

کیا لارکھ کر پلی گئی تھی۔

شارق اپنی کہانی سناتا رہا تھا۔... عسکر کامنہ حیرت سے کھلا ہوا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے خواب دیکھ۔

بایو۔ کوئی حیرت انگیز اور خوف ناک خواب۔

شارق کے خاموش ہو جانے پر بھی وہ پکھ دیر تک گم سم بیٹھا رہا تھا۔ آخر بھرائی ہوئی آواز

میں بولا۔ ”تو اس مخوس پہاڑ پر کوئی عمارت بھی ہے۔!“

”نہ ہوتی تو وہ عورت اور اس کے ساتھی کہاں سے آتے۔... اور میں نے اپنی آنکھوں سے

اپنے پہاڑ میں راستہ پیدا ہوتے دیکھا ہے۔!“

”میں تمہیں جھوٹا نہیں سمجھتا کیونکہ تم صفت شکن کے ساتھ گئے تھے۔!“

”اب وہ چاہتا ہے کہ مجھ سمتی کم از کم دس آدمی وہاں پہنچ جائیں لیکن سوال یہ ہے کہ

انہیں جروں سے کیسے نکالا جائے۔!“

”اس کے لئے تو بہت عرصے سے کوشش کر رہے ہیں اور ہاں وہ دونوں کوں میں جنمیں تم

بغل میں چھوڑ آئے تھے۔“

”میں نہیں جانتا۔... انہوں نے اپنے بارے میں نہ مجھے کچھ بتایا ہے اور نہ ہی صفت شکن کو۔!“

”ان لوگوں کو یہاں سے لے جا کر کیا کرو گے۔...؟“

”یہ بھی صفت شکن ہی جانے۔... اس نے وجہ نہیں بتائی۔!“

”اب ادھر کی سنو!“ عسکر کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”پہلی رات طہماں کے گھر ہنگامہ ہوتے

ہوتے رہ گیا۔!“

”طہماں۔...! وہ بھی تو مجرہ نہیں ہے۔!“

”ہاں۔... اور ہنگامے کی وجہ بھی یہی ہے۔... کل اس کا برادر سبتو شعبان ادھر آکلا تھا۔

”رخان کا مشہور خیرہ سر ہے۔ اس نے اپنی بیوی سے طہماں کی مجرہ نہیں کے بارے میں پوچھا تھا

اوہ طہماں کو مجرے سے نکال لینے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ طہماں نے اندر سے فائر کے بستی

کے لوگوں نے شعبان کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ آپ سے باہر ہوا جاتا تھا۔

اُن نے تمہارے باپ سمتی گیارہ مجرہ نہیں کو گالیاں دی تھیں۔!“

”اور تم سب سنتے رہے تھے۔!“ شارق دہاڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

فاجر کرنا ہوا بولا۔
تو پھر یہ بات طے پائی تھی کہ رات کے کھانے کے بعد عکر شہزاد کے گھروالوں کو اپنے
گمر لے آئے گا۔

شارق نے اپنا گھوڑا عکر کے اصلبل میں باندھا تھا اور سامان کا تھیلا بھی وہیں چھوڑ دیا
تھا... صرف جانور کی کھال لے کر اپنے گھر جا پہنچا۔ وہیں اسے جسم پر منڈھا بھی تھا... اور
جرے کا دروازہ پینٹا شرودع کر دیا تھا۔

”کون ہے...؟“ اندر سے شہزاد کی غراہست سنائی دی۔

”میں شارق ہوں بابا... گھر میں میرے علاوہ اور کوئی نہیں ہے اب دروازہ کھول دو...!“

”بھاگ جا... چلا جائیہاں سے...!“

”وہ تو بھاگنا ہی پڑے گا... لیکن تم بھی ساتھ چلو تو بہتر ہو گا۔“

”ایا کو اس کر رہا ہے!“

”میں بھی تمہاری طرح کا ہو گیا ہوں... اگر گھر خالی نہ ہوتا تو میں بھی ادھر آنے کی
ڑأت نہ کرتا!“

”کہاں گئے سب...؟“

”شانکر چاپا عکر کے گھر شب بیداری برپا ہوئی ہے... میں کہتا ہوں مجھے بھی ایک نظر دیکھے
لو... تمہیں صبر آجائے گا!“

”شہزاد کی آواز نہیں سنائی دی تھی... شارق کہتا رہا۔“ میں اس عورت کو تلاش کرتا ہوا
اوی زمیر کی طرف جانکھا تھا جس نے گھر گم میں تمہاری نمائندگی کرنے کی کوشش کی تھی!۔
”تو ادھر کیوں گیا تھا...؟“

”تباہ رہا ہوں کہ مجھے اس عورت کی تلاش تھی!“

”تو پھر کیا ہوا...؟“

”مجھ پر نہ جانے کہ دھر سے ریشوں کی یلغار ہوئی تھی اور میں ان میں دب کر رہ گیا تھا۔ مجھے
ہوش نہیں کہ پھر کیا ہوا تھا لیکن دوبارہ ہوش میں آنے کے بعد میں نے دیکھا!“

”کیا دیکھا...؟“ شہزاد کی آواز کا پہنچ رہی تھی۔

”بیٹھ جاؤ... میں یہاں موجود نہیں تھا۔ میں نے بھی دوسروں سے سنا ہے...!“

”کہاں ہے وہ مردود...؟ جس نے میرے بap کو خواہ مخواہ گالیاں دی تھیں!“

”بیٹی کے لوگ اتنے بے غیرت تو نہیں تھے کہ اس کے بعد بھی وہ اسے یہاں نکلنے دیتے۔
تمہارے کی دوست اس پر ٹوٹ پڑے تھے اور نرمی طرح زخمی کر دیا تھا۔ مار ہی ڈالتے اگر کچھ کو
دار لوگ آزے نہ آتے!“

”میں ان سبھی داروں سے نپیوں گا جنہوں نے اسے بیٹی سے زندہ جانے دیا۔!“

”اُبھی تو تم کہہ رہے تھے کہ صفت نکن کے عزتی کے ملکے کا یا پلٹ دی ہے!“

”یہ اور بات ہے... چچا عکر! تم سمجھتے کیوں نہیں!“

”میں نے یہ واقعہ تمہیں اس لئے سنایا تھا کہ تم اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہو۔!“

”وہ کس طرح...؟“

”طہماں کے گھر جاؤ... اور اس سے کھو کر وہ پوری بیٹی کی بے عزتی کا باعث بناتے۔!“

”اس سے کیا ہو گا... بھلااب اُسے آدمیوں کی عزت اور ذلت سے کیا سر و کار... وہ تو جائز
بن چکا ہے۔ تم تو مجھے کوئی ایسی تدبیر بتاؤ کہ میں اپنے باپ کے مجرے میں داخل ہو سکوں!“

”صف نکن نے نہیں بتائی کوئی تدبیر...؟“

”بتائی تو تھی لیکن گھر میں اور لوگ بھی ہوتے ہیں... ان کی موجودگی میں ناممکن ہے۔!“

”تدبیر بھی تو بتاؤ... شاہد میں تمہاری کچھ مدد کر سکوں!“

”کر سکتے ہو... اگر کسی بھانے سے ان سکھوں کو آج رات کے لئے یہاں لے آؤ اور تدبیر
یہ ہے کہ میں جانور کی کھال پہن کر بابا کو یقین دلانے کی کوشش کروں کہ میں بھی انہی کی طرح
ہو گیا ہوں!“

”ممکن ہے یہ تدبیر کارگر ہو جائے۔!“

”تو پھر انہیں کسی طرح یہاں لاوے...!“

”مشکل کام نہیں ہے... رب عظیم کے نام کی شب بیداری برپا کرائے دیتا ہوں انہیں
دعوت دے آؤں گا پھر نصف شب کے بعد تم یہ کام جو آسانی سر انجام دے سکو گے۔!“

”صف نکن نے غلط مشورہ نہیں دیا تھا کہ چچا عکر سے مشورہ لیتے رہنا!“ شارق خوٹا

”میرے پرے جسم پر بڑے بڑے بال نکل آئے تھے اور اب میں ایک اچھا خاصا جانور ہوں گے۔“
 ”شمارق....!“
 ”غلط نہیں کہہ رہا... خود دیکھ لو... یہاں چراغ جعل رہا ہے اور میں روشنی میں ہوں گے۔“
 دروازے کو جنمیں ہوتی تھی... پہلے خفیف سارہ ہوا پھر پورا دروازہ کھل گیا۔ شمارق سامنے ویسا ہی ایک جانور کھڑا تھا جسے وہ ادی زلمیر میں دیکھے آیا تھا۔
 ”او نادان.... تو نے یہ کیا کیا... وہاں کیوں گیا تھا... اب کیا ہو گا؟“ شہزاد بولا۔
 ”میں جگہ نہیں ہو کر نہیں بیٹھوں گا!“
 ”مارا جائے گا.... اگر ایسا نہ کیا۔“
 ”نہیں میں زلمیر کے جنگلوں میں زندگی بسر کروں گا۔ کھلی ہوا تو نصیب ہو گی اس طرح اور ان لوگوں سے نپوں گا جن کی وجہ سے ہم اس حال کو پہنچے ہیں۔!“
 ”میں نہیں سمجھ سکتا کہ تو کیا کہہ رہا ہے۔“
 ”فرنگی سازش....!“
 ”بکواس مت کرو... ہم پر کوئی بلا نازل ہوتی ہے۔ وادی زلمیر کے کچھ حصے ہمیشہ سے بدارا رکا مسکن رہے ہیں۔!“
 ”اور انہی میں کیا ایک بدر دح گلترنگ میں تمہاری نمائندگی کرنے گئی تھی؟“
 ”میں نے نہا ہے... ہو سکتا ہے بھی بات ہو۔!“
 ”کیا کوئی بدر دح زیارت گاہ میں داخل ہونے کی جرأت کر سکتی ہے۔!“
 ”نہیں.... ہرگز نہیں....!“
 ”تو پھر وہ کوئی بدر دح نہیں تھی اور سردار شہباز کے بیان کے مطابق وہ کوئی شکرانی عورت بھی نہیں تھی۔!“
 ”رب عظیم ہی جانے۔!“
 ”نہیں.... میں بھی جانتا ہوں.... رب عظیم کی مہربانی سے۔!“
 ”تو سمجھ داروں کی باتیں کب سے کرنے لگا ہے۔!“
 ”جب سے جانور بنا ہوں بابا....!“

”چل او ہر جگہ میں آ جا... کہیں کوئی اپنی چھت پر سے ہمیں دیکھے ہی نہ لے۔!“
 شمارق چپ چاپ جگہ میں چلا گیا تھا۔!
 ”تو کہہ رہا تھا کہ یہ فرنگی سازش ہے۔!“
 ”ہاں.... وہ ہم پر کوئی تجربہ کر رہے ہیں.... دنیا کے اس حصے میں ہم پر جو کچھ بھی گذرے گی اس کا علم بقیہ دنیا کو نہیں ہو سکے گا.... اسی لئے انہوں نے ہمیں منتخب کیا ہے۔!
 ”او شمارق.... تجھے یہ سمجھ داری کہاں سے مل گئی ہے۔!“
 ”کئی دنوں سے صفت شکن کی شاگردی کر رہا ہوں۔!“
 ”کون صفت شکن....؟“
 ”شکرالی میں ایک کے علاوہ کسی دوسرے صفت شکن کے بارے میں کوئی کچھ نہیں جانتا۔!“
 ”کیا تو سردار شہباز کے رو حانی بھائی کی بات کر رہا ہے۔!
 ”ہاں بابا.... میں اُسی کی بات کر رہا ہوں۔!
 ”وہ کہاں ہے....؟“
 ”زلمیر کے جنگل میں.... ہمارے لئے پھر جدوجہد کر رہا ہے۔!
 ”وہ یہاں کب اور کیسے آیا....؟“
 ”کہتا ہے رب عظیم کے حکم سے میرا آنا اسی وقت ہوتا ہے جب تم لوگوں پر فرنگی کی لائی ہوئی مصیبت نازل ہوتی ہے۔!
 ”تو یہ صفت شکن ہی کا ذیالت ہے۔!
 ”ہاں.... بابا اور اس نے منہوس پہاڑ کے بارے میں بھی ایک حرث انگیز اکشاف کیا ہے۔
 وہ خود بھی ایک حرث انگیز ادی ہے۔ وادی زلمیر میں اس نے تمی ایسے جانور بھی دریافت کئے تھے جو شکرانی نہیں ہیں۔ ان میں سے دو عورتیں ہیں اور ایک مرد.... وہ شکرالی نہیں بول سکتے۔
 صفت شکن نے ان سے معلوم کیا ہے کہ منہوس پہاڑ پر کوئی عمارت بھی موجود ہے۔!
 ”ناممکن....!“
 ”لیکن کرو بابا.... وہاں بہت بڑی بڑی مشینیں گلی ہوئی ہیں.... اور وہیں سے بیٹھ کر وہ ہم پر لشوں کا جال پھیکتے ہیں اور ہمارے جسموں کے اندر کوئی ایسی دوادری کر دیتے ہیں جو بڑی

”مف شکن نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ یہ کوئی آسمانی بلا نہیں ہے دو عدد نقطی جانور ہائے ہیں۔ ان کے جسموں پر بڑے بالوں والے بکروں کی کھال منڈھ دی ہے اور وہا بھی تک گھوڑا ہیں۔ منہوس پہاڑ والے نہیں جانور ہی سمجھ رہے ہیں!“
”میں یقین نہیں کر سکتا!“

”اگر میں ان میں سے کسی کی کھال اتنا کر تمہارے سامنے پیش کر دوں تو تم یقین کرلو گے کہ کوئی آسمانی بلا نہیں ہے!“
”ہاں میں یقین کرلوں گا!“
”اچھا تو مجھے اپنی ہی کھال اتنا فی پڑے گی!“
”کیا کہہ رہا ہے....؟“

”میں نقطی جانور ہوں.... اور صف شکن نے بھی بکرے کی کھال منڈھ رکھی ہے۔ ہم دونوں پوری وادی میں گھومتے پھرے ہیں لیکن ہم پر یشوں کی یلخار نہیں ہوئی۔ صف شکن کے ساتھ ایک آدمی اور بھی تھا اس نے آتا کر کھال اتنا پھیکی تھی جانتے ہو پھر کیا ہوا تھا.... درپرے ہی دون اس پر یشوں کی یلخار ہوئی تھی اور وہ جانور بن گیا تھا!“

”اگر تو حق کہہ رہا ہے تو....!“

”کہہ تو اتنا دوں کھال....!“

”ہاں میں یقین کرنا چاہتا ہوں!“

”اچھا تو دیکھو....!“ شارق نے کہا اور کھال اتنا نے لگا۔ کھال کے نیچے ننگا نہیں تھا۔ بلکہ پڑے پہنچ رکھتے تھے.... اس لئے کسی پچھاپت کے بغیر کھال اتنا دی۔

”رب عظیم! تیرا شکر کس طرح ادا کروں!“ شہدوں کی آواز میں آنسوؤں کی نی ہی شامل تھی۔ ”میں چلنے کو تیار ہوں!“ وہ تھوڑی دیر بعد پھر بولا۔ ”لیکن بقیہ لوگوں کو کیسے نکلا جائے!“ ”کل رات کو یہ کام بھی ہو جائے گا!“ شارق بولا۔ ”چچا عسکر نے میرے ہی مشورے پر اپنے گھر میں شب بیداری کرائی ہے۔ کل رات کو بستی کے کئی گھروں میں دیرانی ہو جائے گی اور ان دوں کے گھروں والے وہاں مدد کر لے جائیں گے!“

”اس طرح شام کام بن جائے!“

”تیزی سے ہمارے رو گھصوں کو بڑھا دیتی ہے!“
”یہ سب کچھ صف شکن نے بتایا ہے!“
”ہاں.... اور اس کی معلومات کا ذریعہ وہی سفید فام جانور ہے جسے عمارت والوں نے کے طور پر جانور بنادیا ہے!“
”میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا!“

”صف شکن نے عمارت تک پہنچے کا راستہ بھی دریافت کر لیا ہے میں نے خود دیکھا تھا، راستے.... اب وہ چاہتا ہے کہ ہماری طرف سے بھی کچھ مدل جائے تو دھاوا بول دیا جائے!“
”پورا شکرال نوٹ پڑے گا اس کی مدد کے لئے!“

”اور پورا شکرال جانور بن کر رہ جائے گا۔ نہیں بایا.... نہیں کیوں اس دبالت میں ڈالا جائے جو ابھی تک محفوظ ہیں!“
”تو کیا کہنا چاہتا ہے!“

”مجھ سمتی دس جانور.... وادی زلیم میں ہونے چاہئیں.... تین پہلے سے موجود ہیں!“
”وہ کون ہیں....؟“
”یہ میں نہیں جانتا.... ان سے مل چکا ہوں.... لیکن نہ صف شکن نے ان کے بارے میں کچھ بتایا اور نہ خود انہوں نے!“
”تم سمتی دس کیوں....؟“

”ابھی تک تیرہ عدد جانور انہوں نے بنائے ہیں.... میرا مطلب ہے شکر المیوں میں سے اگر تعداد بڑھ گئی تو وہ شہبے میں بھتلا ہو جائیں گے!“
”پھر نہیں تو کیسی باتیں کر رہا ہے.... مجھ سمتی گیارہ تو یہیں موجود ہیں.... تین دبالت جنگل میں ہیں جو تھا تو خود ہے.... اس طرح تو پندرہ عدد ہو گئے!“

اب شارق کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اُسے پہلے جانوروں کا حساب لگا کر بات کرنی چاہئے۔ رواروی میں تین جانوروں کا ذکر کر بیٹھا اور یہ بھی بھول گیا کہ خود تو جانور ہی بنا ہوا ہے۔ ”پندرہ عدد میں سے دو عدد نقطی ہیں....!“ وہ بلا خربولا۔
”میں نہیں سمجھا....!“

”ضرور بنے گا بابا...!“
”کچھ دیر خاموشی رہی.... پھر شہزاد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔“ کانوں اور آنکھوں پر یقین
نہ آئے تو آدمی کیا کرے!“

”میں نہیں سمجھا بابا...!“

”میرے کان ترستے تھے کہ تو مجھے بابا کہہ کر پکارے.... آنکھیں ترسی تھیں کہ تو بیل بھر
ہی میرے سامنے ٹھہر جائے!“

”مجھے ندامت ہے بابا.... میں بالکل بدلتا گیا ہوں.... صفت کنکن بچ جادو گر بے!“

”رب عظیم ہی جانے.... دیے ہم سب اس کا احترام کرتے ہیں۔ خیراب مجھے بتا کر مجھے
میرے لڑاکوں تک کیسے لے جائے گا۔ اگر کسی کی نظر پڑگئی تو....؟“

”لباس شب روی پہن لیتا.... میں ساتھ ہوں گا.... کوئی نوکے گا تو میں دیکھوں گا!“

”تم آدمی ہی کی طرح چلو گے!“

”ہاں جب تک بستی میں ہوں کھال تھہ کر کے رکھ دوں گا!“

”شہزاد پھر خاموش ہو کر شارق کو غور سے دیکھنے لگتا۔



گلترنگ والے درے سے واپسی کے بعد بھی ان دونوں نے بدیشی ماداؤں کی تلاش جاری رکھی۔ طرب دار خواہ کچھ سوچ رہا ہو لیکن شہباز کے خیال کے مطابق ان کا اس طرح غالبہ دشواریاں بھی پیدا کر سکتا تھا۔ وہ پہاڑ والوں کو آگاہ کر سکتی تھیں کہ شکرالیوں میں ایک ایسا فرد بھی موجود ہے جو ان کی زبان بول اور سمجھ سکتا ہے۔ بہر حال وہ نہیں چاہتا تھا کہ ماداؤں پہاڑ والوں کے ہاتھ لگیں۔ پہلے ہی نکولس کے توسط سے یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ وہ دونوں پہاڑ والوں میں سے نہیں تھیں کہیں اور سے لائی گئی تھیں۔

تلاش جاری رہی.... لیکن پھر وہ تحک ہار کر ایک جگہ جا بیٹھے۔

”اب کیا کریں سردار....؟“ طربدار نے پوچھا۔

”کچھ بھی نہیں.... دیکھا جائے گا!“

”لیکن میں بڑی تھائی محسوس کر رہا ہوں!“

”تو آدمی سے بندر بنا ہے.... کتنا نہیں بدل!“

”تجھیں نہیں یاد آتی!“

”طربدار میں نے اس سے ایسا تعلق ہی نہیں پیدا کیا تھا کہ یاد آئے گی!“

”واقعی پھر ہو....!“

”میرے صرف بال بڑھے ہیں.... ذہن نہیں بدل۔ جب آدمی کے جامے میں تھا ب
بھی ہر کادینے والی خوشبوؤں سے لٹتا رہتا تھا!“

”آخوند کیوں سردار....؟“

”میں کسی کو بھی اپنی برابری کے قابل نہیں سمجھتا!“

”بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔“

”جو عورت کسی قسم کا تعلق ہونے سے قبل تمہارا احترام کرتی ہے.... وہ تعلق ہو جانے
کے بعد سر پر سوار ہو جاتی ہے۔ تم اس کے لئے ایک عام آدمی ہو جاتے ہو اور وہ تم پر برتری
حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگتی ہے۔“

”اس اتنی زر اسی اکڑ کو قائم رکھ کر کیلے تم ایک بہت بڑی لذت سے زندگی بھر مرموم رہو گے!“

”میرے لئے سب سے بڑی لذت.... میری بھی اکڑ ہے۔“

”اولاد کی خواہش کس طرح پوری ہو گی!“

”اولاد کی خواہش بھی اس لئے نہیں ہے کہ وہ صرف باب پ سمجھے گی.... سردار نہیں سمجھے گی
اور پھر ان کی موجودگی میں شامد مجھے سوچنا پڑے کہ جان ہتھیلی پر لئے پھرنسے کیا فائدہ۔ میں
ان پچوں کی وجہ سے موت سے ڈرنے لگوں گا.... طربدار تو سمجھتا کیوں نہیں!“

”کچھ گیا سردار.... تم صرف سردار ہو ہو.... آدمی نہیں ہو۔“

”شکرال کا ایک ایک فرد میرا چھے ہے.... میں چند بچوں کے لئے اتنے افراد کو کیسے چھوڑ سکتا
ہوں۔ اپنے چند بچوں کے لئے مغلص رہ کر بقیہ کے سلسلے میں خلوص کا ڈھونگ نہیں رچا سکتا!“

”وفٹاٹہ خاموش ہو کر اس طرح چوکنا ہو گیا تھا جیسے کسی طرف سے جملے کا خدشہ ہو۔ طربدار
کا بھی یہیں کیفیت ہوئی تھی۔

”شہباز نے اسے پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا اور دوسرے ہی لمحے میں عقب کی جھاڑیوں میں گھستے

چلے گئے۔ پھر شہباز نے طربدار کا شانہ کپڑا کر کے روکا تھا۔

”یہیں ٹھہر کر دیکھو... شاہد وہ پہاڑ والوں کو ساتھ لائی ہیں۔!“ اس نے آہستہ سے کہا

”تم نے بھی خوبی محسوس کی ہے۔!“

”ہاں.... خاموش رہو... وہ تھا نہیں معلوم ہوتیں۔!“

دونوں نے تھیلوں سے روپورنگل لئے تھے۔

دو نسوں قبیلے سنائی دیئے۔ وہ اوپنی آواز میں گفتگو کر رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوا تھیں اب

انہیں کسی بات کی پرواہ نہ ہو۔

”ضرور وہ اپنے حمایتیوں کو ساتھ لائی ہیں۔!“ طربدار آہستہ سے بولا۔

”آنے والے... دیکھ لیں گے۔!“

لیکن وہ ابھی تک دکھائی نہیں دی تھیں۔ البتہ ان کی آوازیں اب بھی آرہی تھیں اور ای
معلوم ہوتا تھا ہیسے وہ کسی جگہ رک گئی ہوں۔ یکاک کسی مرد کی آواز بھی سنائی دی اور دونوں یہ
وقت نہیں پڑیں۔ مرد کچھ کہہ رہا تھا اور وہ برادر نے جارہی تھیں۔

”مم.... مم.... مگر.... یہ تو صفت شکن کی آواز معلوم ہوتی ہے۔!“ طربدار بولا۔

شہباز نے بھی طویل سانس لی تھی اور روپورنگل کی نال جھکا لی تھی۔

پھر اس نے طربدار کو ایک قریبی درخت پر چڑھ جانے کا اشارہ کیا تھا۔ طربدار نے کہا
”اب اس کی کیا ضرورت ہے سردار.... وہ صفت شکن ہی ہے۔!“

”چلو....!“ شہباز اسے درخت کی طرف دھکیلنا ہوا غزالی۔ ”وہ انہیں پھر ہمارے سردار
سلط کر دے گا۔!“

”مل.... لیکن....!“

”مار کھائے گا کیا....!“

”طربدار چاپ درخت پر چڑھنے لگا۔ اس کے بعد شہباز نے بھی چڑھنا شروع کیا۔
تھا کہ عمران کی آواز آئی۔

”اب خود درخت پر چڑھے جا رہے ہو۔!“

شہباز نے بھنا کر نیچے چھلانگ لگادی اور طربدار ہنسنے لگا۔

”دانت بند کر....!“ شہباز دہارا۔

طربدار بھی نیچے اتر آیا تھا۔ انہیں دیکھ کر دونوں مادا میں اس طرح خاموش ہو گئی تھیں
میں اندر ہی اندر ان کے خلاف نری طرح سلگ رہی ہوں۔

”اگر یہ دونوں میری رہنمائی نہ کرتی تو میں یہاں تک پہنچ ہی نہ سکتا۔!“ عمران نے کہا۔
”تھا ری خوبی پر انہوں نے تمہارا سراغ پیلا ہے۔!“

”تم کہاں غائب ہو گئے تھے۔!“ شہباز نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

”انہی دونوں کی تلاش میں گیا تھا.... انہیں اس طرح نہیں چھوڑ دینا چاہئے تھا۔ یہ جانتی
ہیں کہ میں انکی زبال بول سکتا ہوں۔ اگر کسی طرح یہ خبر پہاڑ والوں تک پہنچ گئی تو تکمیل بگز جائیگا۔!“

”لیکن وہ بھورا بھی تو جانتا ہے جسے گورت لے گئی ہے۔!“

”وہ مر جائے گا لیکن اس کے خلاف نہیں جائے گا جو کچھ میں اسے سمجھا پکھا ہوں۔!“

پھر اس نے ماداوں کو خاطر کر کے الگش میں کہا۔ ”یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے ان کے
خفاکے خیال سے انہیں درخت پر چڑھا دیا تھا۔!“

”اور اب اپنے تحفظ کے خیال سے خود درخت پر چڑھے جا رہے ہے۔!“ سفید مادہ نے غصیلے
لہجے میں کہا۔ ”میرا والاتا بکل ہی احمد معلوم ہوتا ہے۔!“

اشارة شہباز کی طرف تھا.... اگر وہ الگش سمجھتا ہو تو شاہد چھوٹتے ہی الباٹھ اس کے
من پر سید کر دیتا۔

”احمق نہیں.... میری طرح یہ بھی رومن کیتھوک ہے۔ چرچ کی رسومات کے بغیر تمہیں
اٹھی گلے گا۔!“

”لیکن دوسرا تو ایسا نہیں ہے۔!“

”فری چھنکر بھی ہے اور شکر ایں میں فرائد کا ترجمہ بھی پڑھ چکا ہے.... اس سے بھی واقف
ہے کہ مغرب میں جزیش گیپ ہو گیا ہے.... اس لئے اس کے لئے سب ٹھیک ہو گیا ہے۔!“

”اچھی بات ہے.... تم ہی پادری کے فرائض انجام دے ڈالو۔!“ سفید مادہ نے کہا۔

”میں کیسے دے سکتا ہوں.... مجھے پوپ کی حماست کب حاصل ہے۔!“

”بکواس مت کرو.... پوپ کسی جائز کو یہ عہدہ کیوں دینے لگا۔!“

”بن تو پھر مجبوری ہے۔!“

”میں تمہارا سر پھاڑ دوں گی.... ورنہ اسے سمجھاؤ۔“

”کچھ سمجھئے؟“ عمران نے شہباز کی طرف دیکھ کر شکرانی میں کہا۔ ”کہہ رہی ہے اسے سمجھاؤ۔“

”میں اسکا گلا گھونٹ دونگا۔ اگر اس نے مجھ سے بے تکلف ہوئیکی کوشش کی۔!“ ”شہباز غریلہ

”یہ کہہ رہا ہے کہ اگلے چاند تک کچھ نہیں ہو سکتا۔!“ عمران نے سفید ماڈے سے کہا۔

”آخر کیوں....؟“

”پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ مذہبی جانور ہے۔!“

”مذہب کا چاند سے کیا تعلق.... اگر یہ تمہارے بیان کے مطابق کر سچیں ہے۔!“

”اوہو.... ہم لوگ کر سچیں تو ہو گئے ہیں لیکن اپنی آبائی رسوم کب چھوڑی ہیں انہیں ہم شامل کر لیا ہے مذہب میں۔!“

”تب پھر تم خود کو کر سچیں کیسے کہہ سکتے ہو....!“

”کہہ سکتے ہیں.... سب چلتا ہے.... بالکل میں کہاں لکھا ہے کہ ائمہ ہم بناؤ اور انہیں سوئے ہوئے غافل آدمیوں پر پھینک دو.... اس کے باوجود بھی کر سچائی زندہ ہے۔!“

”سیاست نہیں چلے گی۔!“

”میں تمہیں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اول درجے کا بدمعاش ہونے کے باوجود بھی میں مذہبی ہوں۔!“

”مت بور کرو.... اس سے کہو کہ یہ جہنم میں جائے۔!“ سفید ماڈہ شہباز کی طرف ہاتھ اٹھ کر بولی۔ ”اب میں اس کی طرف دیکھوں گی بھی نہیں۔!“

”چلو کوئی بات نہیں.... تجربے کے لئے ایک ہی جوڑا کافی ہے۔!“

”میا مطلب....؟“

”ہم یونہی تفریخاً تو جانور بنائے نہیں گئے۔ تجربہ کرنے والا صرف یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ آئے والی نسل بھی بالدار ہو سکتی ہے یا نہیں۔!“

”اوہ.... اس کا تو دھیان ہی نہیں رہا تھا۔“ وہ مردہ سی آواز میں بولی۔

”بہر حال.... اگر آئے والے بالدار نہ ہوئے تو یہی ان کے لئے جزیشن گیپ ہو گا۔!“

”یا کہنا چاہتے ہو۔!“

”راہداری آدمی.... والدین جانور.... اور خود آدمی! لہذا والدین کا جانور پن ہی گیپ بن جائے گا۔ اس کے علاوہ جزیشن گیپ کی بجائے ارتقا معمکوس کہیں گے۔!“
”ہوئی تو ہم اسے جزیشن گیپ کی بجائے ارتقا معمکوس کہیں گے۔!“

”میرا دماغ نہ خراب کرو....!“ وہ ایک طرف بیٹھتی ہوئی بولی۔

”اب تم میری ایک بات اس تک پہنچا دو!“ سنہری ماڈہ نے طربدار کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”ہاں ہاں کہو....!“

”اگر یہ فری تھنکر ہے تو اب میں اسے اپنے قریب نہیں آنے دوں گی۔!“

”کیوں....؟“

”میں کر سچیں ہوں....!“

”اب توجو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔!“

”میں نے کہہ دیا.... آگاہ کر دو.... میرے قریب آیا تو پھر مار دوں گی۔!“

”اب تم بھی سنو....!“ عمران نے طربدار سے کہا۔ ”تمہاری والی کہہ رہی ہے کہ اگر تم اس کے قریب آئے تو پھر مارے گی۔!“

”کہہ دو کتیا سے کہ اگر اس نے مجھے اپنی زبان سکھانے کی کوشش کی تو میں اسے گولی مار دوں گا۔“ طربدار بولا اور عمران نے اسکی بات سنہری ماڈہ کے گوش گزار کرنے کے بعد کہا۔ ”مختاطر ہنا۔!“

”اس سے کہو جہنم میں جائے.... میں کسی دہر یئے کو اپنی مقدس زبان کیوں سکھانے لگی۔!“

”چلو چھٹی ہوئی۔!“ عمران سر ہلاکر شکرانی میں بولا۔ ”تم دونوں کا پیچھا چھوٹ گیا۔!“

”لیا ہوا۔....؟“ شہباز نے پوچھا۔

”کچھ بھی نہیں.... دونوں کہہ رہتی ہیں کہ ہماری عقولوں پر پھر پڑے تھے۔ یہ دونوں تو یا کچھ جنت میں جائیں گے اور ہمیں جہنم کے قریب رک کر اپنے پھوٹوں کا انتظار کرنا پڑے گا۔!“

”یہ میری سمجھ میں نہیں آتا....!“ سفید ماڈہ نے عمران کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”جب تک اس سے دوبارہ ملاقات نہیں ہوئی مزے میں گذرتی رہی تھی۔!“ سنہری ماڈہ عمران کو گھوڑتی ہوئی بولی۔

نہیں سمجھے۔!
شہباز نے سر کو خفیف سی جنمیں دی تھی اور ماداؤں کو پر تشویش نظرؤں سے دیکھنے لگا تھا۔



دوسری صبح کلوس ہو نقوں کی طرح اپنا سارا جسم ٹول رہا تھا۔ سارے بال غائب تھے اور اس کے جسم پر ایک سلپینگ سوت تھا اور کرہ بھی وہ نہیں تھا جس میں پچھلی رات اس کی ملاقات چیری سے ہوئی تھی۔

آرام وہ بستر سے اٹھ کر وہ آئینے کے سامنے آیا ہی تھا کہ ساری خوشیوں پر اوس پڑ گئی۔ چہرہ اور سر بدستور بالوں سے ڈھکا ہوا تھا.... آئینے میں وہ خود کو ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے کسی بن مانس نے سلپینگ سوت پہن لیا ہو۔ سر پکڑ کر اسٹول پر بیٹھ گیا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کا مقصد کیا ہو سکتا ہے۔

پچھلی رات چیری سے تحریری گفتگو کے بعد اس کے ذہن پر نیند کا غلبہ ہوا تھا اور وہ نہ سونے کی کوشش کے باوجود بھی ننگے فرش پر ہی گھری نیند سو گیا تھا چیری کا جو کچھ بھی خش ہوا ہو۔
وہ بدستور دونوں ہاتھوں سے سر تھامے اور آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا۔

”یلو... یوٹی قل...!“ ایک نسوی آواز کمرے میں گوئی اور وہ چوک کر دروازے کی طرف مڑا۔

سرینا کھڑی نہیں رہی تھی۔ وہی سرینا جس نے اسے دھو کے سے پانچیں پوائش کی سرگم کمک پہنچایا تھا۔

کلوس اسے قہر آلود نظرؤں سے گھور تارہا اور وہ نہستی رہی۔

”میری ہی سفارش پر تم اس خد تک آدمی بنائے گئے ہو۔!“ وہ بالآخر بولی۔

”یہاں سے چلی جاؤ!“

”چہرہ بھی صاف ہو سکتا ہے۔!“

”ہو یا نہ ہو... مجھے ذرہ برا بر بھی دلچسپی نہیں ہے۔!“

”ہائیں... تم دوبارہ آدمی نہیں بنانا چاہتے۔!“

”ہرگز نہیں۔!“

”میں نے کیا کیا ہے...!“ عمران نے حیرت نے کہا۔

”خدای جانے... ہم تمہاری زبان تو سمجھ نہیں سکتے۔!“

”تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ میں نے ان دونوں کو بہ کیا ہے۔!“

”ہاں... میں یہی کہنا چاہتی ہوں۔!“

”خدا تمہیں غارت کرے۔!“

”چیز بات پر غصہ ہی آتا ہے۔!“

”اچھا بس اب خاموش ہی رہو۔... ورنہ تمہارے کتاب ان دونوں کو کھلا دوں گا۔ ہمارے پاس اب خلک گوشت بھی نہیں رہا۔

”او صرف تکن! اب انہیں گولی مارو۔... میری بات سنو۔...!“ شہباز بولا۔

”کہو... کیا کہنا چاہتے ہو۔...!“

”کیا تم پھر ادھر گئے تھے۔...؟“

”ادھر سے مراد اگر منہوس پہاڑ ہے تو پھر نہیں گیا تھا۔ آج شب کو دیکھوں گا۔!“

”تھا نہیں جاؤ گے۔!“

”نہ ان دونوں کو تھا چھوڑ سکتا ہوں اور نہ ساتھ لے جاسکتا ہوں۔!“

”طربدار ان کی نگرانی کرے گا... میں تو ساتھ چلوں گا۔!“

عمران کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد شہباز نے کہا۔ ”یا پھر ان کا انتظار کر لو جن کے لئے شاذ رہ جان گیا ہے۔!“

”دیکھا جائے گا... کل وہ عورت سن گئی تھی کہ بدیشی ناداؤں کے ساتھ اچھا بر تاؤ نہیں

ہو رہا۔ لہذا ہو سکتا ہے کہ انہیں یہاں سے لے جانے کی کوشش کی جائے۔!“

”اچھا ہے... کہ وہ لوگ خود ہی ادھر آئیں۔... جنگل میں ہم انہیں ریزہ ریزہ کر کے رکھ دیں گے۔!“

”فی الحال مناسب نہیں ہے۔... ورنہ کل وہ لوگ فتح کرنے جا سکتے۔!“

”ایک کو تو شارق نے ختم کر دیا تھا۔!“

”نا تجربہ کاری کی بنا پر۔... بہر حال ابھی میں یہی تاثر دینا چاہتا ہوں کہ ہم لوگ پچھے چلے گیں۔!“

”بڑی عجیب بات ہے...!“
”کولس اپنے غصے پر قابو پاچکا تھا مسکرا کر بولا۔“ صرف ایک بار جانور بن کر دیکھ لو چکر
بھی آدمی بننا پسند نہیں کر دیگی!“

”تو میں نے یونہی خواہ مخواہ مادام گوردو کی خوشامد کی تھی!“

”سوال تو یہ ہے کہ تمہیں مجھ سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے!“

”میں تم سے محبت کرتی ہوں.... کیا تم نے پہلے کبھی نہیں محسوس کیا۔ کم از کم یہ بات تو پوری ایمان داری سے تعلیم کر دے گے کہ تم نے یہاں کسی مرد سے مجھے بے تکلف ہوتے نہ دیکھا ہو گا!“

”اس کے باوجود بھی تم نے مجھے لیزا کے منصوبے سے آگاہ نہیں کیا تھا!“

”وہ ڈپلن کا معاملہ تھا.... لیکن اس کے بعد سے میری زندگی اجرین ہو گئی ہے!“

”اوہ! دیکھو میں لکتنا خوبصورت لگ رہا ہوں!“

”دل نہ کھاؤ.... یہ بھی چند دنوں کی بات ہے.... مادام گوردو جو کچھ جانتا چاہتی ہیں انہیں بتا دو پھر وہ ہم دنوں کو یہاں سے ہیڈ کوارٹر بھجوادیں گی!“

”میں ان جانوروں میں واپس جانا چاہتا ہوں۔ ہماری دنیا کا مہذب ترین آدمی بھی ان کی انسانیت کو نہیں پہنچ سکتا۔ وہ بہت ابیچھے ہیں!“

”شائد تمہارے دماغ پر بھی اثر ہوا ہے!“ وہ خوف زدہ لمحے میں بولی تھی اور کولس نہیں پا افادہ ”واپس جاؤ.... سرینا.... لیزا ناکام رہے گی.... اس سے کہو کہ کولس ہر اذیت برداشت کر لے گا لیکن جو کچھ وہ چاہتی ہے نہیں ہو سکے گا!“

”میں تمہیں بے ایمان نہیں سمجھتی تھی!“

”کیا مطلب....؟“

”تم نے جیری کی کوئی چیز غصب کر لی ہے.... مادام اسے واپس دلوانا چاہتی ہیں!“

”اور اسی لئے تمہیں مجھ سے محبت ہو گئی ہے کہ مجھے بے ایمان نہ بننے دو!“

”بات بڑھانے سے کیا فائدہ....!“

”جل جاؤ یہاں سے.... میں نے رحم کی بھیک نہیں مانگی تھی!“

”تم پاگل ہو گئے ہو!“

”جائی ہے... یا....!“ وہ اس کی طرف جھپٹا تھا سرینا کمرے سے نکل بھاگی تھی۔ ساتھ ہی دروازہ بھی خود بخود بند ہو گیا تھا جو انہائی کو شش کے باوجود بھی کولس سے نہ کھل سکا۔ اس نے ایک طویل سانس لی اور دوبارہ بستر پر گر گیا۔

اجھی طرح جانتا تھا کہ زندگی کا انحصار اسی پر ہے کہ لیر انوث بک کے حصول کے لئے کوشش رہے اور اس کے بارے میں کسی خاص نتیجے پر نہ پہنچ سکے۔

وہ سوچ رہا تھا کہ جیری اب نہ جانے کہاں ہو گا۔ اس کی طرف سے مایوس ہو جانے کے بعد لیزانے یہ قدم اٹھایا ہو گا۔ لیکن یہ بات سمجھ میں نہ آسکی آخر چھرے اور سر کے بال کس طرح برقرار رہے ہیں جب کہ حقیقت جسم ان سے چھکارا پاچکا تھا۔ اس نے اپنی دامیں پنڈلی کھوئی اور اس پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ پھر جو کہ کراس طرح اُسے بغور دیکھنے لگا تھا جیسے کسی نئی دریافت کی توقع ہو۔ ”اوہ تو یہ بات ہے!“ وہ دانت چیز کر بڑ بڑایا تھا۔

پاؤں کی صفائی اسٹرے کی رہیں منت تھی۔ بیہو شی کے عالم میں اسکے جسم پر اسٹرہ چلا گیا تھا۔ دفعتاً دروازہ پھر کھلا اور سرینا سامنے کھڑی نظر آئی۔

”غصہ اتر گیا ہو تو ناشتہ کرلو....!“ اس نے کہا۔

کولس نہیں پڑا.... ساتھ ہی وہ بھی مسکرا گئی تھی۔

”لاؤ.... ناشتہ.... میری جگہ تم ہو تو میں تو تم پر بھی ایسی ہی کیفیات طاری ہوتی رہتیں!“ وہ باہر نکل گئی تھی اور دروازہ پھر خود بخود بند ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا تھا اور سرینا ناشتے کی ٹڑالی دھکیلتی ہوئی اندر آئی تھی اور دروازہ بند ہو گیا تھا۔ ناشتے کے دوران میں کولس کارویہ لا پروایی ظاہر کرنے کا سارا بھا تھا اور سرینا خاموشی سے دیکھتی رہی تھی۔

”لیزا گوردو کہاں ہے....؟“ کولس نے نیکپن سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے پوچھا۔ ”پہا نہیں۔ مجھے جو ہدایت ملی تھی.... اسی کے مطابق عمل کر رہی ہوں!“

”اچھا.... اچھا.... تو یہ اظہار محبت بھی اسی ہدایت کا ایک حصہ تھا!“

”جو چاہو سمجھ لو....!“ وہ بیزاری سے بولی۔

”گمارت کا یہ حصہ میرے لئے نیا ہے!“

عوردو کا قیدی ہی ہو گایا اسے باہر چھوڑ دیا گیا تھا۔ بہر حال تھا بے حد چالاک.... لیز اتصور بھی نہیں کر سکتی کہ ان جانوروں میں کوئی ایسا بھی ہو گا لیکن.... لیکن اب اسے کیا کرنا چاہئے!“
ماری سے ایک سوت نکلا.... اور اسے پہنے لگا۔

پھر آئینے میں اس بیست کذائی کا جائزہ لیا تھا اور حشیانہ انداز میں ہنس پڑا تھا۔ اسی دوران میں ایک تبدیر بھی سو بھی تھی اور شائد اپنی بیست کذائی سے زیادہ اسی تبدیر کے عمل تصور پر بھی آئی تھی۔ آئینے ہی میں اس نے ایک بار پھر دروازہ کھلتے دیکھا۔ اس کی پشت دروازے کی طرف تھی۔ لیکن دروازہ کھولنے والی سریا نہیں تھی۔ اس بار جیزی دکھائی دیا تھا۔ نکولس تیزی سے اس کی طرف مڑا اور چپک کر بولا۔ ”کہو کیسا لگ رہا ہوں!“

جیزی دروازے کے قریب کھڑا تھیرہ انداز میں اسے دیکھے جا رہا تھا۔
”یہ.... یہ.... لگ.... کیسے ہوا....؟“ وہ ہکلایا۔
”لیں اب چھرے اور سریا پر بال رہ گئے ہیں!“ نکولس بولا۔

”لیکن مم.... میری نوٹ بک....؟“

”جہنم رسید ہوئی.... تم نے بتایا نہیں کہ اب کیسا لگ رہا ہوں.... اگر باہر نکل جاؤں تو لوگ زیادہ سے زیادہ ہی سمجھیں گے۔ یعنی نصف جانور....!“
”مم.... میری نوٹ بک....!“

”ش اپ....! کہہ پکا ایک بار کہ جہنم رسید ہوئی۔ میں اتنا حق نہیں ہوں کہ بد معاشوں کی بھیزی میں اسے ساتھ لئے پھرتا۔ میں نے اسے ضائع کر دیا۔ لیکن سب کچھ میرے ذہن میں محظوظ ہے۔ راستہ وادیِ زلمیہ ہی سے جاتا ہے۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں نے جانور بن جانے کے بعد جنگل میں اپنا وقت ضائع کیا ہو گا۔ میں نے وہ نشان تلاش کر لیا ہے!“

”اوہ.... خدا یا!“

”لیں اب کسی طرح یہاں سے نکل چلے کی تبدیر کرو!“ نکولس آہستہ سے بولا۔ ”میں اپنے قول سے پھر انہیں ہوں!“

”ن..... نا ممکن..... یہاں سے نکل جانا کسی طرح بھی ممکن نہیں ہے!“

”سب کچھ ممکن ہے۔ راستہ تلاش کرو.... لیز اوردو کو تم آسانی سے دھوکا دے سکو گے!“

”مادام گوردو کے علاوہ اور کوئی بھی پوری عمارت سے آگاہی کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔“
”جبڑی کہاں ہے!“

”میں نہیں جاتی.... پہلے ہی کہہ بچکی ہوں!“
”تم سب اپنے بھیانک انجام کے لئے تیار ہو.... جس وقت مجھے جانور بنا�ا گیا ہے لیز اچھے والے معاملے سے آگاہ نہیں تھی!“

”تم مجھ سے یہ سب کچھ کیوں کہہ رہے ہو.... تمہیں جانور بنادیئے کی ذمہ داری بھی پر نہیں ہے!“

”اس لئے کہہ رہا ہوں کہ تم سب ہوش میں رہو....!“
”ہم تمہاری طرح ڈپلن کی غلاف درزی نہیں کرتے!“
”کیسا ڈپلن اور کہاں کا ڈپلن....؟ ہم نہیں جانتے تھے کہ ہم سے کس قسم کی غیر انسانی حرکات کرائی جائیں گی!“

”غالباً تم فرشتے تھے.... اتفاقاً آپنے ہو۔!“ سرینا نے طنزیہ لمحے میں کہا۔

”تیرے آدمی بھی بعض معاملات میں باضیور ہوتے ہیں!“
”ہوتے ہوں گے!“ سرینا نے لاپرواں سے شانوں کو جبتش دی اور ٹرائل کو دھکیل کر دروازے کی طرف بڑھانے لگی۔

نکولس جہاں تھا وہیں بیٹھا رہا۔ اچھی طرح جانتا تھا کہ کچھ کر گزرنا خود کشی ہی کے متراون ہو گا۔ بس اسی حد تک مناسب ہے کہ اپنی بات پر اڑا رہے۔ جیزی کی نوٹ بک کے سلسلے میں ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالے۔

کچھ دیر بعد وہ اٹھا تھا اور الماریاں کھول کھول کر دیکھنے لگا تھا۔ اس کا سارا انجی سامان اس کرے میں موجود تھا۔ ملبوسات کی الماری میں سلیقے سے پر لیں کئے ہوئے کپڑے پیٹکر ز پر لئے نظر آئے۔ اس کی کوئی ذرا سی چیز ضائع نہیں ہوئی تھی۔ بس وہی کپڑے کہیں نظر نہ آئے جو جاہر بنائے جانے سے قبل اس کے جسم پر موجود تھے اور یہی چیز اس کے لئے باعث تشویش تھی۔ لیکن وہ اس سلسلے میں اپنی زبان بند ہی رکھنا چاہتا تھا کیونکہ اسی پر اس کی زندگی کا انحصار تھا۔

اُسے وہ شکر ای جانور یاد آیا جو انگلش بول سکتا تھا۔ پتا نہیں اس کا کیا حشر ہوں۔ کیا وہ بھی اب

”خاموش رہو.... اور یہاں سے چلے جاؤ!“
 ”تم مجھ سے کس لمحے میں گفتگو کر رہی ہو۔ ہوش میں ہو یا نہیں!“
 ”میری تم نہیں جانتے کہ مادام گوردو کی عدم موجودگی میں چارج میرے پاس ہوتا ہے!“
 ”میں نہیں جانتا!...!“
 ”توبہ ڈہن نہیں کرلو.... اور یہاں سے چلے جاؤ!“
 ”نہیں سریناڈار لنگ یہ شاکد مجھ سے کشتی لے گا۔ اپنے ڈیل ڈول پر اترایا ہی کرتا ہے!“
 ”کولس بولا۔“
 ”تم بھی خاموش رہو!“ سریناٹے کولس کو لکارا۔
 ”جیری جیسے ہی دروازے کے قریب پہنچا تھا دروازہ خود بخود کھل گیا تھا اور اس کے جاتے ہی پہنبد ہو گیا تھا۔“
 ”تم یہ نہ سمجھتا کہ دخل اندازی کر کے تم نے میری جان بچائی ہے!“ کولس نے کہا۔
 ”جیری جیسے دو گدھوں سے بیک وقت نیٹ سکتا ہوں اور میرا غصہ بہت خراب ہے۔ غصے یہ میں اپنے دولت مند مالک کو قتل کر کے اس حال کو پہنچا ہوں!“
 ”یہ کیوں کھڑا تھا پیارے کولس!...!“ سریناٹا ٹھلانی۔
 ”اس نے ایک مصیبت زدہ لڑکی کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تھی!“
 ”اور تم اس مصیبت زدہ لڑکی کو چاہتے تھے!“
 ”ہرگز نہیں!...! مجھے اس سے ہمدردی تھی!“
 ”لیکن مجھ سے ذرہ برابر بھی ہمدردی نہیں جب کہ میں بھی مصیبت زدہ ہی ہوں!“
 ”تم!... اور مصیبت زدہ!...!“ کولس بے ساختہ پھنس پڑا۔
 ”ویسے تم سے حماقت سرزد ہوئی ہے۔ اب تمہاری زندگی کی صفائحہ نہیں دی جا سکتی!“
 ”کیا مطلب!...?“
 ”توٹ بک ضائع کر دینے کا اعتراف کر کے تم نے اپنی موت کو دعوت دی ہے!“
 ”تم کیا جانو!...!“ کولس نے جہت سے کہا۔ ”تم تو گفتگو کے دوران میں یہاں موجود نہیں تھیں!“

”وہم ہے تمہارا!... وہ بہت چالاک ہے!“
 ”بس تو پھر قصہ ختم سمجھو!... دنیا کی کوئی طاقت مجھ سے کچھ اگلوں نہیں سکتی!“
 ”جیری کی آنکھوں میں پھر حیرت کے آثار دکھائی دیئے۔ لیکن وہ سختی سے ہونٹ پر ہونز جائے کھڑا رہا۔“
 ”اس طرح کھڑے میری شکل کیوں دیکھ رہے ہو!...!“ کولس دہاز
 ”مم!... میں یہ کہہ رہا تھا کہ لیزا کو بھی کیوں نہ شریک کر لیا جائے!“
 ”اس کیتاکی بچی کا نام نہ لو!... سوال ہی نہیں پیدا ہوتا!“
 ”ٹھنڈے دل سے غور کرو!... ورنہ یہاں سے نکلنے کی کیا صورت ہو گی!“
 ”کچھ بھی ہو!... میں اسے ہوا بھی نہیں لگنے دوں گا!“
 ”تم جانو!... نوٹ بک تو ضائع ہی ہو چکی ہے!“
 ”جاو!... میرا دماغ نہ خراب کرو!... اگر راستہ ملاش کر سکتے ہو تو کرو ورنہ سب کچھ جائے جہنم میں۔ مجھے قطعاً پرواہ نہ ہو گی!“
 ”وہ نوٹ بک میرے دل اکی یادگار تھی۔ ہیرے ملتے یانہ ملتے!“ جیری بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔
 ”میں اب کچھ بھی نہیں بولوں گا۔ تم بکواس جاری رکھو!“
 ”میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ تم اسے ضائع کر دو گے!“
 ”اب تو کر چکا!“
 ”اچھی بات ہے!... مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ لیزا تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گی!“
 ”میں بھی اس سے رحم کی بھیک نہیں مانگوں گا۔ چل جاؤ یہاں سے!“
 ”میں ہی کیوں نہ مار ڈالوں تمہیں۔ نہبر و بتاتا ہوں!“ جیری دہڑا تھا اور ٹھیک اسی وقت دروازہ پھر کھلا اور سرینا اندر داخل ہوئی تھی۔
 ”چچ جیری کے تیور کولس کو اچھے نہیں لگے تھے۔ سرینا کی آمد نے اس کے قدم روک لئے۔ ویسے اب بھی کولس کو قہر آسود نظروں سے دیکھنے جائز تھا۔“
 ”تم یہاں کیسے آئے!...؟“ سرینا نے جیری سے تکمانتہ لمحے میں پوچھا۔
 ”کیوں نہ آتا!... یہ چور!...!“

پیہاڑ کو اس کی ذرا بھی پرواہ نہیں تھی۔ لیکن طریقہ مچھ سلگ رہا تھا۔ ایک آدھ بار عمران
کے الجھ پر اتھا اور شہباز نے اُسے سخت سست کہہ کر بات آگے نہیں بڑھنے دی تھی۔

”میں تمہاری طرف فولاد کا بنا ہوا نہیں ہوں!“ طریقہ بالآخر بولا تھا۔

”وہ خود ہی تو اسے گھیر رہی ہیں!“ شہباز نے کہا۔ ”وہ کیا کرے!“

”اگر وہ دس عدد بھی آگئے تو پھر تم دیکھنا...!“ عمران نے طریقہ کو مخاطب کیا۔

”ارے.... اس کے بارے میں تو سوچا ہی نہیں تھا!“ شہباز بولا اور اس طرح عمران کی
طرف دیکھنے لگا جیسے اس نے کوئی بہت بُری خبر سنائی ہو۔

”وہ جو مجرموں میں بند رہے ہیں.... ان کی خوشبو پر پا گل ہو جائیں گے!“ عمران بولا۔

”یہ مناسب نہیں ہو گا صرف شکن...!“

”لیکن اس صورت میں بھی کام نہیں چلے گا کہ تم ان پر اپنی اصلاحیت ظاہر کر دو!“

”میں ان پر اپنی اصلاحیت ہرگز ظاہر نہیں کر سکتا۔“

”کیا قباحت ہے!“

”ان کی نظرتوں میں بے وقت نہیں ہونا چاہتا!“

”تو پھر ان دونوں کا کیا کریں....؟“

”ابھی تو مجھے اس پر شہباز ہے کہ شادق کامیاب ہو جائے گا!“ طریقہ بولا۔ ”اور لوگ باہر
نہیں لٹکیں گے!“

”سوال تو یہ ہے کہ اگر آہی گئے تو کیا ہو گا....؟“

”ان کیوں نے ہمیں دشواری میں ڈال دیا ہے!“

”ان کے ذریعے ہم بعض نتائج پر بھی پہنچے ہیں اور یہ ایسا مسئلہ نہیں ہے جس کے لئے ہم
انکی تشویش میں بدلنا ہو جائیں!“

”آخر ان کا کریں گے کیا....؟“

”دیکھ جائے گا۔!“

”طریقہ آپے میں نہیں ہے!“

”اُسے بھی ٹھیک کر دوں گا.... تم فکر نہ کرو!“

”لیکن کہیں اور سے سن رہی تھی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو بروقت کیسے پہنچتی اور وہ کچم کچم آؤتی
تمہاری بڑیاں توڑ کر کھو دیتا!“

”میں نے اسی لئے اعتراف کر لیا ہے کہ مارڈا جاؤ!“

”لیکن میں تو نہیں چاہتی کہ تم مارڈا لے جاؤ!“

”مجھے دلچسپی نہیں ان باتوں سے!“

”کیا یہ مچھی تھیں نوٹ بک کا مواذ بانی یاد ہے!“

”میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی!“

”تم نے کہی تھی!“

”غلط ہے میں نے کبھی یہ نہیں کہا!“

”میں نے ساتھا تم مجھے نہیں جھلا کتے!“

”ہو سکتا ہے روئیں کہہ گیا ہوں۔ ایسی کوئی بات نہیں!“

”اگر ایسا ہے تو تمہاری زندگی کی صفات دی جا سکتی ہے!“

”یقین کرو.... مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے ایسی کوئی بات کی ہو!“

”لیکن یہ حقیقت ہے!“ سرینا اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

”بکواس کے جاؤ.... کیا فرق پڑتا ہے!“ گولس نے لاپرواہی سے شانوں کو جبکش دی اور

دوسری طرف دیکھنے لگا۔

”میں کیا کر سکتی ہوں اگر تمہاری موت ہی آگئی ہے۔“ سرینا ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

”مجھے تباہ چھوڑو....!“

”خدامت پر رحم کرے!“

”جاو!...!“ وہ حلقوں پر کھڑا کر دھاڑا۔

”سرینا چند لمحے خاموش کھڑی رہی تھی پھر اسے گھورتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھ گئی تھی۔



وہ دونوں اب تک طریقہ اور شہباز سے روشنی ہوئی تھیں اور عمران سے اس طرح چلیں

کرتی رہتی تھیں جیسے ان دونوں کو جلانے کی کوشش کر رہی ہوں۔

”تم عجیب باتم کر رہے ہو... خود ہی الجھن پیدا کرتے ہو پھر کہتے ہو دیکھا جائے گا!“
”ذرائل ان دونوں سے بات کروں!“ عمران نے کہا اور دونوں ماداوں کے قریب پہنچا
ان سے خاصے فاسطے پر مبنی ہوئی تھیں۔
”عقریب دس ایسے جانور اور بھی یہاں بھینچنے والے ہیں جو ہم میں سے ہیں!“ عمران نے
انہیں اطلاع دی۔

”تو پھر ہم کیا کریں...؟“ سفید مادہ چلتی۔
”مطلوب یہ کہ وہ آدمی تو رہے نہیں... مجھے ذرہ ہے کہ کہیں تم دونوں کی وجہ سے کشت و
خون کی نوبت نہ آجائے!“

”خاصی دلچسپی رہے گی!“ شہری مادہ نے ہنس کر کہا۔
”مجھے بھی خوشی ہو گی اگر وہ ان دونوں کو مارتی ڈالیں... جو ہمیں درخت پر چڑھا کر خود
غائب ہو گئے تھے!“ سفید مادہ نے کہا۔

”اس کے بعد تم دونوں بھی زندہ نہ بچو گی!“
”تب پھر ہمیں کیا کرنا چاہئے...؟“
”تم دونوں میرے ساتھ چلو...!“

”تم بہت ہی بور قسم کے جانور ہو!“ شہری مادہ بولی۔
”اللہ کی قدرت ہے!“ عمران نے مٹھنڈی سانس لے کر کہا۔
”کیا مطلب....؟“

”کچھ نہیں...! مٹھرو...! بھی بتاتا ہوں!“ اس نے کہا اور پھر شہباز کی طرف پلٹ آیا
”وہ تو بہت خوش ہیں کہ دس اور آرہے ہیں!“ عمران نے طربدار کی طرف دیکھ کر کہا۔
”دیکھو صفت نہیں...! میں اسے پسند نہیں کروں گا کہ شترالی آپس میں لڑیں!“ شہباز بولا۔

”تو پھر ایک ہی تدبیر ہے کہ میں انہیں کہیں اور لے جاؤں!“
”یہی بہتر ہو گا!“

”میں بھی ساتھ چلوں گا!“ طربدار بول پڑا۔
”بیٹھا رہ...!“ شہباز غرایا۔

”نہیں ہم کہیں نہ جائیں گے!“ دفعتہ سفید مادہ چیخ کر بولی۔

”ہاں... ہم سب ساتھ ہی رہیں گے...!“ شہری مادہ بھی بولی۔

”میں اب شاکر کا گل ہو جاؤں گا!“ عمران نے مایوسانہ لمحے میں کہا۔

”میا کہہ رہی ہیں...؟“ شہباز نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

”وہ کہیں بھی نہ جائیں گی!“

”تلیم کرو کہ تم نے انہیں درخت سے اتار کر غلطی کی تھی!“

”اب تو ایک ہزار بار تسلیم کرلوں گا!“

”میں کہتا ہوں ابھی وہ لوگ پہنچ نہیں ہیں اور ہم نے خواہ الجھنا شروع کر دیا ہے!“

طربدار بولا۔

”ان دونوں ماداوں نے میری عقل خبط کر دی ہے...!“ عمران کر کہا۔

”سنواں! ان کے پاس گھوڑے تو ہیں نہیں کہ ہمارا تعاقب کریں گی!“ شہباز نے کہا۔

”میں ایک بار کہہ چکا ہوں کہ انہیں ان لوگوں کے ہاتھ نہیں لگنے دینا چاہتا۔ اس کی وجہ
گھنیتا چکا ہوں لہذا اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ انہیں تھا جھوڑا جائے!“

”اگر یہ بات ہے تو حالت جنگ میں سب کچھ جائز ہے!“ شہباز نے کہا۔

”میں نہیں سمجھا!“

”انہیں ختم کئے دیتے ہیں!“ شہباز کا لمحہ بے حد سرد تھا۔

”میری کھال نظری ہے تم اچھی طرح جانتے ہو!“ عمران نے اتنی آہنگی سے کہا کہ اس کی

آواز طربدار مکن نہ پہنچ سکے۔

”جہنم میں جائیں!“ شہباز اکتا کر بولا۔ ”یہ مسئلہ تمہارا ہی پیدا کیا ہوا ہے۔ لہذا تم ہی پیو ہم

”لوں تو چل دیئے...!“

”کہاں چلے...?“

”اکی راستے پر جہاں رہ جان والوں سے ملاقات ہو گی!“ شہباز اٹھتا ہوا بولا۔ طربدار بھی

ٹھما کرنا شاختا۔

”یہ کہاں جا رہے ہیں...؟“

”خراگوش پکڑنے... کچے کچے پھل اب نہیں کھائے جاتے۔!“ عمران بولا۔
”ان سے کہہ دو کہ ہم نے انہیں معاف کر دیا ہے۔ ہو سکتا ہے اس بار خراگوش انہیں اخلا
جائیں۔!“ سنہری مادہ نے ہلک لگائی تھی۔

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ دونوں نظروں سے او جھل ہو چکے تھے۔
سنہری مادہ عمران کے قریب آکھڑی ہوئی اور بولی۔ ”میرا خیال ہے کہ شہزاد طربدار کو بہا
رہتا ہے۔!“

”میں نہیں جانتا۔!“

”ہم دونوں مسلسل سوچتے رہتے ہیں کہ آخر وہ خوشبو تمہارے پاس سے کیوں نہیں آئی۔!
”پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میری زندگی زیادہ تر بکریوں میں گزری ہے۔!
”اس سے کیا ہوتا ہے۔!“

”پہچھا دن بکری کا دو دھپی کردیکھو۔... میری ہی جسمی ہو جاؤ گی۔!
”جانور بننے سے پہلے بکریوں کی فارمنگ کرتے تھے۔?
”نہیں۔... بکریاں میری فارمنگ کرتی تھیں۔!
”کیوں خواہ مخواہ اپنا دماغ خراب کر رہی ہو۔!“ سفید مادہ نے اسے لکارا۔

”یہ بکریوں کی فارمنگ کرتا ہے۔!
”تو اس میں جذباتی ہو جانے کی کیا ضرورت ہے۔!

”اس سے کہہ کر بکریوں کا جذبہ صادر ہوتا ہے۔!“ عمران نے سنہری مادہ سے کہا۔
پھر اس نے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں سنی تھیں جو بذریعہ دور ہوتی جا رہی تھیں۔ شہزاد
اور طربدار غالباً گلترنگ کے درے کے طرف روائے ہو گئے تھے۔

”میں نے محسوس کیا ہے کہ وہ دونوں تم سے ڈرتے ہیں۔!“ سنہری مادہ بولی۔
”ہم سب ایک دوسرے سے ڈرتے ہیں لیکن اس کا اظہار نہیں ہونے دیتے۔ کبھی اس خوف
کو محبت کا نام دیتے ہیں کبھی خلوص کا اور کبھی احترام کا۔!
”اوہ.... تم تو آدمیوں کی سی باقی کرنے لگے ہو۔!
”آدمی ہی سے جانور بنے ہیں اس لئے کبھی کبھی آدمیت کی بھی جھلکیاں نظر آنے لگتی ہوں۔

”دیے یہ ایسی کوئی تشویش کی بات نہیں ہے۔!
”آخر ہمارا حشر کیا ہو گا۔... یہ سب کیا ہو رہا ہے۔!
اچاک انہوں نے سفید مادہ کی جیخ سنی اور اچھل پڑے۔... جہاں وہ بیٹھی تھی وہاں دھنڈتی

بیٹھی نظر آئی تھی۔

”جھاگو۔!“ عمران سنہری مادہ کا ہاتھ تھام کر بائیں جانب دوڑتا ہوا بولا۔

وگرتے گرتے پچھی تھی۔ پھر عمران نے پھرتی سے جھک کر اُسے کاندھے پر اٹھایا تھا اور دوڑتا
ہوا بھاگا۔

”یہ بات ہے۔... کیا ہے۔...؟“ وہ خوف زدہ آواز میں برا برپا چھے جا رہی تھی۔

”خاموش۔... چپ چاپ پڑی رہو۔!“

”خاصی دور نکل آنے کے بعد عمران رکا تھا۔... اور اُسے کاندھے سے اتار دیا تھا۔ کیا تم پاگل
ہو گئے ہو۔!“ وہ بہانتی ہوئی بولی۔

”ہمارا بھی وہی حشر ہوتا جو اس کا ہوا۔...!
”میں نہیں سمجھی تم کیا کہہ رہے ہو۔!
”میا تم نے نہیں دیکھا۔... اس پر ریشوں نے یلغار کی تھی۔!
”میں نے صرف جیخ سنی تھی۔ کچھ دیکھا نہیں تھا۔!
”وریشوں میں گھری ہوئی تھی۔!
”لیکن تم نے تو بتایا تھا کہ وہ ریشے صرف آدمیوں پر حملہ آور ہوتے ہیں جانوروں پر نہیں۔!
”میرا خیال ہے کہ اب وہ لوگ تم دونوں کو جنگل سے کہیں اور منتقل کرنا چاہتے ہیں۔!
”مگر وہ ہیں کون۔...؟“
”کاش میں جانتا ہوتا۔!
”اب کیا ہو گا۔...؟“
”وہ تو گئی ہاتھ سے۔... اب تم اپنی فکر کرو۔...!
”لیا میں دوبارہ ہماری اصلی حالت پر لایا جائے گا۔!
”مجھے توقع نہیں۔... تمہارے سامنے دنیا کو ہزاروں سال پیچھے لے جانے کی

کوشش کر رہے ہیں۔!

"میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"ذرا دیر کو چپ ہو جاؤ۔!"

وہ بہت زیادہ خوف زدہ نظر آنے لگی تھی۔ عمران اسے وہیں جہاڑیوں میں چھوڑ کر خود اپر درخت پر چڑھتا چلا گیا۔ سمت کا اندازہ تو تھا ہی کہ کہہ سے بھاگ کر آیا تھا۔

اوپر پہنچ کر اس نے اس سمت دیکھنے کی کوشش کی لیکن دوسرے اوپر پہنچ درخت اس طرز درمیان میں حائل تھے کہ یہ مشقت بھی ضائع ہی ہو گئی۔ لیکن فوری طور پر واپسی کی بجائے

درخت ہی پر بیٹھا رہا۔

سنہری ماڈہ جہاڑیوں میں دبکی ہوئی تھی۔۔۔ کبھی کبھی سر اٹھا کر درخت کی گھنی شاخوں میں عمران کو تلاش کرنے لگتی تھی۔

عمران اسی سمت نظر جھائے درخت پر بیٹھا رہا۔ جدھر سفید ماڈہ پر ریشوں کی یلغار ہوئی تھی۔ کب تک ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہتا۔ پھر درخت سے اتر اور سنہری ماڈہ کو وہیں نہیں رہنے کو کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ کولس نے اسے بتایا تھا کہ جگل میں کئی مقامات پر ٹیکل دیش کیسے لگے ہوئے ہیں۔ لیکن ان کی نشان دہی کرنے سے قبل ہدہ دوبارہ پھر لیز اگردو کے تھے چڑھ گیا تھا۔ ورنہ شائد عمران اب تک ان کیسروں کو تو ٹھکانے لگا ہی پچاہو تا۔

وہ جہاڑیوں میں دبکتا ہوا اُسی جانب بڑھتا رہا جدھر سے بھاگ کر آیا تھا اور پھر وہ اس مقام کے جا پہنچا جہاں سفید ماڈہ بیہو ش پڑی تھی لیکن اس پر یلغار کرنے والے ریشوں کا کہیں پیان تھا۔ اس نے ایک بار پھر اُسی جانب دوڑ لگائی جہاں سنہری ماڈہ کو چھوڑ آیا تھا۔ اس کے اندازے کے مطابق وہ دونوں اس وقت کیسے کے فوکس میں غہیں تھے۔ جب سفید ماڈہ پر ریشوں کی یلغار ہوئی تھی۔ ورنہ شائد وہ بھی اس کی زد میں آجاتے اب وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کیسہ کہاں پو شیدہ ہے اور دوبارہ بھی ریشے حرکت میں آسکتے ہیں یا نہیں۔

سنہری ماڈہ اب بھی وہیں سہی پیٹھی تھی جہاں وہ اسے چھوڑ گیا تھا۔

"مگر.... کیا ہوا....؟" اس نے خوف زدہ سی آواز میں پوچھا۔

"چلو.... اسے اٹھاؤ.... وہ بے ہوش ہو گئی ہے۔!"

"اور.... وہ.... رر.... ریشے....!"

"ریشے غالب ہو گئے.... چلو.... اٹھو....!"

"وہ ہیں پڑی ہے۔!"

"ہاں.... جلدی کرو.... اُسے ہوش میں لا کر کسی محفوظ مقام پر نکل چلیں گے۔!"
وہ بھی لیکن اس سے چلانہیں جا رہا تھا۔

"اس طرح تو نکل تک پہنچ سکیں گے!" عمران نے کہا اور اُسے پھر کاندھ پر لاد کر دوڑ گا دی۔
سفید ماڈہ اسی حالت میں ملی جس میں وہ اُسے چھوڑ گیا تھا۔

"وہ صرف بے ہوش ہے.... ذرو نہیں۔!" عمران اُسے کاندھ سے اتارتا ہوا بولا۔ "تم اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرو.... میں پانی تلاش کرتا ہوں۔!"

"لل.... لیکن ریشے....!"

"ریشے اب کہاں ہیں.... تم دیکھ ہی رہی ہو۔!"

"مجھے ذرگ لگ رہا ہے۔۔۔ تم بھی چلو....!"

"یہیں جھاپٹر زوالا کے سلسلے کا فرد ہوں۔ بیہو ش ماڈہ کے قریب بھی نہیں جا سکتا۔ شیطان برک روح میں طول کر جائے گا۔!"

"یہیں جھاپک زوالا....! کون تھے۔!"

"تم خواہ مخواہ وقت ضائع کر رہی ہو.... جاؤ جلدی کرو۔!"

وہ ذرتے ذرتے بیہو ش ماڈہ کی طرف بڑھی اور جیسے ہی اس کے قریب پہنچی تھی عمران کو "ابدہ بھاگ کھڑے ہوتا پڑا تھا کیونکہ ریشوں نے سنہری ماڈہ کو بھی کھیر لیا تھا اور وہ مسلسل پہنچی تھی۔

عمران نے پیچھے بہنے میں بڑی پھرتی دھکائی تھی۔۔۔ لیکن زیادہ دور نہیں گیا تھا۔ قریب ہی ایک درخت پر چڑھتا چلا گیا جہاں سے وہ جگہ صاف نظر آ رہی تھی۔ سنہری ماڈہ ریشوں میں کوئی ہوئی رہائی کے لئے ہاتھ پیر مار رہی تھی۔

ذرائعی کی دیر میں ستانا چھا گیا۔۔۔ وہ ریشوں کے ڈھیر میں غالب ہو جگی تھی عمران نے تھیلے شدوار میں نکالی اور ریشوں کے ڈھیر پر فوکس کرنے لگا۔ ریشے قفلی غیر متحرک ہو چکے تھے۔۔۔

ان میں ہلکی سی جنیش بھی نہیں پائی جاتی تھی۔

اس کے بعد اُس نے آس پاس کے درختوں کی شاخوں میں لاٹکی کیسرے کی تلاش شروع کر دی تھی پھر اپاک اس نے دیکھا کہ ریشوں میں حرکت پیدا ہوئی ہے وہ ازاکر اور حمر اور متعدد ہو رہے ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے شہری مادہ پوری طرح ان کی گرفت سے آزاد ہو گئی۔ اب وہ سفید مادہ کے قریب لمبی لمبی لیٹھی ہوئی تھی اور ریشوں کا کہیں پانیں تھا۔

”تمال ہے....!“ عمران آہستہ سے بڑا بڑا۔ لیکن وہ فی الحال درخت سے اترنے کا راہ نہیں رکھتا تھا۔



کولس نے کروٹ لی اور نیم غنوڈگی کے سے عالم میں اس احساس کی ہلکی سی روایت کے ذمہ کو چھوٹی ہوئی گذر گئی کہ وہ لیٹا کیوں ہوا ہے۔ پھر اس کی آنکھیں اس طرح کھل گئی تھیں جیسے کہ مشینی عمل کے تحت ایسا ہوا ہو۔ وہ انھم بیٹھا اور بوکھلا کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

پھر وہی جگل.... لیکن وہ تو پہاڑ والی عمارت میں لیز اگرود کو تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ اُسے قطعی یاد نہ آسکا کہ وہ کب اور کہاں اس طرح غافل ہوا تھا کہ دوبارہ جگل اُن پہنچا۔

وقہہ اس کے ذمہ دی سے محبو گیا۔

جو سوٹ اس نے اس وقت پین رکھا تھا وہی اب اس کے جسم پر تھا۔ چہرے پر باخھ پھر انہیں بھی وہی تھا۔ یعنی سر اور چہرے پر بن مانسوں ہی جیسے بال موجود تھے۔

اب کیا ہو گا....؟ شکر ای جانور اب شائد اسے زندہ ہی نہ چھوڑیں۔ وہ انہیں کیا بتائے گا کہ جسم کے بقیہ حصوں کے بال کہاں گئے۔ شائد وہ جوان لکھش بول سکتا ہے کسی طرح سمجھ سکے۔ لیکن وہ تینوں؟ کہیں وہ اسے دیکھتے ہی حملہ نہ کر دیں آخر اب کیا چاہتی ہے وہ کہتا!“

کولس انھم کھڑا ہوا اور جیسے ہی بائیں جانب مڑا... اُسے بے ساختہ ہنسی آئی۔ ہوئے کافاصلے پر جیری چت پر انظر آیا تھا۔

تو یہ بات ہے.... اُس نے سوچا.... اس کی تدبیر کارگر ہوئی تھی۔ اس کی اور جیری کی لیز ایک پہنچ گئی تھی۔ وہ گفتگو جس کے مطابق اس نے جیری کو باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ نوٹ بک کا سارا مواد اس کے ذمہ میں محفوظ ہے اور جگل میں اس نے دریائے نمیلی کی طرز

جانے کا راستہ بھی تلاش کر لیا ہے۔

بہر حال اب وہ دونوں اسی لئے جگل میں پھکوادیے گئے ہیں کہ وہ دریائے نمیلی کی طرف جانے کی کوشش کریں اور لیز ایک پر نظر رکھے۔ اس نے جیری کو آواز دی تھی اور پھر جھنگوڑ جھنگوڑ کر جانے کی کوشش کرنے لگا تھا لیکن کامیاب نہ ہوئی۔ بیہو شی گہری تھی۔

”وہ تھک ہاڑ کر اُس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ دن کا تیسرا پھر تھا۔ ہو امیں خلکی بڑھ گئی تھی۔“
توڑی دیر بعد بڑی شدت سے بھوک محسوس ہوئی اور وہ آس پاس کے درختوں پر نظر دوزانے لگا۔ اس نے جگل میں کئی طرح کے پھل دیکھے تھے۔ لیکن آس پاس کوئی پھل دار درخت نہ دکھائی دیا۔ اتنے میں جیری کی کراہ سنائی دی تھی۔ وہ اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

جیری دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھیں مل رہا تھا۔ پھر اس نے آنکھیں کھوئی تھیں۔ چاروں طرف دیکھا تھا اور اس طرح انھم بینجا تھا جیسے پشت میں اپاک کوئی کانٹا چھپ گیا ہو۔

”کولس!...!“ اس پر نظر پڑتے تھی وہ چینجا تھا۔

”ڈرو نہیں.... خدا کا شکر ادا کرو کہ تم آدمی ہی کے روپ میں پھکوائے گئے ہو۔!“
”لیکن کیسے.... ہم کہاں ہیں۔!“

”میں تمہیں اٹھا کر نہیں لایا ہوں۔ تمہاری ہی طرح کچھ دیر پہلے میں بھی بیہو ش پڑا ہوا تھا۔“
”میں تو اپنے کرنے میں سورہا تھا۔!“

”یہ سب کچھ مت سوچو....!“ کولس بولتا۔

”آخر مجھ سے یہ بر تاؤ کیوں کیا گیا ہے۔!“

”تاکہ ہم وہ راستہ تلاش کریں جو ہمیں ہیروں کی دادی تک لے جائے گا۔!“
”راستہ....!“

”ہاں... کیا تمہیں یاد نہیں میں نے کہا تھا کہ نوٹ بک کی پوری تحریر میرے ذمہ میں محفوظ ہے اور شائد میں نے جگل میں راستہ بھی تلاش کر لیا ہے۔!“

”تم نے کہا تو تھا.....!“

”نوٹ بک کی طرف سے مایوس ہو جانے کے بعد ہی لیزانے یہ حرکت کی ہے۔!
اب تو بتا دو کہ نوٹ بک کہاں ہے۔!“

”میرا خیال ہے کہ ولیز اسی کے ہاتھوں ضائع ہو گئی؟“
”کیا مطلب...؟“

”وہ اس جیکٹ کے استر میں سلی ہوئی تھی... جو میں نے معتوب ہونے سے قبل پہن
رکھی تھی۔ میرے جسم پر بڑے بال نکل آنے کے بعد ولیز نے وہ کپڑے ضائع کر دیئے ہوں
گے... جو میں نے اس وقت پہن رکھتے تھے۔“

”اور اُسے علم نہ ہو سکا!“

”ضرور علم ہو جاتا اگر تم ان کپڑوں کے ضائع ہو جانے سے قبل اس کے پاس پہنچ گے
ہوتے۔ مجھے یقین ہے کہ اس نے وہ کپڑے آتش دان میں ڈال دیئے ہوں گے۔ کیونکہ ساتھیوں
میں اس نے یہ مشہور کردیا تھا کہ مجھے ہیڈ کوارٹر میں طلب کر لیا گیا ہے۔ تمہیں بھی تو اس نے کمی
غبن کہ کہانی سنائی تھی!“

جیری خاموشی سے سر ہلاتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں سرا سیگی کے آثار پائے جاتے تھے۔

”سوال تو یہ ہے کہ اس جنگل میں ہمارا کیا حشر ہو گا!“ وہ کچھ دیر بعد بولا۔

”دیکھو.... کیا ہوتا ہے.... صرف ایک جانور ایسا ہے یہاں جو ہماری زبان سمجھ سکتا ہے اور
اس کی بجائے کسی اور سے ملاقات ہوئی تو میں نہیں کہہ سکتا کہ کیا ہو گا۔ شکرال میں تیرہ آدمیوں
کو جانور بنا دیا گیا ہے اور وہ اسے کسی سازش ہی کا نتیجہ سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک یہ سازش غیر
فام غیر ملکی ہی ہو سکتے ہیں۔!“

”تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟“

”اُسی نے بتایا ہے جو انگلش بول سکتا ہے... لیز اکا یہ اندازہ بھی غلط ہی نکلا ہے کہ شکرال
کی غیر قوم کی زبان سیکھنا پسند نہیں کرتے۔!“

”اگر ایسا ہے تو پھر شامت ہی آگئی ہے۔ ہمارے پاس اسلحہ بھی نہیں ہے۔!“ کلوس کچھ نہ بولا۔
تحوڑی دیر بعد اُس نے کہا تھا۔ ”بہتر یہی ہو گا کہ یہاں سے انھیں چلیں۔!“

”لیکن جائیں کہاں....؟“

”چلو....! مجھے کئی ایسے ٹھکانے معلوم ہیں جہاں ہفتون پڑے رہ کر کم از کم پیٹ تو بھر دی
سکیں گے۔!“

”وہ گھوڑی ہی دور چلے ہوں گے کہ انہوں نے متعدد گھوڑوں کی تاپوں کی آواز سنی۔
اوہ آ جاؤ.... اوہر جھاڑیوں میں!“ کلوس جیری کا ہاتھ کپڑے کر کھینچتا ہوا بولا۔

اور پھر انہیں وہ سیاہ فام جانور نظر آئے تھے۔ گھوڑوں پر سوار عجیب سے لگ رہے تھے۔
ئوں نے ان کا شمار کیا تھا پورے بارہ عدد تھے۔

”مم... مجھے خوف معلوم ہو رہا ہے کلوس....!“ جیری ہکلایا۔

وہ جھاڑیوں میں چھپے ہوئے پگڈنڈی کی طرف دیکھ رہے تھے۔ گھوڑوں کی رفتار تیز نہیں
تھی۔ راستہ کشاوہ نہ ہونے کی بنا پر وہ ایک ہی لبی سی لائن میں چل رہے تھے۔ کلوس نے جیری
کے ثانی پر تھکی دی اور آہستہ سے بولا۔

”ڈرو نہیں....! اگر ہم انہیں اپنے مانی لضمیر سے آگاہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تو وہ اتنے
بڑے بھی ثابت نہ ہوں گے اور ان کا سردار تو پہلے بھی میرے ساتھ ہمہ رانی کا برٹاؤ کر چکا ہے۔
یہ بہت روانی سے انگلش بول سکتا ہے اور کہتا ہے کہ فرخ، جرمن اور اطالوی زبانیں بھی اس
کے لئے ابھی نہیں ہیں۔!“

”مجھے حیرت ہے.... تصور بھی نہیں کر سکتا!“ جیری نے کہا۔

گھوڑے سوار جانور نظروں سے او جھل ہو چکے تھے۔ کلوس بھی جیری کا ہاتھ کپڑے ہوئے اُسی
ستہ جل پڑا.... جدھر وہ گئے تھے۔

”ت.... تو ادھر ہی....؟“ جیری خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔

”ہاں.... ان سے دور رہ کر اندازہ لگانے کی کوشش کروں گا کہ ان میں وہ بھی موجود ہے یا
نہیں جو صرف شکن کہلاتا ہے۔!“

”مطلوب کہ وہی جو انگلش بول سکتا ہے۔!“

”ہاں... وہی... اگر وہ ان میں موجود ہو تو ہمارے لئے کسی قسم کا بھی خطہ باقی نہیں رہے گا۔!“

”تمہاری سر خنی۔!“

”کاش تم نے لیز اکو اپنی رو داد نہ سنائی ہوتی۔!“ کلوس تھوڑی دیر بعد بولا۔

”اگر مجھے صحیح حالات کا علم ہوتا تو کبھی ایسی حیات سر زد نہ ہوتی۔!“

”اب دیکھو کیا ہوتا ہے۔!“

اس کی آواز سن کر عمران چوٹا تھا۔ جانی پہچانی سی آواز لگی تھی۔
ضروری تو نہیں....!“ دوسرا بولا۔
”جنگل میں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی سفید قام نہیں ہے۔!
اس بار عمران نے آواز پہچان لی۔ یہ کولس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا دونوں آگے
بڑے اور بیہوش ماداوں کے قرب بیٹھے۔
انہوں نے زور زور سے گفتگو کر کے انہیں جگانا چاہا تھا لیکن وہ بدستور غافل پڑی رہیں۔ پھر
”انہیں جھنجھوڑنے لگے تھے۔ مگر یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوتی۔
” یہ تو بیہوش معلوم ہوتی ہیں۔!“ کولس بولا۔
اور عمران کو اس پر حیرت تھی کہ ان دونوں پر ریشوں کی یلغار نہیں ہوتی تھی۔ اگر وہ انہیں
”زوں کے لئے آئے تھے تو انہیں ان کی حالت سے آگاہ ہونا چاہئے تھا۔ لیکن ان کے رویے سے
” یہ نہیں ظاہر ہوا تھا۔ پہلے وہ انہیں سوتا کبھی کر زور زور سے بولتے رہے تھے۔ پھر جھنجھوڑا تھا۔
ال کا کمی مطلب تھا وہ ان کی بیہوشی سے لامع تھے۔
” وہ دونوں چاروں طرف نظریں دوڑانے لگے تھے۔ پھر کولس بولا۔
”پا نہیں انہیں کیا ہوا ہے....؟“

عمران ان کی گفتگو صاف سن رہا تھا۔ دوسراے آدمی نے کہا۔ ”آخر ہم کی مصیبت میں
کرنا ہو گئے ہیں۔ کاش بیہاں آنے سے قبل مجھے معلوم ہو سکتا کہ جڑی بیٹیوں کی تلاش کی آڑ
نمیہاں کچھ اور ہو رہا ہے۔!
” زبان بند رکھو....!“ کولس بولا۔

”میرا دم گھٹ جائے گا!“
”ٹھیک اسی وقت ان کی بائیں جانب والی جھاڑیوں سے چار آدمی برآمد ہوئے جن کے
” ہم سے گیس ماسکس میں چھپے ہوئے تھے۔ ایک کے ہاتھ میں ریو الور تھا۔
” بھاگ جاؤ....!“ ریو الور والے نے ان دونوں سے کہا۔
” یا تم لوگ جیری اسٹاؤشن کو نہیں پہچانتے!“ کولس نے اس سے سوال کیا۔
” میں کہتا ہوں بھاگ جاؤ بیہاں سے!“

”کیا تم نے تجھ پر راستہ تلاش کر لیا ہے۔!
” ہرگز نہیں.... سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بھلا ایک جانور کو ہیروں کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔
آخر اسے کس سوسائٹی میں بھرم بنائے رکھنے کی فکر ہو گی ہیرے کھانے نہیں جاتے انہمار برتری
کا ذریعہ بنتے ہیں۔!
” ٹھیک کہتے ہو.... لیکن پھر تم نے جھوٹ کیوں بولا۔!
” لیز اکو سانے کے لئے.... تاکہ مجھے دبارہ جنگل میں پھکوا دے یہ دیکھنے کے لئے کہ میں
کس طرف جاتا ہوں.... مجھے یقین تھا کہ ایسی صورت میں تم بھی میرے ساتھ ہو گے۔!
” لیکن مجھے تو جانور نہیں بنایا گیا۔....!
” اس لئے تم مجھے ہیروں کی تلاش پر مجبور کر دو گے.... اگر جانور بنا دیئے جاتے تو تمہیں
بھی میری طرح ہیروں کی پرواہ نہ رہ جاتی۔!
” بات کچھ کچھ سمجھ میں آ رہی ہے۔!
” ہماری گفرانی ضرور کی جائے گی۔ لہذا میں اسی لئے ان جانوروں میں مل جانا چاہتا ہوں۔ اگر
ہم تھارے ہو تو لیز اسے جان نہیں چھوٹے گی۔!
” تم ٹھیک کہتے ہو۔!
” وہ چلتے رہے لیکن ان بارہ جانوروں کا سراغ نہ مل سکا۔

۞

عمران کو درخت پر بیٹھے ہوئے آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا۔ دور میں اس کے ہاتھوں میں تھی۔
کبھی اپنے اطراف و جواب کا جائزہ لینے لگا تھا اور کبھی ان دونوں بیہوش ماداوں کا۔ وہ پہلے یعنی کی
طرح بے حس و حرکت پڑی ہوتی تھیں۔ پھر وہ نیچے اترنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ عقب کی
جھاڑیوں میں سرسر اہست ہوئی اور دو آدمی برآمد ہوئے۔ وہ ٹھیک اسی درخت کے نیچے آر کے تھے
جس پر عمران بیٹھا ہوا تھا۔ ان میں سے ایک تو اچھا بھلا تھا اور دوسرا جانور ہی لگ رہا تھا لئکن کہ اس
کے جسم پر نہایت نیس قسم کا سوٹ تھا۔ دونوں سفید قام تھے۔ شامکوہ ان دونوں بیہوش ماداوں کو
دیکھ کر ٹھنک گئے تھے۔
” ارے....!“ حیوان نما آدمی بولا۔ ” یہ تو وہی دونوں سفید قام لڑکیاں معلوم ہوتی ہیں۔!

جیری کا پھرہ اتر گیا۔۔۔ اب وہ پہلے نے زیادہ خائن نظر آنے لگا تھا۔ اس کے برخلاف کوں کی آنکھوں میں سرت آمیز چمک لہ رائی تھی۔

عمران ان کے قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا۔ ”میں صفت شکن ہوں۔۔۔ اپنے ساتھی سے کوئی خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں!“

”وو..... واقعی۔۔۔ تم ہماری ہی طرح انگلش بول سکتے ہو۔!“ جیری خوش ہو کر بولا۔

”اور تم میں سے جو بھی انسانیت کا احترام کرتا ہے اس کا ہمدرد بھی ہوں۔!“ عمران نے کہا۔

”آؤ میرے ساتھ میں انہیں آگے نہیں بڑھنے دوں گا۔ وہ ان لڑکوں کو یہاں سے نہیں لے جائیں گے!“

”شائد۔۔۔ وہ انہیں دوبارہ عمر تین باروں گے۔!“ جیری بولا۔

”اس وہم میں نہ پڑو۔۔۔ آؤ میرے ساتھ۔۔۔!“ عمران نے کہا اور اسی سمت چل پڑا جدھر لوگ گئے تھے۔

”ٹھہرو۔۔۔!“ کوں س چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ ”یہ تو میری جانی پچھانی سی جگہ معلوم ہوتی ہے۔۔۔ ادھی یہاں بھی ریشے ہوں گے!“

عمران پلت آیا۔۔۔ کوں س ایک درخت کی طرف ہاتھ اٹھائے کہہ رہا تھا۔ ”وہ دیکھو۔۔۔ وہ رکایکرہ!“

”ہاں ہے۔۔۔ تو۔۔۔!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”آن دونوں پر ریشوں کی میغاری ہوئی تھی۔!“ وہ پھر آگے بڑھ گیا۔۔۔ جیری اور کوں س اس کے پیچھے تھے۔ تھوڑی دیر بعد انہیں وہ چھوٹی نظر آگئے تھے۔

”خاموشی سے تعاقب جاری رکھو۔۔۔!“ عمران آہستہ سے بولا۔

”وہ بارہ شکراں کہاں ہیں۔۔۔؟“ کوں س نے سوال کیا۔

”چاہیں۔۔۔ اس وقت میں تھا ہوں۔!“

”میں نے ابھی انہیں دیکھا تھا۔۔۔ شمار بھی کیا تھا۔۔۔ پورے بارہ تھے۔!“

”گھر گئے ہیں۔۔۔؟“

”اُدھر ہی آئے تھے۔!“

”میں کوں س ہوں۔۔۔ کیا ٹوئی نے تمہیں میری پہنچ نہیں سنائی۔!“

”ٹوئی کو ندراری کی سزا مل گئی۔!“ ریو الور والا ہنس کر بولا۔

”میں نہیں سمجھا۔!“

”وہ دوسروں کو مادام کے خلاف ورغلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے اسے گولی مار دی گئی تھی۔

دونوں خوش قسمت ہو کر مادام نے تمہیں جلاود طلن کر دیا ہے۔ اب خواہ تم جنم میں کیوں نہ جاؤ۔!

”یہ کبھی سفید فام لڑکیاں تھیں۔!“ کوں س نے بے ہوش ماداوں کی طرف اشادہ کر کے کہا۔

”ہم جانتے ہیں۔!“

”اور تم اتنے بے حس ہو گئے ہو کہ اس ظلم کے خلاف احتجاج بھی نہیں کر سکتے۔!“

”ہم بدمعاش لوگ ہیں مژہ کوں س قوم کے خادم نہیں ہیں۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ پورا

یورپ بالدار ہو جائے اور ہم بدمعاش بندوقیں لئے ایک ایک کو کھدیرتے پھریں۔ جاؤ بھاگو یہاں

سے درنہ کہیں مجھے غصہ نہ آجائے۔!

کوں س کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دو آدمی اور ہال پہنچ گئے۔ انہوں نے دو عدد اسٹرپچر اٹھا کر تھے۔

”چل جاؤ۔۔۔!“ ریو الور والا ہاتھ ہلا کر دھاڑا اور یہ دونوں چیچپے ہٹ گئے ریو الور والے کے

تیوار اچھے نہیں معلوم ہوتے تھے۔

دونوں بیویوں ماداوں کو اٹھا کر اسٹرپچر پر ڈال دیا گیا اور ریو الور والے نے پلت کر ان دونوں

سے کہا۔ ”اگر تم نے ہمارے پیچے آنے کی کوشش کی تو میں تمہیں مادام کی اجازت کے بغیر ہی مادا ڈالوں گا۔!“

”تو کیا تمہیں ہدایت کی گئی ہے کہ ہمیں زندہ رہنے دو۔۔۔؟“ کوں س نے پوچھا۔

”ہمیں ایسا کوئی حکم نہیں ملا۔۔۔ اس لئے غصہ نہ دلاؤ۔۔۔ اپنی راہ لو۔۔۔ ورنہ یہ دھمکی نہیں۔۔۔ میں تجھ تھمہیں مار ڈالوں گا۔!“

یہ دونوں جہاں کھڑے تھے وہیں کھڑے رہے۔

چار آدمیوں نے اسٹرپچر اٹھائے تھے۔ ایک مسلح آدمی ان کے آگے تھا اور دوسرا بیچھے۔

پھر وہ جدھر سے آئے تھے اُدھر ہی چلے گئے۔ عمران بڑی پھرتی سے نیچے اتر اور ان دونوں کو

اپنی طرف متوجہ کر کے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

”آگئے... وہ آگئے...!“ گولس مختبر بان انداز میں بڑا بڑا۔

”وہا بھی دور ہیں...!“ عمران نے جیری سے کہا ”تم نیچے جاؤ اور ان کے روی اور اٹھاؤ۔!“

”ت... تم جاؤ...!“ جیری نے گولس سے کہا۔

”کسی تیرے کی موجودگی کا احساس نہ ہونا چاہئے... اس لئے تم ہی جاؤ۔!“ عمران بولا۔ پھر کسی آواز میں نیچے والوں کو مخاطب کر کے بولا۔ ”جیری تمہارے السحر پر قبضہ کرنے آ رہا ہے اگر ہمیں دخل اندازی کی تو بے در لیخ مارڈا لاجائے گا۔!“

جیری جھاٹا یوں سے نکل کر ڈھلان میں اترتا چلا گیا تھا... اس نے نہایت اطمینان سے چھپا لو رہا تھا تھے... اور پھر اپر چڑھنے لگا تھا۔

”اب دونوں اسٹرپر اٹھاؤ اور جیری کے پیچھے پیچھے چلے آؤ...!“ عمران نے نیا حکم سنایا۔ ”یہ ناٹکن ہے...!“ نیچے سے آواز آئی۔

”اچھی بات ہے تو پھر انہا حشر دیکھ لیتا۔!“ عمران نے کہا۔ ”قریب ہوتے ہوئے گھوڑوں کی بیہی سن ہی رہے ہو گے۔ پورے بارہ عدد ہیں... تمہاری زبان بھی نہ سمجھ سکیں گے۔ فائز کی آواز سن کر ادھر متوجہ ہوئے ہیں۔ شیخ اسی جگہ پہنچنیں گے۔!

جیری پھر رویالور لئے ہوئے ان کے قریب پہنچ چکا تھا۔

”اُن میں سے دو تم دونوں سنبھال لو اور چار میرے حوالے کر دو۔!“ عمران نے کہا اور چاروں رویالور اپنے تھیلے میں ڈال لئے۔

پھر انہوں نے دیکھا کہ وہ اسٹرپر سنبھالے اور پر چلے آ رہے ہیں۔

”تم دونوں انہیں کو رکھئے رکھنا... میں یہاں سے ہٹا جا رہا ہوں۔!“ عمران بولا۔ ”انہیں اسماں نہ ہونے پائے کہ تمہارے ساتھ کوئی شکر ایں بھی تھا۔!“

”میں سمجھ گیا۔...“ گولس آہستہ سے بولا۔ ”تم مطمئن رہو... ایسا ہی ہو گا۔!“

جب وہ اسٹرپر لے کر اپر پہنچے تو گولس اور جیری کو اپنا منتظر پڑا۔

”اسٹرپر یہاں رکھ دو...!“ گولس نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”اور انہیں بوٹیں لانے کی کوشش کرو۔!“

”کیا تم نہیں جانتے کہ یہ خود ہوش میں آئیں گی۔!“ پادٹی کے لیڈر نے ناخوش گوار لجھ میں کہا۔

”کسی اور طرف نکل گئے ہوں گے.... اچھا بادھر سے آؤ...!“ عمران ایک طرز اشارہ کر کے بولا۔ ”ہم راستہ کاٹ کر ان سے آگے نکلیں گے۔ یہ تو تم نے بتایا ہی نہیں کہ پہنچ کیوں پہنچ لئے ہیں تم نے...?“

”اطمینان سے بتاؤں گا... طویل داستان ہے... ویسے تم مطمئن رہو و بارہ انتار دی پڑیں گے۔!“

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ تیزی سے راستہ طے کرتے رہے۔ جن کا تعاقب کر رہے تھے۔ ان سے اونچائی پر تھے اور گھنی جھاٹا یوں میں چل رہے تھے۔ نیچے سے دیکھ لئے جانے کا غرض نہیں تھا۔ ایک جگہ رک کر عمران نے رویا اور نکالا اور آگے چلنے والے مسلح آدمی کے رویا اور والے ہاتھ کا نشانہ لے کر فائز کر دیا۔ ساتھ ہی وہ چینا ”نشانہ بازی کا مکال... تمہارا ہاتھ زخمی نہیں ہوا لیکن رویا اور ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ تم سب اپنے رویا اور زمین پر گرا کر ہاتھ اٹھا لو رہے دلوں کا نشانہ بھی لیا جا سکتا ہے۔“ دوسرے آدمی نے بھی رویا اور زمین پر ڈال دیا اور اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔

”اوہ تم چاروں بھی اسٹرپر نیچے رکھ کر اپنے ہو لستر خالی کر دو۔!“

بولے والا انہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا اور اپنے ایک ساتھی کا ریویا اور ہاتھ سے نکلتے وہ کم ہی چکے تھے۔ لہذا انہوں نے بھی چپ چاپ قیمتیں کی لیکن اس آدمی نے جس کے رویا پر عمران نے فائز کیا تھا جیچ کر پوچھا۔ ”تم کون ہو... اور کیا چاہتے ہو....؟“

”میں گولس ہوں... کیا تم میری آواز نہیں پہچان سکتے۔!“ عمران نے کہا اس بار اس نے گولس کی پوری پوری نقل اتاری تھی۔ اور گولس چوک کر اسے گھوڑے نے لگا تھا۔

”تم مسلح تو نہیں تھے۔!“ نیچے سے آواز آئی۔

”شکر الی جانور میرے دوست ہیں یہ نہ بھولو...!“

”اگر تم اتنے ہی اچھے نشانہ باز ہو تو مادام تمہیں معاف کر دیں گی۔... میں تمہیں اپنی زندگی داری پر والیں لے چلوں گا۔!“

”فی الحال تم ان دونوں ماداویں کو یہیں چھوڑ کر چلتے پھرتے نظر آؤ... ورنہ تم بھی گیکہ تنا کی طرح مارڈا لے جاؤ گے۔!“

دفعتاً انہوں نے دوڑتے ہوئے گھوڑوں کی آوازیں سنی تھیں۔

”یہ....یہ....ایک تو یہیں کہیں موجود تھا....!“ لیڈر بوکھلا کر بولا۔
 ”پتا نہیں....!“
 ”اپر ہی سے نیچے گیا ہے.... اور اس کے پاس گھوڑا بھی نہیں ہے!“
 ”ہو سکتا ہے.... وہ چھپ کر ہمارا تعاقب کر رہا ہو!“
 ”لا! ہمارے روپی الور دا اپس کر دو....!“
 ”وہیں ٹھہریو.... ورنہ فائز کر دوں گا!“
 ”میں سمجھ گیا....!“ لیڈر بھٹاکر بولا۔ ”تمہیں ہمارے تحفظ کا خیال نہیں تھا بلکہ انہیں ہم
 سے محفوظ رکھنا چاہتے تھے!“
 ”جو چاہو سمجھ لو.... زندہ گرفتار نہیں ہونا چاہتے تو ہمارے ہی ہاتھوں مارے جاؤ گے.... تم
 صرف چھ ہو اور ہمارے ہاتھوں میں بارہ راؤٹن ہیں!“
 اور پھر وہی ہوا جو ہونا چاہتے تھا۔ تیرہ عدد جانور اُنکے گرد گھیرا اڈا لے ہوئے اور چڑھ آئے۔
 وہ بالکل خاموش تھے.... عمران نے نکولس اور جیری کو پیچھے ہٹ جانے کا اشارہ کیا۔
 یہ چھ آدمی بُری طرح خائف نظر آرہے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے اُنکے دل ڈوب رہے ہوں۔
 عمران نے جانوروں سے شکرائی میں کہا۔ ”ان لوگوں کو ہلاک کر دو.... اور شارق جانتا ہے کہ
 کس طرح ہلاک کیا جائے گا!“
 ”میں جانتا ہوں پچھا....!“ شارق آگے بڑھتا ہوا بولا۔ اُس نے ایک آدمی کی پشت سے گیس
 سلنڈر اٹا رکھ۔
 ”میں دیکھ رہا ہوں....!“ دفتہ نکولس بولا۔ ”جس نے بھی گیس استعمال کرنے کی کوشش
 کیا اُس پر فائز کر دوں گا۔ اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے رکھو!“
 ”چپ رہو.... غدار.... ہم تمہاری آواز بھی نہیں سننا چاہتے!“ لیڈر غریا۔
 نکولس پچھنہ بولا۔ وہ پوری طرح ٹگرانی کر رہا تھا۔
 عمران نے شارق سے کہا۔ ”تم میرے ساتھ آؤ اور ہاں دوستو! یہ دونوں بھی ہمارے ساتھی
 ہیں۔ ان سے مرا بر تاؤ نہ کرنا۔.... فی الحال میں ایک کو اپنے ساتھ لئے جا رہا ہوں!“
 اس نے نکولس کو اشارہ کیا تھا۔

”میں ان کینگیوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا!“
 ”تم آپ سے باہر ہو گئے ہو....!“ لیڈر بولا۔
 ”اپنی آواز اونچی سہ ہونے دو.... وہ قریب ہوتے جا رہے ہیں!“
 ”کیا ہے تمہارے دل میں....؟“
 ”اُنھی کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔ آخر لیڑا نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں اُس سے نکرانی
 حوصلہ نہیں رکھتا!“
 ”تم یہوش ہو کر یہاں پیچھے کی بجائے مر بھی سکتے تھے....!“ لیڈر بولا۔
 ”وہ مجھے نہیں مار سکتی.... مار سکتی ہوتی تو جانور کیوں بنایا جاتا۔ کیا تم جانتے ہو کہ وہ مجھ
 سے کیا چاہتی ہے!“
 ”میں کچھ نہیں جانتا!“
 ”جانتے ہوتے تو اس قسم کی لنتگوہر گزندہ کرتے.... وہ مجھے زندہ رکھنے پر مجبور ہے!“
 ”اور تم....؟“ تمہارے بارے میں تو میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا!“ لیڈر نے جیری سے کہا۔
 ”یہاں آنے سے قبل مجھے بھی نہیں معلوم تھا کہ کیسے لوگوں کی ملازمت اختیار کی ہے!“
 ”اور ویسے تم بے حد شریف ہو!“
 ”یقیناً تھا.... مجھ سے کسی جرم کا رہنماب بھی نہیں ہوا!“
 ”تعجب ہے.... یہاں کبھی ریکارڈ رکھنے والے ہیں!“
 ”جیری خاموش رہو!“ نکولس نے کہا۔
 گھوڑے بہت قریب آگئے تھے۔ اور پھر انہوں نے دیکھا کہ وہ سب ہاں پیچ کر رک گئے
 ہیں۔ ان کے کائد ہوں پر رائفلیں لٹک رہی تھیں اور وہ چاروں طرف دیکھے جا رہے تھے۔
 ”کتنا صحیح اندازہ ہے ان کا.... حیرت انگیز....!“ پارٹی کا لیڈر آہستہ سے بولا۔ ”اب تم کا
 کرو گے!“
 ”خاموش رہو....!“ نکولس دانت پیس کر بولا۔ اُس نے عمران کو نیچے اترتے دیکھ لیا تھا۔
 اُنکی نظر بھی اس پر پڑ گئی تھی اور انہوں نے نہ جانے کیا کہہ کر چیخنا شروع کر دیا تھا۔ وہ اُنکے
 قریب پیچ کر کچھ کہنے لگا۔ وہ بغور سن رہے تھے۔ پھر نکولس نے انہیں گھوڑوں سے اترتے دیکھا۔

”عمران نے گولس کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا تھا.... بقیہ افراد سے خاصے فاصلے پر پہنچ ہانے کے بعد عمران نے گولس کو بتایا تھا کہ وہ ان سے کیوں علیحدہ ہوا ہے!“
”یہ ایک بہت مشکل کام ہے.... اس میں کمی دن لگیں گے.... بہت بڑا جنگل ہے!“
”گولس بولا۔“

”یہ بے حد ضروری ہے....!“ عمران نے کہا۔ ”اگر ہم پہاڑ والی عمارت سے دیکھے جاتے رہے تو کچھ بھی نہ کر سکیں گے!“

”اندھیرا پھیلنے والا ہے....!“ گولس نے کہا۔

عمران پچھہ نہ بولا۔.... بات بھی ٹھیک تھی..... یہ وقت اس مہم کے لئے موزوں نہیں تھا۔ ”خیر تم.... بتاؤ کہ تم اس طبقے میں کیوں نظر آ رہے ہو....؟“ اس نے گولس سے پوچھا اور گولس نے اپنی کہانی شروع کر دی۔

شادق پچھہ بولا نہیں تھا لیکن اس کی آنکھوں میں بے چینی جھانک رہی تھی۔ گولس کے خاموش ہونے پر عمران بولا۔ ”تم نے بہت اچھی کہانی سنائی ہے۔ تمہاری واپسی کا مقصود ہو سکتا ہے کہ لیزا تمہاری نقل و حرکت پر نظر رکھے۔“

”میرا بھی بھی خیال ہے!“

”اُسے یہ تو نہیں معلوم ہو سکا کہ ہم میں سے کوئی تمہاری زبان میں بھی گفتگو کر سکتا ہے!“ ”ہرگز نہیں.... میں نے خاص طور پر اس کا خیال رکھا تھا۔ ورنہ اس وقت یہاں نہ ہوتا۔!“ ”ٹھیک کہتے ہو.... اس صورت میں وہ دوبارہ تمہیں یہاں نہ بھیجتی۔ اچھا چلو.... واپس ٹیکن۔.... لیکن نہیں.... ٹھہرو!“

”وہ شادق کی طرف مڑا تھا۔“

”اب تم بتاؤ کہ انہیں کس طرح نکال لانے میں کامیاب ہوئے.... اور بقیہ دو کامیاب ہو!“ شادق نے اپنے باپ سے ملاقات کا اعتماد ہراتے ہوئے کہا۔ ”اس کے بعد میں نے پچھا عسکر کے قلعوں سے دوسرا شب کئی گھروں میں شب بیداری برپا کر کے بقیہ دس گھروں کو بھی خالی رالیڈ پر کھال پہن کر ایک کو لاکارتا پھر اتھا۔ نکلو باہر....! میں شادق ہوں.... فٹکشت ہوں.... میں بھی جانور ہو گیا ہوں.... بس نکل آؤ ورنہ بھاٹا پھوڑ دوں گا۔“ ہمیں بستی سے

”تم کہاں جا رہے ہو....؟“ شہباز نے پوچھا۔

”ان جگہوں کی تلاش کروں گا.... جہاں ریشے بکھرے ہوئے ہیں یہ دونوں لڑکیاں ریشوں کا شکار ہوئی تھیں۔ ان چھ آدمیوں کو قیدی بنانے کا کرکھا جائے گا۔ مارڈا لئے کی ضرورت نہیں۔!“ ”کہنیں جانے سے پہلے میری ایک بات علیحدگی میں سن لو....!“ شہباز بولا۔

”ضرور.... ضرور.... آؤ....!“

وہ دونوں بقیہ افراد سے دور چلے گئے تھے۔

”مجھے خود کو ان پر ظاہر کر دینا پڑا ہے.... اسی میں بہتری ہے۔!“ شہباز بولا۔

”تمہارا اپنا معاملہ ہے....!“

”اور میں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ سنہری والی طربدار کی ہے اور سفید صف شکن کی۔!“

”اوہ شہباز خدا کا خوف کر....!“

”اب ان پر کچھ بھی گذر جائے گی.... وہ ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں گے۔!“

”اور اگر سفید تم سے مایوس ہو کر خود ہی کسی کی طرف متوجہ ہو گئی تو صف شکن کی آبرد کا کیا ہو گا!“

”تب پھر میں اُس کیتیا کو مارڈا لوں گا۔!“

”خیر.... خیر.... ویکھا جائے گا.... کیا تم میری واپسی تک یہیں ٹھہر دے گے۔!“

”ہاں.... تم اس کی فکر نہ کو...!.... کہیں اور چلے گئے تو تم پھر ہمیں تلاش کرتے پھر، گے.... لیکن اس بندرنے کپڑے کیوں بھان لئے ہیں۔!“

اس کا اشارہ گولس کی طرف تھا۔

”پا نہیں.... ابھی اس کی کہانی سننے کا موقع نہیں مل سکا۔!“

عمران گولس اور شادق کو ساتھ لے کر چلنے کو ہوا تو جیری کی گھنچی بندھ گئی۔

”گولس! مجھے ان کے ساتھ تھا نہ چھوڑو!“ بدقت اس کی زبان سے لکھا تھا۔

”تمہارے ساتھ دوستوں کا سا سر تباہ ہو گا.... بے فکر ہو....!“ گولس بولا۔

”یہ خائن ہے....!“ عمران نے شہباز کو مخاطب کر کے جیری کی طرف اشارہ کیا۔

”تم جاؤ.... اسے کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔!“

نکل کر جنگل ہی میں ڈیرا ڈالنا چاہئے۔ چلو نکلو.... یہ فرگی سازش ہے.... جنگل میں چلوں
ثابت کر دوں گا۔ صف شکن ہماری مدد کو آیا تھا۔ وہ بھی جانور بنادیا گیا۔ فرگی ہم پر کسی دو اکا تجہ
کر رہے ہیں۔ صف شکن نے ثابت کر دیا ہے۔ اس طرح میں نے انہیں جروں سے نکلا تھا اور
سمجنے کی کوشش کی تھی کہ شکر ای کس طرح جانور بنائے جا رہے ہیں۔!

”میاں میں تمہارا باپ شامل ہے....؟“

”جروں سے تو سھوں کو نکال لایا ہوں لیکن اپنے باپ کو ایک لڑاکے کے ساتھ گلگھ
کے اُسی غار میں چھوڑ آیا ہوں.... جس سے وادی کا استہ گذرتا ہے!“

”تم بہت اچھے رہے شارق.... شباش....!“

”چچا کی مہربانی ہے اور اب رب عظیم کی مہربانی سے یہاں پہنچتے ہی ان پر ثابت ہو گیا کہ میں
غلط نہیں کہہ رہا تھا۔ یہ چچہ فرگی ہاتھ لگ گئے اب وہ اپنی جان لڑادیں گے لیکن یہ تو ہتاوہ کے ٹکولیں
نے کپڑے کیوں پہن لئے ہیں۔!“

”اس کے جسم پر اسٹرہ چلا�ا گیا ہے۔!“

وہ پھر اسی جگہ پر پہنچتے چہاں سا تھیوں کو چھوڑا تھا۔

”تم بہت جلد واپس آگئے....!“ شہباز نے پوچھا۔

”اس وقت لیے کام نہیں ہو سکے گا۔!“ عمران نے کہا اور ماداؤں کی طرف دیکھنے لگا جو ہوش میں
آچکی تھیں اور خاموش بیٹھی ہوئی تھیں۔

”اب وہاں چلنا چاہئے جہاں ہمیں رات گزارنی ہے۔!“ عمران نے کہا۔

”یہیں کیوں نہ گزار دیں.... اس ڈھلان میں جگہ کا انتخاب کر لیا ہے.... کسی طرف سے
بھی نہ دیکھے جاسکیں گے۔!“ شہباز بولا۔

”ان کی طرف سے ہوشیار رہنا۔!“ ٹکولیں عمران کے قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا۔
”فکر نہ کرو.... اور ہاں.... ایک تدیر آئی ہے ذہن میں.... فوری طور پر کم از کم ایک ایسا
پلاٹ ضرور تلاش کرو جہاں کیمرہ نسب ہو۔!“



لیزا آپریشن روم میں بے چینی سے ٹھل رہی تھی اور روبن کنٹرول بورڈ کے قریب بیٹھا

اے، تشویش نظر وہ سے دیکھے جا رہا تھا۔

”اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ کچھ بھی نہیں.... اندھیرا پھیل گیا ہے۔!“ لیزا نے رک کر رو بن

کی طرف مڑے بغیر کہا۔

”آخروہ کہاں رہ گئے....؟“ رو بن نے کہا۔

”تمہیں یقین ہے کہ تم نے ان بے ہوش لڑکیوں کے قریب جیری کو دیکھ لیا تھا....؟“

”ہاں مادام.... اور اس کے ساتھ ایک ایسا جانور بھی تھا جس نے بیت میں تھیں تراش کا
ہوت پہن رکھا تھا.... پھر پارٹی پیچی تھی اور شاکنڈ اون دونوں نے کام میں رکاوٹ ڈالنے کی
روشنی کی تھی اور انہیں ریو الور دکھا کر پیچھے ہٹا دیا گیا تھا۔ پھر پارٹی نے دونوں لڑکیوں کو اٹھایا تھا
اور اپاٹ سے بہت گئی تھی۔“

”اُس کے بعد....؟“

”اُس کے بعد کچھ بھی نہیں۔!“

”وہ دونوں پھر دکھائی دیتے تھے۔!“

”نہیں مادام.... فریم خالی ہو گیا تھا۔!“

”تمہیں کیمرے کو گھمنا چاہئے تھا.... خیر....!“

”وہ جانور کوں تھا مادام....؟ جس نے کپڑے نے پہن رکھے تھے۔!“

”دیکھو.... نہ میں اس جانور کو جانتی ہوں اور نہ ان لڑکیوں کو.... یہ تیوں ہیڈ کوارٹر سے
جگوائے گئے تھے۔!“

”جیری اور وہ پارٹی سے الجھ پڑے تھے۔!“

”جیری کا پارٹی سے الجھا جیرت اگنی ہے.... وہ دوسرے کام سے وہاں بھیجا گیا ہے۔!“

”میں نے یہاں کچھ افواہیں سنی ہیں۔!“

”اُن پر کان نہ دھرو.... میں نے بھی سنی ہیں۔ ٹوٹی لوگوں کو بدلت کر رہا تھا۔ ہیڈ کوارٹر

سے آئے ہوئے احکامات کے مطابق اسے سزا مل گئی۔!“

”تو یہ غلط ہے کہ ٹکولیں کو جانور بنادیا گیا ہے۔!“

”ہو سکتا ہے... بنادیا گیا ہو.... میں نے تو اسے ہیڈ کوارٹر بھجوایا تھا۔ ہو سکتا ہے یہ جانور جس

”سوال یہ ہے کہ اگر لڑکیاں ناق رہی ہیں تو پارٹی کے چھ افراد کہاں گئے؟“ لیزانے مظرا بناء انداز میں کہا۔

”چھ سمجھ میں نہیں آیا!“

”وہ یقیناً پڑے گئے ہیں.... ورنہ لڑکیاں ان کا لے جانوروں کے ساتھ کیوں ہوتیں تم نے تباہا کہ انہوں نے بیہوش لڑکوں کو ستر پچر پر اٹھایا تھا اور وہاں سے چل پڑے تھے!“

”ہاں مادام.... میں نے تو یہی دیکھا تھا!“

”جیری بھی ناق رہا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ نکولس نے اسے بھی ششی میں اتار لیا ہے!“

”یہ تو بہت بُرا ہوا.... کہیں انہوں نے ہمارے چھ افراد کو مارنے والا ہو!“

”اگر ایسا ہوا تو میں تجربے کو جنم میں جھوک کر ان سماں کو فنا کر دوں گی!“

روبن کچھ نہ بولا۔ وہ پر تشویش نظروں سے اسکرین کی طرف دیکھ جا رہا تھا۔ آخر اس نے

بُرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”سب بے حد خوش نظر آ رہے ہیں۔ گویا جنگل میں منگل میا جا رہا ہے!“

”ڈراما تک روکو کہ یہ کا لے کتے ہیں!“

”سات عذر مادام....!“

”یکرے کو گردش دے کر دیکھو شاہزاد کچھ اور بھی ہوں!“

روبن دوسرا مشین کے قریب جا کھڑا ہوا۔ اسکا ایک بُن دباتے ہی اسکرین کے مظرا بدلتے گا تھے۔ کبھی تاریکی کبھی دھنڈی سی روشنی میں ورختوں اور جھاڑیوں کی پر چھائیاں دکھائی دیتیں۔

”نہیں مادام.... آس پاس اور کوئی نہیں دکھائی دیتا!“

”پھر اسی جگہ فوکس کرو....!“

”اور پھر وہی رقص کا مظرا اسکرین پر قائم ہو گیا۔ رقص میں تیزی آگئی تھی وہ چاروں ڈیانہ دار رقص کر رہے تھے۔ کا لے جانور جھوم جھوم کر تالیاں بجارتے تھے۔

”یہ کون سا اسپاٹ ہے....؟“ لیزانے پوچھا۔

”اسپاٹ نمبر چھ مادام....!“

”ریشنے ہیں اس اسپاٹ پر....؟“

”میں تو مادام.... لیکن آگ.....!“

نے لباس بھی پہن رکھا ہے کو لوں ہی ہو۔ ہیڈ کوارٹر سے جانور ہی بنا کر بھیجا گیا ہو۔ دراصل مجھے شیبہ تھا اسی لئے میں نے جیری کو وہاں بھیجا ہے۔ وہ معلوم کرے کہ وہ نکولس ہی تو نہیں ہے!“

”آن دونوں کے درمیان گہری دوستی تھی!“

”اسی لئے تو.... لیکن وہ پارٹی سے کیوں الجھے.... اور کتنا احتفانہ سوال کیا ہے میں نے میں تمہیں ایک راز کی بات بتاؤں رو بن!“

”شکریہ مادام.... آپ مجھ پر اعتماد کرتی ہیں!“

”نکولس غدار ہے.... میں نے ہیڈ کوارٹر کو اطلاع دی تھی.... اسی بنا پر طلب کیا گیا تھا اور میں نے اسی لئے جیری کو بھی وہاں بھجوایا ہے کہ وہ اس پر نظر رکھ کر کہیں نکولس شکریوں پر اثر انداز ہونے کی کوشش تو نہیں کر رہا۔“

”آخر ہمارا یہ تجربہ کب تک جاری رہے گا!“

”جلد ہی اختتام کو پہنچ گا جیسے ہی وہ ہمارے ہاتھ لگے!“

”کون....؟“

”وہی تیرہ عدد....!“

”تو کیا نہیں یہاں سے کہیں اور منتقل کیا جائے گا!“

”اب بھی مجھے تفصیل کا علم نہیں.... لیزانے آتا ہے ہوئے لجھے میں کہا۔ اب ذرا تم ایک بہ پھر دیکھو.... کبھی کبھی وہ رات کو آگ روشن کرتے ہیں اور بے خبری میں کسی نہ کسی اسپاٹ پر کیمرہ کے فوکس ہی میں ہوتے ہیں!“

”بہت بہتر مادام....!“ روبن نے ڈلش بورڈ کے بُن دبانے شروع کر دیے۔

کسی اسکرین پر روشنی دکھائی نہ دی.... پھر وغیرہ ایک اسکرین روشن تھر آیا تھا۔ کیا الاؤ بل رہے تھے اور ان کی روشنی پورے اسکرین پر پھیلی ہوئی تھی۔ الاؤ کے گرد سیاہ فام جانور اکھا تھے۔

”اوہ.... یہ تو کی ہیں!“ لیزانے پوچھی سے بولی۔

”مکمل ہے۔ لڑکیاں رقص کر رہی ہیں نکولس اور جیری بھی ناق رہے ہیں ایک کالا جانور مینڈولن قسم کی کوئی چیز بجارتے ہے اور دوسرے کا لے جانور تالیاں بجارتے ہیں!“ روبن طوبی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

”میرا خیال ہے کہ کالے جانوروں نے انہیں پکڑ لیا ہے۔“
”ہو سکتا ہے.... وہ خود ہی لاکیوں کی تاک میں ہوں اور ان پر ہاتھ ڈالنے کا موقع ابھی تک
نہ سکا ہو۔!“

”میا تم مجھے احمق سمجھتے ہو....؟“

”نن.... نہیں.... مادام.... میں نے سوچا اس کا بھی توامکان ہے۔!
”تم اچھی طرح جانتے ہو کہ غیر یقینی باتیں میری زبان سے نہیں نکلتیں۔!
”ہاں مادام....! معاف چاہتا ہوں۔!“

”پچھے دیر قبل دیکھا گیا تھا کہ انہوں نے بیوشاں لاکیوں کو پواخت نمبر چار سے اٹھایا تھا اور
امڑ پچھ پڑاں کروہاں سے روائہ ہو گئے تھے۔ روائی سے قبل نکولس اور جیری سے مدد بھیڑ ہوئی
تھی۔ ان دونوں نے انہیں روکنے کی کوشش کی تھی لیکن دھکا کر راستے سے ہٹادیے گئے تھے۔
لیکن ابھی چند منٹ پیشتر وہ پواخت نمبر چھ پر لاکیوں کے ساتھ ناچتے دیکھے گئے ہیں۔!
”تب تو یقیناً.... مادام....!“

”جلدی کرو.... اور ہاں آج سے یہ پابندی بھی ختم.... اب کسی فیلڈ ورک کی آنکھوں پر
چڑے کے تھے نہیں چڑھائے جائیں گے۔ میں تمہیں راستے سے آگاہ کر دوں گی۔!
”یہ آپ بہت اچھا کریں گی.... کم از کم فیلڈ ورکر زکو تو راستے کا علم ہوتا ہی چاہئے۔!
”تم چاروں پوری طرح مسلک ہو کر جاؤ گے.... گیس ماسکس اور سلنڈر سمیت۔!
”بہت بہتر مادام....!“



دونوں مادامیں بے حد خوش تھیں۔ انہیں آج اتنے دونوں بعد ان کے ہمراگ اور ہم زبان
افراد مل تھے۔ نکولس اور جیری.... وہ آنکھیں بند کئے دیوانہ وار ناچے جا رہی تھیں۔ رب کی
موسیقی غیر مانوس ضرور تھی لیکن اتار چڑھاؤ میں دیے جھسکے پائے جاتے تھے جیسے ان کی جدید
ترین موسیقی میں ملتے ہیں۔ لہذا وہ تھر کے جا رہی تھیں۔ لیکن اس مدھو شی کے عالم میں بھی اس
کا نیاں رکھا تھا کہ وہ مقابل رقصوں سے اپنا فاصلہ کم نہ ہونے دیں۔ عمران نے انہیں پہلے ہی
کھھایا تھا اگر رقص کرتے وقت انہوں نے اپنے ہر رقصوں کے ہاتھ بھی قمام لئے تو کالے جانور

”ہاں نہیک ہے اگر انہیں حرکت میں لایا گیا تو جنگل میں آگ لگنے کا خدشہ ہو سکتا ہے
اچھی بات ہے۔ ختم کرو۔!“

روبن میشن کے پاس سے ہٹ کر کنٹرول بورڈ کے قریب آیا اور ایک بیٹھ دبا کر پواخت نیز
چھ کی اسکرین کار ابلٹ کیسرے سے منقطع کر دیا۔

”تمہارا کام ختم.... اب آرام کرو....!“ لیزانے رو بن سے کہا۔

پھر وہ آپریشن روم سے باہر آئی اور ایک طویل راہ داری میں چلنے لگی جس کے دونوں
اطراف میں کمرے ہی کمرے نظر آرہے تھے۔

ایک جگہ رک کر اس نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوئی یہاں چار آدمی میخ
ماش کھیل رہے تھے۔ اُسے دیکھتے ہی ہٹر برا کر کھڑے ہو گئے۔

”جو اور ہا ہے....؟“ لیزانے سخت الجھ میں پوچھا۔

”نن.... نہیں مادام....! جب سے آپ نے منع کیا ہے.... ہم پیسوں سے نہیں کھلتے۔!
ان میں سے ایک بولا۔

”ایم جنسی اسکو اڈ تیار کرو۔!“

”کیا بات ہے مادام....؟“

”وہ پارٹی جو دونوں لاکیوں کو لینے کی تھی خطرے میں پڑ گئی ہے۔!
”لیکن مادام.... اندھر اچھیل چکا ہے.... اور وہ کالے جانور جھلائے ہوئے ہیں۔!
”بزدلی کی باتیں مت کرو....!“ لیزانے پیٹھ کر بولی۔ ”اوھر آؤ۔!
وہ اس بڑے نقشے کے قریب جا کھڑی ہوئی جو دیوار پر لٹکا ہوا تھا۔ مطابق بھی اپنی جگہ سے
اٹھ کر اس کے پاس جا کھڑا ہوا۔

یہاں.... اس جگہ انہوں نے آگ روشن کر کھی ہے اور گا بجارتے ہیں۔ ساتھ دکالے
جانور ہیں.... وہ دونوں لاکیاں جیری اور نکولس!“ لیزانے نقشے پر ایک جگہ انگلی رکھ کر بولی تھی۔

”اوہ پارٹی کے چھ افراد....!“ اس آدمی نے سوال کیا۔

”ان کا کہیں پتا نہیں ہے۔!
”وہ لاکیوں ہی کو تو لینے گئے تھے۔!
”

”ہمیں بیہو شکر کے کہاں لے جالا جاتا...؟“
 ”خدا ہی جانے... میں ان میں سے ضرور ہوں لیکن میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہے
 کہ اپنا کبوں ہو رہا ہے... آدمی جانور کیوں بنائے جا رہے ہیں!“
 ”تم آئے کیوں تھے...؟“
 ”ظاہر یہ ایک ایسا ادارہ ہے جو دو اسازی کے لئے جڑی بوٹیاں ملاش کرتا ہے... زلمیر کے
 بگل میں جن کی بہتات بتائی جاتی ہے!“
 ”اوہ.... تو دھوکے سے لائے گئے ہو!“
 ”یہی سمجھ لو...!“
 ”ان میں ایک کالا جانور بہت چالاک ہے!“
 ”مجھے معلوم ہے... وہ الگش روائی سے بول سکتا ہے!“
 ”اس نے ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہونے دی... لیکن جب اس کے جسم میں کھجڑی اٹھتی ہے
 اور وہ زمین پر لوٹیں لگاتا ہے تو مجھے اُس پر بہت ترس آتا ہے!“
 ”جو کیسی پُر گئی ہوں گی!“

شکرالیوں کا غل غپڑا اور اچھل کو دجاري رہی۔ شور اس قدر بڑھ گیا کہ ان دونوں کی
 آوازیں اسی میں ڈوب کر رہ گئیں.... وہ ایک دوسرے کی بات سمجھنے سکنے کی بنا پر خاموش
 ہو گئے.... رفتہ رفتہ وہ ڈھیلے پڑنے لگے.... اور اب مضمحل انداز میں آہستہ آہستہ گارہے تھے اور
 رقص میں بھی سرت قفاری آگئی تھی۔

سنہری ماڈہ نے کلوس سے پوچھا۔ ”تم نے کپڑے کیوں پہن لئے ہیں!“
 ”سر چھوڑ کر بقیہ جسم پر شیو کر ڈالا تھا... لیکن اب بال پھر بڑھ رہے ہیں.... کچھ دونوں
 کے بعد کپڑے پھر اتنا نے پڑیں گے...!“ کلوس نے جواب دیا۔

”کیا ہمیں کبھی اس عذاب سے نجات ملے گی!“
 ”اگر بالوں کی نشوونما کا کوئی توڑ بھی ان کے پاس ہوا تو... ورنہ اب ہمیں اس پر قافعت
 کرنی چاہئے!“

”تم بھی وہیں سے آئے ہو!“

ان چاروں کو زندہ دفن کر دیں گے۔ سفید ماڈہ گاری تھی۔
 ”ہماری پیاس بڑھ رہی ہے لیکن ہم بے بس ہیں۔
 ہم پہلائی ندیاں پھر وہ کی پیاس بجا سکتی ہیں۔
 پانی پانی... پیاس پیاس
 پانی کی پیاس کون بجاۓ
 پھر سے پھر نکراۓ
 پھل بھریاں چھوٹیں
 پانی لہریں.... قطرے.... پھواریں....
 کاش پھواریں سنگریزے بن جائیں
 کوئی نئی بات تو ہو
 پیاس پانی اٹل حقیقت.... امر حقیقت“

”اب بس کرو درونہ میں روشناروشن کر دوں گا!“ کسی تاریک گوشے سے عمران کی آواز آئی۔
 ”تم سامنے تو آؤ کا لے درمنے.... ساری آگ تمہاری لگائی ہوئی ہے!“ سفید ماڈہ نے تیج
 کر کہا۔ رقص تھم پکھا تھا.... رباب کی آواز سنائے میں مدغم ہو گئی تھی۔
 پھر عمران نے شکرالی میں کچھ کہا تھا اور رباب دوبارہ بجھنے لگا تھا۔ اس بار کالوں نے ان
 چاروں کو الاؤ کے پاس سے ہٹا کر خود اچھلنا کو دنا اور زور سے گانا شروع کر دیا تھا۔
 سفید ماڈہ جیری سے بولی۔ ”تم سخت متوض نظر آ رہے ہو!“

”متوض ہونے کی بات ہی ہے!“ جیری نے ہانپتے ہوئے کہا۔ ”مجھے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے
 کوئی بہت ہی بھیاںک خواب دیکھ رہا ہوں اور کسی وقت بھی جیخ مار کر جاگ پڑوں گا۔ خدا نہیں
 غارت کرے جنہوں نے ایسے حالات پیدا کئے!“

”تم کہاں سے آئے ہو...؟“
 ”وہیں سے جہاں سے اس درندگی کی جڑیں پھوٹیں ہیں!“
 ”لیکن تم تو آدمی ہی ہو... اور ان کالوں نے تمہیں گرفتار بھی نہیں کیا ہے!“
 ”وہ جانتے ہیں کہ ذاتی طور پر میں ان کے لئے بے ضرر ہوں!“

”نہیں.... نہیں.... میرا خیال ہے کہ صفت شکن کا پھیلایا ہوا جال شکار سے بھر گیا ہو گا۔“
 ”میں نہیں سمجھی....! تم کیا کہہ رہے ہو....!“ سفید مادہ بولی۔
 ”ابھی معلوم ہو جائے گا!“

ذرا ہی سی دیر میں ایسا سناتا چھا گیا جیسے کچھ دیر قبل کوئی خاص واقعہ ہی نہ ہوا ہو۔ الا و جل
 ہے تھے اور ان کی زردو روشنی آس پاس کی جھاڑیوں اور درختوں پر کپکپا رہی تھی۔ جھینگروں کی
 جھائیں جھائیں کے علاوہ اور کوئی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔
 ”بب سک یونہی پڑے رہیں گے....!“ سفید مادہ منٹائی۔

”جب سک اشارہ نہیں ملے گا!“

”کس کا اشارہ....؟ کیسا اشارہ....!“

”چپ چاپ پڑی رہو....!“

”تو کیا ب تم بھی دھکاؤ گے!“

”تم غلط سمجھیں.... میں نے درخواست کی تھی!“

کئی منٹ گزر گئے اور وہ اسی طرح پڑے رہے۔۔۔ پھر اچانک عمران کی آواز آئی تھی۔
 ”کولس....! اٹھکانے کی طرف.... کھیل ختم ہو گیا!“

”یہ کک.... کہاں سے.... بب.... بول بڑا ہے....!“ سفید مادہ پکائی۔

”پہا نہیں....!“ کولس نے کہا۔ ”اب اٹھ جاؤ!“

پھر الا و جلتے رہے تھے اور وہ جگہ ویران ہو گئی تھی۔ کولس انہیں اندر ہیرے میں ایک جائب
 لے جا رہا تھا۔

”اب ہم کہاں جا رہے ہیں....؟“ سہری مادہ نے پوچھا۔

”ایک بہت بڑے غار کی طرف.... جہاں ہم رات گذاریں گے!“

”ابھی تک کیا ہو تارہا تھا....؟“

”میں نہیں جانتا....!“ کولس نے اکتائے ہوئے لبھے میں کہا۔

تحوزی دیر بعد انہیں نارجی کی روشنی دکھائی دی تھی اور غالباً اس کا مقصد انہیں راستہ ہی
 رکھا تھا۔۔۔ روشنی کا دائرہ ان کے آگے آگے رینگ رہا تھا پھر غار کا دہانہ دکھائی دیا۔

”ہاں.... مجھے سزا دی گئی ہے۔ تم دونوں کے جانور بنائے جانے پر میں نے احتجاج کیا تھا!“
 ”کیا تم ہمیں پہلے سے جانتے ہو....؟“

”نہیں....! میں نے تمہیں اسی جنگل میں دیکھا ہے۔۔۔ تم دونوں کہاں سے آئی ہو....؟“
 اس نے اُسے اپنے اور سفید مادہ کے بارے میں مختصر آبتابتے ہوئے کہا۔ ”جب ہم یہاں
 ہوش میں آئے تھے تو ہمارے ذہنوں پر خوف مسلط تھا۔ پھر وہ کالے جانور مل گئے جن میں سے
 ایک ہماری زبان بھی جانتا تھا!“

”ان کالوں کو اس کی کوئی فکر نہیں معلوم ہوتی۔!“ کولس نے کہا۔

”قطیعی نہیں.... ہر وقت قہقہے لگاتے رہتے ہیں.... اور خصوصیت سے وہ جو ہماری بھی
 زبان بول سکتا ہے۔ میری بھیجیں میں نہیں آسکا۔“

”ہاں وہ عجیب ہے.... لفظ مایوسی سے تو واقعہ ہی نہیں ہے!“

”تم دونوں کی وجہ سے میں اس حال کو پہنچا ہوں۔!“

”لیکن وہ دوسرا آدمی جبری....! جو تمہارے ساتھ ہے۔!“

”میں نہیں جانتا کہ اُسے جانور کیوں نہیں بنایا گیا۔!“

”کہیں وہ کامی بھیڑ نہ ہو۔!“

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔!“

ٹھیک اسی وقت کسی پرندے کی آواز سنائی دی تھی اور شکر الی ناپتے ناپتے رک گئے تھے۔ پھر
 انہوں نے آس پاس کی جھاڑیوں میں چلانگیں لگائی تھیں اور یہاں صرف یہی چاروں کھڑے رہ
 گئے تھے۔

”یہ.... یہ.... کیا ہوا....؟“ سفید مادہ خوف زدہ سی آواز میں بولی۔

”خداجانے....!“ کولس چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

پھر ایسا معلوم ہوا تھا جیسے الا و کی روشنی کے گرد پھیلے ہوئے تاریک حصوں میں زلزلہ سا آکیا
 ہو۔۔۔ بھانت بھانت کی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں ایک فائز بھی ہوا تھا۔

”لیٹ جاؤ.... جلدی سے لیٹ جاؤ....!“ کولس زمین پر سینے کے بل گرتا ہوا بولا۔ ان
 نیوں نے بھی اس کی تقليد کی تھی۔۔۔ اور پھر سہری مادہ نے رونا شروع کر دیا تھا۔

”چلو....!“ نکولس نے جیری کو آگے بڑھا لیا۔ وہ اسکے پیچے چل رہا تھا۔ مادام میں آگے تھیں
”غار میں کیا ہوگا....!“ جیری کی آواز کا تپ رہی تھی۔

”تم تو ان لڑکوں سے بھی بدتر ثابت ہو رہے ہو!“

خاصاً کشادہ غار تھا جس کے وسط میں خلک لکڑیوں کا بہت بڑا ڈھیر جل رہا تھا۔ روشن
پورے غار میں پھیلی ہوئی تھی اور اب وہاں چھ کی بجائے دس قیدی نظر آئے۔ ان کے ہاتھ
پشت پر بند ہے ہوئے تھے اور انہیں دوزانوں بٹھا کر ان کے مخنے بھی جکڑ دیئے گئے تھے۔
کسی گوشے سے عمران کی آواز اپنی۔

”نکولس....! کیا تم سحوں کے نام سے واقف ہو!“

”ہاں.... میں جانتا ہوں.... یہ فیلانہ درکر ز میں.... اب لیزا گوردو کے پاس ایک بھی نیڈ
درکر نہیں رہا۔ ٹوٹی اور کیس پر پہلے ہی مارنے جا پکے ہیں!“

”کیوں بکواس کر رہا ہے!“ قیدیوں میں سے ایک دہڑا۔ ...ٹھیک اسی وقت دو شکرالی آگے
بڑھے اور اسے اٹھا کر الٹ دیا تھا۔ اس طرح وہ اونڈھا ہو گیا۔ تیر سے نے کسی درخت کی ہری
شاخ سے اس کے کوٹھوں پر ضریب لگانی شروع کر دیں۔ وہ پاگلوں کی طرح جیخ رہا تھا۔

”بس کرو....!“ تھوڑی دیر بعد عمران کی آواز آئی اور شکرالی کا ہاتھ رک گیا۔

”یہ کون ہے....؟“ ایک قیدی نے نکولس سے خوف زدہ سی آواز میں پوچھا۔ ”ہماری زبان
بول سکتا ہے!“

”لیزا نے تم سب کو جہنم میں جھوٹا کا ہے.... یہ اس کی خام خیال ہے کہ شکرالی زبان کے
علاوہ یہ لوگ اور کوئی زبان نہیں بول سکتے.... اور نہ اس کے مطابق اتنے تو ہم پرست
ہیں کہ اسے کوئی آسمانی بلا سمجھتے!“

”تو تم نے انہیں سب کچھ بتا دیا ہے!“

”صرف پچاس فصد....! پچاس فصد سے یہ پہلے ہی واقع تھے!“

”اب کیا ہو گا....؟“

”یر جرم کرنا نہیں جانتے.... لہذا جو کچھ کہیں کرتے رہو!“ نکولس نے کہا اور نئے چھنے
والوں میں سے ایک کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”تم کیسے آپنے؟“

”منی لوگوں کی تلاش میں نکلے تھے.... مادام نے جگہ کی نشان دہی کی تھی۔ جیسے ہی ہم اس
مکے قریب پہنچ چہاں رقص ہو رہا تھا یہ لوگ ہم پر ٹوٹ پڑے!“

”یہ محض اتفاق نہیں تھا۔“ نکولس بولا۔ ”وہ جو انگلش بول سکتا ہے بہت چالاک ہے....
یہ نے یہ جال پچھایا تھا.... بہر حال لیزا نے مجھ پر ظلم کر کے اچھا نہیں کیا۔ میں نے صرف اس پر
جنگ کیا تھا کہ دوسرا فام لڑکیاں بھی جانور بنا دی گئی ہیں!“

”اے ہم میں سے کسی نے بھی پسند نہیں کیا تھا!“ قیدی نے کہا۔

”لیکن تم لیزا کے سامنے زبان کھولنے کی ہمت نہیں رکھتے!“

قیدی کچھ نہ بولا۔ نکولس کہتا رہا۔ ”اگر زندہ رہتا چاہتے ہو تو تمہیں اب ان شکرالیوں کے
ہادروں پر ناچاہا ہو گا!“

کوئی کچھ نہ بولا۔ نکولس نے شکرالیوں کی طرف دیکھا جو سامنے ہی قطار بنائے کھڑے تھے۔
بالکل خاموش اور یہ خاموشی بڑی بھیانک لگ رہی تھی۔ سردی لہر اس کی رویڑھ کی پڑی میں دوڑ
لگی تھی۔

عمران اور شارق ان سے دور کھڑے آہتہ آہتہ گفتگو کر رہے تھے۔ عمران اس سے کہہ رہا
تھا۔ ”دس عدو اور وہ تین عدو جو پہلے ہی حاصل کر چکے تھے تمہیں یاد ہے تا انہیں کہاں چھپا یا تھا!“

”محبھی یا ہے....!“ شارق نے کہا۔ ”لیکن ان کا کیا ہو گا پچھا....!“

”یہ بدستور قیدی رہیں گے!“

”جس طرح نکولس اور اس کا دوسرا ساتھی ساتھ دے رہے ہیں اسی طرح انہیں بھی کار آمد
ہلا جاسکتا ہے!“

”خود کی نہیں ہے کہ یہ بھی ساتھ دینے پر آمادہ ہو جائیں.... کیا تم نے سنا نہیں کہ
کوئی کو صرف اس پر اعتراض تھا کہ دوسرا فام لڑکیاں بھی جانور بنا دی گئی تھیں۔ اے ہم سے
ولاؤ جسیں نہیں ہو سکتی۔ پھر خود بھی جانور بنا دیا گیا اور اتنا ہم سے ساز باز کرنے پر مجبور ہونا
ہے!“

”ٹھیک کہتے ہو چا... فرگی کسی کا بھی نہیں!“

”فعلاً عمران آگے بڑھا اور دسوں قیدیوں کے قریب جا کھڑا ہوا اور بولا۔

”ماوش رہو....؟“ عمران نے اُسے بھی جھڑک دیا۔
”یہ نہیں ہو سکتا!“ سفید مادہ عمران کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔ ”ہم نے تمہیں کوئی انسانی
کام نہیں دیکھا!“

”تم دونوں اس وقت وہاں سے بہت دور درخت پر چڑھی بیٹھی تھیں.... اور تمہیں بھی ہم
تی لئے پال رکھا ہے کہ جب کھانے کو کچھ نہ ہو گا تو بھون کر کھا جائیں گے۔ تم دونوں کا
ن توبے حد لذیذ ہو گا!“

”ضفول باتیں نہ کرو....!“ کلوس بھی بگز گیا۔

”اُنہیں بھی اسی طرح باندھ کر ان کے قریب بٹھا دو!“ عمران نے مذکور شکرانی میں کہا اور
”اب ان پر ٹوٹ پڑے۔“

”طرب دار دور کھڑا احتجاج کر رہا تھا کیونکہ سنہری مادہ بھی زد پر آگئی تھی۔
کیوں بکواس کر رہا ہے.... چپکا کھڑا رہ....!“ شہزاد پلٹ کر دہاز۔

ذریحی سی دیر میں یہ چاروں بھی قیدیوں کے پاس بٹھا دیئے گئے۔ انہی کی طرح ان کے ہاتھ
گل باندھ دیئے گئے تھے۔

”اب بتاؤ....!“ ایک قیدی نے خوف زدہ سی بھی کے ساتھ کلوس کو مخاطب کیا۔
”میں نہیں جانتا.... میں نہیں جانتا!“ وہ مضطربانہ انداز میں بولا۔
”اب تم میں سے تین....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔

”ہے ظلم ہے....!“ کلوس بول پڑا۔

”لیا ہم پر ظلم نہیں ہوا ہے....!“ عمران نے کہا۔

”پھر بھی تم زندہ تو ہو....!“

”زندہ ہیں.... اور آدمیت سے کوسوں دور....!“

”تم نے اس دن انسانیت کے موضوع پر ایسی گفتگو کی تھی کہ میں عش کرتا رہ گیا تھا!“
”اُس دن تک کسی سفید قام آدمی کا گوشت نہیں پکھا تھا!“ عمران نے کہا۔ ”اب تم اپنی
بُند کرو!“

قیدیوں میں سے اُن تین آدمیوں کو کھینچ کر الگ کر دیا گیا جن کی طرف عمران نے اشارہ کیا

”صحیح تک ہم تمہارے اس نظام کو ناکارہ کر دیں گے جس کے ذریعے عمارت سے ہماری
نگرانی کی جاتی ہے!“

قیدی کچھ نہ بولے.... عمران نے پھر کہا۔ ”ہم الگ تھلگ رہ کر اپنی انفرادیت برقرار رکھنا
چاہتے ہیں۔ جاہل نہیں ہیں.... اس عمارت کو دھماکوں سے اڑا دیں گے۔

”اور پھر تمہیں دوبارہ آدمی بنانا نیسبت نہ ہو گا!“ قیدیوں میں سے ایک بولا۔

”تمہارے پاس ایسی ڈوٹ نہیں ہے!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”ورثہ کلوس کے جسم پر انہوں
نے پھیرا جاتا!“

”تم ان مصلحتوں کو کیا جانو....!“ قیدی بولا۔

”کیا تمہارے پاس کوئی معقول حل ہے!“

”ہے کیوں نہیں....!“ قیدی نے کہا۔ ”ہمارے ساتھ مہربانی کا بر تاؤ کرو.... تمہیں دوبارہ
آدمی بنوادیں گے!“

”ہم دوبارہ آدمی بننا نہیں چاہتے!“

”پڑی عجیب بات ہے!“

”بالکل عجیب نہیں ہے.... جانور بننے کے بعد ہم غیر کھو بیٹھے ہیں۔ جائز اور ناجائز کا کوئی
تصور ہمارے ساتھ نہیں رہا۔ لہذا تم میں سے تین آدمی اسی وقت بھون کر کھانے جائیں گے۔
اُبھی ہم نے رات کا کھانا نہیں کھایا!“

”نہیں.... نہیں....!“ کئی خوف زدہ سی آوازیں بلند ہو گیں۔

”آدمی کا گوشت کتنا لذیز ہے....!“ عمران چخارہ لے کر بولا۔ ”یہ ہمیں اس وقت معلوم ہوا
جب تمہاری بادام گوردو اپنے ایک آدمی گیسپر کی لاش یہاں چھوڑ گئی تھی۔“

”تت.... تو کیا تجھے....!“ جیری عمران کی طرف دیکھ کر ہکلایا۔

”تم ابھی دیکھ ہی لو گے!“

”نہیں.... نہیں.... یہ ناممکن ہے!“ مادا میں بول پڑیں۔

”مت بکواس کرو....!“ عمران دہاز۔

”میاوا قعی....!“ کلوس بھی کیپکاٹی ہوئی آواز میں بولا۔

تحاول پھر انہیں باہر لے جلیا جانے لگا۔

”لیکن ہماری گلوخلا صی کی کوئی صورت نہیں۔!“ نئے قیدیوں میں سے ایک نے پوچھا۔

”ٹھہر جاؤ۔!“ عمران نے اُن سے کہا جو تین قیدیوں کو غار سے باہر لے جائے تھے۔

وہ رک گئے اور عمران نے سوال کرنے والے قیدی سے کہا۔ ”صورت تو ہے لیکن تمہارا

اُس پر آمادہ نہیں ہو گے۔!“

”تم کہو بھی تو۔!“

”میں کہوں گا اور تم یہی جواب دو گے کہ یہ ہمارے بس سے باہر ہے یوں لکھ مادام گورنر۔“

ہماری آنکھوں پر چڑے کا تسمہ چڑھاتی ہے۔!

”کم از کم۔!... ہم چار افراد یہ نہیں کہہ سکتے۔!“

”کیا اس نے تمہیں راستہ دکھایا ہے۔!“

”ہاں آج۔!... اس نے فیلڈ ور کرز پر سے یہ پابندی ہٹادی ہے۔!“

”اگر ہم کشت و خون کے بغیر عمارت پر قبضہ کر سکیں تو یہی تم سمجھوں کے لئے بہتر ہو گا۔“

”یہ ناممکن نہیں ہے۔!“

”کیا تم میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو اپنے اس ساتھی سے اتفاق نہ رکھتا ہو۔!“ عمران نے

دوسرے قیدیوں سے سوال کیا۔ لیکن کوئی کچھ نہ بولا وہ سب سر جھکائے بیٹھے تھے اور ان تینوں

کے چہرے کھل اٹھتے تھے جنہیں ان کے اپنے خیال کے مطابق ذبح کر دینے کے لئے باہر لے جا رہا تھا۔

”اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم اپنے ساتھی سے متفق ہو۔!... اور ہمارے کام میں رخص نہیں ڈالا

گے۔!“ عمران نے کہا اس پر پہلی پارٹی کالیڈر بھرائی ہوئی آواز میں بولا تھا۔ ”ہم نہیں جانتے تھے کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔!... لیکن جب پہنچ ہی گئے تھے تو پھر حالات سے سمجھوتا کرنا پڑا تھا۔“

اپنے بارے میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ قتل کر دینا بہتر سمجھوں گا اس کے مقابلے میں کہ کس

کو مسلسل اذیت کا شکار بنایا جائے۔!“

”سمجھداری کی بات ہے۔!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”لیکر، اسکے باوجود یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ تم سب دوبارہ آدمی بن سکو گے۔!“

”اس کی فکر نہ ہوئی چاہئے تمہیں۔!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

پھر کوئی کچھ نہیں بولا تھا۔... عمران کے اشارے پر تینوں قیدی دوبارہ وہیں بٹھا دیئے گئے

تھے اٹھائے گئے تھے۔

سینہ مادہ نے عمران کی طرف دیکھ کر کہا ”مجھے یقین نہیں تھا کہ تم مجھ کہہ رہے ہو۔!“

عمران اس کی بات کا جواب دیئے بغیر شہباز کی طرف بڑھ گیا اور اُسے بتانے لگا کہ قیدیوں

کس قسم کی گفتگو ہوئی تھی۔!

”راتے تم پہلے ہی سے جانتے ہو۔!...!“ شہباز نے کہا۔

”کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اُس چوکور خلاء کے پیچھے کیا ہو گا۔ لیزا سے متعلق میں نے جواندازہ

بیہاءں کے مطابق وہ کلی طور پر کسی پر بھی اعتناد نہ کرنے والی عورت معلوم ہوتی ہے۔ اگر اس

نے اپنے کچھ آدمیوں کو راستے سے آگاہ بھی کر دیا ہو گا تو اس میں بھی کوئی نہ کوئی چکر ضرور

بیتا۔!

”تم کہنا کیا چاہئے ہو۔!...!“

”یہ اپر میں تھیں۔!... اس جنگل میں قابو پانا چاہتا ہوں۔!“

”اُس کی کیا صورت ہو گی۔!...!“

”ایک تدبیر ہے۔!“

”بُوچا ہو کرو۔!...! ابھی تک تمہاری کوئی تدبیر ناکام نہیں ہوئی۔!“



رات آدمی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ لیکن ابھی تک وہ لوگ واپس نہیں آئے تھے۔ لیزا نے

بہادر ہر آپر منش روم کا رخ کیا۔ لیکن آپر منش ساتھ نہیں تھا۔ کنزروں بورڈ کے قریب پہنچ کر

اس فورمی مغلک مٹن دبائنے شروع کر دیئے تھے۔

پرانٹ نمبر چھ کی اسکرین پر پھر کالے جانور دکھائی دیئے۔... الاؤ بُد ستور روشن تھے اور اب

نہ تھوڑا میں اضافہ ہو گی جس کی بنا پر اسکرین کچھ زیادہ ہی واضح نظر آ رہی تھی۔

اُس کے دوسرے فیلڈ ور کر بندھے بیٹھے ہوئے تھے اور اُن کے آس پاس کالے جانور اسی طرح

اُسے تھے جیسے اظہارِ مسرت کر رہے ہوں۔

لیزا کے پورے جسم سے پیسے چھوٹ پڑا۔ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے وہ خون ہے۔ نظروں سے اسکرین کی طرف دیکھتی رہی۔ دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔ تو یہ چاروں بھی چڑھنے لئے گئے۔ وہ سوچ رہی تھی بہت بُرا ہوا۔ بارہ فیلڈ ور کرز تھے بہترین لڑاکے۔ جن میں سے دو پہلے ہی ختم ہو گئے تھے۔ اب کیا ہو گا۔ یقینہ عملے کو مسلح جدوجہد کا کوئی تجربہ نہیں۔ پھر کیا کیا جائے۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں کہ قبل اس کے کہ وہ فیلڈ ور کرز کو کمی از بُر پہنچائیں خود انہیں ہی ختم کر دیا جائے اب تو ہیڈ کوارٹر سے ہدایات لینے کا بھی وقت نہیں رہا تھا۔ پیغام جاسکتا اور نہ جواب ملتا۔

وہ کنٹرول بورڈ کے قریب سے ہٹ کر اس مشین کے پاس پہنچی جس کے ذریعے کیرے اور حرکت دی جاتی تھی۔ اس کے مختلف بٹوں کو دبانے سے اسکرین پر تاریکی پھیل گئی۔ غالباً کیرے کو گھما کر اس جگہ کے گرد و پیش کا جائزہ لینا چاہتی تھی لیکن اس کی خواہش پوری ہو سکی۔ کیونکہ الاؤ کی روشنی کا پھیلاؤ محدود دائرے میں تھا۔

اسکرین بدستور تاریک رہا۔ ہادر کر اس نے پھر الاؤ ہی اور اپاٹ پر فوسکس کیا تھا۔ قیدیوں کے گرد کالے جانور پہلے ہی کی طرح اچھل کو درہ ہے تھے لیکن اب ان کے ہاتھ میں بڑے بڑے اور چمکلے خبر بھی نظر آ رہے تھے۔ لیزا کا پ کر رہا گئی۔

پھر اس نے خطرے کا الارم بجا کر یقینہ عملے کو آپریشن روم ہی میں اکٹھا کر لیا تھا۔ وہ سوتے سے اٹھ کر آئے تھے لہذا ان کے چہروں پر ناگواری کے آثار تھے۔ لیکن لیزانے میں انہیں اسکرین کی طرف متوجہ کیا ان کے چہروں کی رنگت بدل گئی۔ اونگتھے ہوئے ذہن میں ہو گئے اور نیند میں ڈوبی ہوئی آنکھیں پھیل گئیں۔

”یہ ایک بے ضرر تجربہ تھا۔!“ لیزا بولی۔ ”وہ بھیش کے لئے جانور نہیں بنائے گئے۔ جو کچھ بھی کیا جا رہا تھا نبی نوع انسان کی بھلانی کے لئے کیا جا رہا تھا۔ مگر اب خون بہانا ہی پڑے۔“ کوئی کچھ نہ بولا۔ لیزا جو سانس لینے کے لئے رکی تھی پھر بولی۔ ”تم دیکھ رہے ہو کہ۔“ فیلڈ ور کرس حال میں ہیں۔!“

”شکر ایوں کو تو معلوم نہیں تھا کہ نبی نوع انسان کی بھلانی کے لئے جانور بنائے گئے۔“

لیزا نے طرفیہ لجھ میں کہا۔

”یہ کون تھا۔!“ لیزا غرائی۔ لیکن بدستور خاموشی رہی۔ بولنے والا سامنے نہ آیا۔ لیزا نے زہر لیے لجھ میں کہا۔ ”میں دیکھ رہی ہوں کہ تم میں سے کئی ٹوٹی کے جھوٹے پروپیگنڈے سے ہڑ ہوئے ہیں۔ بہر حال کچھ بھی ہو۔... کیا تم اسے برداشت کرو گے کہ وہ ان دس فیلڈ ور کرز والوں کیلئے!“

”ہمیں تو ٹوٹی اور گیسپر کامرا نا بھی پسند نہیں آیا۔!“ سامنے کھڑے ہوئے ایک آدمی نے کہا۔

”گیسپر کو جنگل میں ایک حادثہ پیش آیا تھا اور ٹوٹی نے ڈسپلن کے خلاف رویہ اختیار کرنے کی رہا۔!“

”مزائے موت دینے کا اختیار تمہیں کس نے دیا ہے مادام۔!“ اسی آدمی نے کہا۔

”ہیڈ کوارٹر نے۔!“ لیزا جھنجلا کر بولی۔ ”تم نے یہ بجٹ کیوں چھیڑی ہے اس وقت؟“

”اس نے کہ ہم میں سے زیادہ تر لوگ بہاں جڑی بوٹیوں کی تلاش میں آئے تھے۔!“

”جو لوگ جڑی بوٹیوں کی تلاش میں آئے تھے وہ قطعی محفوظ ہیں۔... انہیں کسی مخصوص اپنے نہیں سمجھا گیا۔!“

”نکولس ہیڈ کوارٹر والوں گیا۔!“ ایک آواز ابحیری۔... ”لیکن جیری کہاں ہے۔!

”جنہم میں۔!“ لیزا پریخ کر دہڑی۔

”ہم میں سے زیادہ تر لوگ نہ تمہیں پسند کرتے ہیں اور نہ تمہارے فیلڈ ور کرز کو۔!“ سامنے اسی آدمی نے اس کے لجھ کی پرواہ کئے بغیر کہا۔

”تم لوگ آخر چاہتے کیا ہو۔!“

”ہم میں سے کوئی بھی جنگل میں قدم نہیں رکھے گا۔!“

”اچھی بات ہے تو تم سب چلے جاؤ بہاں سے۔!“ وہ پریخ کر دہڑی تھی۔

ایک ایک کر کے وہ آپریشن روم سے نکلنے لگے۔... صرف سرینا وہیں کھڑی رہ گئی۔

”دروازہ بند کر دو۔!“ لیزا نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

سرینا دروازہ بولٹ کر کے پلٹ آئی اور خاموش کھڑی رہی۔

”تم نے دیکھا۔!“ لیزا اسکرین پر نظر جائے ہوئی بولی۔

روبن اندر داخل ہو کر بولا تھا۔ ”مجھے یہاں سے نہ جانا چاہئے تھا مادام... لیکن مجھے دیکھنا تھا کہ ان کے ارادے کیا ہیں... کہیں وہ آپ کے دشمن تو نہیں ہو گے!“
”تو پھر تم نے کیا معلوم کیا!“

”صرف یہی کہ وہ جنگل میں نہ جائیں گے... اپنے فرائض معمول کے مطابق ادا کرتے رہیں گے!“

”تمہارا کیا خیال ہے!“

”میں آپ کے ساتھ ہوں مادام... جنگل میں بھی تھا جا سکتا ہوں!“

”شکر یہ رو بن... تم نہیں رہو گے... آپریشن روم میں... میں تھا جاؤں گی!“

”یہ مناسب نہ ہو گا مادام...!“

”میں بھی یہی کہہ رہی تھی...!“ سرینا بولی۔

”نہیں....! تمہیں اس قسم کے کاموں کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔ اسی لئے میں نے بارہ فیلڈ درکز مہیا کئے تھے... مجھے یقین ہے کہ ان کا لے جانوروں میں ایک بے حد چالاک شکرائی بھی موجود ہے جس کی عقل کو میرے فیلڈ درکز بھی نہ پہنچ سکے!“

”میں نہیں سمجھا مادام...!“

”کوکوں نے ان مقامات کی نشان دہی کر دی ہے جہاں کمرے نصب ہیں۔ لہذا ان لوگوں نے پوائنٹ نمبر چچ پر الاؤرڈشن کئے ہیں۔ چچ فیلڈ درکز کو وہ پہلے ہی پکڑ لے چکے تھے اور ان کی تلاش میں آنے والوں کے لئے پوائنٹ نمبر چچ پر جاں بچھایا تھا۔ اس وقت وہاں ایک بھی قیدی نہیں تھا لیکن اب تم دسوں کو وہیں بیٹھنے دیکھ رہے ہو۔ صرف پانچ کا لے جانور فوکس میں ہیں... انہوں نے تجربہ ضرور سنچالا رکھے ہیں۔ لیکن ابھی تک کسی قیدی پر حملہ نہیں کیا ہے!“

”یہ.... تو ہے مادام...!“ روبن بھرا کی ہوئی آواز میں بولا۔

”اور بقیہ جانور آس پاس تاریکی میں چھپے ہوئے مزید لوگوں کی آمد کے منتظر ہوں گے!“

”میں ممکن ہے...!“

”میں انہیں ایسی سزا دوں گی کہ زندگی بھریا درکھیں گے!“

”روبن کچھ نہ بولا۔“

”ہاں مادام....!“
”کیا خیال ہے....؟“

”اب ان پر ذرہ برابر بھی اعتقاد نہیں کیا جاسکتا!“

لیزانے لا پر وہی سے شانوں کو جیتش دی اور پر تشویش نظروں سے اسکرین کی طرف دیکھتے رہی۔

”پھر اب کیا ہو گا مادام...!“ سرینا نے اسکرین پر نظر جائے ہوئے کہا۔ ”ان کے تیورائی نہیں معلوم ہوتے!“

”میں تھا جاؤں گی!“

”یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا!“

”اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں.... میں نے ان لوگوں سے بحث میں الجھنا محض اسی لئے پسند نہیں کیا تھا کہ یہ ناکارہ لوگ ہیں... تجربہ گاہ سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔ روپا اور کاڈستہ تھوڑی میں آتے ہی ان کے سمات پسینہ اگلنے لگیں گے!“

”لیکن تھا آپ...?“

”ہزاروں پر بھاری ہوں.... تم کیا سمجھتی ہو مجھے!“

”آپ حیرت انگریز ہیں مادام...!“

”اور میں تمہارے علاوہ اور کسی پر اعتقاد نہیں کر سکتی.... یہاں اس عمارت کے رازوں سے میرے علاوہ اور کوئی بھی واقعہ نہیں ہے!“

”اس میں کیا تک ہے مادام...!“

”اب میں جو کچھ کرنے جا رہی ہوں.... اُس میں تمہاری مدد کی بھی ضرورت ہے۔ لیکن صرف عمارت ہی کی حد تک میں جھیسیں بھی ساتھ نہیں لے جاؤں گی!“

”وفٹا دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

”کون ہے....؟“ لیزانے درشت لہجے میں پوچھا۔

”روبن مادام...!“ باہر سے آواز آئی۔

”دروازہ کھول دو....!“ لیزانے سرینا سے کہا۔

جب تم پھر اس بٹن کو دبائے رکھنا حس سے لفت اور جائے گی بزر روشنی نظر آنے پر اس پر انگلی ہٹالینا۔ جب زردوشی دکھائی دے تو لفت کو واپس لانے والے بٹن کو دبائے رکھنا!“
”بہت بہتر مادام....! پوری طرح سمجھ گئی!“

”اگر کوئی یہاں تمہاری موجودگی کی وجہ پوچھتے تو کہہ دینا کہ میرے حکم سے کسی کا انتظار بری ہوا!“

”بہت بہتر مادام....!“

”تیز لفت میں داخل ہوئی.... دروازہ بند ہوا اور لفت اور پر کی طرف جانے لگی.... اس کے پونٹ ختنی سے بچنے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد لفت رکی.... دروازہ کھلا وہ باہر نکلی دروازہ بند ہوا۔ لفت دوبارہ نیچے سر کرنی چل گئی۔ لیز اب گھری تارکی میں کھڑی ہوئی تھی۔ مٹلتی ہوئی آگے بڑھنے لگی.... اور ایک جگہ دیوار پر ہاتھ پھیرا اسی تھا کہ روشنی میں نہا گئی.... راہداری میں بزر روشنی چھیل گئی تھی وہ آگے بڑھتی رہی.... راہداری کا اختتام زینوں کے قریب ہوا تھا....
ایمن زینے طے کر کے اس جگہ پہنچی جہاں ایک راکٹ جس کی لمبائی دس فٹ سے زیادہ نہ رہی ہو گئی لاچک پیدا کر پھر تڑکری کے زاویے نے کھڑا نظر آیا۔ اس کا درمیانی قطرباچھ فٹ سے زیادہ نہیں تھا۔

وہ اس کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔ دروازہ کھلتے ہی راکٹ کے اندر روشنی چھیل گئی تھی۔

پاکٹ کی سیٹ پر بیٹھ کر اُس نے کنٹرول یورڈ کے بٹن پر انگلی رکھی ہی تھی کہ راکٹ تیر کی طرح لاچک پیدا سے نکل کر فضائی بلند ہو گیا۔ پھر اس کی پرواز متوازی ہو گئی تھی.... اور اپری ٹائپر میل کو پڑے سے عکھے نمودار ہو کر گردش کرنے لگے تھے۔ لیکن قلعی بے آواز.... اب وہ چواز کی پرواز برقرار رکھے ہوئے آہستہ آہستہ نیچے کی طرف آ رہا تھا.... پرواز میں تیز رفتاری نہیں رہی تھی.... بالکل کسی یہی کو پڑ کی طرح بنگل کی جانب پرواز کر رہا تھا۔



بانگ جانور قیدیوں کے گرد رقص کر رہے تھے.... اور قیدی برابر چیخ جا رہے تھے۔ وہ کہاں بنائے بلا وہ جو ہماری زبان بول سکتا ہے.... اس نے وعدہ کیا تھا کہ ہمیں کوئی گزندہ پہنچنے گا۔

لیزانے پکھ دیر بعد کہا۔ ”تم یہیں ٹھہر کر اسکریں پر نظر رکھو۔ میں اور سرینا جا رہے ہیں!“
”جیسی آپ کی مرضی مادام....!“ روبن نے کہا۔

لیزانے سرینا کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا تھا.... اور آپ پیش رو میں نکل آئی تھی۔ سرینا اس کے پیچھے چلتی رہی۔

لفت کے قریب پہنچ کر لیزار کی اور سرینا کی طرف ٹڑ کر بولی۔ ”یہ لفت یہاں سے اپر بھی جاسکتی ہے!“

”میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا.... بلکہ شاہد کوئی بھی نہ جانتا ہو!“

”تمہارا خیال درست ہے.... میرے علاوہ اور کوئی بھی نہیں جانتا.... اور مجھے اسی لفت کے سلسلے میں تمہاری مدد رکارہے.... اور یہ راز تم ہی تک مدد درہنا چاہتے ہے کہ یہ لفت اپر بھی جاسکتی ہے!“

”ایسا ہی ہو گا مادام....!“

”اور دوسرا بات.... اپر جانے کے لئے لفت اسی جگہ سے آپریٹ ہو گی اور خود بخوبی نیچے واپس نہ آسکے گی.... بلکہ تم یہیں رک کر اسے اس اپاٹ پر واپس لاو گی!“

”مجھے آپریٹ کرنے کا طریقہ بتائیے!“

”میری واپسی تک تمہیں رکنا بھی پڑے گا!“

”بہت بہتر....!“

”بے خوابی کی دو تکلیف لے کر تم جا گئی بھی رہ سکو گی!“

”ایسا ہی کروں گی مادام....!“

”اب ادھر سوچ بیوڑ کی طرف دیکھو.... جیسے ہی میں لفت میں داخل ہوں اور دروازہ بند ہو جائے تم اس بٹن پر انگلی رکھ دینا اور اسے اس وقت تک دبائے رکھنا جب تک کہ بزر روشنی نظر نہ آئے.... بزر روشنی نظر آتے ہی انگلی ہٹالینا پھر زردوشنی نظر آئے گی.... اس کے بعد تم اس بٹن کو دبانا.... لفت واپس آجائے گی۔ ذرا ایک بارہ ہر اناتومیں نے کیا بتایا ہے!“

سرینا نے تعلیل کی تھی۔

”اچھا ب سنو....! میں جب واپس آؤں گی تو سرخ روشنی جلدی جلدی بلنے بچنے لگے

لیکن شکرالیوں کو اس کی قطعی پروادہ نہیں معلوم ہوتی تھی کہ وہ کیا کہہ رہتے ہیں۔ بدستور اسی انداز میں رقص کے جارہے تھے اور بالکل ایسا ہی لگتا تھا جیسے اگلے پھرے میں ان کے خواجہ قیدیوں کے سینوں میں پیوست ہو جائیں گے۔ کبھی کبھی کسی قیدی کی خوف زدہ تیجیں بھی نہیں میں بلند ہوتی اور شکرالی قیچے لگانے لگتے۔

الاؤ کے چاروں طرف سو سو اسگر کے دائرے میں آٹھ ایسے جانور چھپے ہوئے تھے جنہوں نے اپنے چہروں پر گیس ماسک چڑھا کر تھے اور گیس سلنڈر ان کی پشتوں پر بند ہے ہوئے تھے۔ یہ لوگ مکمل تاریکی میں تھے اور ان کے دیکھ لئے جانے کا یوں بھی امکان نہیں تھا کہ یہ متعدد جھاڑیوں میں پوشیدہ تھے۔

شارق عمران کے قریب ہی تھا۔۔۔ اُس نے آہستہ سے کہا۔ ”چچا ہم انہیں غاری میں چھوڑ آئے ہیں۔۔۔ کہیں وہاں سے چلنا جائیں!“

”بھیج گی تم کیوں اپنا داع خراب کر رہے ہو!“
”آن کی آوازیں بہت سریلی ہیں!“

”تمہارے لئے فضول ہیں کیونکہ تم کچھ جانور نہیں ہو!“
”طربدار کو چھیڑنے میں مزہ آتا ہے!“

”کسی دن شہباز تمہیں مار بیٹھے گا۔۔۔ اپنی زبان بند رکھا کرو!“
”وکیوں بھیجنے ضروری نہیں کہ میرا ہر انداز درست ہی نکلے۔۔۔ ہو سکتا ہے ہم ٹھیک

جا گئے رہیں اور کچھ بھی نہ ہو!“
”لیکن سوال تو یہ ہے کہ جب تم نے خود ہی راستہ تلاش کر لیا تھا تو اس کبھی بے میں پڑنے کی ضرورت تھی!“

”میں نے صرف دروازہ دریافت کیا تھا۔۔۔ راستہ نہیں۔۔۔ اور میں نہیں جانتا کہ اس دروازے کے آگے کنوں ہو گایا منارہ۔۔۔ چلو۔۔۔ تو براچ چھالو منہ پر ہو سکتا ہے کہ بے خبری ہیں، ہم بیہوش ہو جائیں!“

شارق نے گیس ماسک پہن لیا۔

”ٹھیک اسی وقت ان کے سروں پر عجب ساز ناتا ہوا تھا اور ایسا لگا تھا جیسے غاصی بلندی پر کسی

انہر و فون کو چھیڑا گیا ہو۔۔۔ اچاک کسی عورت کی آواز یہ کہتی سنائی دی۔ ”شکرالی درندو۔۔۔“
بیری بات غور سے سنو!“

الاؤ کے گرد رقص کرنے والے شکرالی رک گئے۔۔۔ عمران اس جگہ سے انہیں صاف دیکھ سکا تھا۔

آواز پھر آئی۔ ”اگر تم نے ان قیدیوں کو فوری طور پر رہانہ کر دیا تو پورے شکرالی پر بزم برماۓ جائیں گے۔۔۔ ایک تنفس بھی زندہ نہ بچے گا۔ انہیں رہا کر کے خود کو ان کے حوالے کر دو!“

عمران نے ایک پرندے کی سی آواز نکالی تھی اور الاؤ کے گرد تاپنے والے شکرالی اپنے قیدیوں کو وہیں چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے اور وہ شکرالی چاروں طرف سے سمت کر عمران کے قریب آپنے جو اور اور اور چھپے ہوئے تھے۔

”یہ کہاں سے بول رہی ہے۔۔۔؟“ شہباز نے عمران سے پوچھا۔
”اُپر سے....!“

”لیکن میں نے اڑنے والی مذہبی نہیں میں کی آواز نہیں سنی۔۔۔ وہ تو بہت سورج پاٹی ہے۔۔۔“
”یہ میں بے آواز معلوم ہوتی ہے!“

”یہ اکی آواز پھر آئی۔۔۔ اچھی بات ہے بھاگ رہے ہو تو بھاگو۔۔۔ لیکن بیخ نہیں سکو گے۔۔۔“
”اس پر فائز کریں۔۔۔؟“ شہباز نے پوچھا۔

”اگر تم نے میں کی تولیز از نہ نہیں بچے گی۔۔۔ وہ مر گئی تو تم دوبارہ آدمی نہیں بن سکو گے!“
”اس نے پورے شکرالی پر بمب اری کی دھمکی دی ہے۔۔۔!“ شہباز جھنجلا کر بولا۔ ”ہم آدمی بن گئیاں ہیں لیکن شکرالی کی جاتی ہمیں گوارانہ ہو گی۔۔۔!“

”ذرا صبر سے کام لو۔۔۔ میں دیکھتا ہوں۔۔۔!“
”کیا دیکھو گے۔۔۔!“

”تھی کہ وہ کہاں اور کتنی بلندی پر ہے!“

”کہاں سے دیکھو گے۔۔۔؟ وہ درختوں کے اوپر ہے۔۔۔ اور یہاں درختوں کی شاخیں اتنی تھیں میں کہ آسمان نہیں دکھائی دیتا!“

۔۔۔ اب تم دیکھنا اپنا حشر.....! ”لیزا اوپر سے دہاڑی۔

عمران ایک قریبی درخت پر چڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ شہباز نے اُسے روکنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن اس نے اس کا ہاتھ جھوٹک دیا تھا۔ اندر میں درخت پر چڑھنا آسان کام نہیں تھا۔ شائد اسی بنا پر شہباز نے اُسے روکنا چاہا تھا۔ تنے سے گزر کر اُس نے ایک موٹی سی شاخ پر پڑھائے تھے اور اوپر کی دوسری شاخ بائیس ہاتھ سے تمام کردا ہے ہاتھ سے مزید اوپر جانے کے لئے کوئی مناسب سی شاخ غلاش کرنے لگا تھا۔

خوزی کی بجدوجہد کے بعد وہ ایسی جگہ پہنچ گیا۔۔۔ جہاں سے وہ اس راکٹ نہایتی کو پڑ کو مان دیکھ سکتا تھا۔ اس کا پچھا گردش کر رہا تھا اور وہ فضائیں معلق تھا۔

لیکن اس تک عمران کی پہنچ ناممکن تھی۔۔۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں وہاپنے بیہوش ساتھیوں کی بھی پروادہ نہ کرتے ہوئے جنگل میں فائر مگ ہی نہ شروع کر دے۔ لیزا جیسی عورتوں سے کچھ بید نہیں۔ ہر طرف سے مایوس ہو کر وہ سب کچھ کر گزرتی ہیں۔ تو پھر اب کیا کیا جائے۔ فوری طور پر کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آسکی! نکولس نے اُسے یہ نہیں بتایا تھا کہ عمارت میں کوئی نیلی کوپڑ بھی موجود ہے۔۔۔ اس نے صرف اس نیلی کوپڑ کا ذکر کیا تھا جس کے ذریعے رسد عمارت تک پہنچتی ہی اور پھر وہ وہاں سے پرواز کر جاتا تھا۔ معمول کے مطابق ہی آتا تھا۔ معینہ دونوں کے علاوہ اور بھی نہیں دھکائی دیتا تھا۔

اس فکر کے دوران میں اچاک اس کی ریڈی میڈ کھوپڑی چل گئی اور اُس نے نکولس کی آواز کا نقش اتارتے ہوئے لیزا کو پکارا۔

”مجھے معاف کر دیلیز!۔۔۔!

”کون.... نکولس.... تم کہاں ہوں....؟“

”ایک درخت پر مادام میں نے اس کے سر پر ضرب لگا کر بیہوش کر دیا ہے جس نے ابھی انگلیں گیس استعمال کی تھی!“

”اور استعمال سے تم نے ہی آگاہ کیا ہو گا!“

”ہرگز نہیں.... وہ دن یاد کرو جب تم تو نی اور گیس پر کے ساتھ آئی تھیں اور مجھے بیہوش کرنے کی کوشش کی تھی۔ انہوں نے تمہیں ایسا کرتے دیکھا تھا!“

”کہیں نہ کہیں سے تو ضرور دیکھی جاسکے گی۔۔۔ ورنہ اس نے ہمارے ساتھیوں کو بھائیتی کیسے دیکھ لیا!“

”تم نے ابھی تک میرے حکم کی تعیین نہیں کی۔!“ لیزا کی گرج دار آواز پھر سنائی دی۔ ”میرے کہا تھا کہ قیدیوں کے ہاتھ پیر کھول کر خود کو ان کے حوالے کر دو!“

”میرا خیال ہے کہ وہ درخت والے کمرے کے قوطی سے یہی کوپڑ میں بھی انہیں دیکھ سکتے ہیں!“ ”آواز بولا۔“ اس کی آواز عین ہمارے سروں پر سے آ رہی ہے۔ اچھی بات ہے میں کسی درخت پر چڑھ کر دیکھتا ہوں!“

”دفعتاً قیدیوں میں سے ایک زور سے چینا۔“ مادام کیا میری آواز آپ تک پہنچ رہی ہے۔“

”ہاں.... پہنچ رہی ہے۔۔۔ میں زیادہ بلندی پر نہیں ہوں۔!“

”وہ ڈر کر بھاگ گئے ہیں مادام.... آس پاس کوئی بھی موجود نہیں ہے۔!“

”کیا وہ کل پانچ ہی عدد ہیں....؟“

”نہیں مادام پورے۔۔۔ کے پورے تیرہ عدد ہیں۔!“

”تب پھر آٹھ عدد آس پاس ہی چھپے ہوئے ہوں گے۔۔۔ نکولس اور جیری کہاں ہیں۔!“

”یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک غار ہے۔۔۔ وہ دونوں دہیں ہیں اور ان شکرالیوں سے پورا پورا تعاون کر رہے ہیں۔!“

دفعتاً عمران نے اس گیس سلنڈر سے بیہوش کر دینے والی گیس خارج کرنی شروع کر دی خود آسکیجن سلنڈر کے برابر ہی اس کی پشت پر بندھا ہوا تھا۔۔۔ ساتھ ہی اس نے آہستہ سے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ وہ گیس ماسک چڑھالیں۔

”میں انہیں بھی دیکھوں گی تم فکر نہ کرو۔!“

”اوہ مادام....!“ اسی قیدی نے چیخ کر کوئی اور اطلاع دینی چاہی تھی لیکن پھر اس کامنہ کھلا کا کھلا رہ گیا تھا اور آنکھیں بند ہو گئیں تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ سب زمین پر لڑھک گئے۔

”کیا ہوا۔۔۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔۔۔ تمہیں....؟“ لیزا کی آواز آئی۔۔۔ لیکن نیچے سے کوئی جواب نہ پہنچ سکا۔

”نکولس.... میں سب سمجھتی ہوں۔۔۔ تم نے انہیں گیس کے استعمال سے آگاہ کر دیا۔

”یقین نہیں آتا...!“

”اچھا تو سنو....!“ عمران نے غصیل آواز میں کہا۔ ”مجھے اس کی ذرہ برا بر بھی پرواد نہیں کہ تھا رے ہاتھوں میرا کیا حشر ہو گا۔ میں تو ان دونوں لاکیوں کو بچانا چاہتا ہوں جب سے یہ پورے تیرہ عدد اکٹھا ہوئے ہیں ان دونوں کی جان پر بنی ہوتی ہے۔ کہیں مر ہی نہ جائیں مجھ سے نہیں دیکھا جاتا!“

لیز اکی آواز فوراً ہی نہیں آئی تھی۔

”جلد کوئی تدبیر کرو....!“ عمران ہی نکولس کی آواز میں چینا۔

”وہ سب کہاں ہیں....?“

”ایک کے علاوہ اور سب بھاگ کھڑے ہوئے تھے تھا تھا رے کارہ گیا تھا۔ شائز یہ سمجھتا تھا کہ گیس ماسک اور سختھیلک گیس کا سلنڈر ہی اس کی حفاظت کو کافی ہو گا۔ اس نے زبردستی مجھے اپنے ساتھ لیا تھا اور مجھے بھی گیس ماسک کے استعمال پر مجبور کیا تھا!“

”اگر تم بھی میری مدد پر آتا ہو تو میں تمہیں معاف کر دوں گی!“

”میں تم سے اپنے لئے رحم کی بھیک نہیں مانگوں گا۔ لیکن خدا کے لئے ان لاکیوں کو بچاؤ!“

”اچھی بات ہے.... تو سنو....! یہاں سے آدھے فرلانگ پر مشرق کی طرف لینڈ کرنے کی جگہ ہے.... میں وہیں لینڈ کرنے جارہی ہوں.... وہیں بچنج جاؤ!“

”بہت اچھا....!“ عمران نے کہا اور اُس وقت تک درخت ہی پر رہا جب تک یہیں کوپڑہ مڑک بتائی ہوئی سمت میں پرواز نہیں کر گیا.... پھر وہ بڑی بھرتی سے نیچے اترنا تھا۔

”میا ہوا....؟“ شہباز کی آواز آئی۔ ”نکولس کہاں ہے.... ہم اُسے غار میں چھوڑ آئے تھے وہ درخت پر کیسے بچنگ گیا!“

”وہاب بھی غار ہی میں ہو گا!“

”کمال کے آدمی ہو بچا....!“ شارق بولا۔

عمران نے جلدی جلدی انہیں بتایا تھا کہ وہ کیا کر گذر رہے۔

”تو پھر ہمیں اس طرف چل دینا چاہئے!“ شہباز نے کہا۔

”نہیں....! صرف میں جاؤں گا.... کسی قسم کا خطہ مول نہیں لے سکتا۔ وہ بہت چالاک“

”تم ان قیدیوں پر نظر رکھو.... یہ جلدی ہی ہوش میں آجائیں گے کیونکہ گیس کی قدر قابلے ہے بھی گئی تھی.... اثر کمزور ہی ہوا ہو گا!“

”میں بھی نہیں بچا....؟“ شارق نے مایوسی سے پوچھا۔ ”نہیں تم بھی نہیں بھتھجے....!“ عمران نے کہا اور انہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔ اس نے وہ چورا سامیدان پہلے ہی دیکھ رکھا تھا۔ جس کے آس پاس اونچے اور گھنی شاخوں والے درخت نہیں تھے۔

وہ تیزی سے آگے بڑھتا رہا۔ اُسکے اندازے کے مطابق یہیں کوپڑہ بہت پہلے لینڈ کر چکا ہو گا! یہاں یوں کی اوٹ میں چلتے چلتے وہ اچانک رک گیا۔ تھوڑے فاصلے پر روشنی کا جھمکا سا ہوا تھا۔ اس نے بڑی بھرتی سے خود کو زمین پر گرا لیا تھا.... اور اپنی پشت سے دونوں گیس سلنڈر کوں پھیکے تھے.... گیس ماسک بھی انہار دیا تھا.... تھوڑی دیر بعد یہیں کوپڑہ کا دروازہ کھلا اور لیزا نیچے اتر کر دروازے سے ملی کھڑی رہی۔

عمران سوچ رہا تھا کہ ضروری نہیں نیچے اترنے والی لیزا ہی ہو۔ وہ اس مہم پر تھا تو نہیں اُنکی لہذا بھی خود اُس کی تدبیر کامیاب نہیں کہی جاسکتی۔

یہیں کوپڑہ یہاں سے زیادہ میں باکیس گز کے قابلے پر رہا ہو گا۔ لیکن اندر ہرے میں ال کا اندازہ کر لینا مال تھا کہ اُس پر سے اترنے والا کوئی مرد ہے یا عورت صرف ایک بیوی سانظر آ رہا تھا۔

عمران جہاں تھا وہیں دیکھا رہا.... وہ سوچنے لگا خطہ تو مول یعنی پڑے گا۔ درنہ ہو سکتا ہے زید دیر ہونے پر وہ ہاتھ سے نکل جائے۔ وہ آہستہ آہستہ رینگتا ہوا آگے بڑھا چکر کاٹ کر یہیں کوپڑہ کے دوسرے پہلو پر پہنچا چاہتا تھا۔

ابھی آدھا ہی فاصلہ طے ہوا تھا کہ لیز اپھر یہیں کوپڑہ میں جا بیٹھی لیکن دروازہ کھلا ہی رہنے دیا۔ عمران رک گیا.... دوسری دشواری۔

”اچھی بات ہے....!“ عمران آہستہ سے بڑا لیا۔ ”دیکھا جائے گا!“ ”وہ اچانک کئی فٹ اچھلا اور دھم سے نیچے گر کر کہا لیکن یہ کراہ بھی نکولس ہی کے سے انداز مل تھی۔

”نہیں گے۔“
 ”تو کیا وہ دوبارہ آدمی بن سکتے ہیں۔!“
 ”کیوں نہیں....!“
 ”بیہوش ہونے سے قبل میں آپ کو یہ اطلاع دینا چاہتا تھا کہ ان کا لے جانوروں میں سے ایک ہماری زبان بخوبی بول اور سمجھ سکتا ہے۔!
 ”نا ممکن....!“
 ”یقین کیجئے... مادام....! اُسی نے کولس سے ہمارے متعلق ساری معلومات حاصل کی ہیں اور اُسے نُمری طرح در غلار کھا ہے۔!
 ”میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔!
 ”چاہیں اب وہ سب کہاں غائب ہو گئے ہیں۔!
 لیزا کچھ نہ بولی.... اُس کے چہرے پر بد حواسی کے آثار بستور قائم تھے۔
 چاروں طرف آنکھیں چھڑا چھڑا کر دیکھے جا رہی تھی۔ یہ ایک بہت بڑا غار تھا۔
 دفتار کی جانب سے کولس برآمد ہو کر ان کے سامنے آکھڑا ہوا۔ لیزا اس سے نظریں چلانے کی کوشش کر رہی تھی۔
 ”مادام گوردو.... میری وہ جیکٹ کہاں ہے جو میں نے جانور بنائے جانے سے قبل پہن رکھی تھی....؟“ کولس نے سوال کیا۔
 ”کیوں....؟“ لیزا نے میکھے لبھ میں پوچھا۔ ”وہ جیکٹ اس وقت کیوں یاد آئی ہے۔!
 ”میرے سوال کا جواب دو....!“
 ”تمہارے وہ کپڑے آتش دان میں جھومنک دینے گئے تھے۔
 ”بس تو پھر!“ کولس نے قہقہہ لگایا۔ ”دربائے نمیں کے کنارے پائے جانے والے ہیرے کی آتش دان میں گئے۔ وہ نوٹ بک اسی جیکٹ کے استر میں سلی ہوئی تھی۔!“
 ”تمہیں تو سب کچھ زبانی یاد ہو گیا تھا....!“ لیزا نے طنزیہ لبھ میں کہا۔
 ”احمقانہ خیال ہے.... وہ تو میں نے اس لئے کہا تھا کہ تم مجھے یہری سمیت دوبارہ جنگل میں پھرداو.... یہ دیکھنے کے لئے کہ ہم کدھر جاتے ہیں۔!

”کیا ہوا....؟“ اُس نے لیزا کی آواز سنی۔
 ”میں جھاڑیوں میں الجھ کر گرپا ہوں مادام....! نُمری طرح الجھا ہوا ہوں اب انھوں نے سکلت۔!
 ”روشنی نہ ہونے پائے.... وہ پتا نہیں کہاں ہیں....!“ عمران نے کہا۔
 ”تم اسی طرح بولتے رہو.... میں تمہارے پاس بچنچ جاؤں گی۔!
 ”جلدی سمجھے....! وہ غبیث روحوں کی طرح میرے حواس پر چھائے ہوئے ہیں۔ ذرا سی بھی روشنی نہ ہوئی چاہئے۔!
 ”فکر مت کرو....!“ پھر وہ اس کے سر ہی پر بچنچ گئی تھی۔ لیکن تاریکی میں سیاہ بالوں کا وہ گول منول ساڈھیر اسے نظر نہیں آیا تھا۔
 دفتار عمران اچھلا اور اُسے دبوچ بیٹھا۔ بالوں کا احساس ہوتے ہی بے اختیار لیزا کی چینیں لٹک گئی تھیں۔ عمران نے زور سے قہقہہ لگایا۔
 ”آخر ہو تو عورت ہی۔!“ اس بار عمران اپنی اصل آواز اور شکرالی میں بولا تھا۔ ”چیختے کے علاوہ اور کیا کر سکتی ہو۔!
 وہ کولس کو گالیاں دینے لگی تھی۔ اس پر عمران کچھ نہیں بولا تھا۔ البتہ لیزا کی کنپیوں پر اس کی انگلیوں کا باو بڑھتا جا رہا تھا۔
 ”تحوڑی ہی دیر میں وہ بیہوش ہو کر اس کے بازوؤں میں جھوول گئی۔ عمران نے اُسے کانڈے پر ڈالا تھا اور الاؤ کی سمت دوڑ لگادی تھی۔



لیزا کو ہوش آیا تو اُس پر بد حواسی طاری تھی۔ فوری طور پر احساس ہو گیا کہ ہاتھ پشت ہے۔
 بندھے ہوئے ہیں.... اس کے ارد گرد سی فیلڈور کرز بھی دوز انو بیٹھے ہوئے تھے۔
 الاؤ روشن تھا اور کالے جانوروں کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔
 ”یہ بہت براہو مادام....!“ ایک فیلڈور کرنے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔
 ”اب زندگی کی کوئی امید باقی نہیں رہی۔!
 ”وہم ہے تمہارا.... اگر انہوں نے مجھے مارڈالا تو ہمیشہ اسی حال میں رہیں گے۔ دوبارہ آدمی

”خدا تمہیں غارت کرے۔!“ لیزادانت پیس کر بولی۔ ”تم نے ہی آواز دے کر مجھے پہنچا۔“
بھی ہے۔ اب تم دیکھنا اپنا حرث...!“

”میں نے تمہیں آواز دی تھی؟“ گولس نے حیرت سے کہا۔

”ہاں.... تم نے...! اور نہ میں ہیلی کو پڑ کیوں اتارتی!“

”اوہ.... میں سمجھا....!“ کہہ کر گولس نے قبھہ لگایا تھا اور پھر بولا تھا۔ ”وہ شکرالی جانور
حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک ہے.... میری تو کیا وہ تمہاری آواز کی بھی نقل اتار سکتا ہے!“

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو گولس ڈار لنگ....!“ غار کے ایک تاریک گوشے سے لیزا کی آواز
آئی اور لیزا چونک کر انہیں ہونے میں گھومنے لگی.... عمران آہستہ آہستہ روشنی میں آیا۔ لیزا
اسے گھوڑے جارہی تھی۔

”تو یہ تم تھے!“ وہ بالآخر بولی۔ ”وہ جو گولس کو کاندھے پر اٹھا کر پہلا کی طرف لے گئے
تھے!“

”ہاں میں وہی ہوں.... تم لوگوں نے مجھے جانور بنا کر اچھا نہیں کیا.... میں شکرالی نہیں
ہوں۔ یہاں ایک مشن پر آیا تھا۔ تمہاری ہی طرح سفید فام ہوں۔ بس ذرا بال کا لے تھے!“

”اگر یہ بات ہے تو میں معافی چاہتی ہوں.... تم دودن کے اندر اندر ہی اصلی حالت پر آ جاؤ
گے۔ ہمیں رہا کر دو....!“

”اس پر مجھے غور کرنا پڑے گا۔!“

”آخر کیوں....؟ مجھے اپنی غلط فہمی کا اعتراف ہے.... اور اس کا ازالہ کرنے پر بھی نیا
ہوں۔ پھر غور و فکر کی ضرورت باقی رہتی ہے!“

”بقیہ لوگ بھی جانور نہیں رہیں گے۔!“

”اس قسم کا کوئی وعدہ نہیں کر سکتی.... کیونکہ اس تجربے پر کشیر قم صرف ہوئی ہے اور پھر
میں خود مختار نہیں ہوں کسی کے لئے کام کر رہی ہوں!“

”تجربے کا مقصد کیا ہے....؟“

”یہ مجھے نہیں بتایا گیا....؟“

”تم ان سکھوں کو آدمی بناؤ گی!“

”یہ ناممکن ہے۔!“

”ناممکن کو ممکن بنانا میرا کام ہے۔!“ عمران نے اپنا دہنا ہاتھ پشت پر سے سامنے لاتے
بوئے کہا۔

ہاتھ میں ہائپوڈر مک سرخ تھی.... جس میں کوئی سیال بھرا ہوا تھا۔
”اک.... کیا مطلب....؟“ لیزا ہمکاری۔

”بارہ گھنٹے تک تم میرے احکامات کی تعییل کرتی رہو گی.... تمہاری اپنی قوت ارادتی
ہو جائے گی.... گیارھویں گھنٹے پر دوسرا انجکشن مزید تیرہ گھنٹوں کے لئے تمہیں میری فرمانبردار
ہائے رکھنے کے لئے کافی ہو گا!“

”بت.... تم آخر ہو کون....؟“

”ایک بے ضرر پادری....! جو شکرالیوں میں مذہب کی تبلیغ کر رہا تھا۔!
”میں معافی چاہتی ہوں.... قادر....!“

”نہیں کھیل کر اپنے اس خارے کو برداشت کرو!“ اُس نے کہا اور آگے بڑھ کر لیزا کے
بادپر سے آستین چاہڑا۔

”نہیں.... نہیں....!“ وہ گھنٹھیانی لیکن سوئی اس کے بازو میں پیوست ہو چکی تھی اور
مران سرخی کا پسلن دبارہ تھا۔

لیزا کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہوتی گئیں اور بلا خرسرینے پر ڈھلک آیا۔
گولس حیرت سے آنکھیں پھاڑے عمران کو دیکھے جا رہا تھا۔

”تھوڑی دیر بعد جا گے گی۔!“ عمران بولا۔ ”تم میرے ساتھ آؤ!“

وہ اُسے غار کے اس تاریک گوشے میں لے گیا جہاں سے خود برآمد ہوا تھا۔

”اب کیا خیال ہے....؟“ عمران نے پوچھا۔

”کچھ دیر قابل اپنے فیڈور کرز سے اُس نے جس قسم کی گھنٹوں کی تھی اس سے تو یہی معلوم
ہے کہ وہ خود ہی ہمیں دوبارہ آدمی بنائے گی۔!“

”اس انجکشن کے اثر سے وہ کچی بات بتانے پر مجبور ہو گی۔!“

”لیکن میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا.... قادر....! میں تو تمہیں شکرالی ہی سمجھتا رہا تھا۔!“

”بڑی دشواری آپری ہے.... میں انہیں آدمی بنانے آیا تھا اور تمہارے سائنس والوں آدمیوں کو جانور بنادینے پر تلتے ہوئے ہیں۔ مذہب آدمی بنانا چاہتا ہے اور سائنس حیوانیت کی طرف لے جا رہی ہے!“

”خدا کرے اس کے پاس ایسی ڈوٹ موجود ہو۔!“

”کہیں نہ کہیں تو موجود ہی ہو گا۔ تم فکرنا کرو.... میں دوسرا دنیا سک ان لوگوں کا تھابت کروں گا!“

”اب کیا اسکیم ہے....؟“

”میں اسے پہاڑ کی طرف لے جاؤں گا اور تم بھی میرے ساتھ ہو گے!“

”وہاں بہر حال اور لوگ بھی موجود ہیں محض ہم دونوں سے کام نہیں چلے گا!“

”اس کی طرف سے بھی بے فکر ہو.... بیدار ہونے کے بعد لیزا وہی کرے گی جو اسے کھا جائے گا!“

”یہ کس قسم کا نجکشن تھا....؟“

”فضول قسم کے سوالات کر کے وقت نہ ضائع کرو.... چلو وہ جاگ پڑی ہو گی!“

لیزا تجھ بیدار ہی ملی لیکن پلکھیں جھپکائے بغیر خلامیں گھورے جا رہی تھی۔ جیسے کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔

وہ ان کی طرف بھی متوجہ نہ ہوئی.... اس کے فیلڈ ور کرز اسے آنکھیں پہاڑ چھاڑ کر دیکھے جا رہے تھے۔

تین سنکی

(چوتھا حصہ)

عمران سیریز نمبر 86

جانور بنانے والا سیال تھا۔ محفوظ کر لیتا اپنی قوم کے لئے کہ کھاتی رہ جو دہ روپے سیر بکرے کا گوشت، اور بے نیاز ہو جاؤ عید کے جوڑے سے۔ خود بھی لے انجکشن اور بچوں کو بھی دلوادے تاکہ صرف ”روٹی“ ہی کا پر اب لم رہ جائے.... ”کپڑے“ کا سوال ہی نہ ییدا ہو سکے۔

دل چاہتا ہے کہ میں قصابوں کی خدمت میں چونی کے اضافے کا اعلان کر دوں۔ اسے اعلان ہی سمجھئے۔ لیکن فی الحال ”اضافے“ کے ”حق“ کو ”محفوظ“ ہی رکھوں گا۔ عید الاضحیٰ کے انتظار میں.... اس وقت کا منتظر رہوں گا جب آپ خود بھی جانور خریدنے نہیں گے... کیسی رہے گی اس وقت چونی کی چوٹ....؟

یا پھر ایسا کہے لیتے ہیں....! قیمت کھواوں دو روپے اور آپ مجھے سواد روپے دے جائے.... ہی! کیا فرمایا....؟ نہیں....! یہی تو قع تھی آپ سے.... آپ قصابوں سے تعاون کر لیں گے.... مجھ سے نہیں کریں گے.... کتاب کھانے میں لذیذ نہیں ہوتی۔

آپ قصاب کی دکان پر لٹکے ہوئے زخ نامے کو روزانہ دیکھتے ہیں اور اس سے ڈیوڑھی قیمت پر گوشت خرید کر چپ چاپ گھر پلے آتے ہیں۔ میں نے چونی کا اضافہ کیا تھا اور چھاپ بھی دیا تھا لیکن آپ نے احتیاجی خطوط کے ڈھیر لگادیے تھے۔ خیر دیکھا جائے گا۔ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ کیونکہ خود بھی قصابوں سے تعاون کا مرٹکب ہوتا رہتا ہوں... قصابوں سے تعاون کرتا ہوں اور حکومت سے شکوہ....! ادھر بے چاری حکومت انگشت بدندال ہے کہ اسے کیا کرنا چاہئے....!

قصاب زندہ باد

گوشت خور پا سندہ باد

والسلام

ابن صوفی

پیشہ رس

اس بار اگر آپ کہانی پڑھ لینے کے بعد پیشہ رس ملاحظہ فرمائیے تو زیادہ بہتر ہو گا۔ عمران نے شہباز سے کہا تھا کہ ذہنی جنگ تھا لڑی جاتی ہے۔ اس کے لئے کسی فوج کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس نے جو کچھ کہا تھا کہ دکھایا۔ ذہنی جنگ کے لئے زیادہ خون خرابہ بھی غیر ضروری ہوتا ہے۔ دوسری اطلاع یہ ہے کہ عمران نے اجنبیت ہفتہم الف کو اس کے ملک میں پہنچا دیا ہے۔ خان شہباز اور خانزادی کو فی الحال اپنے ملک میں لے آیا ہے ان کے ملکی حالات بہتر ہونے پر انہیں وابس بھجوادے گا۔ مطمئن رہئے۔

تیسرا بات یہ ہے کہ طربدار اور اس کی مادہ کا معاملہ عمران کا مسئلہ نہیں تھا۔ اس لئے اس نے اسے شکرالیوں ہی پر چھوڑ دیا تھا۔ اب اگر سنہری مادہ کے بطن سے کوئی ایسا بچہ پیدا ہوتا ہے جو بڑا ہو کر ساری دنیا کے لئے خطرہ بن جاتا ہے تو میں دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں مجھے کیا کرنا چاہئے۔ (اگر اتنے دنوں زندہ رہتا تو)۔

چوتھی بات یہ ہے کہ یہ مہم عمران نے شکرالیوں کے لئے سر کی تھی۔ اس لئے اسے میں الاقوای مسئلہ بنانے سے گریز کرتا رہا۔ (یا ہو سکتا ہے تین سنکیوں کی چند روزہ صحبت نے اسے بھی سنکی بنادیا ہو)۔

پانچویں بات یہ ہے کہ رمضان شریف کی آمد کی خوشی میں بکرے کا گوشت چودہ روپے فی سیر کے حساب سے فروخت ہونے لگا ہے۔ اگر مجھے پہلے سے علم ہوتا تو عمران کو وہ ایکلن ہر گز نہ ضائع کرنے دیتا جن میں

وہ ماں سے زیادہ خود اس کا دوست تھا۔ ماں اس سے لاعم تھی وہ شادی شدہ اور بان پچے نہ ایک لڑکی تو خود لیز اسی کی ہم عمر تھی۔

زندگی کا وہ دور بھی نظروں کے سامنے سے گذر گیا۔

اور اب وہ خود کو ایک بہت بڑے ہپتال میں دیکھ رہی تھی۔ ”لیزا...!“ دفتار کی نے اوپر ایک میں اسے مخاطب کیا۔ ... وہ چونکہ پڑی۔ ... خوابوں کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ چاروں طرف کا لے پیدا کر کرے نظر آئے آلا وہ کسی سرخی مائل روشنی میں بڑے ذرا ورنے لگ رہے تھے۔

”لیزا...!“ سامنے والے جانور نے اسے پھر آواز دی۔
”میں سن رہی ہوں....!“ وہ مردہ کی آواز میں بوی۔

”ہیڈ کوارٹر سے آنے والے پیغامات کو کس طرح ڈی کوڈ کرتی ہو؟“ جانور نے سوال کیا۔

”الفائکی جگہ ڈینا...!... بینا کی جگہ الفا...!... گاما کی جگہ ڈیلٹا...!... ڈیلٹا کی جگہ گاما...!...“
”بس بس....!“ جانور ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”سمجھ گیا...!... سلیکیں...!...“

وہ فناخیل آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔

جانور نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ پیر کھول دیئے اور اس سے اٹھنے کو کہا اس نے چپ پیغامیں کی تھی۔

”اس کی تو شخصیت ہی بدلت کر رہ گئی۔!“ نکولس نے آہتہ سے جبری کے کان میں کہا تھا۔
ذہن اسرا برک پر تشویش نظروں سے لیزا کی طرف دیکھتا رہا۔

”میرے ساتھ آؤ!“ جانور نے لیزا کا ہاتھ کپڑا کر غار کے دہانے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔
وہ اس کے ساتھ اسی طرح چلی جا رہی تھی جیسے دونوں سالہا سال سے ایک دوسرے کے نہایاں۔ وہ اسے باہر لایا اور ایک جگہ رک گیا۔ یہاں اتنا اندر ہیرا تھا کہ وہ ایک دوسرے کی شکل نہیں پہنچ سکتے تھے۔

”ایام انہیں دوبارہ آدمی بنا سکو گی....?“ جانور نے پوچھا۔

”نہیں....! میں صرف جانور بن سکتی ہوں۔!“

”کیا یہ دوبارہ آدمی نہیں بن سکیں گے۔!“

”میرا خیال ہے کہ بن سکیں گے۔!“

وہ خلا میں گھورتی رہی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کھلی آنکھوں سے کوئی خواب دیکھ رہی ہو۔
ایک فینڈر کر زور سے کھکھا تھا۔ لیکن لیزا اس کی طرف بھی متوجہ نہ ہوئی۔

عمران نے اپنے ساتھیوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ نکولس اور جیری کی نظریں برابر ملتیں اور وہ کبھی عمران کی طرف دیکھنے لگتے اور کبھی لیزا کی طرف۔

لیزا کا ذہن خود اس کی گرفت سے اس حد تک نکل گیا تھا کہ وہ اپنے کسی خیال کا رخ بالا رہ کسی دوسری طرف نہیں موڑ سکتی تھی۔ اسے ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے بحالت بیداری خواب دیکھ رہی ہو اور یہ خواب اس کے ماہی سے متعلق تھا۔ اس نے دیکھا کہ جیسے وہ ایک ننھی سی پنجی کے روپ میں کاندھے پر بستے نکالے اسکوں کی طرف چلی جا رہی ہے ساتھ ہی سوچتی بھی جا رہی ہے کہ آج تو پچھی میں، ہبڑا گر بھی میں گے اور وہ قیمتی کی نکیہ پر یہو نچوڑے بغیر اپنا ہبڑا گر نہیں کھائے گی۔
پھر اس نے دیکھا کہ وہ مکان کے سامنے والے میدان میں دوڑ لگا رہی ہے اور اس کے ساتھ اس کی ہم عمر کی لڑکیاں اور بھی ہیں۔

یکاکی اس نے اپنے باپ کی لاش دیکھی۔ ... مڑی تڑی اور ناقابل شناخت لاش۔ ... ایک تیز رفتار مڑک اسے کھلتا ہوا گزر گیا تھا۔ وہ اپنی ماں کی جیجنیں سن رہی تھی۔ اس کی ماں کا وہ دوست نظر آیا جو خود لیزا پر بھی نظر کھتا تھا۔ لیزا جواب جوان ہو رہی تھی طب کی طالبہ تھی ہوئی زندگی نظروں میں پھر گئی۔

ماں کا دوست اس کی کفالت کر رہا تھا۔ لیکن لیزا اپنہ نہ کرنے کے باوجود بھی اس پر مجبوہ تھی۔ اپنا مستقبل بنانا چاہتی تھی۔

راتھے میں کئی جگہ اسے نادیج روشن کرنی پڑی تھی اور پھر وہ یہیلی کوپٹر کے قریب جا پنچتھے۔
”اندر ہی بیٹھ کر گفتگو کریں گے....!“ عمران نے کہا۔

”میں تمہاری سر خی....!“

یہیلی کوپٹر کے اندر وہ اپنے پیروں ہی سے چل کر داخل ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے
ہاں کے ذہن کو موضوع گفتگو کی طرف موڑنے کی کوشش کی۔

”کیا بتاؤں.... کہاں تک بتاؤں....؟“

”تم ان لوگوں کے ہاتھ کیے گئی تھیں....؟“

”میرا شوہران کے لئے کام کرتا تھا.... میں یہی سمجھتی تھی کہ وہ ایک پرائیوریٹ ہسپتال
ہے۔ ڈاکٹر بردار اس کا انچارج تھا۔ میرا شوہر بھی ڈاکٹر تھا اور اس کی ماخنتی میں کام کرتا تھا۔ میں
نے اسے مارڈا۔!“

”شوہر کو....؟“ عمران چوک کر بولا۔

”ہاں اس نے مجھ سے بے وفا کی تھی.... ایک نر سے الجھ گیا تھا۔ میں اپنی ماں کی طرح
ہول نہیں تھی کہ خود کشی کر لیتی۔!“

”ہاں....! تو کیا تمہاری ماں نے خود کشی کر لی تھی....؟“

”ہاں.... ہاں.... ہاں....!“ وہ کسی نصفی بچی کے سے انداز میں جھنجھلا کر بولی۔ شاید یہ
مگر عمران کے دیے ہوئے انگلشن کا اثر تھا کہ وہ نہ صرف اس کے احکامات کی تعییں کر رہی تھی
بلکہ خود اس کی شخصیت پر چڑھے ہوئے سارے غلاف بھی اتر گئے تھے۔

”تمہاری ماں نے کیوں خود کشی کی تھی....؟“ عمران نے سوال کیا۔

”کیونکہ اس کے محبوب نے مجھے محبوہ بنا لیا تھا۔!“

”ارے تو کیا باپ نہیں تھا....!“

”تھا.... میں بہت چھوٹی تھی.... جب ایک حادثہ کا شکار ہو کر مر گیا تھا۔ میری ماں کے
مددوں نے بڑا سہارا دیا۔.... بہت مال دار آدمی تھا۔ میری تعلیم کے اخراجات اٹھائے۔....
میری ماں بھی ایک میڈیکل اسٹور میں ملازمت کر کے تھوڑا بہت کمالیتی تھی۔ لیکن یہ اتنا نہیں
ہوا تھا کہ آسائش کی زندگی بسر ہو سکتی۔.... میں طب کی تعلیم حاصل کرنا چاہتی تھی۔ بہر حال

”ہبھاں بن سکیں گے.... کیسے بن سکیں گے۔!“
”یہ میں نہیں جاتی۔!“

”پھر کس بناء پر کہہ سکتی ہو کہ یہ دوبارہ آدمی بن سکیں گے۔!“

”اس نے میرے بیٹھے کو جانور بنادیا تھا.... پھر آدمی بنایا.... اور پھر جانور بنایا۔!
لیزرا نے کہا اور اچاک پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

”ارے... ارے!“ جانور نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کھاواہ جلدی ہی خاموش ہو گئی تھی۔

”تم تو ان کے لئے کام کرتی ہو پھر تمہارے بیٹھے کو کیسے جانور بنادیا گیا۔!“ عمران نے پوچھا۔

”بھی کر کے تو انہوں نے مجھے اپنے لئے کام کرنے پر مجبور کیا تھا۔ مرد بڑے خالم ہوتے
ہیں.... ذلیل کہیں کے۔!“

”تمہارا بیٹا بھی تو مرد ہے۔!“

”وہ میرا بیٹا ہے۔!“

”ذرادیر کو چپ ہوئی تھی.... پھر روپڑی۔

عمران خاموش کھڑا نہ ہیرے میں گھورتا رہا۔ آہستہ آہستہ وہ پھر پر سکون ہوتی جا رہی تھی۔

”اگر انہوں نے تمہارے بیٹھے کو جانور بنادیا تھا تو تم نے قانون کی مدد کیوں نہیں حاصل کی
آن کے خلاف....!“

”میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گی.... لیکن مجھ سے کھڑا نہیں رہا جا سکتا۔.... لیٹ کربات
کر سکوں گی.... تم پادری تھے.... کسی قدر رحم دل تو ہونا ہی چاہئے تمہیں۔!“

”اچھی بات ہے.... چلو....!“

”اب کہاں چلوں.... مجھ میں ملنے کی بھی سکت نہیں ہے۔!“

”میں تمہیں ویں لے چلوں گا.... جہاں تم نے یہیلی کو پیٹر لینڈ کیا تھا۔!“ عمران نے کہا۔

”جھک کر اسے کاندھے پر اٹھا لیا۔!“

”بس تم اسی طرح خاموش میرے کاندھے پر پڑی رہو گی.... میرا لگا گھوٹنے کی کوشش
نہیں کرو گی۔!“ عمران نے کہا۔

”بہت اچھا....!“ لیزا بولی تھی۔

ڈاکٹر سے ایک بار پھر آدمی کی شکل میں لایا تھا اور دوبارہ جانور بنادیا تھا.... اب وہ کہتا ہے کہ ایک ہمینہ مدت کے بعد وہ پھر آدمی بنادے گا۔ یہ معینہ مدت اتنی ہی ہے جتنے دنوں مجھے ڈاکٹر برناڑ کے لئے کام کرتا ہے۔“

”یہاں شکرال میں اس حرکت کا کیا مقصد ہے؟“

”میں نہیں جانتی...! مجھ سے جو کچھ کہا گیا ہے کہ رہی ہوں!“

”شکرالی زبان تم نے کس سے سکھی؟...!“

”مجھے ایسی کئی زبانیں سکھائی گئی ہیں۔!“

”مشکل...!“

”افریقہ کی کئی قبائلی زبانیں۔!“

”اس کے باوجود یہی تم نہیں جانتیں کہ ہیڈ کوارٹر کہاں ہے؟“

”نہیں میں نہیں جانتی۔!“

”ڈاکٹر برناڑ کا اپستال کہاں ہے؟...?“

”یونان کے شہر ایکندر میں۔!“

”یونانیہ یونانی ہے۔...?“

”نہیں....! جرمن۔!“

”ہیلی کو پیر رسد کہاں سے لاتا ہے۔...?“

”یہ بھی مجھے نہیں معلوم۔!“

”تم براور است یونان سے آئی ہو۔!“

”نہیں.... دوسال ترکی میں رہی ہوں اور یات کے تحقیقاتی اوارے سے نسلک تھی۔!“

”اس کا ففتر کس شہر میں ہے۔...?“

”استنبول میں۔!“

”پہلا کی عمارت کا سارا عملہ وہیں کے توسط سے آیا ہو گا۔!“

”ہاں... وہ لوگ پہلے وہیں پہنچے تھے۔ کچھ دن وہاں کام کیا تھا پھر اور منتقل کر دیئے تھے۔!“

”ان جانوروں کے بارے میں کیا احکامات ہیں۔!“

ماں کے اس دوست نے اپنی شفقتوں کے جال میں مجھے گکڑ لیا۔ ماں کو علم ہوا تو اس نے خود کو کر لی۔ اس کا دوست ذر کے مارے مجھے چھوڑ بھاگا۔... میں بڑی دشواری میں پڑ گئی تھی۔ یا اپنے نا تجربہ کاری کا شر ملے والا تھا کہ ایک ڈاکٹر نے مشکل آسان کر دی۔... اور وہ مجھ سے اتنا تھا ہوا تھا کہ بات شادی تک جا پہنچ تھی۔!

لیزاخا موش ہو کر کچھ سوچنے لگی۔

”اور پھر تم نے اسے مار ڈالا۔!“ عمران نے کہا۔

”کیوں نہ مار ڈالتی۔!“ وہ چوک کر بولی۔ ”میں اسے فرشتہ سمجھتی تھی۔... اس پر ایمان لے آئی تھی اور پھر اس وقت اپنی عمر کی ان منزوں سے نکل آئی تھی۔ جب تاکہی بھی یہیں رو میک لگتی ہے۔ دھوکوں میں بھی لذت ملتی ہے۔... وہ حقیقت پندی کی عمر تھی۔!

”میں سمجھ گیا۔... تم کیا کہنا چاہتی ہو؟“

”تمہیں سمجھنا ہی چاہئے پادری۔... کیوں کہ تم بندوں تک خدا کا پیغام پہنچاتے ہو۔!“

”میں اس قسم کا پادری نہیں ہوں۔!“

”سمجھی ایک جیسے ہوتے ہیں۔... سمجھی مرد ہیں۔... باسڑوں۔!“

”ہاں تو تم نے اسے مار ڈالا۔!“

”اور ٹھیک اسی وقت وہاں ڈاکٹر برناڑ بھی پہنچ گیا۔... لیکن مجھے پولیس کے حوالے کردیے کی وجاءے اس نے میرے شہر کی موت کو ایک اتفاقی حادثہ بنا دیا۔ خدا غارت کرے اسے کافی۔ میں نے خود ہی قانون کے مخالفوں تک پہنچ کر اپنے اس جرم کا اعتراف کر لیا ہوتا۔!

”اوہ....! اشاید بعد میں اس نے تمہیں بلیک میل کرنے کی کوشش کی ہو گی۔!“

”تم ٹھیک سمجھے۔! اسی کے حوالے سے اس نے مجھے اپنے غیر انسانی کاموں میں شریک کرنا چاہا۔ میں نے انکار کر دیا۔... میں نے کہا کہ وہ بخوبی پولیس کو آگاہ کر دے میں اپنے جنمے انکار نہ کروں گی۔ دراصل میں نے اپنے شوہر کو نوری اشتغال کے تحت قتل کیا تھا۔ بعد شما پچھتائی تھی۔ اس حد تک کہ اپنے لئے سزاۓ موت کو جائز سمجھنے لگی تھی۔ تب ایک دن اس نے میرے بچے کو جانور بنادیا۔ تم بتاؤ پھر میں کیا کرتی۔ ایسی صورت میں جب کہ یہ یقین آ جیا تھا کہ ”ڈاکٹر برناڑ ہی کا شکار ہوا ہے۔ کسی انوکھی بیماری نے اس پر حملہ نہیں کیا۔ یہ ثابت کرنے کے لئے

وہ اس کی دریافت تھی۔
لیکن وہ پوری طرح بتانے سے پہلے ہی گھر بی نیند سو گئی.... ہو سکتا ہے غشی ہی کی کیفیت
ہی ہو۔ کیونکہ جب عمران نے اسے انھا کر کا نہ ہے پڑالا تھا تو اس کی آنکھیں نہیں کھلی تھیں۔



کسی سمجھنے گذر گئے تھے.... لیکن لیزا کی واپسی ابھی تک نہیں ہوئی تھی۔ سرینا نے اس کی
ہدایت کے مطابق بے خوابی کی دوا کھائی تھی اور لفت کے دروازے کے قریب آرام کر سی ڈال
کر پیٹھے گئی تھی۔ جس نے بھی اسے اس طرح بیٹھے دیکھا تھا حیرت ظاہر کرنے کے ساتھ ہی اس
متعلق استفسار کیا تھا۔

”ماں اکھم کا حکم.....!“ سرینا کا جواب ہوتا۔ ”کسی کا انتظار کر رہی ہوں!“
رات گزری..... صبح ہو گئی..... وہ جوں کی توں بیٹھی رہی..... لیکن بے خوابی کی دوانے
ہیں کو اس قابل نہیں چھوڑا تھا کہ وہ اتنی دیر ہو جانے پر تشویش ہی ظاہر کر سکتی۔ بس بیٹھی ہوئی
تھی۔ کسی ایسی مشین کی طرح جو بلدار وہ حرکت کرتی ہو اور بس... نہ احساسات میں سرعت
رہی تھی اور نہ ہیں کسی الجھادے ہی کو قول کرنے پر تیار تھا۔

آنھے بجے کے قریب ریڈ یو آپ پیٹر رو بن ادھر آنکلا تھا۔

”اے تم ابھی بیٹھیں بیٹھی ہو.....؟“ اس نے حیرت سے کہا۔

”ہاں.....!“ اس نے لا تعلقی سے جواب دیا تھا اور دوسرا طرف دیکھنے لگی تھی۔

”کیا وہ ابھی تک نہیں آیا جس کا انتظار تھا!“

”نہیں.....!“ سرینا نے سوچ بورڈ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ٹھیک اسی وقت مطلوبہ روشنی نظر آئی تھی اور وہ اٹھ کر سوچ بورڈ کی طرف جبھی تھی۔
پہلی سوچ پر انگلی رکھے کھڑی رہی۔ حتیٰ کہ لفت کا دروازہ کھلا اور پھر دونوں ہی بوکھلا کر پیچے
ہٹ گئے تھے کیونکہ لیزا کے ساتھ ایک عجیب الحالت اجنبی نظر آیا تھا۔ خوف ناک آنکھوں کے نیچے
پھول ہوئی بدوضع سی ناک تھی اور موچھیں نچلے ہونٹ کی تہہ تک سامیلان کی طرح چھائی ہوئی تھیں۔
وہ لیزا کو سہارا دیتے ہوئے لفت سے باہر آیا تھا۔ رو بن اور سرینا میں بخود کھڑے رہے۔

”یہ..... یہ..... مسٹر نوبل اؤڈھپ ہیں..... ہیڈ کوارٹر سے آئے ہیں!“

”ان سکھوں کو ہیڈ کوارٹر پہنچایا جائے گا۔!“

”کس طرح....؟“

”یہ ابھی تک معلوم نہیں معلوم ہو سکا!“

”وہ ہیلی کا پڑ جو رسدالاتا ہے.... اس میں کتنی گنجائش موجود ہے۔!“

”پانچ آدمی سے زیادہ نہیں بیٹھ سکتے۔!“

”کیا وہ لمبی پروازوں میں استعمال ہو سکتا ہے....؟“

”نہیں.....! اس قسم کا بھی نہیں ہے۔!“

”تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ جہاں سے رسدالاتا ہے زیادہ دور کی جگہ نہیں معلوم ہوتی۔!“

”خداجانے.... اب بس کرو.... مجھے نیند آرہی ہے۔!“

”زوراً دیر اور جاگتی رہو.... پھر میں تمہیں نہیں چھیڑوں گا.... اب مجھے اس ہیلی کو پیڑ کے
بارے میں بتاؤ..... کیوں کہ یہ معمولی ساخت کا نہیں ہے اور گلوس نے وہاں کسی ہیلی کو پیڑ کی
موجودوں کی کاذک نہیں کیا تھا۔!“

”میرے علاوہ اور کسی کو علم نہیں ہے۔!“

”مجھے اس کے استعمال کا طریقہ بتاؤ۔!“

لیزا نے اس حکم کی بھی تعیل کی تھی اسے اس کے استعمال کا طریقہ سمجھانے لگی تھی۔

”حیرت انگیز.....!“ عمران سب کچھ سن لینے کے بعد بولا۔ ”تو گویا..... اگر ہم یہاں سے
پرواز کریں تو اسے عمارت کی چھت پر اتارنا پڑے گا۔!“

”ہاں..... وہیں اتارنا پڑے گا.... لیکن میں نہیں جانتی کہ اسے دوبارہ کس طرح لاپنگ پڑے
پر لے جایا جاسکے گا۔!“

”تم اس کی پرواہ مت کرو....!“

”مجھے سوچانے دو....!“

”اس میں پہلے نہیں کہ تم مجھے عمارت کے اندر پہنچنے کے راستوں سے بھی آگاہ کر دو....!“

وہ اسے بتانے لگی کہ کس طرح ہیلی کو پیڑ لیند کر دینے کے بعد لفت کے ذریعے نیچے پہنچنے

گا۔ اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لینے کے بعد عمران نے اس راستے سے متعلق استفسار کیا تھا۔

لیزانے پہنچی مسکراہٹ کے ساتھ کمزور آواز میں کہا۔ ”یہ سرینا ہے میری اسٹینٹ اڑ
یہ رو بن ریڈ یو آفیسر....!“

”ہاؤڈ ویڈو....!“ ڈھمپ غریا۔

”دونوں نے کچھ بڑا کر سروں کو جتنش دی تھی اور لیزا ۱۱۳۶ کے ساتھ آگے بڑھ گئی
دونوں آہستہ آہستہ ان کے پیچھے چلے۔

”خوف تاک....!“ سرینا دھیرے سے بولی۔

”لیکن تم نے تو کہا تھا کہ مادام اپنی خواب گاہ میں ہیں۔!“

”مجھے وہاں ٹھیکرنے کا حکم دے کر وہ اپنی خواب ہی میں گئی تھیں.... اتنی پر اسرار صورت
اج تک میری نظر سے نہیں گزری۔!“

”پتا نہیں بے چارے فیلڈور کرز کیا ہوا۔!“

”خدائی جانے....!“

دوسری طرف لیزا ۱۱۳۶ کو سید ۱۱۳۶ کی خوب گاہ میں لیتی چلی گئی تھی۔!

”میں بڑی تھکن محسوس کر رہی ہوں.... مسٹر ڈھمپ....!“ وہ بڑا ای۔

”صرف ڈھمپ....! اتكلفات سے مجھے نفرت ہے.... تمہیں صرف گوردو کہوں گا۔!“

لیزا آگے بڑھ کر بستر پر ڈھیر ہوتی ہوئی بولی۔ ”یہ تو بڑی اچھی بات ہے.... اس نے میرا
لیٹا بھی تمہیں نہیں لگے گا۔!“

”ہرگز نہیں....! تم آرام کرو۔... میں یہاں بیٹھ جاؤں گا۔!“

ڈھمپ نے سامنے والی کرسیوں کی طرف رج کیا۔ لیزا اسے عجیب نظرؤں سے دیکھے جاتے
تھی۔ جب وہ بیٹھ جانے کے بعد اس کی طرف متوجہ ہوا تو بولی ”میں کچھ عجیب سامحسوس کر رہی
ہوں۔!“

”غیر معمولی حالات میں احساسات بھی معمولات سے مختلف ہوتے ہیں۔!“

”میں نے تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔....!“

”یہی میری طرف سے بھی سمجھ لو۔....!“

”ہیڈ کوارٹر کو میری ناکای کا علم کیوں نکر ہوا۔!“

”ہیڈ کوارٹر کو اس کے علاوہ اور کچھ نہیں معلوم کہ یہاں راکٹ پلین استعمال کیا گیا ہے۔!
”میں نہیں جانتی تھی کہ اسے آپریٹ کرنے سے ہیڈ کوارٹر میں اطلاع ہو جائے گی۔!
”سبھی ہر راز سے واقف نہیں ہیں۔.... میں تمہاری کہانی کا منتظر ہوں گوردو آخر راکٹ
پلین کو استعمال کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔!
”پہلے تم بتاؤ کہ تم مجھے تک کیسے پہنچے۔....!“ لیزانے کہا۔

”سید ۱۱۳۶ کی بات ہے۔.... میں ہیلی کو پٹر سے آیا تھا۔.... راکٹ اپنی جگہ پر نہ دکھائی دیا۔....
ہذاہم نے جنگل پر پرواز شروع کی۔.... سرچ لائٹ کے ذریعے تلاش جاری رکھی۔ بالآخر راکٹ
پلین دکھائی دیا۔ اپنے ہیلی کو پٹر کو اسی جگہ لینڈ کرانے کے بعد یونچ اتر اتم راکٹ پلین میں پڑی بے
خبر سورہی تھیں۔

”مک.... کوئی جانور بھی تھا وہاں۔....؟“ لیزانے سوال کیا۔
”نہیں۔.... دور دور تک سناتا تھا۔....!“

”لیکن بیدار ہونے پر تمہارا ہیلی کو پٹر وہاں میں نے نہیں دیکھا تھا۔!
”میں نے اسے واپس بھجوادیا تھا۔.... راکٹ پلین تو تھا۔.... میں اسے آپریٹ کرنے کے
طریقے سے واقف ہوں۔!
لیرا تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر اس نے اپنی کہانی شروع کر دی اور اتنا احساس تو
بہر حال باقی ہی تھا کہ اگر اس نے گولس اور جیری والا ٹکڑا بھی داستان میں شامل کر دیا تو اس سے
متعلق کچی بات بھی اگلی ہی دینی پڑے گی۔ اور یہ کسی طرح بھی مناسب نہ ہو گا۔!

اس کے خاموش ہو جانے پر ڈھمپ نے فوراً ہی کچھ نہیں کہا تھا۔ البتہ اس کی آنکھوں سے
حرمت ظاہر ہو رہی تھی۔
کچھ دیر بعد وہ لیزا کو بخوردیکھا ہوا بولا۔.... ”ہو سکتا ہے ان شکرالیوں میں کوئی انگلش بھی
بول سکتا ہو۔ لیکن ان کے درمیان کسی عیسائی مبلغ کی موجودگی ناممکنات میں سے ہے۔!
”میں نہیں سمجھی۔....!
”وہ اپنے مذہبی اصولوں پر کاربنڈ نہ ہوں لیکن مذہب کے خلاف ایک لفظ بھی برداشت

نہیں کر سکتے۔.... لہذا وسرے مذاہب کے مبلغین ان سے دور رہتے ہیں۔!
”ہیڈ کوارٹر کو میری ناکای کا علم کیوں نکر ہوا۔!

”لیکن وہ تو کہہ رہا تھا....؟“

”کہہ رہا ہو گا.... لیکن میں اس کے قول پر یقین نہیں کر سکتا۔“

”اسی نے مجھے اس حال پر پہنچایا ہے....؟“

”تو پھر اب تم کیا کرو گی....؟“

”میں اس ذمہ داری سے دستبردار ہونا چاہتی ہوں!“

”میں اس لئے نہیں بھجا گیا کہ تمہیں سبک دوش کر دوں....!“

”اب مجھ میں سکت نہیں رہی....!“

”اس مسئلے کے حل کے لئے ہیڈ کوارٹر سے رجوع کرنا پڑے گا....!“ ڈھمپ نے پر تشویش
لے چکری میں کہا۔ ”اور وہ جانور جو انگلش بوتا ہے!“

”بے حد چالاک معلوم ہوتا ہے۔!“

”پچھے بھی ہو وہ کوئی نہ بھی مبلغ نہیں ہو سکتا!“

”پھر کون ہو سکتا ہے....!“

”کسی ترقی یا فافہ ملک کا با جاؤں بھی ہو سکتا ہے!“

”تو پھر اب.... کیا کرنا چاہئے....؟“

”یہ تمہارے سوچنے کی بات نہیں ہے....!“ ڈھمپ نے نرم لہجے میں کہا۔ ”خیر تم پچھے در
آرام کرلو.... میں ٹلی پر نظر پر ہیڈ کوارٹر سے رابط قائم کروں گا۔!“

”اچھی بات ہے....!“ وہ مصلح سی آواز میں بولی۔ پھر اس نے انتہ کوم پر کسی لویٹا کو
آواز دی تھی۔

”خوبی دیر بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک لڑکی اندر داخل ہوئی۔

”لویٹا....!“ لیڑا ڈھمپ کی طرف دیکھ کر بولی۔ ”یہ میری دوسری اسٹرنٹ ہے اور یہ مسٹر
نوبل اور ڈھمپ.... ہیڈ کوارٹر سے....!“

”ہاؤ ڈیوڈو....؟“ لڑکی نے کہا اور ڈھمپ سر کو چبٹ دے کر اٹھ گیا تھا۔

”لویٹا.... مسٹر ڈھمپ کو آپریشن روم میں لے جاؤ۔!“

”اوکے مادام....!“ کہہ کر اس نے کہی ہوئی نظروں سے ڈھمپ کی طرف دیکھا تھا کہے

”نکل کر وہ ایک طرف کھڑی ہو گئی۔“

”بائیں جانب جتاب....!“ وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں ہرے ادب سے بولی تھی۔

”تم مجھ سے اپنی مادری زبان میں گفتگو کر سکتی ہو....!“ ڈھمپ نے فرانسیسی میں کہا۔

”بہت بہت شکر یہ جتاب....!“

”وہ اسے آپریشن روم میں لائی.... یہاں رو بن پہلے ہی سے موجود تھا۔ ڈھمپ کو دیکھ کر
کھڑا ہو گیا۔“

”بیٹھو.... بیٹھو.... کیا تم مجھے جنگل کے مناظر نہیں دکھاؤ گے۔!“

”تین پاؤ نش... بالکل تباہ ہو چکے ہیں جتاب....!“

”کیا مطلب....؟“

”ان لوگوں نے کیسے تلاش کر کے انہیں توڑ پھوڑ دیا ہے۔!“

”اوہ ہو.... تو کیا وہ اتنے ہی ہوش مند ہیں....؟“

”میرا ہمی خیال ہے جتاب....! ان لوگوں کے بارے میں ہیڈ کوارٹر سے اندازے کی غلطی
ہوئی ہے۔!“

”لیکن مجھے تو دو باغیوں کے بارے میں بتایا گیا ہے جو اس عمارت ہی سے نکل کر ان سے
جائے ہیں....!“

”روبن کچھ نہ بولا.... لیکن اس کی آنکھوں سے ناگواری متRx ہو رہی تھی.... ڈھمپ نے
لویٹا کی طرف دیکھا وہ بھی کچھ کہنا چاہتی تھی۔“

”کیا بات ہے....؟“ ڈھمپ نے فرانسیسی میں سوال کیا۔

”کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی اپنی مرضی سے نکل سکے اس عمارت سے....؟“

”اس کا مجھے علم نہیں....!“ ڈھمپ بولا۔

”مادام کے علاوہ اور کوئی بھی باہر نکلنے کا راستہ نہیں جانتا۔... اس لئے اس کا سوال کب پیدا
ہوتا ہے کہ کوئی یہاں سے نکل کر ان لوگوں میں جائے۔!“

”اگر یہ بات ہے تو سوچنا پڑے گا۔!“

”مادام سخت گیر ہیں....! اور یہاں کوئی ان سے خوش نہیں ہے.... جنہیں خوش رکھتی

لولیتا نے اٹھ کر دروازہ کھولا تھا... پانچ آدمی باہر کھڑے تھے... ان میں سے ایک بولا۔
 "ہم سے ملنا چاہتے ہیں جو ہیڈ کوارٹر سے آیا ہے! "
 لولیتا نے مڑکر ڈھمپ کی طرف دیکھا۔
 "آئنے دو....!" اس نے کہا۔
 وہ اندر آئے تھے اور گم سم کھڑے اسے دیکھتے رہے تھے... انداز ایسا ہی تھا جیسے اسے دیکھ
 تر سارا جوش مختندا پڑ گیا ہو۔
 "کیا کہنا چاہتے ہو....؟" دفتار ڈھمپ غرایا۔
 "ہم نے پہلے کبھی آپ کو نہیں دیکھا...!" ایک بولا۔
 "بیسی کہنے کے لئے آئے ہو....!"
 "نن... نہیں... بات دراصل یہ ہے کہ ہم یہاں جزی بیویوں کی تلاش کیلئے بیجخ گئے تھے! "
 "اچھا تو پھر....!"
 "لیکن ہم سے کچھ اور کام لیا جا رہا ہے....!"
 "کیا تم صرف جزی بیویوں کی تلاش کے لئے پیدا ہوئے ہو! "
 "یہ مطلب نہیں تھا....!"
 "پھر کیا مطلب تھا....؟"
 "یہاں ایک غیر انسانی حرکت ہو رہی ہے! "
 "کیا تمہارے ساتھ...؟"
 "نن... نہیں... لیکن...!"
 "جاو....!" وہ ہاتھ اٹھا کر غرایا۔ اپنے کام سے کام رکھو....!
 لیکن وہ جوں کے توں کھڑے رہے... البتہ کوئی بولا نہیں تھا۔
 "جو کچھ سوچ رہے ہو وہ تمہارے سوچنے کی باتیں نہیں ہیں اور وہ تمہاری سمجھ میں آسکتیں... عقل مندو ہیں جو صرف اپنے کام سے کام رکھتے ہیں! "
 "ہم کب تک یہاں قید رہیں گے! "
 "جب تک اور واں چاہیں گے! "

لولیتا نے اٹھ کر دروازہ کھولا تھا... پانچ آدمی باہر کھڑے تھے... ان میں سے ایک بولا۔
 "لیکن ہم صرف احتجاج کرتے رہے ہیں... بغاوت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا جتاب...!"
 ہم باہر حال ہیڈ کوارٹر کے پانڈی ہیں! "
 "احتجاج کس بات پر کرتے رہے ہو! "
 "وہ سفید قام لڑکیوں کو بھی جانور بنادیا گیا ہے! "
 "اوہ....! حماقت کی باتیں....!" ڈھمپ ہاتھ ہلا کر بولا۔ "وہ دوبارہ اپنی اصلی حالت پر آجائیں گی! "
 لولیتا کچھ نہ بولی۔
 "تو تبیقہ پاؤ نئیں دکھانا شروع کروں جتاب...!" روبن نے پوچھا۔
 "ضرور.... ضرور....!"
 اس نے یکے بعد گیرے اسکرین پر مختلف بجھوں کے مناظر دکھائے لیکن یہ ساری بجھیں بالکل دیران غابت ہو گئیں۔
 "بس ٹھیک ہے....!" ڈھمپ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "بند کر دو....!"
 پھر وہ ٹیلی پر نظر کی طرف متوجہ ہو گیا۔
 کافی نہ پسل اٹھا کر اسی کوڈیں ایک پیغام ترجیب دینے لگا جو لیز استعمال کرتی تھی۔
 لولیتا اور روبن خاموش کھڑے رہے... وہ اسے ٹیلی پر نظر استعمال کرتے دیکھ رہے تھے... ڈھمپ کو ڈورڈوز میں پرنٹ کرتا ہا۔
 "تیرہ جانور جگل میں موجود ہیں... لیکن اب لڑکیاں خطرے میں ہیں... ہدایات کا انتظار ہے۔ خدا شہ ہے کہ دیر ہو جانے پر شاید ہمیں لڑکیوں کی لاشیں ملیں... ایم ایل گوردو....!"
 جواب کے انتظار میں اسے وہیں بیٹھنا تھا۔
 "تم دونوں کھڑے کیوں ہو... بیٹھ جاؤ....!" ڈھمپ نے ان سے کہا اور وہ اس کا شکر کیا ادا کر کے بیٹھ گئے۔ ٹھیک اسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی تھی۔

”تم اس کی فکر نہ کرو.... میں ایک با اختیار آدمی ہوں!“
 ”مجھے یقین ہے جتاب....!“
 ”وہ اسے اپنے کمرے میں لائی تھی اور بڑے ادب سے کری پیش کرتی ہوئی بولی تھی۔
 ”آپ ان زبان کی طرح فرانسیسی بول سکتے ہیں موسیو....!“
 ”حالانکہ میں نسلار یہ اٹھنے ہوں....!“
 ”بڑی عجیب بات ہے موسیو....! آپ کو وکیل کر ڈر معلوم ہوتا ہے.... لیکن جب آپ زی سے گفتگو کرتے ہیں تو طمانتیت کا احساس ہوتا ہے!“
 ”میری بھی سب سے بڑی بد نصیبی ہے....! وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔“ کہ لوگ مجھ سے ڈرتے ہیں.... کوئی مجھ سے محبت نہیں کرتا!“
 ”کسی کے اندر جھانکنے کا سلیقہ بہت کم لوگ رکھتے ہیں!“
 ”تم بہت ذہین معلوم ہوتی ہو.... آخر یہاں کا اشاف گوردو سے بدال کیوں ہے....؟“
 ”اس کی سخت گیری کی بناء پر.... خصوصاً وہ مردوں کا ذرہ برابر بھی احترام نہیں کرتی۔ اس دلکش چلتی ہے کہ لوگوں کو سزاۓ موت تک دے پہنچتی ہے۔“
 ”نہیں....!“ وہ حمپ چونک کر بولا۔
 ”یقین کیجئے....! میں اسی عمارت میں اس نے ایک فیلڈر کر ٹوٹی کو سزاۓ موت دی تھی۔ اسے اس کے حکم سے گولی مار دی گئی تھی!“
 ”ہیڈ کوارٹر سے ایسا کوئی حکم جاری نہیں کیا گیا۔... ٹوٹی کا قصہ کیا تھا....؟“
 ”کولس کے جانور بنائے جانے پر تشویش کا اظہار کر رہا تھا!“
 ”کون کولس....؟“
 ”ریڈیو اپریٹر تھا.... اسے گوردو نے جانور بنادیا.... وہ بھی جنگل ہی میں پھکوادیا گیا ہے۔ اشاف کا ایک آدمی چیری بھی غائب ہے.... گوردو کے بیان کے مطابق گیپر تای ایک فیلڈر کر ٹاوندوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ خدا ہی جانے اس میں کتنی صداقت ہے!“
 ”تب تو ہیڈ کوارٹر کو اس طرف توجہ دینی ہی پڑے گی۔ شکریہ لویتا!“
 ”لیکن گوردو کی دستبردار سے مجھے آپ ہی پچائیں گے موسیو....!“

”آپ کی کیا حیثیت ہے....؟“
 ”انپکڑ سمجھ لو.... لیکن میں اپنے اختیار سے تمہاری حیثیتوں میں تبدیلی نہیں کر سکتا۔ اس لئے واپس جاؤ.... یہاں کی انچارج مادام گوردو ہیں۔ وہی تمہاری باتوں کا جواب دے سکیں گی!“
 ”کسی اور کو انچارج بنایا جائے.... ہم اسے پسند نہیں کرتے!“
 ”تمہاری تجویز ہیڈ کوارٹر تک پہنچا دی جائے گی.... بس اب جاؤ....!“
 ”وہ طعماء کر ہماڑے تھے اور باہر نکل گئے تھے۔“
 ”بہت بد دلی پہلی ہوئی ہے موسیو....!“ لویتا آہستہ سے بولی۔
 ”میالیز اتی غیر مقبول ہے....!“
 ”لویتا کچھ نہ بولی.... روہن بھی خاموش رہا۔“
 ”میں یہاں کی فضائیں خاصی کشیدگی محسوس کر رہا ہوں۔!“
 ”میں پہلے ہی عرض کر چکی ہوں کہ لوگ خوش نہیں ہیں!“ لویتا نے آہستہ سے کہا۔
 ”میں پہلے ہی پر جواب آنے لگا تھا۔ وہ اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔“
 ”جواب آیا تھا....“ پہلے ہی تمہیں ہدایت دی جا چکی ہے کہ لڑکیوں کو وہاں سے بلوادا.... ان کی واپسی کا انتظام کر کے تمہیں مطلع کیا جائے گا!“
 ”ڈھنپ نے سر کو جبکش دی۔ پھر وہ وہاں سے اٹھ گیا۔... لیکن اس سے قبل پیغام کو خانہ کر دینا نہیں بھولا تھا۔ لویتا کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔
 ”ماموز میں....! میں تم سے علیحدگی میں کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔!“
 ”ضرور.... ضرور.... موسیو....! میرے کمرے میں چڑھے!“
 ”گوردو.... فرانسیسی بولتی ہے یا نہیں....!“
 ”نہیں موسیو....! لیکن میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتی کہ جانتی بھی ہے یا نہیں۔!
 ”خیر.... خیر.... اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا.... مجھے بہر حال ہیڈ کوارٹر کو حالات مطلع کرتا ہے!“
 ”کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اس عمارت میں کسی قسم کی بھی گفتگو ہو.... گوردو، کہیں نہ کہیں سے سکتی ہے!“ لویتا نے کہا۔

جیری اور نکولس پہلے ہی کی طرح آزاد تھے۔ دونوں ماداؤں پر بھی کوئی پابندی نہیں تھی۔ لیکن اب وہ ایک دوسرے کے مانی الصمیر سے آگاہ نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ ان کے درمیانی رابطہ مفہوم کرنے والی سماں تھے۔ لیز اکوساتھ لے کر غار سے باہر نکلا تھا اور پھر پلٹ کر نہیں آیا تھا اور نہ اپنی بھی معلوم ہو سکا تھا کہ لیز اپر کیا گذری۔

ایک فیلڈور کرنے جیری کو آواز دے کر پوچھا تھا۔ ”اب کیا ہو گا...“
”خدا ہی جانے...!“ جیری نے جواب دیا۔

”کاش ہم ان جانوروں سے گفتگو کر سکتے!“

”کیوں...؟ ان سے گفتگو کر کے کیا کرو گے!“

”کم از کم شرمندگی ہی ظاہر کر سکتے!“

”فضول... لا یعنی... کیا تمہیں پہلے سے علم نہیں تھا کہ تم ان لوگوں کیلئے کیا کر رہے ہو!“
”پہلے انہوں نے ہم پر کوئی احسان نہیں کیا تھا!“

”ہم مہذب لوگوں سے یہ غیر مہذب ہی اچھے ہیں!“ جیری بولا۔

”ہاں...! اب ہمیں احسان ہو رہا ہے یہ حرکت قتل کر دینے سے زیادہ ہی بھی انک ہے!“

”اور مجھے یقین ہے کہ لیز اپنی دوبارہ آدمی بنادینے کے وسائل نہیں رکھتی!“
”اس کے بارے میں ہم کچھ نہیں جانتے... لیکن پچھلی رات وہ کہہ رہی تھی کہ اگر انہوں نے ہمیں مارڈا تو دوبارہ آدمی نہ بن سکیں گے!“

”وہ تو اس نے جانور کو سنانے کے لئے کہا تھا جو انگلش بول سکتا ہے!“ نکولس نے خنک لبھ مل کر کہا۔

”تو کیا وہ جھوٹ بول رہی تھی...!“ فیلڈور کرنے جیرت سے کہا۔

”تم مجھے دیکھ رہے ہو...! اگر وہ اس پر قادر ہوتی تو میرے جسم پر اس تھہ کیوں پڑواتی!“
فیلڈور کر کچھ نہ بولا۔

”کیا تم لوگ اب بھی لیز اسی کے ساتھ ہو...?“ جیری نے فیلڈور کر کر سے سوال کیا۔
یہاں سے ہماری واپسی کا انحراف لیزا ہی پر ہے... ہم نہیں جانتے کہ ہمیں کس طرح یہاں سے لے جایا جائے گا... اپنے طور پر ہم کہاں جائیں گے!“

”میں نہیں سمجھا...!“

”وہ ہماری گفتگو سن رہی ہو گی۔... ٹونی کی موت کے بعد سے ہمارا شہرہ یقین میں تبدیل ہو گیا ہے۔ وہ ہر جگہ ہماری گفتگو سن سکتی ہے۔!“

”ہم فرانسیسی میں گفتگو کر رہے ہیں!“

”وہ ایک پر اسرار عورت ہے... ہو سکتا ہے فرانسیسی جانتی ہو!“

”خیر اس وقت تو وہ سورہ ہی ہے!“

”دوسری بات... سرینا اس کی ہمراز ہے اور یہاں وہ بھی اچھی نظر وہ سے نہیں دیکھی جاتی!“

”اوہ... وہ لڑکی... جو لفڑ کے قریب میری منتظر تھی!“

”میں نے اسے لفڑ کے قریب دیکھا تھا...!“

”وہ میری ہی منتظر تھی۔“

”گوردو شامد آپ کے استقبال کو گئی تھی!“

”ہاں....! اس نے مجھے پہاڑ کی چوٹی پر خوش آمدید کی تھی!“

”پچھے بھی ہو موسیو...! ہمیں گوردو کی ماتحقی قبول نہیں!“

”تم فکر مت کرو...! اس کا بھی انتظام ہو جائے گا!“

”اور ہم قطعی غیر محفوظ ہیں...! دسوں فیلڈور کر کر جانوروں نے پکڑ لیا ہے!“

”میں اس معاملے کو بھی دیکھوں گا!“

”لویلتا پھر کچھ نہیں بولی تھی۔“

ڈھمپ نے تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔ ”رسد لانے والا ہیلی کو پڑ کھا لیند کرتا ہے...?“

”کیا آپ وہ جگہ دیکھنا چاہتے ہیں...?“

”ہاں....!“ ڈھمپ اٹھتا ہوا بولا۔



وہ اب بھی اسی غار میں تھے اور دسوں فیلڈور کر کر سے ہاتھ بیڑ اسی طرح بندھے ہوئے تھے لیکن انہیں بھوکا پیسا نہیں رکھا گیا تھا۔ جانوروں نے اپنے ہاتھوں سے انہیں ناشہ کر لایا تھا۔

”اس کے معاملات وہی جانے... میں دھل اندازی نہیں کر سکتا!“
 اتنے میں نکولس اور جیری ان کے قریب آکھڑے ہوئے اور نکولس نے اشاروں میں بتانا
 شروع کیا کہ وہ بقیہ کیروں کو بھی تباہ کر دینے کے لئے جانا چاہتا ہے۔!
 ”پتا نہیں کیا کہہ رہا ہے...!“ شارق بڑا یاد
 مادا اُس نے سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا اور پھر وہ بھی قریب ہی آکھڑی ہو گیں۔!
 ”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ انہیں کس طرح اپنی بات سمجھاؤں!“ نکولس نے ان کی
 طرف مرکر کہا۔
 ”کیا بات ہے...؟“ سفید ماڈہ نے پوچھا۔
 ”میں چاہتا ہوں کہ بقیہ کیروں کو بھی تباہ کر دوں!“
 ”کیا ہم اس غار سے بھی دیکھے جا رہے ہوں گے!“
 ”نہیں...!“
 ”تو پھر اس عقل مند کی واپسی کا انتظار کرو... سوائے اس عورت لیزا کے اور کوئی نہیں
 جانتا کہ ہم یہاں ہیں... اور... لیزا اس کے قابو میں تھی!“
 ”پتا نہیں... وہ اسے کہاں لے گیا ہے!“
 ”محض یقین ہے کہ وہ دھوکا نہیں کھائے گا!“
 نکولس واپس چلا گیا... اور مادا میں وہیں کھڑی رہیں... شارق نے شہباز سے کہا ”سردار
 کیا یہ سفید ماڈہ آپ کو پہچان لیتی ہے!“
 ”میں نہیں جانتا...!“ شہباز غرایا۔
 ”میرا خیال ہے کہ وہ آپ کو پہچان سکتی ہے... کیونکہ شہری مادہ طربدار کے علاوہ اور کسی
 کی طرف رخ نہیں کرتی!“
 ”ارے تجھے ان کی فکر کیوں پڑی رہتی ہے...!“ شہباز جھنجلا کر بولا۔
 ”ٹھیک اسی وقت اس حصے سے شور سنائی دیا تھا جہاں قیدی تھے۔ وہ تیزی سے اس طرف جھپٹے...
 جیری اور نکولس قیدیوں کی طرف تاکہ ہلاکر تیز رہے تھے اور قیدی بھی کچھ کہہ رہے تھے۔
 ”خاموش رہو... خاموش رہو...!“ شہباز دونوں ہاتھ اٹھا کر دہڑا۔

”اس بحث میں نہ پڑو...“ نکولس نے جیری سے کہا۔ ”اب اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ یہ
 لیزا کے ساتھ ہیں یا نہیں...!“
 دوسرا طرف شارق طربدار کو مسلسل چھیڑے جا رہا تھا... شہباز کے علاوہ اور سب بھی
 رہے تھے۔ مادا میں دور بیٹھی آپس میں میں گوشیاں کر رہی تھیں۔
 ”سردار...! اس لڑکے سے میرا پیچھا چھڑاؤ...!“ بالآخر طربدار ٹنک آکر بولا۔
 ”شارق...! ادھر آؤ...!“ شہباز نے سخت لمحے میں کہا۔
 وہ چپ چاپ اٹھ کر اس کے قریب جا بیٹھا شہباز بولا۔ ”کام کی باتیں کرو... صرف شکن
 ابھی تک واپس نہیں آیا۔ مجھے تشویش ہے میں نہیں چاہتا کہ عمارت میں وہ تھا جائے۔!
 ”وہ کسی کی کب سننے میں...!“
 ”یہ بات تو طبق ہو گئی کہ ہمارا علاج یہاں اس عورت کے پاس نہیں ہے۔!
 ”تو پھر...؟“ شارق چونک پڑا۔
 ”عورت کے ساتھ عمارت کی طرف جانے سے قبل وہ مجھے سب پکھ بتا گیا ہے۔!
 ”تو پھر علاج کہاں ہے سردار...!“
 ”عورت بھی یہ نہیں جانتی۔!
 ”تو یہ بھی ضروری ہے کہ علاج مکلن ہی ہو۔!
 ”وہ یقین کے ساتھ کہہ رہی تھی کہ ہم دوبارہ آدمی بن سکیں گے۔ لیکن یہ نہیں بتا سکی تھی
 کہ کہاں بن سکیں گے اور کس طرح...!
 ”ہو سکتا ہے..... اپنی جان بچانے کیلئے ایسی کوئی بات کہہ بیٹھی ہو لیکن یہ حقیقت نہ ہو۔!
 ”ویکھا جائے گا لیکن سوال تو یہ ہے کہ صرف شکن کے بارے میں کیسے معلوم کیا جائے۔!
 ”میں جاؤں گا پہلا کی طرف...!
 ”نہیں...! کچھ دیر اور انتظار کرو پھر ہم سبھی چلیں گے!“
 ”اور ان کا کیا ہو گا...؟“
 ”صف شکن ہی جانے... اس نے روکانہ ہوتا تو اب تک ان کی بڑیوں کا بھی پانہ چلا۔!
 ”پتا نہیں... وہ ان کے ساتھ کس قسم کا برنا تو کرنا چاہتا ہے۔!

کولس نے پھر کچھ کہنا چاہا تھا.... لیکن سفید مادہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”تم خاموش رہو....!“
”میں بھی تمہاری ہی ہمدردی میں اس حال کو پہنچا ہوں....!“ کولس نے کہا۔
”ئی بار کہہ بچکے ہو.... کب تک دہراتے رہو گے۔!“

”یہ سنکی ہے....!“ ایک فیلڈور کر بولا۔
”نہیں.... اصرف چچڑا ہو گیا ہے۔!“ دوسرے نے کہا۔
”وزرا شکل تو دیکھو....!“ تیرابولا۔

”جہنم میں جاؤ....!“ کولس پیر ٹھیکر دہاڑا اور وہاں سے چلا گیا۔ سارے فیلڈور کر کر زنس
ہے تھے۔ جیری دیں کھڑا طرح طرح کے منہ بنا تراہتا تھا۔
سفید مادہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”دیکھو....! یہ شکرالی کتنے اچھے ہیں کیا تم اس حال میں بھی نہ
کھے ہو۔!“

”ہمیں اس سے کب انکار ہے۔!“
”کیا خیال ہے پھر....؟“
”کس سلسلے میں....؟“ پارٹی لیڈر نے پوچھا۔
”تمہیں ان کا ساتھ دینا چاہئے۔!
”وہ کس طرح....؟“

”یہ تو میں نہیں بتا سکتی.... خود سوچو....!
”دیکھو مس....!“ پارٹی کے لیڈر نے کہا۔ ”ہم صرف اتنا ہی کر سکتے ہیں کہ کسی ایسے حکم کی
نیل نہ کریں جس سے انہیں گزند پہنچتا ہو.... اس کے علاوہ اور کچھ بھی ہمارے اختیار میں نہیں
ہے۔ ہم تو یہ بھی نہیں جانتے کہ کس کے لئے یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔!
”میرے لئے....!“ دفتخار کے دہانے کی جانب سے غرائی ہوئی سی آواز آئی اور وہ چوک

راہی طرف متوجہ ہو گئے.... عمران جانور کے روپ میں سامنے کھڑا تھا۔
”اوہ.... قادر....!“ پارٹی کے لیڈر نے خوش ہو کر کہا۔ ”بہت اچھا ہوا تم آگئے.... کولس
نہایے آدمیوں میں ہمارے خلاف نفرت پھیلارہا ہے۔!
”میرے آدمیوں میں نہیں.... جانوروں میں کہو....!
”

دفعہ اس طرح سننا چاہیا گیا.... جیسے ان کی رو جس قبض کر لی گئی ہوں۔!
کولس مژ کر مادوں سے کہنے لگا۔ ”یہ لوگ نکل بھاگنے کی تدبیریں سوچ رہے ہیں۔!
”مارے جائیں گے....!“ سفید مادہ نے کہا۔

”یہ غلط ہے....!“ ایک فیلڈور کر بولا۔
”میں ایک بار پھر تمہیں سمجھادوں کہ اپنی موت کو دعوت نہ دو....!“ کولس نے اسے
گھوڑتے ہوئے کہا۔

”تم ہو کون....؟ خود کو کیا سمجھتے ہو....!“ فیلڈور کر کو بھی غصہ آگیا۔
سفید مادہ نے شہباز کی طرف دیکھ کر کچھ اس قسم کے اشارے کئے جیسے کہہ رہی ہو کہ تم جاؤ
اطیمان سے ہیٹھو.... میں یہاں موجود ہوں.... سب کچھ سن اور سمجھ رہی ہوں۔ اگر کوئی ایسی
وہی بات ہو گی تو تمہیں آگاہ کر دوں گی۔!

”دیکھا سدار....!“ شارق چک کر بولا۔ ”میں نہ کہتا تھا کہ آپ کو ضرور پیچانی ہو گی۔!
”بکواس نہ کرو....! آؤ....!“ وہ مرتا ہوا بولا.... ”صف شکن کی عدم موجودگی نے مجھے
اجھن میں بیٹلا کر دیا ہے۔!
وہ دونوں چلے گئے.... سفید مادہ فیلڈور کر زس سے کہہ رہی تھی۔ ”ہر چند تم لوگ مجرم ہو
لیکن مجھے تم سے ہمدردی ہے۔!

”لوگی....! یقین کرو کہ تم ہم لوگوں کے توسط سے جانور نہیں بنائی گئی ہو۔!
پارٹی کے لیڈر نے کہا۔ ”ہم میں بد دلی پھیلنے کی وجہ ہی تم دونوں ہو۔!
”اس سے بجٹ نہیں کہ کون ذمہ دار ہے.... لیکن تم بہر حال آلہ کار ہو.... آخر ان
لوگوں کا کیا قصور تھا کہ انہیں جانور بنادیا گیا۔!
”ہم تو اب اس پر بھی نادم ہیں.... قاعدے سے انہیں چاہئے تھا کہ ہمیں مار دلتے لیکن
انہوں نے مہربانی کا سلوک کیا.... ہمیں اعتراض ہے کہ یہ بہر حال ہم سے بہتر ہیں۔!
”تو پھر شور شرابے کی کیا ضرورت ہے۔!
”کولس ہمیں خواہ چھیڑتا رہتا ہے حالانکہ یہ خود بھی ہمارا ساتھی رہ چکا ہے اور جب ان
شکرالیوں کو جانور بنایا جا رہا تھا سے اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔!

کول اور جیری تمہارے ہاتھ بھی کھول دیں گے!“
”بہم ایسا ہی کریں گے....!“ کولس نے کہا۔
اور پھر وہ سب دوڑتے ہوئے غار سے باہر نکل گئے.... شکر الی خاموش کھڑے سب کچھ
بچھتے رہے.... عمران نے ان کی طرف مز کر قبھہ لگایا اور بولا۔ ”بالکل گھاڑیں!“
”تم کیا کرتے پھر رہے ہو؟“ شہباز نے غریبی ہوئی آواز میں پوچھا۔ ”انہیں آزاد کیوں کر دیا!“
”اب ہم ان کے پیچھے دوڑ لگائیں گے.... چلو نکلو.... یہاں سے....!“
وہ سب اپنے اپنے تھیلے اٹھا کر آہستہ آہستہ غار سے نکل تھے۔
”میں نے انہیں پہاڑ کی جانب بھیجا ہے.... تم بھی ان کے پیچھے اسی طرف جاؤ!“ عمران
نے ان سے کہا۔
”اور تم....?“
”میں بھی عمارت ہی میں ملوں گا.... لیکن دوسرے روپ میں!“
”اوہ جائی صفت شکن....! رب عظیم کے لئے ہمیں الجھن میں نہ ڈالو!...!“ شہباز بولا۔
”تم نے دیکھا تھا کہ وہ لوگ کتنے بد ہو اس ہو کر غار سے نکل تھے!“
”اسی پر توجیہت ہے تم نے ان سے کیا کہا تھا!“
”یہی کہ لیزا غار میں کسی جگہ ایک ایسا بم چھپا گئی ہے جو مخصوص وقت پر خود بخود پھٹ جائیگا!“
”لیکا یہ تجھے ہے....?“
”میں تو تجھ کر کے دکھاؤں گا.... تم لوگ ذرا دور ہٹ جاؤ.... میں دھماکہ کرنے جا رہا
ہوں!“ عمران نے کہا اور تھیلے سے ایک ہینڈ گرینیڈ نکال کر غار کے دہانے کی طرف اچھال دیا۔
زور دار دھماکہ ہوا تھا.... اور وہ شمال کی طرف دوڑتے چلے گئے تھے۔
کچھ دور دوڑنے کے بعد عمران نے رکنے کو کہا تھا اور شہباز کے قریب پہنچ کر بولا تھا۔
”پورے تیرہ عدد نہیں ہوں گے!“
”میں نہیں سمجھا....!“
”میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں گا!“
”تم کہاں ہو گے....?“

”ہم نہیں بتا سکتے کہ کتنے شرمندہ ہیں فادر....!“
”فادر کے بچوں....! تم سب نہ جانے کس وقت بھک سے اڑ جاؤ!“
”لکھ کیا.... مطلب....!“
”وہ عورت یہاں کہیں ایک نامم بم چھپا گئی ہے!“
”خدا کی پناہ....! اب کیا ہو گا!“
”صرف تمہاری ناٹکیں کھلوائے دیتا ہوں.... نکل کر بھاگو....!“
”مگر جائیں کہاں....?“
”پہاڑوں کی طرف....! کیا اس عورت کو سزا نہ دو گے!“
”مگر وہ ہے کہاں....?“
”ہیڈ کوارٹر سے آیا ہوا ایک آدمی اسے مجھ سے چھین لے گیا.... لیزانے اسی سے کہا تھا کہ
واہ غار میں ایک نامم بم رکھ آئی ہے!“
”تب پھر خدا کے لئے جلدی کرو فادر....!“
کولس بھی آگیا تھا.... اور جیری تو پہلے ہی سے وہاں موجود تھا۔ عمران کے اشارے پر انہی
دونوں نے جلدی جلدی ان کے پیر کھولے تھے۔
”تم دونوں بھی انہی کے ساتھ جاؤ....!“ عمران نے ان سے کہا ”اور یہ لڑکیاں بھی
تمہارے ساتھ ہوں گی!“
”اور تم لوگ....?“
”ہماری فکر نہ کرو....! ہم بھی تمہارے پیچھے ہی پیچھے پہنچیں گے.... زندہ رہنا ہے تو اس پر
ہمارا قبضہ ہوتا چاہئے!“
”اگر ہمارا ساتھ دینا مقصود ہے تو پھر ہمارے ہاتھ بھی کھلاؤ!“ پارٹی کے لیڈر نے کہا۔
”ممکن ہے.... لیکن اسی صورت میں جب تم آسمانی باپ کی قسم کھا کر کہو کہ کولس
اور جیری سے دشمنی نہیں کرو گے!“
ان سکھوں نے بیک آواز ہو کر قسم کھائی تھی۔
”اچھا پہلے باہر تو نکلو اور تیزی سے دوڑتے چلے جاؤ.... کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد

ٹھیک اسی وقت انہوں نے بہت سے گھوڑوں کی ناپوں کی آوازیں سنی تھیں۔
”شاید وہ بھی اور ہی آرہے ہیں۔!“ سنبھری مادہ زور سے چینی۔

”میاہم چھپ جائیں....؟“ پارٹی کے لیڈر نے گولس سے پوچھا۔
”نہیں....! میرا خیال ہے کہ اس کی ضرورت نہیں۔ اس نے انہیں سمجھا دیا ہو گا۔ اگر وہ
ہری زندگیوں کا خوبیاں ہوتا تو ہمیں نامم بم کی اطلاع دے کر وہاں سے نکل جانے کو کہتا۔!“
”یہ بھی ٹھیک ہے۔!“

وہ وہیں رک کر انتظار کرتے رہے۔۔۔ پھر گھوڑے دکھائی دیئے جو سیدھے انہی کی طرف
راہے تھے۔۔۔

قریب پہنچ کر وہ گھوڑوں سے اترے تھے اور ان کے قریب ہی کھڑے ہو گئے تھے۔ گولس
نیں اشاروں میں سمجھانے کی کوشش کرنے لگا کہ وہ پہاڑ کی طرف جانا چاہتے ہیں۔! تیر ہواں
لوڑا خالی تھا۔ شہباز نے مادوں کی طرف اشارہ کیا کہ وہ دونوں اس پر بیٹھ جائیں اور پھر بقیہ
گھوڑوں پر انہوں نے فیلڈ ورکرز گولس اور جیری کو بیٹھنے کی دعوت دی تھی۔ اس طرح ہر

لوڑے پر دو دو آدمی تھے اور تیرہ گھوڑے پہاڑ کی طرف دوڑتے جا رہے تھے۔

گولس شارق کے حصے میں آیا تھا۔۔۔ اور اس کے کافنوں کے پردے پھٹے جا رہے تھے کیونکہ
ٹالق نے زور زور سے گاتا شروع کر دیا تھا۔۔۔

گھوڑے دوڑتے رہے۔۔۔ وہ ان جانوروں سے گفتگو کرنا چاہتے تھے لیکن مجبور تھے۔۔۔
تیر ہواں نے جانے کہاں رہ گیا تھا۔۔۔

دفعہ شارق نے شہباز کی آواز سنی۔ ”اڑے تو کیوں حلچ پھاڑ رہا ہے۔!“

”کیا جرنہ پڑھوں سردار۔۔۔!“ شارق نے چیخ کر کہا۔ ”میاہم ان پر حملہ آور ہونے نہیں
ہلے ہے۔!“

شہباز اپنا گھوڑا اسی کے برابر لے آیا۔

”کیا وہ ہمیں کوئی خاص ہدایت دے گیا ہے۔۔۔!“ اس نے شارق سے سوال کیا۔

”نہیں تو سردار۔۔۔! بھلا میری کیا حقیقت ہے کہ مجھے وہ معلوم ہو جو ہمیں نہ معلوم ہو۔!“

”ہم پہاڑ کے پاس پہنچ کر کریں گے کیا۔۔۔!“

”پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں عمارت ہی میں ہوں گا لیکن تم مجھے پہچان نہیں سکو گے۔۔۔
نہیں! شاکر میرا بھیجا پہچان لے کیونکہ ایک بارہوں مجھے اس روپ میں دیکھے چکا ہے۔!“
”سوال تو یہ ہے کہ تم ایسا کیوں کر رہے ہو۔!“

”میں تم سکھوں کو دیں لے جانا چاہتا ہوں جہاں آدمی بن سکو گے۔۔۔ عمارت میں ایسی کوئی
دوا موجود نہیں ہے لیکن کہیں نہ کہیں ضرور ہو گی۔!“

”تو کیا ہم قیدی بنائے جائیں گے۔۔۔?“

”صلائی۔۔۔ لیکن تمہیں کوئی فکر نہ ہوں چاہئے۔ کیونکہ پوری عمارت پر میرا قبضہ ہو گا۔!“

”تم جادو گر ہو۔۔۔ صفات ٹھکن۔۔۔!“

”نہیں۔۔۔! ایک معمولی سا آدمی جس کا دماغِ ربِ عظیم کے قبضہ قدرت میں ہے۔ جب
جس طرح جو کام لیتا چاہتا ہے لے لیتا ہے۔ بس اب جاؤ۔۔۔ تمہیں ان کے ساتھ ہی ساتھ رہنا
ہے۔ اگر ان کی نیست میں فوراً دیکھو تو پھر تمہیں اختیار ہو گا جس طرح چاہو نہیں سکتے ہو۔!“



وہ سب لیز اکو گالیاں دیتے ہوئے پہاڑ کی طرف دوڑتے جا رہے تھے۔ انہوں نے دھماکا بھی
کن لیا تھا۔ آخر ایک جگہ گولس نے رکنے کو کہا اور بولا۔

”اتنے بد ہواں ہوئے تو ہم کچھ بھی نہ کر سکیں گے۔!“

”کرنا کیا ہے۔۔۔!“ ایک فیلڈ ورکر پانچا ہوا بولا۔

”لیز سے انتقام لینا ہے۔۔۔!“ جیری بولا۔

”عقل کے ناخن لو۔۔۔!“ پارٹی لیڈر نے کہا۔ ”میاہمیشہ کے لئے اسی جنگل کے قیدی بن کر
رہنا چاہتے ہو۔!“

”تو پھر ہم کیا کریں گے۔۔۔?“

”جیسا واقعہ کا تقاضا ہو گا۔!“

”وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گی۔!“ گولس بولا۔

”اب تم ہماری ذمہ داری ہو۔۔۔ پہلے ہم مریں گے پھر تم پر آجُ آئے گی۔!“ پارٹی کے لیڈر
نے اس کا شانہ تھپک کر کہا۔

”پچانے یہ بات تو تمہیں بھی بتائی تھی کہ دس قیدیوں میں سے وہ چار قیدی جو بعد میں آئے تھے عمارت تک پہنچنے کے راستے سے واقع ہیں!“

”ہاں مجھے یاد ہے....!“

”تب پھر وہ باہر ہی تو شہرے رہیں گے۔!“

”سوال یہ ہے کہ ہم....!“ شہباز کچھ کہتے رک گیا۔ اس نے کچھ چینیں سنی تھیں اور اگلے گھوڑے رکتے دیکھے تھے۔

”میں یاہوا....؟“ شارق بولا۔

”پتا نہیں....!“ کہتا ہوا شہباز اپنا گھوڑا آگے بڑھا لے گیا۔

دونوں ماڈائیں گھوڑے سے گر گئیں تھیں اور پڑی جنخ رہی تھیں۔

شارق اپنے گھوڑے سے کو د کر انہیں اٹھانے لگا پھر شہباز سے بولا۔ ”یہ بچاریاں کیا جائیں گھوڑے پر کیسے بیٹھتے ہیں.... ہوتا یہ چاہئے کہ اپنی کو آپ سنبھالیں اور طربدار اپنی والی کو!“

”مت بکواس کر....!“

”سردار... یہ سفید ماڈہ پوری قوم کی عزت بن گئی ہے۔ کسی اور کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتی!“

”جیج اتاماروں گاکہ بے ہوش ہو جائے گا!“

”اچھا دوسرا کو تو طربدار کے حوالے کیجئے!“

”میں کچھ نہیں جانتا....!“

”او طربدار بھائی....!“ شارق نے ہاٹ لگائی۔ ”میا بے غیرت بھی ہو گئے.... آکر اٹھاؤ اپنے دبال کو.... میں مادر قوم کی خدمت میں ہوں!“

”چپ رہ بدبخت....!“ شہباز دانت پیش کر بولا۔

دونوں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں.... اور سہری ماڈہ جیج طربدار کے گھوڑے کی طرف چھپتی اور طربدار کی ناگ کپڑ کر کھینچنے لگی تھی۔

”قیدی کو اتار کر اسے بٹھا لے....!“ شہباز نے گرج کر کہا۔

اس طرح وہ طربدار کے گھوڑے پر پہنچ گئی تھی لیکن سفید ماڈہ وہیں کھڑی شہباز کو گھورتی رہی۔

”غولس کو اتار.... اسے بٹھا لے اپنے گھوڑے پر....!“ شہباز نے شارق سے کہا اور اپنا

گھوڑا آگے بڑھا لے گیا۔
شارق نے کولس کو اپنے گھوڑے سے اتار کر خالی گھوڑے کی طرف اشارہ کیا تھا۔ پھر وہ اور طربدار کے گھوڑے سے اترنے والا فیلڈ ور کراس گھوڑے پر بیٹھ گئے تھے۔ شارق نے بڑے اب سے سفید ماڈہ کو گھوڑے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا وہ چند لمحے کچھ سوچتی رہی۔ پھر شارق کے گھوڑے پر بیٹھ گئی۔ ... شارق گھوڑے کی لگام پکڑے پیدل ہی چلتا رہا۔ ... ظاہر تھا کہ وہ اس طرح موارد کا ساتھ نہیں دے سکتا تھا وہ سب جلد ہی آنکھوں سے او جھل ہو گئے۔
سفید ماڈہ شارق سے کہہ رہی تھی کہ وہ بھی بیٹھ جائے۔ ... لیکن وہ انجان بنا چلتا رہا۔ ... اداز سے سمجھ تو گیا تھا کہ کیا کہہ رہی ہے۔

”تو گھوڑی دیر بعد اس نے قریب آتے ہوئے گھوڑے کی تاپوں کی آواز سنی تھی.... لیکن وہ معمولی رفتار ہی سے چلتا رہا۔ اچھی طرح سمجھتا تھا کہ واپس آنے والا شہباز کے علاوہ اور کوئی نہ ہو گا۔“
”یہ تو پیدل کیوں چل رہا ہے....؟“ شہباز نے قریب پہنچنے سے قبل ہی پوچھا۔
”اب تم مجھے گوئی ہی مار دوسرا دار....!“ شارق بولا۔
”چل بیٹھ!“

اس بار سفید ماڈہ شہباز کو دیکھ کر چیننے لگی تھی۔ ”تم کیوں پلت آئے۔ جہنم میں جاؤ....!
”وندے کہیں کے.... تم سے مطلب تم کون ہوتے ہو.... جاؤ چلے جاؤ!“
شہباز خاموشی سے سنتا رہا۔ ... کرتا بھی کیا۔ ... کچھ پلے ہی نہیں پڑ رہا تھا۔
آخر دہ شارق کو گھونسہ و کھا کر بولا۔ ”یہ سب کچھ تیری وجہ سے ہو رہا ہے۔!“
”میری وجہ سے کیوں....؟“ سرداری میری بات سمجھ کر تی میں اور نہ میں ان کی بات سمجھ کر لکھا ہوں۔!
”اب بیٹھ بھی جا گھوڑے پر ورنہ سچ ٹھی جان سے مار دوں گا۔!“ شہباز نے کہا اور گھوڑا موڑ کر ٹھلا چلا گیا۔ اس کے ساتھ بیٹھا ہوا فیلڈ ور کرم سم تھا۔

شارق کو بہر حال گھوڑے پر بیٹھنا پر اور سفید ماڈہ نے مضبوطی سے اس کی کر تھامی۔

یہی کو پڑیں میں پتچ کر عمران نے کھال اتار دی اور پھر ڈھمپ کے میک اپ میں آگیا۔ لویتکا کو

ہدایات دے کر لفت کے پاس بٹھا آیا تھا.... اسی طرح جیسے لیزا نے سرینا کو بٹھایا تھا۔

لیزا کی قوت ارادی قطعی طور پر ختم ہو چکی تھی کیونکہ وہ معینہ مدت کے اختتام سے پہلے اسے شراب میں خوب آور دوادے کر غافل کرتا تھا اور قوت ارادی پر اثر انداز ہونے والا نجاشی دے دیتا تھا۔ وہ پوری طرح اس کے قابو میں تھی۔ جو کہتا تھا ہی کرتی تھی فی الحال اس نے اسے آرام کرنے کا مشورہ دیا تھا اور یہ بات ذہن نشین کرداری تھی کہ وہ خود اس کی قائم مقامی کر رہا ہے اور ہیڈ کوارٹر کو بھی اس کی اطلاع دے چکا ہے۔

ہیلی کو پڑ روز روشن میں پہلاں کی سمت پرداز کر رہا تھا اور عمران پوری طرح مطمئن تھا کہ "جب تک چاہے گا اسی طرح من مانی کرتا رہے گا کیونکہ "ہیڈ کوارٹر" سے رابطے کا واحد ذریعہ فی الحال وہ خود ہی ہے۔

ہیلی کو پڑ سے اتر کر وہ لفت کے دروازے پر رکا تھا اور دیوار سے لگے ہوئے سوچ بورڈ کے ایک پش سوچ پر انگلی رکھ دی تھی.... تھوڑی دیر بعد لفت اور آئی دروازہ کھلا اور وہ لفت میں داخل ہو گیا۔

لویتانے بڑے ادب سے اس کا استقبال کیا تھا۔

"تم یہاں بور تو نہیں ہو سکیں....!"

"نہیں جناب....! سوال ہی نہیں پیدا ہوتا!"

"لیزا کی عالالت کی وجہ سے مجھے تشیش ہے....!"

"لیکن اس کے ماتحت تو بہت خوش ہیں....!"

"یہ اچھی علامت نہیں ہے... خیر... میں دیکھوں گا... کہ اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔!"

"کیا وہ حق بجانب نہیں ہیں جناب....؟"

"حالات کے تحت تو حق بجانب ہی معلوم ہوتے ہیں.... ویسے میں نے محسوس کیا ہے کہ

لیزا زیادہ ذہین عورت نہیں ہے اس سے کہیں زیادہ تو تم ذہین ہو۔!"

"شکریہ جناب....!"

"کچھ دیر بعد وہ سب یہیں ہوں گے۔!"

"کون جناب....؟" لویتانے چونکہ کربولی۔

"ہمارے سب آدمی.... اور وہ سارے جانور....!"

"وہ کس طرح جناب....! آپ تو تنہا گئے تھے!"

"تم ابھی دیکھ لوگی.... خیر.... اب سرینا کو یہاں میرے پاس بھیج دو.... اور آپریشن روم میں میرا منتظر کرو....!"

"بہت بہتر جناب....!"

"وہ چلی گئی.... اور عمران وہیں کھڑا رہا.... تھوڑی دیر بعد سرینا وہاں پہنچی تھی۔

"ماشیں....!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"لیں سر....!"

"پواخت نمبر پانچ والی سرگنگ میں جاؤ اور دوسری طرف سے سرگنگ میں داخل ہونے کا راستہ بندر کر دو....!"

"بہت بہتر جناب....!"

"آپریشن روم میں تمہارا منتظر ہوں گا۔!"

"او... کے۔ سر....!"

پھر عمران آپریشن روم کی طرف چل پڑا.... رو بن اپنی ڈیوٹی پر موجود تھا۔

لویتانہ صمپ کی منتظر تھی.... رو بن اسے دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔

"بیٹھو.... بیٹھو....!" وہ ہاتھ اٹھا کر نرم لبجے میں بولا تھا۔

"کیا میں آپ کے لئے کافی لاکن جناب....!" لویتانے چک کر پوچھا۔

"شکریہ ماموزیں! تم چھرے پڑھ سکتی ہو.... ہاں میں شدت سے ایک کپ کافی کی

خود رت محسوس کر رہا ہوں.... ہاٹ اینڈ بیک....!"

"ابھی پیش کرتی ہوں۔!"

وہ آپریشن روم سے چلی گئی.... عمران نے رو بن سے کہا۔ "ذرا وہ اسکرین روشن کر دو جس

کا تعلق عمارت میں داخلے کے راستے سے ہے۔!"

"بہت بہتر جناب....!"

اسکرین روشن ہوئی.... جنگل نظر آیا.... لیکن فالصے کے ساتھ.... پیش منظر میں پہاڑ

”شکریہ سرینا....! بیٹھ جاؤ....!“
”وہ بھی اسکرین کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔
لویتا نے عمران کے لئے کافی بنائی اور پیش کرتی ہوئی بولی۔ ”مادام گوردو سورہ ہی ہیں۔!“
”وہ بیمار ہے اسے آرام کرنا چاہئے۔!“ عمران نے کہا۔
سرینا اسکرین سے توجہ ہٹا کر ان کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ عمران نے اس سے کہا۔ ”چیز
تیوں کی خوراک کا انتظام تمہارے ذمے کر رہا ہوں.... ماموزیل سرینا۔!“
سرینا خاموشی سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔
”مکولس سمیت چودہ جانور ہیں اور دس تمہارے فیلڈ ورکرز.... لڑکیاں تو مہماں رہیں
گی.... انہیں میں خود دیکھوں گا۔!“
”میں بالکل نہیں سمجھی جناب....!“
”ہاں جیری کو تو بھول ہی گیا تھا.... وہ بھی قیدی ہے.... بات دراصل یہ ہے کہ وہ سب
مل کر ہم پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔!“
”فیلڈ ورکرز بھی....؟“ سرینا کے لہجے میں حرمت تھی۔
”ہاں.... گوردو کے رویے نے انہیں بغاوت پر آمادہ کر دیا ہے۔!
”تمکال ہے.... مادام تو بہت ہمہ بان ہیں۔!
”وفادار متحف ہو سرینا.... اس لئے تم بھی قابل تدر ہو۔!
سرینا نے خاموش ہو کر سر جھکایا.... لویتا اس کی طرف دیکھ کر طنزیہ انداز میں مسکراتی
تھی اور پھر اسکرین کی طرف دیکھنے لگی تھی۔
عمران کافی پیتا رہا.... سب خاموش تھے۔ کافی کا پیالہ خالی کر کے عمران اٹھتا ہوا بولا۔ ”میرا
خیال ہے کہ انہیں در گئے گی۔ جب تک میں گوردو کی مزاج پر سی کرلوں تم لوگ یہیں ظہرو۔!
وہ باہر نکلا تھا.... اور لیزا کی خواب گاہ کی طرف چل پڑا تھا۔ وہ بستر ہی پر نظر آئی۔ آنکھیں
بند کئے چڑی تھی۔ آواز دینے پر پلکنی اور اٹھائی تھیں.... لیکن خود اٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔
”سب ٹھیک ہے گوردو.... تم مطمئن رہو۔!
”شکریہ ڈھپ۔!“ وہ نجیف سی آواز میں بولی۔

کے سامنے پھیلا ہوا میدان تھا۔
”اے روشن رکھو۔!“
”بہت بہتر۔!“
”وہ عمارت پر دھاوا بولنے والے ہیں۔!
”کون جناب۔?“ روبن چونک پڑا۔
”تمہارے فیلڈ ورک اور سب جانور۔.... بعد میں جانے والے چاروں فیلڈ ورکرز کو مارا۔
گوردو نے راستے سے آگاہ کر دیا تھا۔!
”مجھے حیرت ہے۔!“ روبن بڑا لیا۔
”کس بات پر۔?
”کہ وہ ہم پر حملہ کرنے آرہے ہیں۔!
”قیادت سے بد دلی ایسے ہی گل کھلاتی ہے۔!“ عمران نے طویل سانس لے کر کہا۔
”لیکن فیلڈ ورکرز مادام کی آنکھوں کے تارے تھے۔!
”عموماً بھی دیکھا گیا ہے کہ آنکھوں کے تارے ہی ایسے حالات میں پیش پیش رہتے ہیں۔!
”تو کیا ان پر فائزگ کی جائے گی۔!
”نہیں جال میں چھانے جائیں گے.... جانور ہمیذ کوارٹر کے لئے ہیں.... انہیں معمولی سا
زخمی بھی نہیں ہونا چاہئے۔!
”کیسے کیسے حالات سے دوچارہ ہونا پڑ رہا ہے۔!“ روبن نے مخفی سانس لی۔
”عورت کی قیادت ہمیشہ حالات کو بگاڑتی ہے۔ محض اس لئے کہ وہ اپنی جذباتیت کو بھی
تعقل سمجھنے لگتی ہے۔ ہوائی قلعوں کو تنظر سمجھتی ہے۔ لہذا اس کی منطق نہ ہرے گی۔!
”آپ بڑی بچی باتیں کر رہے ہیں جناب۔!
”زمد دار افراد کو بر ف ہونا چاہئے۔!
دروازہ کھلا تھا اور لویتا کافی کی ٹرے اٹھائے ہوئے اندر داخل ہوئی تھی۔ اس کے پیچے سرنا
دکھائی دی۔
”حکم کی تعییں ہو گئی جناب۔!“ اس نے کہا۔

”میر اخیال ہے کہ تمہیں باقاعدہ طور پر بھی امداد کی ضرورت ہے... میں کوشش کر رہا ہوں کہ تمہیں کچھ دنوں کے لئے کسی پر فضام قام پر پہنچا دیا جائے۔“

”میں بھی چاہتی ہوں.... اس ماحول میں میرادم گھٹا جا رہا ہے۔“

”میں ہیڈ کوارٹر سے گفت و شنید کر رہا ہوں۔ فی الحال میں ہی یہاں کا کام سنبھالوں گا... سب کچھ بھچ دکا ہوں.... میں ایک چیز باقی رہ گئی ہے۔“

”وہ کیا ہے....؟“

”وہ سیرم جس سے جانور بنائے جاتے ہیں....!“

”مجھے مدد و تعداد میں ایکپلر ملے تھے.... میں عدد... چودہ عدد استعمال ہو چکے ہیں۔ چھ عدد باقی پچھے ہیں.... وہ ادھر تجوری میں رکھے ہوئے ہیں۔!“

”تجوری....!“ وہ اس کی اٹھی ہوئی انگلی کی سمت دیکھنے لگا۔

”اس فریم کے نیچے ہے.... فریم کو ہٹاؤ:... سرخ ملن کو تین بار دباو:... زرد ملن کو دبارہ خانہ ظاہر ہو جائے گا۔ کھتی رنگ کے چھ ایکپلر ڈبے میں رکھے ہوئے ہیں۔!“

”ٹھیک ہے۔!“

”مجھے پھر نیند آ رہی ہے ڈھمپ....!“

”سو جاؤ.... سوتے رہنے سے زیادہ بہتر اور کوئی علاج نہیں ہو سکتا۔!“

”تم بہت مہربان ہو....!“

”ایسی کوئی بات نہیں.... حالات سب کچھ بنا دیتے ہیں۔!“

لیزا نے مزید کچھ کہے بغیر آنکھیں بند کر لی تھیں.... اور گھری سانسیں لینے لگی تھی۔ عمران چپ چاپ بیٹھا گھڑی دیکھتا رہا۔ پانچ منٹ بعد اٹھا تھا اور لیزا کے بتائے ہوئے طریقے سے تجوری کھونے لگا تھا۔

ٹھوڑی دیر بعد جب وہ آپریشن روم میں واپس آیا تو ان تینوں کو کسی موضوع پر بڑے جوش خروش سے گفلگو کرتے پایا۔

اُسے دیکھ کر وہ خاموش ہو گئے۔ سرینا بہت زیادہ غصے میں معلوم ہوتی تھی۔ لویتا نے شام کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن عمران اُسے نظر انداز کرتا ہوا وہن سے بولا۔ ”اتھی دیر تو نہ ہونی جائے۔...“

”میر فقار گھوڑوں پر تھے۔!“

”حالات بدل بھی سکتے ہیں جناب....! شکر ایسا یہے ہی جانور ہوتے ہیں۔!“

”حالات بدلتے سے کیا مراد ہے....؟“

”دوسٹ بن کر چلے ہوں گے لیکن راستے میں جھگڑا بھی ہو سکتا.... ہمارے فیلڈ ور کرز کم

بدماغ نہیں ہیں۔!“

”یہ غلط ہے....!“ سرینا جھوٹا کر بولی۔

”کیا غلط ہے....!“ عمران اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”فیلڈ ور کرز کے بارے میں روہن کی رائے درست نہیں ہے۔!“

”ہم اس وقت یہاں اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے آئھا نہیں ہوئے ہیں۔!“ عمران نے نشک لبھے میں کہا۔

”ٹھیک اسی وقت لویتا بولی۔“ پس منظر میں حرکت دکھائی دیتی ہے۔!

”وہ سب اسکرین کی طرف دیکھنے لگے.... بہت دور درختوں کی قطار کے قریب نہتے نہتے متھرک نقطے دکھائی دے رہے تھے۔

”ٹھیک ہے....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔



وہ اس بڑے کمرے میں پھنس چکے تھے... وابسی کے لئے مڑے تو وہ دیوار بھی برابر نظر

آئی جس کے دروازے سے وہ اس بڑے کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ بس چاروں طرف

دیواریں ہی دیواریں تھیں۔ دروازہ کوئی نہیں تھا۔

”میا تم یہیں سے گزر کر باہر نکلے تھے....؟“ پارٹی کے لیڈر نے ان چاروں میں سے ایک سے پوچھا۔... جو بجد میں عمارت سے جگل کی طرف گئے تھے۔

”ہاں.... ہم یہیں سے گذرے تھے۔!“

”تو پھر واپسی ہی کا دروازہ کھول کر دکھاؤ۔!“

”اب یہاں وہ نشان نظر نہیں آ رہا جس کے نیچے دروازہ ظاہر کرنے والا مکنزیم تھا۔!“

”تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم پھنس گئے ہیں۔!“

”ہاں تم پھنس گئے ہو غدار و...!“ ایک غرأتی ہوئی سی آواز سنائی دی اور وہ بوکھلا کر چاروں طرف دیکھنے لگے۔

آواز پھر آئی۔.... ”تم ان جانوروں سے اشتراک کر کے مادام گوردو کے خلاف بغاوت کے مر تک ہونے والے تھے!“

”کیا اس نے ہمارے ساتھ کوئی اچھا برتاو کیا تھا....!“ پارٹی کالیڈر دہاڑا۔

”کیا کہنا چاہتے ہو....؟“

”وہ اس غار میں نامم بم چھپا آئی تھی جہاں ہم تھے.... ہمارے وہاں سے نکلنے کے دو من بعد ہی وہ پھٹ گیا تھا!“

”کیا تمہیں بتا کر انہوں نے نامم بم رکھا تھا!“

”نہیں، ہمیں بتا کر نہیں رکھا تھا....!“

”پھر تمہیں کیوں کر علم ہوا....!“

”بس، ہمیں عین وقت پر معلوم ہو گیا تھا!“

”کوواس ہے.... کیا فرشتوں نے تمہیں اطلاع دی تھی!“

”جس نے بھی اطلاع دی تھی، ہم اسے فرشتہ ہی سمجھتے ہیں۔!“

”تم سب قیدی ہو....!“

”کہاں ہے وہ گوردو کی بچی....!“ لیڈر دہاڑا.... لیکن انہیں کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ تھوڑی دیر تک سنائا ہا پھر کبھی بولنے لگے تھے۔ لیکن جانور ان میں شامل نہیں تھے۔ مگر وہ جانور جس نے کپڑے بھی پہن رکھے تھے یعنی کلو لس حق پھاڑ پھاڑ کر دیوانہ وار قبچہ لگا رہا تھا۔

”یہ کیا کر رہے ہو.... چپ رہو.... خاموش رہو....!“ جیری اسے جھینھوڑتا ہوا بولا۔

”اب ہم سب پاگل ہو جائیں گے!“

دوسری طرف شارق نے شہباز کے کان میں کہا۔ ”سردار آپ یقین کریں یا نہ کریں میں نے چچا کو اس آواز میں بھی بولتے سنائے!“

”کس آواز میں....؟“

”یہی جو باہمی سنائی دی تھی!“

”وہ نہ ہو سب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا.... پہلے ہی مجھے الٹیمان دلاچکا ہے کہ عمارت اس کے قبیلے میں ہے۔ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا!“

اوس سارے فیلڈر کر زپارٹی لیڈر کے سر ہو گئے تھے۔

”تم نے جھوٹتے ہی کچی بات کیوں کہہ دی تھی!“ اس سے پوچھا جا رہا تھا۔

”میں سپاہی ہوں....!“ اس نے جھلا کر کہا۔ ”مجھے سیاست نہیں آتی!“

”بہر حال....! جس کام کے لئے آئے تھے وہ نہ ہو سکا!“

”میں کچھ نہیں جانتا!“

”اب چوہوں کی طرح مارے جائیں گے!“

کوئی کچھ نہ بولا۔ کبھی کو یقین ہو گیا تھا کہ کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا۔ فتحاپارٹی لیڈر نے

کہا۔ ”ان جانوروں کے پاس ان کا اسلحہ موجود ہو گا۔ ہماری طرح نہیں تو نہیں ہیں!“

”لیکن انہیں کیا سمجھائیں اور کس طرح سمجھائیں!“

اپاک انہیں تاک اور طلق میں جلن محسوس ہوئی تھی اور وہ کھانے لگے تھے۔

”گیس....!“ پارٹی کالیڈر پھنسی پھنسی سی آواز میں چیخا۔

پھر انہیں کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ ہوش و حواس کو بیٹھے تھے۔

پھر سب سے پہلے شارق بیدار ہوا تھا.... ذہن بھی جلد ہی صاف ہو گیا۔ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔

چاروں طرف نظر دوڑائی.... صرف اسی کے ساتھی بکھرے پڑے تھے۔ نہ فیلڈر ور کرتے اور نہ

دیروں مادا میں.... کلو لس اور جیری کا بھی بتا نہیں تھا۔ اس نے ایک ایک کو جھنجوڑنا شروع کر دیا۔

لیکن کسی نے بھی آگھنہ کھوئی.... آخر تھک ہار کر ایک کنارے بیٹھ رہا۔ اس پر دوبارہ غنوگی

طاری ہو رہی تھی۔ دیوار سے نکل کر لمبی لمبی سانسیں لیتا رہا تھا اور پھر سو گیا تھا۔

دوسری مرتبہ جاگا تو وہ سب بھی بیدار ہو پکے تھے اور اسی صورت حال سے متعلق ابھن

میں پڑے ہوئے تھے۔

”شاید ہمارے ساتھ دھوکا ہوا ہے....!“ شارق بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”میں سوچ بھی نہیں سکتا!“ شہباز کی آواز آئی۔

”چچا سے غلطی بھی ہو سکتی ہے.... وہ کسی دوسری دنیا کی مخلوق تو ہے نہیں!“

”اگر ایسا ہوا تو ساری محنت خلاج ہو گئی...!“ شہباز بولا۔
”اپنے آدمیوں کو وہ نکال لے گئے...!“ کسی نے کہا۔
”اور مادا میں بھی ہاتھ سے گئی...!“ شارق بولا۔
”تو چپا نہیں بیٹھ سکتا...!“ شہباز کی غراہت سنائی دی۔

”اب صرف مردانہ کامیں کامیں سنبھل پڑے گی...!“ شارق نے مردہ کی آواز میں کہا۔
”اب ہم کیا کریں سردار! ہمارے تھیلوں سے ہمارا سلحہ بھی نکال لیا گیا ہے...!“ کسی نے کہا۔
”خاموش یعنیو... مجھے یقین ہے کہ ہمارے ساتھ دھوکا نہیں ہوا!“ شہباز بولا۔
دفعتہ کسی نے شکرانی میں کہا۔ ”یہی ہمارے روحاںی رشتے کا ثبوت ہے...!“ اور وہ سب چوک
کر چاروں طرف دیکھنے لگے۔

”اسی کی آواز تھی...!“ شہباز نے دبے دبے سے جوش کے ساتھ کہا۔
”چھا... زندہ باد...!“ شارق نے نفرہ لگایا۔



نوبل اوڈھمپ کی آمد سے لیزا کے علاوہ اور سب کے لئے اس عمارت میں زندگی کی ایک نئی
لہر دوڑ گئی تھی.... طرح طرح کی تفریحات کا دور شروع ہوا تھا.... لطیفے، داستان گوئی، رقص و
نغمہ، رندی و سرمستی کے مظاہرے۔

صرف سرینا شروع شروع میں کسی قدر کشیدہ اور کبیدہ خاطر رہی تھی۔ پھر رفتہ رفتہ وہ بھی
اسی رو میں بہتی نظر آنے لگی اور لویتہ کو تو اس ڈراؤنی ٹکل والے آدمی میں خالص مرد کھانی دینا
تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ توہیاں تک سمجھ بیٹھی تھی کہ خالص مرداں پر خصوصی نگاہ رکھتا ہے۔
لیزا کے حصے میں خواب آور دوائی آئی تھی.... یا پھر وہ انجکشن جو قوت ارادی کا تیانچا
کر کے رکھ دیتے تھے۔

ویسے عمران حققاً وقت گزاری کر رہا تھا.... اسے ہیڈ کوارٹر سے جانوروں کے بارے میں
 واضح احکامات کا انتظار تھا.... لیزا کی طرف سے ہیڈ کوارٹر کو مطلع کر دیا گیا تھا کہ لڑکیوں کے
ساتھ ہی سارے جانور بھی بکڑ لئے گئے ہیں کیونکہ انہوں نے سارے جنگل کو سر پر اخبار کھا تھا۔

ہای شراب پی کر ایک دوسرا سے پر چڑھ دوڑتے تھے۔ خدشہ تھا کہ کہیں وہ سب ختم ہی نہ
دیجائیں۔ اس اطلاع پر ہیڈ کوارٹر سے جواب آیا تھا کہ بہت جلد ان سے متعلق کوئی فیصلہ کر کے
گاہ کر دیا جائے گا لیکن اخبارہ گھنٹے گزرن جانے کے بعد بھی ”بہت جلد“ کی ابتداء نہیں ہوئی تھی۔
اس وقت وہ سب ہال میں اکٹھے تھے۔ ایک شخص کارہنٹ بجارتہ تھا اور دوسرا بول گو... جتنی
ہی لوگیاں تھیں۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے پارٹر بدل بدل کر رقص کے جارہی تھیں۔ البتہ
بران کی حیثیت صرف ایک تماثلی کی تھی۔ نہ تو اس نے کسی سے رقص کی درخواست کی تھی
ورنہ کسی لڑکی ہی کو اس کی طرف بڑھنے کی ہمت ہوئی تھی۔ بس ایک لویتاتھی جو مسلسل سوچے
بجارتہ تھی کہ شاید وہ اس سے درخواست کرے۔
ویسے عمران خصوصیت سے کسی کی طرف بھی متوجہ نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد لویتاتھی اس
کی طرف آئی تھی۔

”آپ رقص نہیں کریں گے....؟“ اس نے بڑی دلاؤیز مکراہت کے ساتھ پوچھا۔
”رقص....!“ وہ چوک کر بولا۔ ”صرف دیکھنے کی حد تک شائق ہوں۔!“

”بڑی عجیب بات ہے۔!“

”لوگوں سے ذہنی طور پر دورہنما میر امقدار ہے اچھی لڑکی....!“
”آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔!
”یہی ذہنی دوری کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔!
”لیکن میں آپ سے قریب رہنا چاہتی ہوں۔!
”اس کے باوجود بھی دوری برقرار رہے گی.... میں کسی کی بھی ذہنی سطح کے برابر آنے کی
ملاجیت نہیں رکھتا۔!
”یہاں کی زندگی میں آج پہلی بار بیل چل نظر آئی ہے.... اور یہ بیل کتنی خوش گوار

ہے۔ آپ کچھ بھی ہوں لیکن دوسروں کا خیال بہت رکھتے ہیں۔!
”میں نے کبھی نہیں چاہا کہ سب لوگ میرے ہی جیسے ہو جائیں۔!
”اور یہی آپ کی عظمت کا ثبوت ہے۔!
”عظمت نہیں اسے ناکارہ پین کہو....!“

”میں نہیں سمجھی!“
 ”وہ جو دوسروں کو اپنے سانچے میں نہ ڈھال سکیں تاکہ وہ ہی کھلاتے ہیں۔ لوگ انہیں
 بے فیض سمجھتے ہیں!“
 ”میں تو نہیں سمجھتی!“

”فیصلہ کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لو... جاؤ! بھی بتیرے باقی ہیں۔ لڑکیاں کم ہیں!“
 ”میں تو اب تھک گئی ہوں... اس سے زیادہ مجھے آپ کی باتوں میں لطف آ رہا ہے!“
 ”یہ بھی کوئی اچھی علامت نہیں ہے!“
 ”میں نہیں سمجھی!“

”اس طرب گاہ سے دیرانے کی طرف دوڑنا لگا!... میرے پاس کچھ دیر اور غصہ ریں تو
 زندگی ہی سے بیزار ہو جاؤ گی!“
 ”میں لوگوں کے باطن میں بھی جھاک سکتی ہوں!“

”یہ صلاحیت تو ہنسی سکون کے لئے زہر ثابت ہوتی ہے لویتا... عام آدمیوں کی طرح عام
 زندگی گذارنا سکھو۔ میں اسی لئے دیران ہو گیا ہوں کہ دوسروں کے باطن میں اتر جاتا ہوں!“

”میرے بارے میں کیا خیال ہے!“
 ”باطن میں اتر کر آئینہ دکھانا میری سرشت نہیں ہے... دوسروں کے داغ اپنے چہرے پر
 سجالیتا ہوں!“

”پھر بھی بتائے تو...!“
 ”تم میری طرف رخ بھی نہیں کرو گی... اگر آئینہ دکھادیا!“
 ”آپ بتائے تو سہی...!“
 ”بیاں ہاتھ اوہر بڑھاؤ!“

لویتا نے بائیں ہتھیلی سامنے کر دی۔
 عمران اسے بغور دیکھا رہا... پھر حیرت سے اس کا چہہ مکنے لگا۔
 ”کک... کیا بات ہے...؟“ وہ گڑ بڑا گئی۔
 ”مت پوچھو...!“

”بتائے تو سہی....!“
 ”تم نے اپنی بہن کے شوہر سے رشته استوار کیا تھا....!“
 ”ن... نہیں....!“ اس کا چہہ زرد پڑ گیا۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ کھینچا تھا اور دوڑتی ہوئی
 چاموں میں جاتی تھی۔
 عمران کی مسکراہٹ گھنی موچبوں سے برآمد ہونے کی کوشش کرتی رہ گئی۔
 پھر سرپیاس پر مسلط ہوتی نظر آئی۔ شائد وہ انہیں دیکھتی رہی تھی۔
 ”آپ نے اس کا ہاتھ دیکھ کر کیا بتایا تھا کہ اس طرح بھاگ گئی....؟“ اس نے چکتی ہوئی
 ی آواز میں سوال کیا۔
 ”بچوں کی تعداد...!“
 ”وہ منہ دبا کر بھی تھی۔“
 عمران ناگواری کے ساتھ بولا۔ ”میں یہ اکی علاالت سے تشویش میں بھلا ہوں اور وہ مجھ سے
 رقص کرنے کو کہہ رہی تھی۔ حیرت اس پر ہے کہ تم لوگوں کے ساتھ کوئی طبیب بھی نہیں
 ہے۔ پہا نہیں ہیڑ کو اڑ کو اس کی اطلاع ہے بھی یا نہیں۔!“
 ”کیا آپ کو علم نہیں کہ مادام لیزاڈا کمز آف میڈی سن بھی ہیں!“
 ”ہوا کرے.... اپنا علاج تو خود نہیں کر سکتی۔ آخر کون بتائے کہ اس پر بار بار غفلت
 کیوں طاری ہو جاتی ہے۔!“
 ”مجھے تو ایسا محسوس ہونے لگا ہے جیسے وہ ہم میں سے کسی کو پہچانتی ہی نہ ہوں۔!“
 ”قیدیوں کا کیا حال ہے....؟“
 ”فیلڈور کرز مجھ سے پوچھ رہے تھے کہ جانور کہاں گئے۔!“
 ”پھر تم نے کیا کہا۔....؟“
 ”آپ کی ہدایت کے مطابق لا علیٰ ہی ظاہر کی تھی۔!“
 ”گیا وہ اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتے ہیں....؟“
 ”نہیں جتاب....! وہاب بھی مادام گوردو کے خلاف اپنے غصے کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔!
 ”حالانکہ گوردو انہی کی رہائی کے سلسلے میں اس حال کو پہنچی ہے۔!“

”مجھے تفصیل کا علم نہیں ہے جناب....!“

”سینی بہتر ہو گا کہ تم لوگ اپنے کام سے کام رکھو....!“

”میں تو شروع ہی سے اسی اصول کی کاربند ہوں۔!“

”اسی لئے میں نے تمہارا انتخاب کیا تھا.... پورے عملے میں تین بہترین افراد چن لئے ہیں۔ تم رو بن اور لویت۔!“

”شکریہ جناب....!“

ٹھیک اسی وقت انہوں نے ہال کے باہر اہدواری میں چینیں سنی تھیں اور پھر لیز اکھڑانی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ اس کی بڑی بڑی اور سرخ آنکھیں اپنے حلقوں سے اُنلی پڑتی تھیں۔

”یہاں شور کیوں ہو رہا ہے....!“ وہ چیخ کر گیا۔ لیکن اس کی آنکھیں بھیز کی طرف نگران نہیں تھیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی ناپینا عورت اپنی بے نور آنکھوں سے خلامیں گھوڑے جا رہی ہو۔ صرف شور سن رہی ہو کچھ دیکھے بغیر۔

”ہتاو.... شور کیوں ہو رہا ہے.... کیا تم سب بہرے ہو گئے ہو۔!“

عمران جھپٹ کر اس کے قریب پہنچا اور سہارا دیتا ہوا بولا۔ ”یہ تم نے کیا کیا گوردو....! تم اس حالت میں نہیں ہو کر اپنے اعصاب پر زور ڈالو۔!“

”ہاث.... جاؤ....!“ وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر چھی۔ ”میں سب کو فنا کر دوں گی۔ یہ جانور میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔!“

”ہاں.... ہاں.... میں نے سکھوں کو گرفتار کر لیا ہے.... تم اپنے کردوں میں چلو....!“

”سب کچھ تباہ کر دوں گی اگر میرا بچہ آدمی نہ بنا۔!“

”تمہارا بچہ.... یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔!“

”ہاں میرا بچہ.... میرا بچہ.... میرا بچہ....!“ وہ زور سے چینی رہی پھر بے ہوش ہو کر عمران کی داہنی کلائی پر جھوٹ گئی۔

مجھے پر پہلے ہی سننا چھا گیا تھا.... عمران بایاں ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”اب بس....! یہ سب کچھ ختم کرو.... لیز اگر دو کی حالت نا扎ک ہے۔!“

پھر اس نے بے ہوش لیز اکھوں پر اٹھایا تھا اور اس کی خواب گاہ کی طرف چل پا تھا۔

”لویتا اور سرینا اس کے پیچھے تھیں۔“

”اے بستر پر لٹانے میں انہوں نے مدد دی تھی.... دونوں ہی پریشان نظر آرہی تھیں۔“

”آخر نہیں ہوا کیا ہے....؟“ ”لویتا گھری گھری سانسیں لے کر بولی۔“

”میں نہیں سمجھ سکتا....!“

”جچ عمران کو لیزا کی طرف سے تشویش ہو گئی تھی.... قوتِ ارادی پر اثر انداز ہونے والے انجشنوں کا کورس طویل ہوتا جا رہا تھا.... لیکن اس کے علاوہ اور کوئی صورت بھی اسے قابو میں رکھنے کی نہیں تھی۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ انجشنوں کی کثرت لیزا کو ہی اختلال کی طرف ہی لے جاسکتی ہے۔!“

”میں اندر آسکتا ہوں....!“ باہر سے رو بن کی آواز آئی۔

”آجاو....!“ عمران لیزا پر نظر ہمائے ہوئے بولا۔

”رو بن اندر داخل ہو کر خاموش کھڑا رہ۔ وہ بھی لیزا کی طرف پر تشویش نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ عمران نے لاڑکوں کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”کتنا اچھا ہو....!“ اگر تم میں سے کوئی یہیں ٹھہر کر لیزا کی نگہداشت کر سکے۔!“

”میں ٹھہر جاؤں گی جناب....!“ سرینا بولی۔

”بہت بہت شکریہ....!“ عمران نے کہا اور رو بن سے بولا۔ ”تم میرے ساتھ آپریشن روم نکل چلو۔!“

وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا.... لویتا بھی انہی کے ساتھ باہر نکلی تھی لیکن عمران کے ساتھ جانے کی بجائے دوسرا طرف مڑ گئی تھی۔ وہ اب اس سے آنکھیں ملاتے ہوئے بھی ہنگپاٹی علموں ہوتی تھی۔

آپریشن روم میں پہنچ کر عمران رو بن کی طرف مڑا اور تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا ”مجھے نخت حریت ہے۔!“

رو بن کچھ نہ بولا۔

”میری عدم موجودگی میں تم لوگ کیا کرتے۔....؟“

”میں نہیں سمجھا جناب....!“

”اگر لیزا بھی ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم رکھنے سے مدد و رہو جاتی تو تم کیا کرتے۔“
”ہم، ہیڈ کوارٹر کو مطلع کر دیتے!“
”کس طرح....؟ تم کوڈ سے تواقف نہیں!“

”ایسے حالات میں ہم سیدھے سادھے الفاظ میں پیغام بھیج سکتے ہیں لیکن یہ ہدایت بھی ہر ایک کے لئے نہیں ہے.... صرف مجھے یہ اختیار مادام گوردو کی طرف سے ملا ہے!“
”اوہ....! یہی تو میں کہہ رہا تھا کہ ایسا ممکن ہے.... کوئی نہ کوئی طریقہ ضرور ہو گا!“
”آپ کو علم نہیں تھا جتاب....!“ روبن نے حیرت سے کہا۔
”آر گناہ زیشن کا ہر فرد صرف اپنے فرائض کی ادائیگی تک تک ہی محدود رکھا جاتا ہے۔ اور انہی کی مناسبت سے اس کی معلومات بھی محدود ہوتی ہیں۔ ہبھ حال! جب تک میں یہاں موجود ہوں تم لوگ بے فکری سے اپنا کام کرو!“
”آخر مادام کو کیا ہو گیا ہے!“

”میں خود بھی اس سلسلے میں پریشان ہوں روین..... میرا خیال ہے کہ اب اس کی بجائے کوئی اور لے گا۔ میں ہیڈ کوارٹر کو یہاں کے حالات سے آگاہ کر چکا ہوں۔!“

”آپ نہ ہوتے تو ہم چیخ جبڑی دشوار یوں میں پڑ جاتے۔!
”بل جاؤ.... اب آرام کرو....!“

تحوڑی دیر بعد عمران تیرے پونٹ کے اس کمرے کی طرف جا رہا تھا جہاں جیری اور نکولس کو رکھا گیا تھا۔ وہ دونوں خاصے پریشان نظر آرہے تھے۔
عمران کو دیکھ کر ان کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا تھا۔ وہ خاموش کھڑا ہیں دیکھتا رہا پھر جیری کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”تم سے کیا غلطی سرزد ہوتی تھی....؟“
”مم..... میں.... مگر آپ کون ہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔!“

”میں ہی ہوں جس نے لیزا کو ان درندوں سے رہائی دلائی ہے.... اور میں تمہاری گرفتاری کا بھی باعث بنا ہوں۔!“
”میرا تو کوئی قصور بھی نہیں تھا!“
”اور تم....؟“ عمران نے نکولس کی طرف دیکھ کر کہا۔

317

”میں نے دوسفید قام لاکیوں کو جانور بنائے جانے پر احتیاج کیا تھا۔“ نکولس نے سنبھالا لے رکھا۔ ”یے جیری کو میری ہی وجہ سے جنگل میں پھکوادیا گیا تھا۔!“
پھر اس نے عمران کے مزید استفسار پر اپنی اور جیری کی پوری کہانی دہرائی تھی اور عمران بغور نہ رہنے کی اداکاری کر تارہا تھا۔
”کیا ہو تارہا ہے یہاں....!“ بالآخر وہ بہت زیادہ حیرت کا اظہار کرتا ہوا بوا۔
”وہ اذیت پسند، ظالم اور لاچی ہے....!“ نکولس نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔
”تو تم نے ان جانوروں کو بھی سب کچھ بتا دیا ہے۔!“
”مجھے شکرانی نہیں آتی۔!“
”لیز اکہہ رہی تھی کہ ان جانوروں میں کوئی انگلش بھی بول سکتا ہے۔!
نکولس نے استہزا یہ ساقبہ لگا کر کہا۔ ”واقعی وہ بہت چالاک عورت ہے.... اپنی ناکامیوں پر وہ دلائے کے لئے اچھی کہانی لڑھی ہے وہ اور اسکے فیلڈ ور کرزاول درجے کے جھوٹے ہیں۔!
عمران نے جیری کی طرف دیکھا۔
”میرے لئے بھی یہ اطلاع مشکل خیز ہے۔!“ جیری نے کہا۔
عمران نے طویل سانس لی.... ان دونوں کی طرف سے اطمینان ہو گیا تھا کہ یہ کسی انگلش بنے والے جانور کا ذکر نہیں زبان پر نہیں لائیں گے۔
”اچھی بات ہے....!“ وہ آہستہ سے بولا۔ ”میں تمہارا کیس ہیڈ کوارٹر تک پہنچاؤں گا۔!
”مجھے کوئی دلچسپی نہیں....!“ نکولس نے بیزاری سے کہا۔
”میں نہیں سمجھا....!“ عمران نے حیرت سے کہا۔
”ایک جانور کو ان باتوں سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔!
”ہو سکتا ہے تم پھر آدمی بن سکو....!“
”یقین کے ساتھ تو نہیں کہا جا سکتا۔!
”یقین دیانتی ہے اس اختیارات سے باہر کی چیز ہے۔!
دیانت سے اکل کر اس نے جانور کی کھال پہنچی تھی.... اور اس کمرے میں باپنچا تھا۔ جہاں انہوں کر قید تھے ان میں آجھے جاگ رہے تھے اور کچھ سوچتے۔

”بہت بہت شکریہ فادر.... ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اگر کبھی اس لعنت سے نجات مل سکی تو
شریف آدمیوں کی سی زندگی بر کریں گے!“
”ضرور.... ضرور.... اب اٹھو اور اسی وقت نکل چلو....!“ عمران سر بلکر بولا۔



دوسری صبح سرینا جب فیلڈ ورکر کے لئے ناشتے لے کر وہاں پہنچی تو کمرہ خالی نظر آیا۔
تو ہزاری دیر کھڑی حرث سے چاروں طرف دیکھتی رہی۔ پھر ناشتے کی ٹراولی ویں چھوڑ کر دوڑتی
ہوئی لفت تک پہنچی تھی۔

کچھ دیر بعد عمران کے سامنے کھڑی رہی تھی.... اور وہ اسے ایسی نظروں سے دیکھے جا رہا تھا
جیسے کپاچ پا جائے گا۔

”میرا قصور نہیں ہے جناب....!“ وہ بالآخر بولی۔

”پھر کس کا قصور ہے....!“ عمران دہڑا۔

”مجھ سے کبھی کسی نے اس لمحے میں گفتگو نہیں کی!“ وہ روپا نی ہو کر بولی۔

”اور تم سے کبھی کوئی ایسی غلطی بھی سرزد نہ ہوئی ہو گی۔!“

”ہم اس عمارت کے راڑوں سے نادافع ہیں....!“ بتنا مادام نے بتایا تھا۔ اس سے زیادہ
نہیں جانتے!“

”تم صرف اپنی بات کرو اگر وہ فیلڈ ورکر ہی طرح لا علم ہوتے تو نکل کیسے جاتا!“
”وہ غاموش کھڑی رہی اور عمران اٹھتا ہوا بولا۔“ میں واپس چلا جاؤں گا.... یہاں کا چارچ
نیں لے سکتا... ابھی ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کر تاہوں!“

”وہ اسے ویسے چھوڑ کر آپریشن روم کی طرف چل پڑا تھا.... لیکن آپریشن روم خالی نظر آیا۔
یعنی پر نٹر کے ذریعے ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کرنے کا وقت قریب تھا اور پھر کس اور کی
وجودگی بھی ضروری نہیں تھی.... اس لئے وہ ویسے بیٹھ گیا۔

نظر دیوار سے لگے ہوئے کلاک پر تھی.... جاگروں کے بارے میں فصلہ کرنے میں آخر
اتی دیر کیوں....؟ وہ سوچ رہا تھا کہیں ہیڈ کوارٹر سے بچ مج کوئی آدمی نہ آپنچھے.... اس صورت
میں دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا.... یہ بھی ممکن ہے کہ ساری محنت بر باد ہو جائے۔

”یہ میں ہوں دوستو! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اگر میں پیچھے نہ رہ گیا ہو تا تو تمہیں
رہائی نہ دلائل کیا!“ عمران نے کہا۔
”لیکن تم اندر کیسے پہنچے....؟“ ایک نے سوال کیا۔

”اس کی فکر نہ کرو.... بس یہاں سے فرار کے لئے تیار ہو جاؤ.... ورنہ یہی سیکی باتمی میرے
علم میں آئی ہیں.... ان کے مطابق کل صبح ناشتے میں تم لوگوں کو زہر دے دیا جائے گا!“
پھر تو وہ بڑی طرح بوکھلا گئے تھے اور سوئے ہوؤں کو جگانا شروع کر دیا تھا۔ عمران خاموش
کھڑا رہا۔

پکھ دیر تک انہوں نے آپس میں مشورے کئے تھے۔ پھر پارٹی کے لیڈر نے عمران سے کہا
”ہمارے پاس تو اسلحہ بھی نہیں ہے!“

”ہمارے پاس بھی نہیں ہے!“ عمران بولا۔

”لیکن تم لوگ آزاد ہو....!“

”ہم لوگ نہیں....! بلکہ صرف میں.... وہ سب قیدی ہیں!“

”تو پھر بتاؤ....! ہم کیا کریں....!“

”نکل جا گو جنگل کی طرف....!“

”وہاں کیا کریں گے....!“

”ہم لوگوں کی واپسی کا انتظار.... جنگل میں پھل دار درخت بھی بکثرت ہیں اور شکار بھی
ہے۔ بھوکے نہیں مرد گے!“

”تمہیں یقین ہے کہ ہمیں زہر دیا جانے والا ہے!“

”ہاں... ظاہر ہے کہ اب وہ تمہارے دوست نہیں رہے ورنہ تم قیدی کیوں بنائے جاتے!“

”یہ بھی ٹھیک ہے....!“ پارٹی کے لیڈر نے کہا اور اپنے ساتھیوں کی طرف مڑ کر بولا۔

”میری دانست میں یہ تجویز مناسب ہے کہ ہم جنگل ہی میں واپس چلے جائیں!“

”اچھا تو پھر سنو....! میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ تم لوگ بالکل نہیں ہو....!“ بس آلا کے
گرد ہم نے موت کا رقص کیا تھا اس کے قریب ہی ایک کھوکھے تئے والا لخت درخت نہ اس میں
دور انقلیں اور ڈریٹھ سوراٹھ موجود ہیں انہیں سنبھال لینا!“

”میں نہیں سمجھا...!“
 ”مادام کم از کم ایک ہنگے تک مجھے سخت سنت کہتی رہتیں۔!“
 ”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا جو ہوا سو ہوا۔۔۔ اب اس کے بعد جو کچھ ہونے والا ہے اس سے پتنے کی تیاری کرنی چاہئے۔۔۔ با توں میں کیا رکھا ہے۔!“
 ”مکاٹ آپ شروع ہی سے ہمارے سر برآ ہوتے۔!“
 ”میں کسی وقت بھی واپس جا سکتا ہوں۔!“
 ”وہ کچھ نہ ہوئی۔۔۔ ناشتہ کر کچنے کے بعد عمران نے کہا۔ ”جاتے جاتے رو بن کو میرے پاس بھیجنی جانا۔!“
 ”بہت بہتر جتاب۔۔۔!“
 ”وہ چلی گئی اور عمران اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ کچھ دیر بعد رو بن پہنچا تھا۔
 ”میں اپنے بعد یہاں کا چارچ ٹھیں دیتا ہوں۔۔۔!“ عمران نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”مم۔۔۔ مگر جتاب۔۔۔!“
 ”تمہارے علاوہ اور کوئی نظر نہیں آتا۔۔۔ تمہارا دردیہ لیزا کے ساتھ ہمدردانہ ہو گا۔!
 ”وہ تو ٹھیک ہے جتاب۔۔۔! لیکن مجھ میں انتظامی صلاحیت نہیں ہے۔!
 ”میری جگہ جلد ہی کوئی آدمی یہاں پہنچ جائے گا۔۔۔!“ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
 ”تمہیں سب سے اہم کام یہ انعام دینا ہے کہ جانوروں کو یہیں کوپڑ پر پہنچوادو۔۔۔!
 ”جج۔۔۔ جانوروں کو۔۔۔!“ وہ یوکھلا کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔
 ”ڈرڈ نہیں۔۔۔ وہ تمہیں بے ہوش ملیں گے۔۔۔ اسٹریچر پر انھوں کر یہیں کوپڑ تک پہنچوادیں۔۔۔ دس افراد کی گنجائش والا یہیں کوپڑ آئے گا۔۔۔ تیرہ جانوروں ایک ٹکلوں اور دو لڑکیاں۔۔۔ آٹھ آٹھ کے دو پھرے ہوں گے۔ لڑکیاں بھی بے ہوش ہوں گی۔۔۔ اور اب دوسرا بہت اہم بات سنو۔۔۔ حس کی وجہ سے مجھے فوری طور پر رخصت ہونا پڑتا ہے۔!
 ”عمران خاموش ہو گیا۔۔۔ اور رو بن مضطربانہ انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد عمران بولا۔ ”فیلڈ ور کرز فرار ہو گئے ہیں۔!
 ”نہیں۔۔۔!“ رو بن اچھل پڑا۔

دفعتہ وہ چوک پڑا۔۔۔ ٹیلی پر تنر پر پیغام کی آمد شروع ہو گئی تھی وہ اٹھ کر اس کی طرف چھڑا سلسلہ ختم ہونے میں نہیں آتا تھا۔۔۔ پیغام طویل تھا۔۔۔ ساتھ ہی ساتھ وہ اسے ذی کوڑ بھی کرتا رہا۔

”گوردو۔۔۔! لڑکیوں سمیت سارے جانوروں کو وہاں سے روائے کر دو۔۔۔ ایسا یہیں کوپڑ بھیجا جائے گا جس میں دس افراد کی گنجائش ہو گی۔۔۔ دو پھرےوں میں تم یہ کام نپنا سکو گی۔۔۔ انہیں بے ہوش کر کے روائے کرنا۔۔۔ کم از کم ایک گھنٹے کی بے ہوشی ہونی چاہئے۔۔۔ ورنہ ہو سکتا ہے۔۔۔ ہنگامہ برپا کر دیں۔!
 اس کے علاوہ عمارت کے انتظامی امور سے متعلق بھی کچھ ہدایات تھیں۔۔۔ عمران نے اصل پیغام اور ذی کوڈ کئے ہوئے مضمون کو نذر آتش کر دیا۔۔۔ اور اب وہ پھر اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔۔۔ سرینا خلاف توقع وہیں بیٹھی ہوئی ملی۔

”اوہ۔۔۔ تم سیکھیں ہو۔۔۔!“ عمران نے جیزت سے کہا۔

”اپنی صفائی میں مزید کچھ کہنا چاہتی ہوں۔!
 ”اوہ۔۔۔ بھول جاؤ۔۔۔!“ عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ ”جو کچھ ہو چکا۔۔۔ فی الحال اس کا ازالہ ممکن نہیں۔۔۔ لہذا اس کے بارے میں بات بڑھانے سے کیا فائدہ۔۔۔!
 ”میں صرف یہ کہنا چاہتی تھی کہ وہ ان راستوں سے بھی واقع تھے جس کا علم مجھے نہیں۔!
 ”یہ تم پہلے بھی کہہ پچکی ہو۔۔۔ آخر مجھے ناشتہ کب ملے گا۔!
 ”اوہ۔۔۔! مجھے بے حد افسوس ہے جتاب اس وقوع نے میرے اعصاب پر برا آثر پہنچا رہا۔
 ”ختم بھی کرو۔۔۔ دیکھا جائے گا۔۔۔!
 ”وہ اس کا شکریہ ادا کر کے کمرے سے چلی گئی۔۔۔ عمران سوچ رہا تھا کہ جو پچھے بھی کرتا ہے جلدی کرنا چاہئے۔۔۔ پتہ نہیں ہیں کوپڑ کب پہنچ جائے۔
 ”زمانہ اور مردانہ قیادت کا فرق آج ہی معلوم ہوا ہے۔۔۔!“ وہ بالآخر بولی۔

عمران کا رویہ اس کے ساتھ ایسا ہی رہا جیسے کچھ دیر پہلے کی ساری باتیں قطعی طور پر فراموش کر چکا ہو۔ لیکن سرینا شاکنڈ اسی سے متعلق گفتگو کرنے کے لئے بے چین تھی۔

نیگاف سے نکولس بر آمد ہوا تھا.... اس کے پیچھے دونوں مادائیں تھیں اور پھر انہوں نے
فٹ سنکن کی آواز سنی۔

”بھڑکنے کی ضرورت نہیں ساتھیو...!“

”وہ ب اٹھ کھڑے ہوئے.... دیوار کا شگاف غالب ہو چکا تھا۔“

”تم جادو کرتے پھر رہے ہو میرے بھائی صرف سنکن...!“ شہباز کی کپکاپتی ہوئی آواز آئی۔

”ہم منزل سے قریب ہیں...!“ عمران بولا۔

”مگر بچا...!“ شارق نے کچھ کہنا پا ہا۔

”خاموش رہو پہنچجے...! میں بہت تھک گیا ہوں۔!“

”میں پیر دادوں۔!“

”نہیں....! اس کی ضرورت نہیں ہے جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو.... ہم یہاں
تل سولہ عدد ہیں.... آٹھ آٹھ کی تعداد میں کہیں اور پہنچائے جائیں گے.... ادھر اس دیوار کی
طرف دیکھو چیزیں ہی اس جگہ سرخ روشنی نظر آئے ہمیں فوری طور پر یہوش بن جانا پڑے گا۔!“

”پتا نہیں تم کیا کر رہے ہو.... میری سمجھ میں تو نہیں آیا....!“ شہباز نے کہا۔

”ہم بے ہوش بنے پڑے رہیں گے.... اور وہ ہم میں سے کسی آٹھ کو اٹھا لے جائیں
گے.... لیکن پریشان ہونے کی ضرورت نہیں.... چپ چاپ چلے جانا.... ایک اڑنے والی
شین تھیں کہیں پہنچا کر واپس آجائے گی.... اور پھر یقین آٹھ کو اٹھا لے جائے گی۔“

”آخر وہ یقین آٹھ کب تک بے ہوش پڑے رہیں گے....؟“ طربدار نے سوال کیا۔

”جیسے ہی وہ آٹھوں کو لے جائیں اور راستہ بند ہونے کی آواز سنو ہوش میں آ جانا.... لیکن
نہیں دیوار پر ہونے والی سرخ روشنی پر نظر رکھنی پڑے گی۔!“

”پتا نہیں کیا کہہ رہے ہو.... پہلے وہ روشنی دکھائی تو دے....!“ شہباز بولا۔

”وہ روشنی پل بھر کیلئے نظر آئے گی اور پھر غالب ہو جائے گی.... جیسے ہی نظر آئے بے
ہوش ہو جانا.... ان کے جانے کے بعد ہوش میں آ جانا.... اور دیوار کے اس حصے کی برا برگرانی
کرنے تا جہاں روشنی نظر آئے کیونکہ جیسے ہی وہ دوبارہ ادھر آئیں گے روشنی پھر ہو گی۔!“

”میں سمجھ گیا پچا...!“ شارق جلدی سے بول پڑا۔

”ہاں.... لیزانے نہیں شائد سارے راستوں سے پوری طرح آگاہ کر دیا تھا۔ میں سمجھا تھا
کہ وہ صرف آمد و رفت کے راستے سے آگاہ رکھتے ہوں گے۔!“

”یہ تو بہت بُرا ہوا جناب....!“

”تم فگرنہ کرو.... میں تھا اس قابل ہوں کہ انہیں پہاڑ کے نزدیک بھی نہ آنے دوں اور
زیادہ سر کشی دکھائیں گے تو ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا۔!“
روبن تھوک نگل کر رہا گیا۔

”اور ہاں.... جیری قطعی بے قصور ثابت ہوا ہے.... اس نے ان دسوں کا ساتھ نہیں دیا وہ
موجود ہے۔!“

”میں آج تک نہیں سمجھ سکا کہ آخر جیری کس قصور کی بناء پر جنگل میں پھکلوایا گیا تھا۔!
لیزانی بتا سکے گی.... میں نہیں جانتا.... بہر حال وہ یہیں رہے گا.... اور اس کی حیثیت
بھی بحال رہے گی۔!“

”بہت بہتر جناب....!“

”نکولس اور لڑکیوں کو ایک ہی کمرے میں اکھا کر دوں گا.... اور جیری تمہارے پاس پہنچ
جائے گا۔!“

”بہت بہتر جناب....!“

”بس اب جاؤ.... بہت بڑی ذمہ داری سونپ رہا ہوں.... اور یقین کرو کہ مستقبل قریب
میں تمہیں اس کا فائدہ معلوم ہو گا۔!“

”شکریہ جناب....!“

”روبن کے چلے جانے کے بعد وہ پھر کمرے سے نکلا تھا اور لفت کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

وہ سب خاموش بیٹھے تھے.... حتیٰ کہ شارق کی بھی زبان بند تھی.... ایسا معلوم ہوتا تھا
جیسے وہ کچھ بچ جانور ہی ہوں۔

اپاک ایک جانب دیوار میں شگاف محمودار ہوا اس تبدیلی سے قبل ہلکی سی آواز بھی ہوئی تھی
اور وہ چونک کراس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

”ہم جہاں بھی جائیں گے شکر ای ہی رہیں گے.... اور تم میرے سلسلے میں اپنی زبان قطعی
ذرکناور نہ پھر کبھی آدمی نہ بن سکو گے۔“

”زبان کاٹ دینا اگر اس کے خلاف ہو۔!“

”اور تم دونوں....!“ عمران نے ماداؤں کی طرف دیکھ کر کہا۔
”ہم دونوں....؟“ وہ سوالیہ انداز میں بولیں۔

”تم طربدار کے ساتھ رہو گی....!“ اس نے سنبھری مادہ کی طرف انگلی اٹھائی اور سفید مادہ کی
طرف دیکھ کر رہ گیا۔

”میں تمہارے ساتھ رہوں گی....!“ وہ بول پڑی۔

”بہت ذہین ہو.... میں تیکی چاہتا تھا.... اس پر خاک ڈالو جسے تمہاری پروادہ نہیں ہے۔!“

”اب میں ان لوگوں کی بھیڑ میں صاف بیچان سکتی ہوں۔!“

”بس اتنا ہی کافی ہے....!“ عمران نے سر ہلا کر کہا اور شکرالیوں کے قریب جا کھڑا ہوا۔
”سنہری مادہ طربدار کے ساتھ رہے گی.... اگر اس کا موقع دیا گیا۔!“ اس نے انہیں مخاطب
کر کے کہا۔ ”اور سفید مادہ کی ذمہ داری خود میں لیتا ہوں۔ خدا کرے اس کا موقع مجھے نصیب نہ ہو۔!
شارق زور سے نہیں پڑا تھا۔

”بس....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”دانت توڑوں گا۔!“

شارق بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا۔

”بس ڈر گیا....!“ عمران نے قہقہہ لگایا۔

”سردار شہباز.... اور تمہارے علاوہ اور کسی سے نہیں ڈرتا۔!“

”اب تم خود کو قابو میں رکھو گے بھتیجے.... شاید اب ہم اس مرطے سے گزریں جہاں صرف
تجربہ کاری ہی کام آسکے گی۔!“

”آخر ہم جائیں گے کہاں.... صفت شکن....!“ شہباز نے پوچھا۔

”میں نہیں جانتا بلکہ دوسراے لفظوں میں خود لیزا بھی نہیں جانتی کہ ہم کہاں جائیں گے۔!“

”یہ تو عقل مندی کی بات نہ ہوئی۔!“ طربدار بولا۔

”ٹھیک ہے تو پھر جانور بننے رہو۔!“

ان سے گفتگو کر کے وہ دونوں ماداؤں اور نکولس کو ایک گوشے میں لے گیا تھا۔
”اب کیا ہو گا.... قادر....!“ نکولس مردہ سی آواز میں بولا۔

”پروادہ مت کرو.... تم نے دیکھا کہ جو کچھ میں چاہ رہا ہوں وہی ہو رہا ہے۔!“

”جیزیری کا کیا ہو گا۔!“

”کچھ بھی نہیں.... یہاں اس کی پہلی والی حیثیت برقرار رہے گی۔!“

”یہ سب کیوں کر ممکن ہوا۔!“

”نکولس....! کیا تم حقِ حج خود کو جانور ہی سمجھنے لگے ہو.... ہم ناممکنات ہی کو ممکن بنانے
کے لئے اس دنیا میں آئے ہیں۔!“

”وہ تو نہیک ہے قادر! لیکن نہ جانے کیوں اب مایوسی میرے ذہن میں جڑ پکڑنے لگی ہے۔!
”اس احساس کوڈ ہن سے جھٹک دو.... کیا تم نے تجربات کے شائق نہیں ہو۔!
وہ کچھ نہ بولا۔ سفید مادہ عمران کو گھورنے جا رہی تھی۔

”کیوں....؟ تم کیا دیکھ رہی ہو۔!
”میں دیکھ رہی ہوں.... میں کیا دیکھ رہی ہوں.... میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا دیکھ
رہی ہوں۔!
”کیا ب میرے سر پر سینگ نکل آئے ہیں....!“ عمران نے کہا۔

”نہیں....! پتا نہیں کیا دیکھ رہی ہوں۔!
”فی الحال کچھ بھی نہ دیکھو....! صرف میری ہدایات یاد رکھنے کی کوشش کرتی رہو۔!
”یہ سرخ روشنی....!“ نکولس کچھ کہتے کہتے کہڑک گیا۔

”کیا تم نہیں جانتے کہ کہاں ہو....!“ عمران نے حرث سے پوچھا۔

”نہیں.... میں ادھر کبھی نہیں آیا۔!
”پاؤٹھ تھری کی طویل راہداری ہے.... جس میں ایسے ہی متعدد کرے ہیں جیسے ہی لفظ
پاؤٹھ تھری پر رکتی ہے سارے کمروں میں پل بھر کے لئے سرخ بلب روشن ہو باتے ہیں۔!
 قادر....! مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تم بھی ہم ہی میں سے کوئی اہم شخصیت اور کسی
بناء پر انتقامی کا شکار ہو گئے ہو.... جیسے میں ہوا ہوں۔!
”

”تو بکواس نہ کر طربدار....!“ شہباز غریا۔...! ”اس زندگی سے تو موت ہی بہتر ہو گی۔ تم لوگ چپ چاپ وہی کرو جو کہا گیا ہے۔!“

”میرا یہ مطلب نہیں تھا سردار۔!“ طربدار بولا۔ پھر وہی چینا تھا۔ ”ارے سرخ روشنی!“ وہ بڑی پھرتی سے زمین پر گرے تھے اور بے ہوش بن گئے تھے۔

آٹھ اٹھائیے گئے جن میں بکولس بھی شامل تھا۔... دونوں ماڈائیں رہ گئیں۔

ان کے چلے جانے کے بعد راستہ خود بخوبی ہو گیا تھا انہوں نے کسی وزنی پیز کے سرکن کی آواز سن کر اندازہ لگایا تھا کہ وہ لوگ چلے گئے۔

عمران نے آنکھیں کھول دیں اور آہتہ سے بولا۔ ”اب ہوش میں آجائے اور دیکھو کہ وہ کس کس کو لے گئے ہیں۔!“

”کون....؟“ شہباز اٹھتا ہوا بولا۔ ”تم رہ گئے ہو صاف تھکن۔... ارے یہ دونوں بھی نہیں گئیں۔... پھر کون کون گیا ہے۔!“

”طربدار اور شارق بھی نہیں گئے تھے۔

”فکر نہ کرو۔... بکولس ہے ان کے ساتھ۔...!“ عمران بولا۔

”او۔... صاف تھکن۔...! میں تک آگیا ہوں۔... کیوں نہ دس پانچ کو مار کر مر جاؤں۔!“ ”دماغ خلیفہ کو سردار۔... بیہاں دس پانچ کو مار کر مرانے سے کیا فائدہ۔... یہ بیچارے تو ہم نے بدتر طور پر زندگی بر کر رہے ہیں۔... ہم تو کھلی ہوا میں سانس لیتے رہے ہیں۔ یہ بے چارے نہ جانے کب سے اس پیغمبرے میں بند ہیں۔... مرنا ہی ہے تو اسے مار کر مرنا جس کے اشادے پر تم جانور بنا دیے گئے ہو۔... یہ بے چارے تو کرانے کے مزدور ہیں۔ ہمیشہ اصل مجرم کی تاک میں رہا کرو۔!“

”تو جسم عقل ہے میرے بھائی میں غلطی پر تھا۔...!“

دونوں ماڈائیں بھی ان کے قریب آئیں اور شہباز پر سرک گیا۔

”وہ۔... وہ۔... طربدار چلا گیا۔...!“ شہری ماڈہ چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

”فکر نہ کرو۔... اس پیغمبرے میں ہم سب جائیں گے۔ عمران نے اس کا شاندہ چک کر کہا۔

”ارے ہٹاؤ۔... اس کے شانے پر سے ہاتھ۔...!“ سفید ماڈہ غرائی۔...! ”تم میرے ہو۔!“

”شاپاں!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”بہت اچھی جادی ہو۔!“

”میں سمجھ دیا ہوں۔...!“

”نچپر لیج۔...! پھر۔...!“

”باتوں میں اڑاؤ گے تو منہ نوچ لوں گی۔!“

”بس سمجھ دیا ہو۔... بے حد مایوسی ہو گی تھیں۔!“

”مجھے توچ پچ نیند آنے لگی ہے۔...!“ شہری ماڈہ نے جماہی لے کر کہا۔

”اچھی علامت ہے۔...!“ عمران بولا۔

”کیا مطلب۔...؟“

”میں نے محسوس کیا ہے کہ تم زیادہ تر سوچی رہتی ہو۔!“

”بکواس مت کرو۔...!“ وہ بھتنا کر بولی اور بیاں سے ہٹ گئی۔

”کیا تمہاری زبان قابو میں رہنا نہیں جانتی۔...!“ سفید ماڈہ نے عمران کو گھوڑتے ہوئے کہا۔

”تمہیں کیوں غصہ آ رہا ہے مجھ پر۔...!“

”مجھے تم پر کیوں غصہ آ نے لگا۔!“

”نہیں آتا۔...؟“

”ہرگز نہیں۔...!“

”تب تو ٹھیک ہے۔...!“

”اب دیکھو ہمیں کتنی دیر اور بیہاں رہنا پڑتا ہے۔!“

”ہو رہے گا۔... کچھ نہ کچھ۔... گھبرا میں کیا۔!“

”تمہیں بالکل خوف نہیں معلوم ہوتا۔!“

”خوف۔...؟ کس سے۔...!“

”مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میری آنکھوں پر پی باندھ دی گئی ہو اور مجھ سے چلنے کو کہا

ارہا ہو۔... اب خدا ہی جانے اگلا قدم کسی اندر ہے کوئی میں ملے جائے گایا سمندر میں۔!“

”تمہیں تیرنا آتا ہے۔!“

”کیوں نہیں آتا۔!“

”تب پھر تیرنا شروع کر دیا..... اندھے کوئیں میں گریں تو میں تمہاری ہڈیاں باہر نکال لاؤں گا!“

”جی تاً تو تم کون ہو... مجھے تو نکل سی کی بات حق معلوم ہوتی ہے تم انہی میں سے ہو اور کسی وجہ سے جانور بنادیے گے ہو.... نکل سی نے اس ظلم کے خلاف احتجاج ہی تو کیا تھا!“

”میں خود نہیں جانتا کہ میں کون ہوں۔“

”باتوں میں اڑانے کے ماہر ہو!“

”چلو تو میرے بارے میں مجھ سے زیادہ جانتی ہو!“

پھر وہ خاموش ہو گئی تھی.... اور خود بھی اٹھ کر شہری مادہ کے پاس جا بیٹھی تھی۔

”کیا کو اس کر رہی تھی....؟“ شہزاد نے عمران سے پوچھا۔

”تمہاری طرف سے مایوس ہو کر اب میری جو میں نکالنا چاہتی ہے!“

”آئے باتوں میں اڑاتے رہو!... ورنہ طربدار کی طرح کہیں کے نہ رہو گے!“

”اسی حال میں کہاں کا ہوں!...!“

”تم جانو!... آگاہ کر دینا میرا فرض تھا!...!“

”دیکھو کیا ہوتا ہے!“

چاروں شکرائی خاموشی سے ان کی گنگو سن رہے تھے۔ دفعتاً شہزاد بولا۔

”وہ عورت لیزا اسکے حال میں ہے!“

”ہفتون اس کا ذہن پچھ سوچنے مجھے کے قابل نہ ہو سکے گا!“

”آخر دو دو ایسی تھی جو تم نے اس کے جسم میں داخل کی تھی!“

”بل ایسی ہی تھی کہ ہم اس وقت یہاں بیٹھے ہوئے ہیں!“

”تم نے سب کچھ معلوم کر لیا ہے اس سے!“

”جتنا وہ جانتی تھی اسی دوا کے اثر کے تحت مجھے بتا جگی ہے اور یقین کرو!... کہ وہ کچھ بھی نہیں جانتی!“

”کیا مطلب....؟“

”اس سے زیادہ نہیں جانتی جتنا اس سے کرنے کو کہا گیا ہے!“

نکل سی کے علاوہ اور سھوں کی گھنٹی بند ہی ہوئی تھی.... انہیں فضائی سفر کا کوئی تجربہ نہیں تھا اور ہیلی کو پڑ کی گھنٹی گرج کانوں کے پردے الگ چھاڑے دے رہی تھی آنکھیں بند کر کے اور کانوں میں انکلیاں دے کر جو گرد میں ڈالی ہیں تو پھر سر نہیں اٹھا سکے۔ شرق کے دانت بچپنے ہوئے تھے.... اور معدہ حلق کی طرف آتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ ماری چوکڑی بھول گیا تھا۔

نکل سی انہیں ڈھارس دینا چاہتا تھا لیکن دشواری یہ تھی کہ وہ اس کی بات ہی نہ سمجھ سکتے۔ ایک گھنٹے کی پرواز کے بعد ہیلی کو پڑ نے یچھے اترنا شروع کیا تھا.... شکرالیوں کو ابکایاں آئے گیں اور وہ دہلاتی ہوئی آوازوں میں اپنے نادیدہ دشمن کو گندی گندی گالیاں دے رہے تھے۔ ہیلی کو پڑ لیندہ کرنے کے بعد وہ مسلح آدمی اگلے حصے سے یچھے اترے تھے وہ حصہ جس میں ساتوں شکرالی اور نکل سی تھے مغلل تھا۔

نکل سی نے اٹھ کر کھڑکی سے باہر دیکھا.... باقاعدہ طور پر بنا لیا ہوا.... ہیلی پڑھ نظر آیا۔ ماننے ہی ایک عمارت بھی دکھائی دی جس کے دونوں اطراف میں درختوں کی قطاریں دور دور نکل چلی گئی تھیں۔ خاصی پر فضا جگہ معلوم ہوتی تھی۔

دونوں مسلح آدمی عمارت کی طرف جاتے دکھائی دیئے کسی سفید فام نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ شکرالیوں نے چینا بند کر دیا تھا اور کھڑکیوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔ شارق طربدار سے کہہ رہا تھا۔ ”اس میشن کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی اور وقت بھی زیادہ نہیں لگا.... ہم اس منحوس پہلا سے زیادہ دور تو نہیں آئے۔“

”میرا بھی یہی خیال ہے طربدار بولا!“

”لیکن حالت تباہ ہو گئی ہے!“

”اب دیکھو کیا ہوتا ہے!“

نکل سی انہیں اشارے کر رہا تھا۔

”یہ کیا کہہ رہا ہے....!“ طربدار بڑا لیا۔

اٹھ بولتے سن کر کسی نے بھی حرمت ظاہر نہیں کی تھی۔ بے چارہ اپنا سامنہ لے کر رہا گیا۔
وہ سب بتائی ہوئی سوت چل پڑے۔

دفتاری شرکت نے ہنسا شروع کر دیا۔... طربدار بھی ہنسا تھا۔... اور پھر سب ہی ہنسنے لگے تھے۔
مسلح آدمی چلتے چلتے رک گئے۔... وہ انہیں حرمت سے دیکھے جاتے ہے تھے۔
”یہ خاکہ نہیں ہیں۔....!“ کلوس نے ان سے کہا۔

”کیا تم ان کی زبان سمجھ سکتے ہو؟“ ایک آدمی نے پوچھا۔

”زبان نہیں سمجھ سکتا لیکن ہنتوں ان کے ساتھ رہا ہوں۔... زندہ دل لوگ ہیں۔....!“
”ہم نے ساتھا کہ شکرالی بے حد خون خوار ہوتے ہیں۔!“

”جانور بننے کے بعد سے ان میں بے حد انسانیت پیدا ہو گئی ہے۔“
”اچھا۔... چلو چلتے رہو۔!“

کلوس نے اپنے ساتھیوں کو چلتے کا اشارہ کیا۔... اب انہوں نے گانا بھی شروع کر دیا تھا۔
”تم لوگ کچھ اور نہ سمجھنا۔... یہ گیت گارہ ہے ہیں۔....!“ کلوس نے مسلح آدمیوں سے کہا۔
”آخر اتنے خوش کیوں ہیں۔....!“ سوال کیا گیا۔

”جانور بننے کے بعد سے خوش ہی رہتے ہیں پتا نہیں کیوں کاش میں ان سے گفتگو کر سکتا۔!
درختوں کی قطار کے درمیان سے گذرنے کے بعد وہ ایک پتلی سی گڈڑڈی پر چلتے تھے جن کی
”نوں طرف پھولوں کی کیا ریاں بنی ہوئی تھیں۔“

”ہم نے یہ جگہ پہلے کیوں نہیں دیکھی۔....!“ طربدار بولا۔ ”زور گیتان ہی کا کوئی حصہ
معلوم ہوتا ہے۔!“

”ہمارا اپناراستہ ہے۔....!“ دوسرا نے کہا۔ ”پتا نہیں یہ لوگ کہہ رائے ہیں ہو سکتا ہے
اور نگران ہی ہوں۔!“

وہ چلتے رہے۔... پھر انہیں ایک چھوٹے سے کچھ مکان میں ہاٹک دیا گیا تھا۔... ٹھیک اسی
وقت انہوں نے ہیلی کو پڑ کو دوبارہ پرواز کرتے دیکھا تھا۔

”تم ذرا ان لوگوں کو قابو میں رکھنا۔....!“ ایک مسلح آدمی نے کلوس سے کہا۔
”اشاروں میں جتنا سمجھا سکتا ہوں کرتا رہوں گا۔ ان کی زبان تو جانتا نہیں کہ کوئی بات پوری

”شائد ہمیں تسلیاں دے رہا ہے۔!“

”اس پر یہی ظاہر کرنا چاہئے کہ ہمیں ذرا سی بھی تشویش نہیں ہے۔!“

”کس طرح ظاہر کروں۔....؟“

”زور سے قہقہے لگائیں ہم لوگ۔....!“

”ہاں یہ ٹھیک ہے۔....!“

بس پھر کیا تھا ساتوں شکرالیوں نے آسمان سر پر اٹھایا اور کلوس کی آنکھوں سے سرا یہیگی
مرٹر ٹھونے لگی۔ وہ سہم کر ایک گوشے میں سست گیا شائد سمجھا تھا کہ ساتوں کے دماغ بالکل گئے ہیں۔

”نہیں۔.... نہیں۔.... ڈرو نہیں۔....!“ شارق ہاتھ ہلا کر بولا۔ ”ہم پاگل نہیں ہوئے
صرف خوشی کا افہار کر رہے ہیں۔!“

کلوس کچھ بھی نہ سمجھ سکا۔

ٹھوڑی دیر بعد چھ آدمی عمارت کی طرف آتے دکھائی دیئے تھے ان کے ہاتھوں میں
رافلیں تھیں۔

”صف شکن کی ہدایات یاد رکھنا۔....!“ شارق نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ”قطیعی یہ نہ ظاہر
ہونے دینا کہ تم اپنے اس حال پر غصب ناک ہو۔!“

کوئی کچھ نہ بولا۔... عمارت سے برآمد ہونے والے قریب آگئے۔... یہ لوگ فوجی قسم کی
خاکی دردیوں میں ملبوس تھے۔

دروازے کے قریب نصف دارے کی شکل میں کھڑے ہو گئے۔... راپلیں اس انداز میں
ہیلی کو پڑ کی طرف اٹھی ہوئی تھیں جیسے گڑبڑ کی صورت میں فوراً فائر گن شروع کر دیں گے۔!

”وہ سمجھتے ہیں کہ ہم باہر نکلتے ہی ان پر ٹوٹ پڑیں گے۔!
کلوس اشاروں میں انہیں سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ پر سکون رہیں۔

”وہ نیچے اترے تھے اور اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے تھے۔
”میں انگریز ہوں!“ کلوس نے مسلح آدمیوں سے کہا۔ ”تم مجھ سے گفتگو کر سکو۔!“

”اور چلو۔....!“ ان میں سے ایک آدمی نے باہمیں جاتھ ہاتھ اٹھا کر ذکش لجھ میں کہا
کلوس شائد سمجھا تھا کہ یہاں بھی اپنے لئے ہمدرد پیدا کر لے گا۔ لیکن اسے مایوس ہوئی اسے

طرح ذہن تشن کر اسکوں گا۔!

”مگر....ٹھہر و....!“ وہ گلوں کو گھورتا ہوا بولا۔ ”کیا تم قیدی ہو....؟“

”میں جانور بنادیا گیا ہوں.... کیا تم دیکھ نہیں رہے۔!“

”لیکن....! تم نے تو کپڑے پہن رکھے ہیں۔!“

”جانور بنادینے کے بعد کسی مقصد کے تحت نیچے سے اوپر تک میرے بال کردا یئے گئے تھے

سر اور چہرہ چھوڑ دیا تھا۔... ظاہر ہے اس کے بعد تو کپڑے پہنے ہی پڑتے۔!“

”مکمل ہے....! میں تو سمجھا تھا کہ تم نے جدید فشن کے مطابق سر اور ڈاڑھی کے بال بڑھا

رکھے ہیں۔!“

”ہمارا باس جو کوئی بھی ہو ہماری زندگیوں سے کھیل رہا ہے۔!“

”بُن خاموش رہو.... ورنہ گولی مار دی جائے گی.... یہاں حکومت کی پالیسی پر نکلتے چینی

کرنے کی اجازت نہیں ہے۔!“

”حکومت....!“ گلوں چوک ڈال

”کیوں تمہیں حریت کیوں ہے۔!“

”ہم تو ایک دوازاز کپنی کے ملازم ہیں۔!“

”وزارتِ صحت سے تعلق ہو گا تھا۔!“

”شائد میں پاگل ہو جاؤں گا....!“ گلوں بڑا یاد

”اچھا.... اچھا.... پاگل پن ہی کے اثرات تم میں پائے گئے ہوں گے.... تبھی جانور بنا

دیئے گئے ہو۔!“

”میں نے دوسفید قام عورتوں کے جانور بنائے جانے پر احتجاج کیا تھا۔!“

”تب پھر تمہیں گولی کیوں نہیں مار دی گئی.... تم زندہ کیوں ہو۔... اچھا میں سمجھا کسی تم

کی جواب دی کے لئے تمہیں زندہ رکھا گیا ہے.... اچھا تو تم اپنے اس جانور پن کو حوالات ہی

سمجھو! جواب دی کے اسٹیچ پر اگر تم حکومت کو مطمئن نہ کر سکے تو تمہیں گولی مار دی جائے گی۔

شائد تم تیرے درجے کے شہری ہو اسی لئے تمہیں تو انہیں کا علم نہیں۔!“

گلوں سچ چکرا کر رہا گیا تھا۔... آخر قصہ کیا ہے۔....؟ دروازہ باہر سے متقل کر کے سلے

آدمی چلے گئے۔

شکرالی مکان کا جائزہ لیتے پھر رہے تھے.... یہاں کھانے پینے کی چیزوں وافر مقدار میں موجود تھیں.... ایک جگہ شراب کی چند بوتلیں بھی نظر آئی تھیں۔

گلوں نے ایک بوتل اٹھایا اور اسے لپائی نظروں سے دیکھا رہا پتا نہیں کہ سے شراب نسبت نہیں ہوئی تھی.... پھر اس نے کاگ نکالی تھی اور بوتل ہی کو منہ لگادیا تھا۔
شکرالی اسے بغور دیکھتے رہے.... آپس میں کچھ سرگوشیاں بھی کی تھیں۔

”فرگی بیال ہی معلوم ہوتی ہے....!“ شادق چک کر بولا۔

”بہت عمدہ ہوتی ہے....!“ طربدار نے ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔

”ابھی معلوم ہوا جاتا ہے.... ذرا گلوں کی آنکھیں دیکھو.... نئے میں ذوبنے لگی ہیں۔!
دوسرے بولا۔

”ہم نے کب سے تیمال نہیں پی....!“

”اٹھاؤں ایک بوتل....!“ شادق نے چک کر پوچھا۔

”بس دو دو گھونٹ.... زیادہ نہیں....!“ ایک گھنھنیلا۔

”ٹھہر و.... پہلے گلوں کا حشر دیکھ لیں....!“ طربدار نے کہا۔

”کیا حشر دیکھو گے.... وہ تو بوتل سے منہ ہی نہیں ہٹا رہا ہے.... پوری بوتل ساف کر دیتے
کے بعد دیے ہی مردہ بیٹر نظر آنے لگے گا۔!“ شادق بولا۔

”چچ گلوں پوری بوتل خالی کر کے لمبا لمبا لیٹ گیا تھا اور پھر ہچکیاں شروع ہو گئیں تھیں۔

”بیکر مر رہا ہے....!“ شادق نہ کر بولا۔ ”آخر تم دیکھنا کیا چاہتے ہو بھائی طربدار....؟“

”شراب میں زہر بھی ہو سکتا ہے۔!“

”زہر دینے کے لئے اتنی دور لانے کی زحمت کیوں کریں گے.... چاہتے تو بیگل ہی میں
ہمیں گولی مار دیتے.... اٹھاؤ بھی.... دو دو گھونٹ میں کیا ہرج ہے۔!“

”اچھی بات ہے.... تو اٹھاؤ....!“ طربدار نے کہا۔

ایک نے بوتل اٹھایا اور اسے گھوڑتے ہوئے کہا۔

”ہم فرگی سے نفرت کرتے ہیں.... اس کی زبان سے نفرت کرتے ہیں.... اس کی نورت

”دھمکی نہیں....! یاد دہانی.... میں نے کہا شاہزادم بھول گئے ہو۔“

”ہمیں نہیں بھاتی.... پھر ہم اس کی شراب کیوں نہیں۔!“
”اوہ چپ رہ.... کیوں خواہ بکواس کر رہا ہے....!“ طربدار بھنا گیا۔
”صف شکن ٹھیک کہتا ہے کہ ہم لوگ احمدی ہیں.... روایات کے جال میں پھنسے ہوئے بے بس پرندے....!“

”اچھی بات ہے تم مت پینا....!“

”میں نہیں پیوں گا.... جب سے صف شکن کی باتیں سنی ہیں.... بہت بدلتی گیا ہوں۔ یہ جو تمہارے گرد کھڑے ہوئے ہیں میرے سائے سے بھی بھڑکتے تھے۔ ان کا دم نکل جاتا تھا میری آواز سن کر.... لیکن اب دیکھو قریب کھڑے ہوئے ہیں۔!“

طربدار نے کاگ نکالی اور دھونٹ لے کر بوتل دوسرا کی طرف بڑھا دی۔

شام ہونے والی تھی.... ایک نے باورپی خانہ سنبھال لیا.... اور عکولس اس کا ہاتھ بٹانے لگا۔ تازہ تر کاریاں بھی وہاں موجود تھیں.... خنک چلپیوں کی وافر مقدار بھی نظر آئی تھی۔ عکولس مسلسل یہی سوچے جا رہا تھا کہ پتا نہیں بقیہ لوگ کب پیشچیں گے.... بولنے کے لئے بے چین تھا لیکن اس وقت کس سے بولتا ہے.... نہ دونوں مادائیں موجود تھیں اور نہ عمران۔ اس نے سوچا کیا ضروری ہے کہ وہ لوگ بھی نہیں لائے جائیں۔

لیکن تھوڑی ہی دیر بعد جب سورج غروب ہو رہا تھا۔ انہوں نے دوبارہ یہیلی کو پڑ کی آواز سنی.... دوڑ کر کھڑکیوں کے قریب پہنچتے تھے لیکن یہاں سے یہیلی پیدا تک نظریں نہیں پہنچتی تھیں۔ البتہ یہیلی کو پڑ ضرور دکھائی دے گیا تھا.... اور ان کے اندازے کے مطابق ویس اتر رہا تھا جہاں وہ لوگ اترے تھے۔

”دیکھو.... اوہ بھی نہیں لائے جاتے ہیں یا کہیں اور جاتے ہیں۔!“ شارق بڑھا یا۔

”یہاں جگہ تو بہت ہے....!“ طربدار نے کہا۔
”لیکن ضروری نہیں کہ وہ دونوں بھی نہیں لائی جائیں۔!“

”چپ رہو....!“ طربدار بھنا کر بولا۔

”شکنست بھی ہوں.... اور خیرہ سر بھی.... اسے ہر وقت یاد رکھا کرو.... اور یہ پانچوں میرے آدمی ہیں۔ تمہارے نہیں۔!“

”تم مجھے دھمکی دے رہے ہو۔!“

”شارق کچھ نہ بولا۔.... طربدار نے شاہزادی لئے یہ حرکت کی تھی کہ شارق کچھ بولے اور کاک نکالی اور پینے لگا۔

”شارق کچھ نہ بولا۔.... طربدار نے شاہزادی لئے یہ حرکت کی تھی کہ شارق کچھ بولے اور بات بڑھ جائے۔

”تم لوگ اب ہاتھ بھی نہیں لگاؤ گے۔!“ شارق نے سرخانیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

”جیسی تمہاری مرضی چھوٹے سردار....!“ ایک بولا۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلنے کی آواز آئی تھی.... اتنی دیر میں طربدار پوری بوتل صاف رپکا تھا۔ دروازہ کھلا تھا.... اور چھ جانور داخل ہوئے تھے.... دروازہ پھر بند ہو گیا تھا۔

”میرا خیال غلط نہیں تھا.... وہ دونوں نہیں ہیں....!“ شارق بولا۔

”خُج... خاموش! شکنست.... خُج... خیر سر....!“ طربدار ہکلایا۔.... وہ کسی مست ہاتھی کی طرح جھوم رہا تھا۔ خالی بوتل اس کے ہاتھ میں تھی۔

”خوب....!“ عمران بولا ”تو یہاں شراب بھی موجود ہے.... کیا سب نے پی رکھی ہے۔!“

”میرے علاوہ....!“ شارق بولا۔

”آپ نے کیوں کرم فرمایا۔!“

”مجھے صرف تیال پسند ہے.... فرگی کی شراب نہیں پی سکتا....!“

”یہ ہوئی نبات....!“

شہزاد خاموش کھڑا طربدار کو گھورے جا رہا تھا۔ پھر وہ آگے بڑھا اور طربدار کے ہاتھ سے غلابوتل چھین کر دور پھینک دی۔

اس کے بعد اس کی نظر یہ پر پڑی تھی۔ بھری ہوئی بوتلیں دکھائی دی تھیں۔

”نہیں....! انہیں جوں کی توں رہنے دو....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا اور شہزاد اس کی ٹنگ گھوم گیا۔.... عکولس بھی قریب آگیا تھا.... وہا بھی تک تھوڑے بہت نش میں تھا۔

”تم نے اندازہ لگایا کہ ہم کہاں ہیں....؟“ اس نے عمران سے پوچھا۔

”لگا لیں گے اندازہ بھی.... جلدی کیا ہے....!“ عمران نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

”وہ دونوں کہاں گئیں....؟“ کولس نے پوچھا۔
 ”بیلی کو پڑ پر تو ساتھ ہی تھیں.... یہاں پہنچ کر کہیں اور لے جائی گئیں میں مجھے یقین تھا کہ
 ہمارے ساتھ نہ رکھی جائیں گی!“
 ”پتا نہیں ان کا حشر کیا ہو!“
 ”اپنی فکر کرو بیٹھے!...!
 ”پی فکر تو یہاں بھی نہیں ہے.... جس نے مرنے کی خان لی ہو اسے کیا فکر ہو سکتی ہے!“
 ٹھیک اسی وقت صدر و روانہ کھلا تھا اور تین مسلح آدمی اندر آئے تھے ایک نے کولس سے
 کہا۔ ”کسی ایسی چیز کی ضرورت ہو جو یہاں موجود نہ ہو تو مجھے بتاؤ!...!
 ”جنہیں سرنا ہو!...! انہیں کس چیز کی ضرورت ہو سکتی ہے!“
 ”کے مرتا ہے!...؟“ مسلح آدمی نے حرمت سے کہا۔
 ”ہمیں اور کسے!...!
 ”موت ان کے لئے نہیں ہے جو جانور بنا دیے جاتے ہیں.... تم ہم سے بہتر ہو۔ حالانکہ
 باقی تیرے درجے کے شہریوں کی سی کرتے ہو!“
 ”کیا بات ہوئی!...?
 ”اول درجے کے شہری وہ ہیں جو جانور ہیں.... ہم بے چارے دوسرے اور تیسرے درجے
 کے شہری اس تنہا میں مر رہے ہیں کہ جانور بنا دیے جائیں!“
 عمران نے دوسری طرف منہ پھیر کر دیدے پھانے تھے۔
 ”بات میری سمجھ میں نہیں آئی!“
 ”اور میں یہ سوچ رہا ہوں کہ تم کسی قسم کے احتجاج کرنے کے باوجود بھی جانور بنا دیے گئے
 ہو۔ حکومت کی آنکھوں کا تارا معلوم ہوتے ہو۔ خیر دار حکومت میں پہنچو گے تو تمہیں اپنے
 مرتبے کا علم ہو گا!“
 ”ہم کب پہنچیں گے دار الحکومت میں!...!“ کولس نے پوچھا۔
 ”کل ہی روانہ کر دیئے جاؤ گے!“
 ”ہم سب....?
 ”اور کیا!... ورنہ ہم دوسرے اور تیسرے درجے کے شہریوں میں تمہارا کیا کام!...!

طریدار دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا تھا اور انہیں آنکھیں چھڑا چھڑا کر دیکھتے جا رہا تھا۔ پھر اسی آواز میں بولا۔ ”مجھ سے میری زندگی چھین لی گئی!“
 ”چپکا بیٹھا رہ ورنہ کھال اتار دوں گا!...!“ شہباز و حاڑا۔
 ”اور کیا!...!“ طریدار ہاتھ پھا کر بولا۔ ”اب کس کے سہارے جیوں گا!“
 ”تم سن رہے ہو اس کی باتیں!...!“ وہ عمران کی طرف دیکھ کر بولا۔
 ”نشے میں ہے.... جانے بھی دو!...!
 ”میں اس شراب کو ضائع ہی کیوں نہ کر دوں!“
 ”قطعی ضرورت نہیں!... اب کوئی ہاتھ بھی نہ لگائے گا!“
 ”میں نے اپنے آدمیوں کو صرف دو دو گھونٹ کی اجازت دی تھی!“ شارق بولا۔
 ”اب ایک قطرہ بھی نہیں!...!“ شہباز و ہاڑا!... میں جس دن سے اس حال کو پہنچا ہوں
 تھاں کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ کم از کم ذہنی طور پر تو آدمی بنا رہوں!“
 ”اب ایسا ہی ہو گا سردار!...!“ شارق جلدی سے بولا۔
 ”کیا خیال ہے تمہارا!...؟ ہم کس طرف آئے میں!...!“ عمران نے شہباز سے پوچھا۔
 ”پھاڑ سے زیادہ دور نہیں آئے.... لیکن یہ نگران کہاں سے پیدا ہو گیا۔ میں نہیں
 جانتا.... زور دیگستان تو موت اور ویرانی کی آمانگاہ ہے!“
 ”ہو سکتا ہے.... یہ نگران اس راستے سے الگ ہو جس سے تم لوگ گزرے ہو!“
 ”یہی بات ہو گی!...!“ شہباز نے پر تشویش لجھے میں کہا۔
 ”ایک نئی بات معلوم ہوئی ہے قادر!...!“ دفعتہ کولس بول پڑا۔
 ”ہاں.... کہو.... کیا ہے!...!“ عمران اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔
 ”میں اسے بڑے مجرموں کا کوئی گروہ سمجھا تھا لیکن یہ تو اسی قسم کی حکومت ہے!“
 ”میں نہیں سمجھا!...!
 ”کولس نے اپنی اور مسلح آدمی کی گفتگو دہرائی تھی۔ عمران سچھنہ بولا تھوڑی دیر ناموش رک
 پر تشویش لجھے میں کہا۔ ”پتا نہیں کیا پکد کرے۔ خیر چھوڑو... میں ذرا اس مکان ہی کا باتزدہ لے اؤں۔“
 پھر وہ تینوں مکان کے مختلف حصوں کو دیکھتے پھرے تھے۔
 ”ضرورت کی ساری چیزیں موجود ہیں!“ عمران بولا۔

”اگر مجھے کوئی ذمہ داری کی پوسٹ مل گئی تو تمہیں بھی جانور بخادوں گا۔“
”شکر یہ امیرے بچے تمہیں دعائیں دیں گے... دیکھو! وعدہ کر رہے ہو بھول ن جانا۔“
”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!“

وہ تینوں چلے گئے تھے اور نکولس طویل سانس لے کر عمران کی طرف مڑا تھا۔
”شا...! تم نے...!“

”بائکل سن لیا...!“ عمران ہنس کر بولا۔ ”میں پہلے ہی کہہ پکا ہوں کہ جانور بن جانے میں فائدہ ہی ہے.... ابے اول درجے کے شہری.... ویسے تم نے اچھا کیا کہ دار الحکومت کا پتہ پوچھنے نہیں بیٹھ گئے تھے!“

”تااا حق نہیں ہوں۔ پہلے ہی اسے بتاچا ہوں کہ میں بھی اسی تنظیم سے متعلق ہوں۔!“
”وزارت صحت کے کوئی عہدہ دار...!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

نکولس نے اس کے لمحے سے محظوظ ہو کر قہقہہ لگای تھا۔
رات انہوں نے سکون سے گزاری تھی.... اور وسری صبح انہیں اطلاع ملی تھی کہ دونوں ماداوں نے خاصہ ہنگامہ برپا کر کھا ہے.... اسی آدمی نے نکولس کو اس سے آگاہ کیا تھا جس سے پچھلے دن اس کی گفتگو ہوئی تھی۔

”و دونوں تم ہی لوگوں کے ساتھ رہنے پر مصر میں.... تھا نہیں رہنا چاہتیں۔!“ اس نے کہا۔ ”لیکن ہمیں حکم نہیں کیا کہ انہیں الگ رکھا جائے۔!“

”تو پھر ہم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں....؟“ نکولس نے سوال کیا۔

”انہوں نے اس مکان کو تھہ و بالا کر کے رکھ دیا ہے.... جہاں ٹھہرائی گئی ہیں فرنچس توڑ ڈالا، کراکر کی ریزہ ریزہ کر دی.... پردے چاڑا ڈالے۔!“

”تب تو انہیں بیٹھ لے آؤ۔!“

”لیکن اوپر کا حکم....!“

”یہاں اول درجے کے شہری مقیم ہیں.... اوپر کے معاملات کو سنبھال لیں گے۔ تم انہیں لے آؤ۔!“ نکولس بولا۔

”میں اس لئے آیا تھا کہ تم میرے ساتھ چل کر انہیں سمجھاؤ....!“
نکولس نے عمران کی طرف دیکھا اور اس نے سر ہلا کر منظوری دے دی تھی۔ اس طرح کہ

سلیخ آدمی کو اس اشارے بازی کی خوبی نہ ہو سکی۔
نکولس اس کے ساتھ باہر نکلا تھا اور وہ اسی پلٹ ٹھی سے گزرے تھے جس سے گذر کر پچھلے دن پہنچنے تھے۔

اب وہ اس عمارت کی طرف جا رہے تھے جو نیلی کوپڑ سے اترے وقت نظر آئی تھی۔ نیلی پہنچنے سے عمارت تک کار اسٹہرہ بہت سیلے سے بنا گیا تھا۔

نکولس نے سوچا شاکنہ نیلی سے پہاڑ والی عمارت میں رسد پہنچائی جاتی ہے لیکن لیزا کار ابلے پہنچ کر اڑ رہے تھے۔ ہو سکتا ہے ہیڈ کو اڑ رہو ہی ہو جئے سلیخ آدمی دار الحکومت کہتا ہے! عمارت میں قدم رکھتے ہی نکولس کو ایسا محسوس ہوا جیسے خوشبوؤں کے دلیں میں آگیا ہو۔ ہر رہداری کے موڑ پر نی خوشبو سے سابقہ پڑتا تھا۔

بالآخر وہ کمرے میں پہنچ چہاں مادا کیس اداں بیٹھی تھیں.... نکولس کو دیکھ کر بڑی پھرتی سے اٹھ کر ہری ہوئیں!“

”تم کہاں ہو...؟“ سفید مادہ نے پوچھا۔

”بڑی داہیات ہجکے ہے.... نہیں ننگے فرش پر سونا پڑا تھا۔!“

”سب ایک ہی جگہ ہیں۔!“

”ہاں....!“

”لیکن ہمیں الگ کیوں کر دیا گیا ہے۔!“

”تمہارے آرام کے خیال سے.... وہاں تمہیں تکلیف ہوتی.... مناسب ہی ہے کہ تم بیٹھ رہو۔!“

سلیخ آدمی اسے کمرے میں پہنچا کر خود واپس چلا گیا اور کہہ گیا تھا کہ واپسی کے لئے وہ ایک پش سوچ کو دبا کرے طلب کر سکے گا۔!

”یہاں تھائی میں ہمارا دم گھٹتا ہے۔!“

”سنو....! یہاں ہمارا قیام عارضی ہے.... ہو سکتا ہے آج ہی کسی وقت یہاں سے بھی روگنگی ہو جائے.... اس لئے ہنگامہ مت برپا کرو۔!“

”ویسے ہمارے ساتھ بر تاؤ اچھا ہو رہا ہے۔!“ سنہری مادہ بولی۔

”اسی لئے کہہ رہا ہوں کہ الحکومت....!“

”وہ لوگ کس حال میں ہیں....؟“ شہری مادہ بولی۔

”اور تو سب ٹھیک ہیں لیکن کل طربدار تمہاری یاد میں دہائیں مازمار کر رہا تھا۔“

”تم جھوٹ بول رہے ہو....!“

”یقین کرو....! وہ اسکی کی پوری بوتل صاف کر گیا تھا۔“

”اوہ تو نئے میں تھا....!“

”اس عمارت میں شراب کی بوتلیں بھی ہاتھ لگی ہیں۔!“

”اور.... وہ.... افلاطون....!“ سفید ماڈہ کچھ کہتے رک گئی۔

”صف شکن.... اوہ بالکل ٹھیک ہے اسی کی ہدایت پر میں یہاں آیا ہوں.... وہی چاہتا ہے کہ تم لوگ نبہ سکون رہو....!“

”یہ کون کی جگہ ہے اور یہاں کیا ہو رہا ہے....؟“

”کوئی بھی نہیں جانتا اور نہ یہی معلوم ہے کہ اب کہاں جائیں گے.... ویسے یقین رکھو، ہم لوگ زندہ رہیں گے۔!“

”یہ بھی کوئی زندگی ہے۔!“

”میں نے تو اس کے بارے میں سوچنا ہی چھوڑ دیا ہے.... تم بھی یہی عادت ڈالو۔ زندگی برس کرنے کی چیز ہے۔ یہ سوچے بغیر کہ کیسی گذر رہی ہے ہمیں جانوروں ہی کی طرح زندہ رہنا چاہئے۔!“

”تم ٹھیک کہتے ہو... آدمیوں کی سوسائٹی میں بھی کبھی کبھی جانوروں کی سی زندگی برس کرنی پڑتی ہے۔!“ سفید ماڈہ کچھ سوچتی ہوئی بولی۔

”بس تو پھر اب سکون سے رہو۔ ورنہ ہو سکتا ہے ہم سے یہ آسانیاں بھی چھن جائیں۔!“

”ہم تو صرف ساتھ رہنا چاہتے ہیں....!“ شہری مادہ بولی۔

”دیکھا جائے گا.... اس کے بارے میں الگی منزل پر سوچیں گے۔!“

”ہمیں باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔!“

”ہم کب آزاد ہیں....! اور واژہ باہر سے مغلل کر دیا جاتا ہے.... اس وقت تو مجھے صرف اس لئے لایا گیا ہے کہ میں تمہیں سمجھاؤ۔!“

”اجھی بات ہے اب ہم مختار ہیں گے۔!“

”نکولس زیادہ دیر نہیں شہرنا چاہتا تھا فتحا سے ایک بات اور یاد آگئی اور اس نے آہتہ سے

کہا۔ ”مجھے یاد پڑتا ہے اس نے ایک بات کہی تھی میرا مطلب ہے صف شکن نے.... اس کے پیان کے مطابق لیزانے ہیڈ کوارٹر کو اطلاع دی تھی کہ جنگل میں جانوروں کی بیہتر ہو جانے کی وجہ سے لڑکیوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ گئی ہیں۔ اس نے انہیں فو ابلو ایتنا چاہئے اور شام کا لئے ہم وہاں سے ہٹا لئے گئے ہیں۔ لہذا تمہیں بقیہ جانوروں کے لئے نفرت کا انہلہ کرنا چاہئے۔!“

”مجھے علم نہیں تھا کہ ایسا ہوا ہے.... ورنہ میں مختار ہتھی....!“

”اب مختار رہنا.... اگر کوئی یہاں تم سے اب اس مسئلے پر گفتگو کرے تو تم یہی کہنا کہ ہم صرف نکولس کی ہم نئیں چاہتے ہیں.... شکریاں درندوں سے ہمیں کیا سوچ کار۔!“

”ہاں یہ ٹھیک ہے۔!“ سفید ماڈہ سر ہلا کر بولی۔

پھر نکولس نے بتائے ہوئے پیش سوچ پر انگلی کا دباؤ ڈالا تھا اور تھوڑی دیر بعد وہی آدمی پہنچ گیا تھا جس نے یہاں تک رہنمائی کی تھی۔

راتے میں نکولس نے اس سے کہا۔ ”وہ دراصل صرف یہ چاہتی تھیں کہ میں ان کے پاس پہنچ جاؤں.... دوسرے جانوروں سے تو وہ خاکہ ہیں۔!“

”یہی بات ہوگی! وہ آدمی بولا۔“ لیکن ہمیں تو یہی حکم ملا ہے کہ انہیں سب سے الگ رکھیں۔!

”ٹھیک ہے! اب وہ شور نہیں چاہیں گے میں نے انہیں سمجھا دیا ہے۔!“ قیام گاہ پر پہنچ کر نکولس نے عمران کو روپورٹ دی تھی اور وہ خوش ہو کر بولا تھا۔ ”واقعی تم بہت ذہین ہو۔!“

میں اس وقت تم سے یہی کہنا چاہتا تھا کہ یاد ہانی کر دیا۔... لیکن اس کی موجودگی میں نہیں کہہ سکتا تھا۔

”وہ دونوں خیریت سے ہیں نا....؟“ شادق نے قریب آکر عمران سے پوچھا۔

”کچھ زیادہ ہی خیریت سے ہیں....!“ عمران نے جواب دیا اور نکولس سے بولا۔ ”کب تک روائی کی توقع ہے۔!“

”اس سے متعلق مزید گفتگو نہیں ہوئی۔!“

شادق نے طربدار کے قریب جا کر کچھ کہا تھا اور وہ اسے مارنے دوڑا تھا۔

”اے سمجھاؤ ورنہ پے گا میرے ہاتھ سے....!“ شہباز نے عمران کی طرف ہاتھ ہلا کر کہا۔ ”شارق....!“ عمران نے اسے آواز دی۔

”پھر وہی عرض کروں گا جزل صاحب کہ آپ اتنے ذرا سے تو ہیں۔!“ عمران نے کہا۔ ”اور رہا۔ بھی اتنا ہی ذرا ہی سا ہے.... اس کا نام ہے سنجیدہ خان مختار.... دیکھا تنا بڑا نام ہے بل بت ہوا کہ اگر قدسے بڑے نام اختیار نہ کئے جائیں تو....!“
اس کا جملہ پورا ہونے سے قبل ہی بوڑھا چکا تھا۔ ”تم نے دیکھا.... وہ بھی میری ہی طرح لیم ہو گا!“

”میا کہنے ہیں عظمت کے....!“
”میا مطلب....؟“

”پچھے بھی نہیں جزل ایڈوں ٹرنداؤن لیکر ہاست....!“
”تم بہت ذین معلوم ہوتے ہو.... ایک ہی بار میں تمہیں میرا پورا نام یاد ہو گیا۔!“ بوڑھا شی ظاہر کرتا ہوا بولا۔

”آپی آبد کا مقصد بیان کرو جزل....؟“

”دیکھنا چاہتا تھا مستقبل کے بڑے آدمیوں کو....!“

”آدمی ایسے ہی ہوتے ہیں....!“ عمران چاروں طرف ہاتھ گھما کر بولا۔

”میں نے مستقبل کے آدمی کہا تھا جس رفتار سے آدمی ترقی کر رہا ہے وہ اسی طرف لے لائے گی۔“

”میں سمجھ گیا.... تم کیا کہنا چاہتے ہو جزل... میں تو تم نے متفق ہوں.... مجھے خوشی ہے وہ ہم سب مستقبل کے آدمی ہیں حال سے تو نکل آگئے تھے۔!“

”اگر تم اسی طرح مجھ سے متفق ہوتے رہے تو حکومت کی باگ دوڑ تمہارے ہاتھ میں ہو گی۔!“

”لیکن میں حکومت نہیں.... ایک خوب صورت سی عورت چاہتا ہوں۔ جو میرے بالوں مل گئیا کر کے جو میں نکال سکے۔!“

”ملے گی.... ضرور ملے گی.... اگر تم مجھ سے اسی طرح متفق ہوتے رہے۔ یہ لوگ کچھ نہیں بول رہے....!“ بوڑھے نے دوسروں کی طرف دیکھ کر کہا۔

”میرے سامنے زبانیں کھولنے کی جرأت نہیں کر سکتے کیوں کہ میں ان کا سردار ہوں۔!“

”لیکن یہ تمہارے قابو میں ہیں۔!“

”میں نے تو صرف خیریت بتائی تھی پچا....!“
”پچا کے پنج! میں تیری خیریت کا خواہاں ہوں.... اگر شہباز کا ایک ہاتھ پڑ گیا تو ہفتواں اٹھھے نہیں سکے گا۔!“

”میں معافی چاہتا ہوں سردار....!“ شارق بولا۔
شہباز نے دوسری طرف منہ پھیر لیا تھا۔

ٹھیک اسی وقت پھر دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور ایک عجیب الخلقت آدمی اندر دا غل ہوا۔ وپلا پلا اور چھوٹے سے قد والا تھا۔ سر کے بال بے داغ سفید تھے آنکھوں میں وحشت تھی اور اس کے پیچھے دو توییکل اور باور دی باذی گارڈ تھے جنہوں نے ہاتھوں میں مشین پستول سنجال رکھ تھے۔ یہ ان لوگوں میں سے نہیں معلوم ہوتے تھے جن سے اب تک سابقہ رہا تھا۔
دفعتاً بوڑھا آدمی شکریاں میں بولا۔ ”تم سب خوش تو ہو نا....!“

”بہت زیادہ....!“ عمران نے جواب دیا۔

”نہیں....! انداخش معلوم ہوتے ہیں۔!“

”بھلا کس طرح....؟“

”مجھے دیکھ کر تم نے قہقہے نہیں لگائے۔!“ بوڑھے نے پچگانہ انداز میں کہا۔ ”میں جزل ایڈوین ٹرنداؤن لیکر ہاست ہوں۔!“

”تم سے ملکر بڑی خوشی ہوئی.... لیکن اتنے لبے نام کے باوجود بھی اتنے ذرا سے کیوں ہو۔!
”خاموش بد تیز....!“ وہ حلک پھاڑ کر چینا تھا اور اسے کھانی آئے گی تھی۔ پھر اس نے

اپنے باذی گارڈ کی طرف مڑ کر انگلش میں کہا۔ ”ان لوگوں پر میرا ذرا سا بھی رب عرب نہیں پڑا۔!
”پڑا ہے.... یور آزر....!“ ایک باذی گارڈ بولا۔

”آپ کو کھانی آنے لگی ہے یور آزر....!“ دوسرے نے کہا۔

”ان پر رب عرب پڑنے کی وجہ سے۔!
”ہاں یور آزر....!“

”تم کہتے ہو تو مانے لیتا ہوں۔!“

وہ پھر شکریوں کی طرف مڑا اور ان کی زبان میں بولا۔ میں دنیا کی ستر ایسی زبانوں کا ماہر ہوں جو تحریر میں نہیں آتیں۔!

”باکل میرے قابو میں ہیں!“

”تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ انہیں بھی متفق ہونا پڑے گا!“

”نہ ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا!“

”اچھا تو پھر میں تمہیں پہلے اپنا صاحب بناؤں گا۔ اس کے بعد تم اور زیادہ ترقی کرو گے!“

”مجھے کوئی اعتراض نہیں....!“ عمران نے شایانہ انداز میں کہا۔

شادق بھی خاموش کھڑا تھا.... عمران کے انداز سے اس نے مجھے لیا تھا کہ وہ دوسروں کی خاموشی ہی مناسب سمجھتا ہے.... ورنہ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ اس بڑھے کو گود میں اٹھا کر سارے گھر میں ناجتہ پھرے۔

”اچھا تو پھر تیار ہو جاؤ.... میں تمہیں دار الحکومت میں لے چلوں گا!“ بوزہ ہے نے عمران سے کہا۔

”جیسا حکم ہو جزل...!“

”بہت اچھے.... بہت اچھے.... تم تو میری توقعات سے بڑھ کر ثابت ہو رہے ہو.... اچھا اب میں جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد تمہیں روائی کی اطلاع مل جائے گی.... میراثام یاد رکھنا۔“

”ہمیشہ یاد رکھوں گا جزل...!“

”وہ چلا گیا.... اور شکرالی عمران کو گھیر کر کھڑے ہو گئے۔

”آخر یہ کیا شے تھی؟“ شہزادے پوچھا.... ”بڑی مشکلوں سے اپنے قہقہے روک سکا تھا۔“

”خدادی جانے کیا پکر ہے....!“ عمران نے پر تشویش لجھ میں کہا۔

”کیوں کیا تم کوئی اور براخطرہ محسوس کر رہے ہو!“

”ا بھی کچھ نہیں کہہ سکتا!“ عمران نے کہا اور نکولس کی طرف مڑ کر انگلش میں کہا۔ ”ایسا خیال ہے تمہارا....؟ کیا یہ انہی تین بڑوں میں سے ایک ہو سکتا ہے جس کا ذکر لیزانے کیا تھا!“

”یہ تو ہرگز نہیں ہو سکتا.... کیا تم نے اس کی باتمی نہیں سنی تھیں.... اس کے باڑی گارڈ نے بھی اس کا مفعکہ اڑایا تھا۔ لیکن تم اتنے سنجیدہ کیوں ہو رہے ہو!“

”میں سوچ رہا ہوں کہ وہی لوگ زیادہ تر انسانیت کی سطح سے گر جاتے ہیں جنہیں دوسرے مفعکہ خیز سمجھتے ہیں.... اور مسلسل احساس کتری میں جلا کرتے رہتے ہیں!“

”یہ بات تو سوچنے کی ہے!“

”بھی اندازہ کرنے کے لئے میں نے اس کا مفعکہ اڑایا تھا....!“ عمران بولا۔

”ہو سکتا ہے.... تمہارا خیال درست ہو!“

”اور وہ اسی لئے بار بار میرے متفق ہونے کا ذکر رہا تھا کہ یہ خود اسی کا کارنامہ ہے!“

”تمہارے اندازے ابھی تک تو غلط نہیں ہوئے!“

”خیر دیکھا جائے گا....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”اب تم لوگ سفر کی تیاری شروع کر دو!“

پھر شہزادے گفتگو کرنے لگا تھا۔



ویسی ہی بھی سی گاڑی تھی جیسی سر سکس والوں کے پاس ہوتی ہیں اور وہ اس میں اپنے جانور ادھر سے ادھر لئے پھرتے ہیں۔

چھپلے حصے میں جانوروں کو بند کر دیا گیا تھا اور اگلے حصے میں ڈرائیور کے ساتھ دو مسلح آدمی بیٹھتے تھے۔

ماداؤں کے لئے علیحدہ کوئی انظام نہیں ہوا تھا.... وہ بھی شکرالیوں کے ساتھ ہی اس گاڑی میں لے جائی جا رہی تھیں۔ البتہ مسلح محافظوں نے نکولس کو آگاہ کر دیا تھا کہ اگر کسی جانور نے بھی ان سے چھپر چھاڑ کی تو اسے فوراً گولی مار دی جائے گی!“

نکولس نے عمران کو اس سے مطلع کر دیا تھا اور اس نے ماداؤں سے بات کرنے پر بھی پابندی لکھا دی تھی۔

”واقعی اب تو ہمارے ساتھ جانوروں ہی کا سا بر تاؤ ہو رہا ہے!“ شارق بولا۔

یہ سفر رات کو شروع ہوا تھا ورنہ شاہدان میں سے ایک بھی منزل تک زندہ نہ پہنچ سکتا۔۔۔

دن میں زور در گیت ان کا سفر ناممکنات میں سے تھا۔

اس وقت بھی گرمی سے دم گھٹا جا رہا تھا.... دوسروں پر جو بھی گذر رہی ہو لیکن عمران اور شادق کی حالت بہت ابتر تھی۔ وہ اپنی کھال میں تو تھے نہیں کہ گرمی بہ آسانی سہار جاتے۔

گاڑی معنوی رفتار سے کسی نامعلوم منزل کی طرف چلی جا رہی تھی۔

”میں مر رہا ہوں چلا....!“ شارق کرما۔

”ویکھو یہی.... ار گیستان کی چاندنی کتنی بھلی ہے!“ عمران نے کہا۔

”پانی.... اگر تھوڑا سا پانی مل جاتا۔!“

عمران نے نکولس سے کہا۔ ”پانی کے لئے کہو... بھی پیاسے ہوں گے!“

نکولس نے عمران کا پیغام ملکے محافظوں تک پہنچایا تھا اور ان سے جواب پا کر عمران سے بولا تھا۔ ”پانی بہت ہے... ٹھنڈا پانی گاڑی کی چھت پر ملکی ہے جس سے کولر لگا ہوا ہے!“

”خوب....!“ عمران کی سوچ میں پڑ گیا۔... ذرا بیور کی پشت والی گھڑ کی سے انہیں ایک بلا ساجد دے گیا تھا اور نکولس کو پانی حاصل کرنے کی تدبیر بتائی گئی تھی۔

گاڑی کی چھت زیادہ اوپر نہیں تھی... نکولس نے ایک جگہ جگہ اوپرناکر کے چھت سے لگا ہوا بنی دبایا تھا اور جگ میں ٹھنڈے پانی کی دھار گزرنے لگی تھی۔

سمھوں نے سیر ہو کر پانی بیٹھا... اور عمران شہباز سے بولا تھا۔ ”یہ گاڑی اور اس کا انتظام صاف ظاہر کرتا ہے کہ یہ کوئی نئی کہانی نہیں ہے۔!“

”میں نہیں سمجھا....!“

”یہاں سے جانور سفر کرتے ہی رہتے ہوں گے!“

”شکرال کے لئے پہلا واقعہ ہے....!“ شہباز نے کہا۔

”یہاں صرف شکرال ہی تو نہیں ہے.... کراغال اور مقلاق بھی ہیں!“

”ٹھہر دو.... مجھے سوچنے دو....!“ شہباز کہہ کر خاموش ہو گیا۔

ٹھوڑی دیر بعد پھر بولا۔ ”شاکد میں نے ساتھا مجھے یاد پڑا ہے کہ نہیں بتایا تھا۔ یہ یاد نہیں مقلاق اور دوسرے بعض علاقوں سے کچھ لوگ غائب ہو گئے ہیں۔“

”انداز کتنے عرصے پہلے کی بات ہے!“

”یہی کوئی سات آٹھ ماہ سمجھ لو....!“

”یہ بڑا مناسب علاقہ ہے ایسے کاموں کے لئے... اور ہر خانہ بدوشوں کے قبیلے بھی تو ہیں... ان پر بھی ہاتھ صاف کیا جا سکتا ہے!“

”مگر آخر کیوں....?“

”یہی معلوم کرنے کے لئے میں نے یہ خطرہ مول لیا ہے!“

”اگر یہ اتنا ہی بڑا معاملہ ہے تو تم تھا کیا کرو گے.... پچھلی بار جب تم شکرال آئے تھے تو تمہارے ساتھ بہترین لڑاکے تھے۔ کھاڑیوں کی جنگ میں آج تک نہیں بھولا۔!“

”اس بار شکرالیوں سے لڑائی نہیں ہو گی.... یہ ذہنی جنگ کا معاملہ ہے اور ذہنی جنگ میں

چڑا لڑتا ہوں.... خواہ سامنے کتنی ہی بڑی فوج کیوں نہ صاف آراء ہو۔!“

”تم ہی جانو....!“ شہباز اتنا کہا بولا۔

بچھر گرمی اور جسی کے باوجود بھی ان کی آنکھیں نیند کے دباو سے بو جھل یونے لگی تھیں۔

بیب ریستان تھا جس کی راتیں بھی بے حد تکلیف دہ ہوتی تھیں۔

وہ سوتے رہے تھے اور خود سے نہیں جا گئے تھے بلکہ گاڑی کے کریبہ اور کان پھاڑ دینے

والے ہارن کی مسلسل آوازوں نے انہیں اٹھایا تھا۔

آنکھیں مل مل کر چاروں طرف دیکھنے لگے... گاڑی رکی ہوئی تھی اور کچھ فاصلے پر ایک

ہبت بڑا باردار طیارہ کھڑا نظر آیا۔

”خوب....! بھی کچھ غیر قانونی طور پر ہو رہا ہے...!“ عمران نے نکولس سے کہا۔

”ظاہر ہے....؟“ نکولس بولا۔

”اس رن وے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے!“

”میں کیا بتاؤں.... کچھ بھی تو نہیں جانتا!“

”پہاڑ والی عمارت کی طرح یہ رن وے بھی پچھلی جنگِ عظیم کی یاد گار معلوم ہوتا ہے۔!“

”لیکن یہ طیارہ... یہ تو ایک مشہور فضائی کمپنی سے تعلق رکھتا ہے۔!“

”اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا.... پالتو گوریلے اور سر کس کے جانور فضائی سفر کرتے ہی

رہتے ہیں ہم آدمیوں کے ساتھ تو ہوں گے نہیں کہ کسی کو اپنی دکھ بھری داستان سن سکتیں!“

”صبر نے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں....!“ نکولس نے مردہ سی بھی کے ساتھ کہا۔

وہ گاڑی سے اتار کر طیارے میں پہنچا گئے تھے اور وہاں بھی انہیں کثہ اسی نصیب ہوا تھا۔

نہم کے دروازے پر ایک تختی آؤیزاں تھی جس پر تحریر تھا۔ ”سر کس کا یہ گوریلا کپڑے پہنچنے کا ہمی شائق ہے....!“ عمران نے نکولس کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

نکولس کچھ نہ بولا.... اس کی آنکھوں سے فکر مندی ظاہر ہو رہی تھی۔

وہ دونوں ملکے محافظ پھر نہ دکھائی دیئے۔

”اب ہمارے کھانے پینے کی کیا رہے گی....؟“ شارق نے عمران سے پوچھا۔

”بھوک گئے تو مجھے کھالیتا....!“

”نہ ارض ہو گئے چاپا....!“

دفعہ سفید مادہ نے عمران کو مخاطب کیا۔۔۔ ”یہاں تو آس پاس کوئی بھی نہیں ہے کیا تم اب بھی مجھ سے گفتگو نہیں کرو گے؟“

”کیوں نہیں.... اب تو میرے اور تمہارے علاوہ اس دنیا میں کچھ بھی باقی نہیں رہا۔۔۔ کیا میں تمہیں کیش کی کوئی پر درود نظم سناؤں؟“

”پیٹ کی بات کرو۔۔۔ یہاں کھانے پینے کی کیا صورت ہو گی؟“ سفید مادہ نے کہا۔

”پیٹ.... ہائے پیٹ.... ابھی مشرق نے بھی یہی سوال کیا تھا جواب مغرب کر رہا ہے.... دونوں جانور ہیں.... اوپنی اوپنی باقی باقی کرو۔۔۔ پیٹ اور کمود۔۔۔ جھی چھی۔۔۔ اوپنی اوپنی باقی کرو خوب صورت باقی!“

”تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا!“

”تم پیٹ سے سوچ رہی ہو۔۔۔ دماغ سے سوچو۔۔۔ روح کو بلندیوں کی طرف لے جاؤ۔۔۔ پیٹ میں غلافتوں کے علاوہ اور کیا ہے؟“

”میں چیخنا شروع کر دوں گی ورنہ یہ کبواس بند کرو۔۔۔!“

”بند کر دی۔۔۔ لیکن اب مجھ سے کچھ نہ پوچھنا۔۔۔!“

”تم اس کا دل کیوں دکھارہے ہو۔۔۔!“ گولس نے آہستہ سے پوچھا۔

”تم بھی خاموشی سے ایک طرف بیٹھو۔۔۔!“

گولس نے محسوس کر لیا تھا کہ اس کا موڈ ٹھیک نہیں۔۔۔ لہذا ہاں سے ہٹ گیا۔

تحوڑی دیر بعد طیارے نے تیک آف کیا تھا اور وہ لڑکڑا کر ایک دوسرے پر گرے تھے اور جانوروں ہی کی طرح چیخنے لگے تھے۔

”بس بس۔۔۔ اب کچھ نہ ہو گا۔۔۔!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”جنیں سے بیٹھو۔۔۔!“

”تم ہمیں کچھ کرنے ہی نہیں دیتے۔۔۔“ طربدار بھٹا کر بولا۔

”رونا چاہتے ہو تو رو بھی سکتے ہو۔۔۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔۔۔!“

طربدار آہستہ سے کچھ بڑا لیا تھا اور اس کی طرف منہ موڑ کر بیٹھ گیا تھا۔

”تم آخر اتنے تاریخ کیوں ہو پچا۔۔۔!“ شارق بولا۔

”مجھ سے ایسی باتیں پوچھی جانتی ہیں جن کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔۔۔!“

”ہم صرف تشویش ظاہر کر رہے تھے ہمیں جواب نہیں چاہئے۔۔۔!“

”اب تم نے عتل مندی کی بات کی ہے آؤ۔۔۔! خوب صورت لڑکیوں بھیلوں اور آبشاروں کی باقی کریں!“

”مغلوق میں تو ہوتی ہوں گی لڑکیاں۔۔۔!“ شارق شرات آمیز لمحے میں بولا۔

”نہیں ہوتیں۔۔۔ ورنہ میں کیوں در بدر ہوتا!“

”بھاگنے لگے چا۔۔۔!“

”او بھیج۔۔۔! بھیلوں اور آبشاروں کی بات۔۔۔!“

”بھیلوں غرق کر دیتی ہیں۔۔۔ اور۔۔۔ آبشار چھڑے اڑا دیتے ہیں۔۔۔!“

چہاز کی تیز آواز کی وجہ سے وہ چیخ چیخ کر گفتگو کر رہے تھے۔

دفعہ آدمی کثہرے کے پاس آکڑے ہوئے جنوں نے بڑے بڑے جھابے اٹھا رکھے تھے۔ عمران اور شارق خاموش ہو کر ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔۔۔ انہوں نے جھابوں سے کیلے کاٹ کر کثہرے کے اندر پھیلنے شروع کر دیتے تھے۔

عمران نے اپنے ساتھیوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا اور ایک کیلا جھپٹ کر چھپلے سیست ملانے لگا۔۔۔ دوسروں نے بھی اس کی تقدیم کی۔۔۔ پھر ان دونوں آدمیوں کے پلے جانے کے بعد بقیہ چھیل چھیل کر کھائے گئے تھے۔

”واہ پچا۔۔۔ بات بن گئی۔۔۔!“ شارق بولا۔

”اب ایسی ہی غذائی گی جس سے تمہارا خون ٹھنڈا ہو جائے فکر مت کرو۔۔۔!“

قریب آچا رکھنے بعد چہاز نے اترنے کے لئے چکر لگانے شروع کر دیئے اور عمران نے ساتھیوں کو ہدایت کی تھی کہ وہ کثہرے کی سلامیں مضبوطی سے قھام کر بینچے جائیں ورنہ پھر ایک دوسرے پر گریں گے۔۔۔ بہر حال چہاز نے لینڈ کیا تھا لیکن کہاں؟ وہند دیکھ کر کیونکہ کھڑکیوں سے دور یک کثہرے میں محدود تھے۔

تحوڑی دیر بعد وہی دونوں مسلح آدمی دکھائی دیئے۔۔۔ جنہوں نے طیارے پر سوار رکھا تھا۔

”اب تم لوگ نیچے اترو گے۔۔۔!“ اس نے کثہرے کے قریب آکر گولس کو مخاطب کیا۔

”یہ کون کی جگہ ہے۔۔۔؟“

”ایک دیران جزیرہ۔۔۔ یہاں سے ایک اسٹریٹھیں دارا حکومت تک پہنچائے گا۔۔۔ خبردار!“

اسیئر پر کسی سے گفتگو کرنے کی کوشش نہ کرتا!

”میں سمجھتا ہوں....!“ نکولس بولا۔ ”لیکن بھوک پیاس کی شکایت کس سے کریں گے؟“

”اس کی طرف سے بے فکر رہو... انتظام ہے۔“

”شکریہ....!“

وہ واپس چلا گیا.... اور اس کی ہدایت نکولس نے عمران کے گوش گزدار کر دی۔

”اب بحری سفر ہو گا....!“ عمران ٹھنڈی سائنس لے کر بولا۔ ”کم از کم یہ تو معلوم کر لیا ہوا تکہ یہ سفر کتنا طویل ہو گا؟“

”میرا ذہن اڑالا سا ہے صفائحہ... سامنے کی بات کے علاوہ اور کچھ نہیں بھائی دیتا۔“

”فطری بات ہے....!“

”ویکھو.... اس جہنم میں میں کیسی گذرتی ہے جسے دار الحکومت کہا جا رہا ہے؟“

”ویکھا جائے گا.... ہم اس اندر ہی چال پر مجبور تھے۔“

”کثیر اکھوں کروہ جہاز سے اتارے گئے تھے.... سورج غروب ہونے والا تھا.... ٹھنڈی اور تیز ہوانے انہیں مسرور کر دیا۔“

جزیرہ سر بزر مگر ویران تھا.... بیہاں بھی ویسا ہی رن وے نظر آیا جیسا وہ فضائی سفر کے آغاز میں دیکھے تھے۔ دور ساحل پر کسی اسیئر کا دھواؤ فضائیں مرغوبے بنا تادھکائی دے رہا تھا۔

محاذقوں نے انہیں خوش گوار فنا سے محظوظ ہونے کی مہلت نہیں دی تھی اور وہ بہت زیادہ مختال بھی نظر آنے لگا تھے۔

ایک نے ساحل کی طرف ہاتھ اٹھا کر نکولس سے کہا۔ ”بس چل پڑو!“

نکولس نے ساتھیوں کو روائی کا اشارہ کیا.... عمران شہزاد کی طرف ہڑکر بولا۔ ”اپنے ساتھیوں کو سمجھا دو کہ اب بالکل خاموش رہیں گے.... جب تک میں نہ کہوں بلکی سی آواز بھی حلق سے نہ نکالیں!“

عمران کے اندازے کے مطابق اسیئر پر عملے کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ دونوں محاذقوں نے نکولس کو جانوروں کی بھیڑ سے الگ کیا اور اس کے ہاتھوں میں ہتھ کڑیاں ڈال دیں۔

”اس کا کیا مطلب....؟“ نکولس انہیں گھورتا ہوا بولا۔

”جانوروں کے ساتھ آدمی سفر نہیں کر سکے گا!“

”میں بھی انہی میں سے ہوں.... میرے بس پر نہ جاؤ.... چہرے اور سر کے علاوہ تمام اترہ پھیر دیا گیا تھا!“

”بات نہ بڑھاؤ.... چپ چاپ الگ ہو جاؤ!“

”میں اگر ان کے ساتھ نہ ہو تو ماڈائیں خطرے میں پڑ جائیں گی!“

”تم فکر کرو....!“

نکولس کو ایک چھوٹے سے کمرے میں تھا بند کر دیا گیا۔ دوسری طرف شکرالیوں کو ایک بڑے کین میں رکھا گیا تھا۔ لڑکیاں بھی انہی کے ساتھ تھیں!“

”نکولس کو قیدی کیوں بنالیا گیا....؟“ سفید مادہ نے عمران کی طرف دیکھ کر پوچھا لیکن اس نے سن ان سُن کر دی.... پھر شام کے سفید مادہ کو اس کی ہدایت یاد آگئی تھی اور اس نے بات آگے نہیں بڑھائی تھی۔

اسیئر نے بالآخر لنگر اٹھا دیا.... بھری سفر میں شکرالیوں کے لئے نیا تجربہ تھا۔

جیسے ہی اسیئر بڑی لہروں کے درمیان پہنچا نہیوں نے پیٹ دبادبا کر ڈکرانا شروع کر دیا.... اور پھر گرد نہیں ڈال کر ادھر جا پڑے تھے۔ ان کی دیکھا دیکھی ماڈاویں کی حالت بھی کسی قدر گڑبڑائی تھی لیکن پھر انہیوں نے خود کو سنبھال لیا۔

عمران ان کے قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا۔ ”ایک بار پھر یہ بات ذہن نشین کر لو کہ مجھے اپنی زبان کے علاوہ اور کوئی زبان نہیں آتی اگر کسی طرح یہ بات کھل گئی کہ میں انگلش بھی بول سکتا ہوں تو پھر زندگی بھر ہم میں سے کوئی بھی دوبارہ اپنی اصلی حالت پر نہیں آ سکے گا!“

”ہم سمجھتے ہیں.... تم مطمئن رہو.... ایسا ہی ہو گا.... لیکن اس عورت کا کیا ہو گا.... کیا وہ ادھر کے لوگوں کو مطلع نہ کر دے گی!“ سفید مادہ نے کہا۔

”اس کا انتظام کر چکا ہوں.... بس تم اپنی زبان قابو میں رکھتا!“

”ایسا ہی ہو گا!“

یہ سفر دو گھنٹے تک جاری رہا تھا.... اسیئر کسی ساحل پر لنگر انداز ہوا لیکن ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے جانوروں کو اتارتے کی جلدی نہ ہو۔ یا پھر وہاں جانوروں کو اتارتا ہی نہ رہا ہو.... اسیئر کسی اور مقصد کے تحت وہاں ساحل سے لگایا گیا ہو۔

عمران کے علاوہ اور سب فرش پر پڑے خراٹے لے رہے تھے.... کہیں کا دروازہ کھلے کی

ہے... ہار بر کا احاطہ کئے ہوئے وہی اوپنجی اوپنجی چٹانیں تھیں جن پر جگہ جگہ سرخ اور بزر روشنیوں کے سکنل لگے ہوئے تھے اور وہ حیرت انگیز ہار بر تھا جس پر چھوٹی کشتوں سے لے کر بہت بڑے بڑے اسٹریٹک لئنگر انداز ہو سکتے ہیں.... یہ لئنگم سے آئیں کا ہار بر تھا۔ وہی لئنگم آئیں جہاں ایش ٹرے کی شکل کی ایک عمارت تھی اور عمران اسے اندر سے نہیں دیکھ سکتا۔
ہار بر سے نکل کر وہ ایک بڑی گاڑی میں بٹھا دیے گئے تھے نکولس بھی ان کے ساتھ تھا۔
اس نے سفید ماہدے سے پوچھا۔ "لیا گذری تم لوگوں پر....؟"

"کچھ بھی نہیں....! ہم زیادہ تر سوتے رہے ہیں.... اور ان لوگوں کو بھری علاالت نے آدبو چاہا!"

"بڑی تکلیف اٹھائی ہو گی۔ ان بے چاروں نے پہلے کبھی شاکنہی سمندر کی شکل دیکھی ہو۔!"
"ہم میں کہاں نکولس....!"
"خدا ہی جانے....!"

"تم نے ان لوگوں سے پوچھا نہیں....!"

"ضرورت بھی کیا ہے.... جانوروں کو اس سے کیا سر دکارو ہ کہاں ہیں۔!"
"تمہیں ہم سے الگ کیوں کر دیا گیا تھا....!"

"میں نہیں جاتا.... انہوں نے وجہ نہیں بتائی تھی۔!"

گاڑی حرکت میں آگئی تھی۔ عمران اور شکریہ بالکل غاموش تھے۔



پہلے وہاں سگار کی شکل کی ایک ہی عمارت تھی.... لیکن اب کتنی نظر آئی تھی۔ شفاف چاندنی میں ان کی منزلہ عمارت کو دور سے بھی دیکھا جاسکتا تھا۔
ایش ٹرے ہاؤز بھی نظر آیا۔

ان کی گاڑی ایش ٹرے ہاؤز کے قریب ہی رکی تھی۔ قریب سے یہ عمارت بہت بڑی نظر آئی۔ عمران نے پچھلے سفر کے دوران میں اسے دور ہی سے دیکھا تھا اور تب تو اس کے گرد آہنی سلاخوں والا احاطہ بھی نہیں تھا۔ احاطے کے چہانک سے گاڑی گذری تھی اور عمران نے اندازہ کر لیا تھا کہ اس آہنی احاطے میں بر قی رہ بھی دوڑائی جا سکتی ہو گی۔ احاطے سے عمارت کا مسلط دو اس کہانی کے لئے "ایش ٹرے ہاؤز" کا سلسہ ملاحظہ فرمائیے۔

آواز سن کر عمران بھی لیٹ کر سوتا بن گیا۔

"اوہ.... یہ تصور ہے ہیں....!" کسی کی آواز آئی۔

"تو پھر انہیں کیسے اتنا جائے۔!"

"یہ پوچھو کہ کیسے جگایا جائے۔!"

"جمحوڑ نے کاظمہ تو نہیں مول لیا جا سکتا۔!"

"کیہن کا دروازہ بند کرو.... اور تیز قص کی مو سیقی کا ریکارڈ لگا کر اس کیہن کے لاڈا پیکر کا

سوچ آن کر دو....!"

"خیال نہ رہا نہیں لیکن یہ جانور حیرت انگیز ہیں۔ اس سے پہلے جو بھی آئے ہیں دردسر ہیں
گئے.... کوئی جیخ رہا ہے تو کوئی دہاڑیں مار کر رہا ہے.... کوئی مارنے مرنے پر آمادہ ہے۔!"
"چلو.... واپس چلیں.... دروازہ مغلل کر دو....!"

تحوڑی ہی دیر بعد کیہن رقص کی مو سیقی سے گونجنے لگا تھا.... کان چھاڑ دینے والی آواز تھی۔ وہ سب یوکھا کراٹھ بیٹھے اور انہوں نے عمران کو رقص کرتے دیکھا۔ اس نے انہیں اشارہ کیا تھا۔ سب سے پہلے شادق نے اس کی تقلید شروع کر دی۔ پھر رفتہ رفتہ ہ سمجھی تاپنے لگے تھے۔ دونوں مسلح محافظ حیرت سے آنکھیں چھاڑے انہیں دیکھتے رہے۔ کیہن کا دروازہ دوبارہ کھول دیا گیا تھا۔... اسٹریٹ کے عملے کے لوگ بھی راہداری میں موجود تھے۔

"حیرت انگیز.... حیرت انگیز....!" عملے کا ایک آدمی بولا۔ "پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔!"

"یہ آزیبل جزل کے خاص جانور ہیں.... مجھے یہی اطلاع ملی ہے۔!" دوسرا بولا۔

عمران ہاتھ ہلاہلا کرنا نہیں بھی رقص کی دعوت دے رہا تھا.... اور وہ نہ رہے تھے۔

ذرا ہی سی دیر میں عملے کے آدمی جانوروں کی طرف سے مطمئن ہو گئے کہ ان سے حقیقتاً کوئی جانور پن سر زد نہیں ہو گا.... ریکارڈ کے اختتام پر سنا تا چھا گیا اور عمران کے اشارے پر وہ سب فرش پر بیٹھ گئے۔

"میں نے کہا تھا کہ یہ جزل کے خاص جانور ہیں....!" ایک محافظ بولا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد جزل کے وہ خاص جانور ساحل پر اتار دیئے گئے تھے۔ خاص الناص جانور ساحل پر قدم رکھتے ہی طرح چونکا تھا۔ پہلے توبصات ہی پر یقین نہیں آیا۔ لیکن پھر آنکھیں چھاڑ چھاڑ کر دیکھنے کے باوجود بھی اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ وہ توہیناں ایک بار پہلے بھی آپکا

ڈھائی فرلانگ ضرور رہا ہو گا۔

گاڑی تھوڑی دیر تک وہاں کھڑی رہی تھی..... پھر ایک محافظ نے دروازے کے قریب اکر کولس سے کہا تھا۔ ”تم لڑکیوں سمیت باہر آ جاؤ..... اور اس جانور سے بھی اترنے کو کہا جس سے جزل نے شکرالی میں گفتگو کی تھی!“

عمران نے ساتھ اور کولس کے اشارے کا منتظر رہا تھا۔

”شامد! میں جا رہا ہوں....!“ اس نے آہستہ سے شہباز کے کان میں کہا۔ ”تم لوگ جہاں بھی رہو... میرے منتظر رہنا..... میرے مشورے کے بغیر ایک قدم بھی نہ اٹھانا....!“

”تم مطمئن رہو... ایسا ہی ہو گا....!“ شہباز بولا۔

پھر وہ چاروں نیچے اترے تھے اور گاڑی دوسرے جانوروں سمیت وہاں سے چلی گئی تھی۔ دونوں مادا بیم کسی اور طرف لے جائی گئی تھیں اور یہ دونوں محافظ کے ساتھ ایش نے ہاؤز میں داخل ہوئے۔

وہ جدھر سے بھی گذرتے تیر قسم کی روشنی میں نہا جاتے.... شامد روشنیاں عمارت کے کسی حصے میں ان کی تصویریں پہنچا رہی تھیں۔

بالآخر ایک بہت بڑے ہاں میں انہیں پہنچایا گیا تھا..... یہ ہاں بھی دائرہ نما تھا.... بالکل کسی اسٹینڈیم کا منظر پیش کر رہا تھا.... لیکن اسالاز خالی تھیں.... البتہ اپنے بنا میں جزل چار بادی گارڈز کے ساتھ موجود تھا..... وہی مختصر ساجزل جس سے عمران کی گفتگو ہوئی تھی۔

”اوہو....!“ اس نے کولس کو گھوڑتے ہوئے کہا۔ ”اس چوکی پر میں نے تمہیں نظر انداز کر دیا تھا..... تم شامد انگلش بول سکتے ہو۔!“

”میں انگریز ہوں جناب....!“

”جناب نہیں.... جزل....!“

”جزل....!“ کولس بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”ہاں.... اب بتاؤ.... کیا تم لیزا گوردو کے اضاف سے تعلق رکھتے ہو۔! تم نے سفید فام.... لڑکوں کے جانور بنائے جانے پر اعتراض کیا تھا....!“

”ہاں مجھ سے یہ غلطی ضرور سرزد ہوئی تھی لیکن میں اس غلطی پر جانور نہیں بنایا گیا۔!“

”تو پھر کس غلطی پر بنائے گئے تھے۔!“

کولس نے جیری اور اس کی ڈائری کی کہانی شروع کر دی.... اور اس کے ایک حصے کو بدلتا ہوا بولا۔ ”لیز اکو کسی طرح اس کا علم ہو گیا تھا.... اس نے ہم دونوں کو طلب کر کے ڈائری طلب کی میں نے کہا میں ترکی ہی میں ڈائری کو چھوڑ آیا ہوں.... لیکن شامد وہ اصل بات جیری سے علیحدگی میں پہلے ہی معلوم کر پچھی تھی.... لہذا میرے کپڑے اتواتر کے مجھے چجزے کے چاپک سے پڑایا.... کئی آدمیوں کے سامنے برہنہ کیا گیا تھا۔ آپ خود سوچپے.... میری کیا کیفیت ہوئی ہو گی۔ پھر یہی نہیں اس نے میرے کپڑے آتش داں میں پھکوادیئے اور وہ ڈائری میری آنکھوں کے سامنے جل کر راکھ ہو گئی۔!“

”وہ کس طرح....؟ جزل اچھل کر بولا۔“

”ڈائری اسی جیکٹ کے اسٹر میں چھپی ہوئی تھی جو میرے جسم سے اتاری گئی تھی۔!“

”افسوں.... افسوس....!“ جزل اپنی رانیں پیٹھتا ہوا چینا۔

”اور پھر جب میں نے دیکھا کہ میری زندگی ہی خطرے میں ہے تو میں نے جیکٹ جل جانے کے بعد لیزا کو حقیقت حال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ سب کچھ میرے ذہن میں محفوظ ہے اگر مجھے مارڈا لے تب بھی نہیں بتاؤں گا۔!“

”کیا چجھ.... وہ سب تمہارے ذہن میں محفوظ ہے....?“

”ہرگز نہیں جزل.... وہ تو میں نے اس لئے جھوٹ بولا کہ لیزا مجھ سے اگلوالیئے کے لئے زندہ رہنے والے۔!“

”میں پوچھ رہا تھا کہ اس نے تمہیں جانور کیوں بنایا۔!“

”مجھے جانور بنانا کہ اس توقع پر جیری سمیت جنگل میں پھکوادیا کہ ہیر دل کی وادی تک جانے کا راستہ تلاش کروں گا.... اور وہ میری لا علی میں ہم دونوں کی نگرانی کرتی رہے گی۔!“

”ہوں.... ہو سکتا ہے.... لیکن یہ کپڑے.... دوسرے جانور تو ویسے ہی ہیں۔!“

”جنگل سے دوبارہ انخواہ دیا گیا.... آنڑی بیل جزل.... اور بے ہوشی کے عالم میں میرے جنم پر اسٹر اپھیرا گیا تھا.... یہ کپڑے پہنائے گئے تھے اور ہوش میں آنے کے بعد مجھے سے کہا گیا تھا کہ گوردو آدمی بھی بنا سکتی ہے جہاں جہاں سے باں غالب ہوئے ہیں وہاں اب نہیں اکیں گے.... اگر میں گوردو کے لئے نقشہ تیار کر دوں تو پورا آدمی بنادیا جاؤں گا۔ لیکن میں نے بلندی ٹھوس کر لیا کہ وہ محض فریب تھا گوردو مجھے پھر سے آدمی بنادینے پر قادر نہیں ہے۔!“

”شکریہ جزل....!“ عمران بیٹھتا ہوا بولا۔
 ”میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ تمہیں اپنا صاحب بناؤ گا۔!
 ”مزید شکریہ....! لیکن....!“
 ”لیکن کیا....؟“
 ”ستاروں کی چال کہہ رہی ہے کہ وہ دونوں بادشاہ اسے پسند نہیں کریں گے۔!
 ”آنہیں پسند کرنا پڑے گا....!“ جزل میز پر گھونسہ مار کر چینا۔
 عمران کچھ نہ بولا۔
 ”کچھ اور بتاؤ.... مستقبل کے بارے میں....!“ جزل اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔
 ”تمہارا یہ تجربہ ناکام رہے گا۔!
 ”کون سا تجربہ....؟“
 ”بچے بال دار نہیں ہوں گے.... آدمیوں ہی جیسے ہوں گے۔!
 ”تب تو سب فضول ہے....!“
 ”اور ان دونوں میں سے صرف ایک ہی....!“
 ”دوسری....! دوسری کیوں نہیں....؟“
 ”وہ تمہارے مقدار میں ہے.... سفید مادہ....!“
 ”مم.... میرے.... ناممکن.... سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!“ جزل نے بھرا ہوئی آواز
 میں کہا۔ اس کی آنکھیں دھنڈ لائی تھیں۔
 ”ستارے یہی کہہ رہے ہیں.... تم اسے دوبارہ عورت بنانا کر تو دیکھو.... وہ بالکل دوسروں
 سے دور رہی ہے.... میں نے اپنے شاگردوں کو ہدایت کر دی تھی کہ کوئی اس کے قریب بھی نہ
 جائے۔!
 ”تم نے ایسا کیوں کیا تھا....؟“
 ”اس لئے کہ وہ صرف تمہارے لئے پیدا ہوئی ہے جزل.... میں جانتا تھا کہ یہ دنیا کے سب
 سے بڑے آدمی کی عورت بننے والی ہے۔!
 ”اوہ.... اوہ....!“ جزل کچھ کہہ بھی نہ سکا۔... اس وقت اس کی حالت کسی بچے کی سی
 ہو رہی تھی۔ عمران بغور اسے دیکھتا رہا۔... پہلے ہی اندازہ لگا چکا تھا کہ اسے کبھی کسی عورت نے منہ

”یہ درست ہے! میرے علاوہ اور کوئی تمہیں آدمی نہیں باسکتا۔!“ جزل چک کر بولا۔
 ”بہر حال لیزا نے مجھے اسی لئے زندہ رہنے دیا کہ اس کی دانست میں نقشہ میرے ذہن میں
 محفوظ ہے۔!
 ”اور اب اطلاع ملی ہے کہ وہ پاگل ہو گئی ہے۔!“ جزل میز پر گھونسہ مار کر چینا۔
 ”ضرور پاگل ہو گئی ہو گی.... جنہیں اپنے جرام کی جواب دہی کا خوف ہوتا ہے وہ اسی طرح
 پاگل ہو جایا کرتے ہیں۔!
 ”میں دیکھوں گا....! اب تم جاؤ....!“ جزل نے کہہ کر ایک بادی گارڈ کو اشارہ کیا تھا اور وہ
 کھول سکو دہاں سے کہیں اور لے گیا تھا۔
 جزل عمران کی طرف متوجہ ہوا۔
 ”تم ہی تھے جس سے اس چوکی پر میری گھنٹو ہوئی تھی۔....؟“ اس نے شکریہ میں پوچھا۔
 ”ہاں جزل....! میں ہی تھا....!“
 ”اور تم نے مجھے حیرت میں ڈال رکھا ہے۔!
 ”میں نہیں سمجھا جزل....!“
 ”تم سے پہلے جتنے بھی آئے ابھی تک ہمارے قابو میں نہیں آسکے.... لیکن تم لوگ....!
 ”ہم لوگ پہلے بھی آدمی نہیں تھے.... یعنی ہم تیرہ شکریہ۔!
 ”کیا مطلب....!“
 ”آدمی وہ ہے جو صرف اپنے کام سے کام رکھے.... لیکن ہم تیرہ آسمانوں کی سیر کرتے
 ہیں۔ ہمیں بہت پہلے علم ہو گیا تھا کہ ہماری ہیئت بدلتے والی ہے۔!
 ”کیسے معلوم ہو گیا تھا....؟“
 ”ہم آسمانوں کی سیر کرتے ہیں.... ہم جانتے ہیں کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔!
 ”یعنی تم کا ہم ہو....!“
 ”ہاں جزل....! اور وہ بارہ میرے شاگرد ہیں.... میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہی جگہ ہے
 لیکن یہ جانتا ہوں کہ یہاں پہلے آٹھ بادشاہ تھے.... اب صرف تین رہ گئے ہیں۔!
 ”حیرت انگیز....!“ جزل ایک بار پھر اچھل پڑا اور بادی گارڈ کی طرف دیکھ کر انہیں میں
 بولا۔ ”اس معزز ہستی کو کرسی پیش کرو۔!“

نہ لگایا ہو گا۔

وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

”میں اسے عورت بنادوں گا اور تمہیں بھی آدمی بنادوں گا!“

”میں تو نہیں بننا چاہتا آدمی...!“

”کیوں....؟ کیوں نہیں بننا چاہتے....!“

”اس جلے میں خود کو زیادہ معزز محسوس کرتا ہوں۔!“

”عجیب بات ہے....!“

”روزانہ نئے نئے ملبوسات کی بچت.... اپنی کھال میں مست....!“

”یہ بھی حرمت انگیز ہے.... کہ تم ہمارے نکتے نظر سے بھی واقف ہو....!“ جزل خوش ہو کر بولا۔ ”هم ہمیں چاہتے ہیں کہ ساری دنیا کے عوام کو جانور بنادیں۔ فی الحال چھوٹے پیمانے پر تجویز شروع کے ہیں۔!“

”اچھا....!“

”ہاں.... ہم تمہیں مقابلے کی دوڑ سے پچانا چاہتے ہیں۔!“

”بہت خوب....!“

”اس پر تفصیل سے باقیں پھر ہوں گی.... یہ تباہ! کیا تم ان جانوروں کو بھی قابو میں کر سکو گے جو تمہارے شاگرد نہیں ہیں۔!“

”کر سکوں گا لیکن اس کا انحراف اس پر ہو گا کہ وہ کن خطہ ہائے زمین سے تعلق رکھتے ہیں۔!“

”سب تمہارے آس پاس ہی کے غلوتوں کے ہیں۔!“

”مثال کے طور پر....!“

”مقلاتی ہیں.... کراغی ہیں....!“

عمران نے پر تشویش انداز میں سر کو جبنت دی تھی اس سلسلے میں بھی اس کا اندازہ درست نکلا تھا۔

”لیکن جزل....!“ وہ کچھ دیر بعد بولا۔ ”آخر یہ عنایت ہمی پر کیوں....؟ اسی خطہ زمین کو کیوں منتخب کیا گیا.... پہل کرنے کے لئے۔!“

”وہاں ہمارے پاس ایک محفوظ ٹھکانا پہلے سے موجود تھا.... وہی عمارت جہاں سے لیزا

گوردو نے تم لوگوں پر تجویز کیا تھا.... اب ہم دنیا کے دوسرے حصوں میں بھی ایسی محفوظ جگہیں تلاش کر رہے ہیں۔!“

”اچھی بات ہے میں کوشش کروں گا کہ دوسرے جانوروں کو بھی تمہارا مطیع بنادوں.... دیے تمہارے وہ دونوں ساتھی کہاں ہیں۔!“

”فی الحال یہاں موجود نہیں ہیں.... تم ان کی غفرانہ کرو.... وہ مجھ سے اختلاف نہیں کر سکتے۔!“

”خدا کرے ایسا ہی ہو.... لیکن ستارے کچھ اور کہہ رہے ہیں....!“

”لیکن کہہ رہے ہیں....؟“

”یہ بھی نہیں بتا سکتے۔ اختلاف تو کچھ میں آرہا ہے لیکن انعام کی چال ابھی واضح نہیں ہے۔!“

”لیکن کہنا چاہتے ہو....؟“

”ابھی یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ تم تینوں کا کیا ہو گا.... یا یوں کہو کہ اختلاف کا انعام کیا ہو گا۔!“

”بری خبریں مت سناؤ....!“ جزل نے ناخوش گوار لمحے میں کہا۔ ”مجھے اس عورت کے بارے میں سوچنے دو.... جو میرے مقدر میں ہے۔!“

”میں کل اسے ایک بار پھر دیکھوں گا....!“ عمران نے کہا۔ ”کبھی کبھی مقام بدلنے سے بھی فرق پڑ جاتا ہے۔!“

اس کے بعد عمران کو وہیں بھجوادیا گیا تھا جہاں اس کے ساتھی لے جائے گئے تھے۔

ایک بہت بڑا شید تھا.... جس کی چاروں اطراف میں سلاخوں دار جنگلے لگے ہوئے تھے اور تین قسم کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی.... لیکن وہاں تو درجنوں جانور تھے.... اور ان میں ساتھیوں کی شناخت مشکل تھی۔ اگر شارق خود ہی جھپٹ کر عمران کی طرف نہ آتا تو اسے کسی نہ کسی ساتھی کو آواز دینی پڑتی۔

شہباز کو اس نے اتنے ہی احوال سے آگاہ کیا تھا جتنا مناسب سمجھا تھا۔

”یہاں.... مقلاتی اور کراغی بھی ہیں صرف شکن....!“ شہباز بولا۔ ”تمہارا یہ خیال بھی درست نکلا....!“

”تم نے ان سے گفتگو کی ہے؟“ عمران نے پوچھا۔

پھر کچھ مقلاتی اور کراغنی بھی جائے گے... اور انہوں نے جیت جیت کر اسے گالیاں دینا شروع رہ دیں تھیں۔

”تم سن رہے ہو....!“ اس نے عمران سے کہا جواب جنگلے کے قریب آکھڑا ہوا تھا۔
”میں سن رہا ہوں جزل....! لیکن ابھی ان سے گفتگو کرنے کا موقع نہیں ملا!“

”خیر.... خیر.... تم باہر آؤ....!“

”جیسا حکم جزل.... اپنے آدمیوں سے کہئے کہ دروازہ کھولیں!“

ایک نے اشین گن سیدھی کی تھی اور دسرے محافظ نے قفل کھولا تھا عمران کو باہر نکال کر دروازہ دوبارہ مقفل کر دیا گیا۔ عمران کے ساتھیوں کے علاوہ کبھی جیت رہے تھے۔

”میں نے ان کے ساتھ بھی ایسا ہی برنا دکھانا پاہتا جیسا تمہارے ساتھ کر رہا ہوں!“

جزل نے کہا۔

”مجھے یقین ہے.... تم بہت رحم دل ہو.... جزل....!“

”اور تم بہت عقل مند ہو....!“ جزل بولا۔

اس پر عمران نے کچھ نہیں کہا تھا.... وہ ایک طرف چل پڑے کچھ دیر بعد جزل نے کہا۔ ”میں تمہیں اسی لڑکی کے پاس لئے چل رہا ہوں!“

”کسی چھٹ کے نیچے....؟“ عمران نے سوال کیا۔

”ہاں.... ایک بہت آرام دہ کرہا سے دیا گیا ہے!“

”یہ تو ہونا ہی چاہئے.... لیکن کسی چھٹ کے نیچے میرا اور اس کا قرب قطعی لا حاصل ہو گا!“ عمران نے چلتے چلتے رک کر کہا اور چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ ”ٹھہر و مجھے اس کے ستارے کا مقام غلاش کرنے دو!“

کچھ دیر بعد اس نے ایک چھوٹے سے ٹیلے کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”آج اس کا ستارہ ٹھیک اس ٹیلے کے اوپر ہو گا!“

”تم کہنا کیا چاہئے ہو....!“ جزل الجھ کر بولا۔

”اے اس ٹیلے پر بلواؤ.... وہیں اندازہ لگاؤں گا کہ اس پر تبدیلی مقام کا اثر تو نہیں پڑا....
چھٹ کے تیچے کچھ بھی نہ ہو سکے گا!“

”ابھی بلواتا ہوں.... ہم یہیں ٹھہریں گے....!“ جزل نے کہا اور ایک محافظ کو لڑکی سے

”کہوں نہیں....! کراغلیوں میں تین میرے شناساں لکلے ہیں.... تم دیکھو....! مقلاتیوں میں شائد تمہارے شناساں بھی نکل آئیں۔“

”میں تو صرف نام کا مقتلي ہوں.... وہاں میرا کوئی شناسانہیں نکلے گا۔ تم نے ان سے میرا ذکر تو نہیں کیا....!“

”نہیں....!“

”ایسا کبھی نہ کرتا....!“

”ضرورت ہی کیا ہے!“ شہزادے کہا۔ ”لیکن یہ لوگ آپ سے باہر معلوم ہوتے ہیں!“

”خیر.... دیکھا جائے گا.... پتا نہیں کھانے پینے کا انتظام یہاں کس قسم کا ہے۔ پھل تواب کھائے نہیں جاتے.... کیا ہم سچ چک گور لیے ہیں شہزادے....!“

”تم ہی جانو! تم نے منع نہ کر کھا ہوتا تواب تک کئی جانیں میرے ہاتھوں جاںکھی ہوتیں!“

”شائد وہ وقت قریب ہے.... ابھی اپنے اس جذبے کو دبائے رکھو.... ان مقلاتیوں اور کراغلیوں کو بھی ٹھہڈا کرنا ہے.... میں نے جزل سے وعدہ کیا ہے!“

”مجھے تو وہ چھوٹا سا آدمی پاگل معلوم ہوتا ہے!“

”کچھ پاگل ایسے بھی ہوتے ہیں.... جنمیں پاگل کہنے کی جرأت نہیں کی جاسکتی!“

کچھ دیر بعد ان کے لئے کھانا آیا تھا جو بھنے ہوئے غل اور ابلے ہوئے گوشت پر مشتمل تھا۔



دوسری صبح شارق نے عمران کو جگایا تھا.... ایسی ٹوٹ کر نیند آئی تھی کہ بیدار ہو جانے کے

بعد بھی آنکھیں نہیں کھل رہی تھیں۔

”کیا ہے.... سونے دو....!“ عمران نے جھنگلا کر کہا۔

”وہی پاگل بالشتعیا.... تمہیں پوچھ رہا ہے....!“

”کون....؟“

”جنے جزل کہتے ہو....!“

عمران بوکھلا کر اٹھ بیٹھا.... جزل ایڈوں جنگلے کے باہر کھڑا تھا اور اس کے پیچے دو مسلی گارڈ تھے جن کے ہاتھوں میں اشین گئیں تھیں۔

”تما بھی مک سو رہے ہو....!“ اس نے عمران کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا تھا۔

متعلق ہدایات دیں.... وہ چلا گیا۔

”تمہارے ساتھی تو خوش ہیں....؟“ جزل نے پوچھا۔

”ان کی خوشی اور ناخوشی کا انعام مرحوم پر ہے۔!“

”تب پھر مجھے تم سے پوچھنا چاہئے کہ تم تو خوش ہوتا....!“

”میں ہر حال میں خوش رہنے کا عادی ہوں جزل....!“

”میرا دل چاہتا ہے کہ تمہیں آدمی بنا کر دیکھوں....!“

”نہیں جزل....! میں جانور ہی رہ کر تمہارے لئے منید ثابت ہو سکتا ہوں۔!“

”میں سمجھ گیا....!“ فتحا جزل نے قہقہہ لگایا۔

”لیا سمجھ گئے....!“

”تم جانوروں کے بادشاہ بنتا چاہتے ہو۔!“

”میرے علاوہ انہیں اور کوئی کنڑوں نہ کر سکے گا۔!“

”مجھے یقین ہے.... اور خوشی ہے کہ ہماری سیکیم سے تم متفق ہو.... آدمی کے دکھ درد کا

واحد علاج یہ ہے کہ اسے دوبارہ جانور بنا دیا جائے.... ارتقاء اور تہذیب نے اسے کہیں کانہ

رکھا۔.... سک رہا ہے.... ایک رگڑ رکھ رہا ہے لیکن مقابلے کی دوڑ جاری ہے.... ایسی کی تیسی

ایسے ارتقاء کی.... جنم میں جائے ایسی تہذیب....!“

”عمران کچھ نہ بولا۔.... جزل اپنی تقریر جاری رکھنا چاہتا تھا.... لیکن یہک موضع بدل

گیا۔.... کیونکہ سفید مادہ آتی دکھائی دی تھی۔

”ہائے.... ہائے.... آرہی ہے....!“ جزل نے تہذیب اور ارتقاء کی مزید ایسی کی تیسی

کر کے سکاری لی۔

”بل اسے ٹیلے پر جانے دو.... اب اپنے محافظوں سیست دور چلے جاؤ....!“ عمران نے کہا۔

”اچھا.... اچھا....!“ جزل مفطر بانہ انداز میں بولا۔

”تم نے کچھ بھی نہ کیا جزل....!“ عمران نے کہا۔

”کیا مطلب....?“

”قد بڑھانے کی کوئی تدبیر سوچی ہوئی تو جانور سازی کی نوبت نہ آتی۔!“

”بکواس مت کرو....!“ جزل تھے سے اکھر گیا۔

”اپنی آواز بلند نہ ہونے دو.... وہ سن لے گی۔!“

”اچھا.... اچھا....!“ وہ ہمیسا پڑ گیا۔.... ”لیکن تم اس سے کہو گے کیا....؟“

”وہ میری زبان نہیں سمجھ سکتی.... میں اس سے کیا کہوں گا۔!“

”اوہ.... ہاں.... یہ تو بھول ہی گیا تھا....!“ جزل نے کہا اور جھیک کر محافظ سے بولا۔ اسے اس نیلے پر پہنچا کر واپس آجائے۔!

محافظ سفید مادہ سیست ٹیلے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

”تم نے میرے قد کا مصلحہ اڑایا تھا.... میں تم سے اس کا بدله ضرور لوں گا....!“ جزل عمران کو گھورتا ہوا آہستہ سے بولا۔

”میں نے مصلحہ نہیں اڑایا تھا.... سنجیدگی سے وہ بات کہی تھی۔.... تم لوگ اتنے ترقی یافتہ ہو کہ آدمی کو جانور تو بنا سکتے ہو لیکن بے چارے کا قد نہیں بڑھا سکتے.... مشترکہ خلائی سر کس دکھا سکتے ہو لیکن زمین کے مسائل آج تک حل نہ کر سکے.... ہر مسئلے کا حل کشت و خون.... جو آج سے ہزاروں برس سے پہلے تھا وہی آج بھی ہے صرف طریق کا رد بدل گیا ہے۔!
”کیا تم واقعی شکرالی کی پیداوار ہو۔!“

”صد فی صد....!“

”یقین نہیں آتا.... شکرالی تو میں بھی بول سکتا ہوں۔!“

”شکرالیوں میں کوئی غیر ملکی زندہ نہیں رہ سکتا۔!“

”یہ بھی درست ہے.... اچھا وہ ٹیلے پر پہنچ گئی ہے.... اب تم بھی جاؤ.... ہاں ہم کتنی دور چلے جائیں....؟“

”اتھی دور کہ تمہیں دکھائی نہ دے سکیں.... اس سے بھی فرق پڑے گا۔!“

”اچھا.... اچھا....!“

وہ لوگ تیزی سے پیچھے ہٹتے چلے گئے تھے اور عمران نیلے کی طرف بڑھا تھا۔

تو ہوڑی دیر بعد سفید مادہ اس کی کہانی سن سن کر ہنسنی رہی تھی.... انتہام پر بوی۔ ”جیسا تم کہو۔.... میں اس شدت سے اٹھا عشق کروں گی کوہ پاگل ہو کر مر جائے گا۔!“

”مقصد دراصل یہ نہیں ہے.... تمہیں صرف اس پر نظر رکھنی ہے کہ وہ تمہیں آدمی

ہانے کے سلسلے میں کیا کرتا ہے۔!
“

”اگر میرے ہوش میں سب کچھ ہو تو تم تفصیل سن لو گے!“

”بہر حال! تمہارے سلسلے میں اپنا وعدہ پورا کر رہا ہوں.... اور ہاں ایک بار پھر سن لو... اسے قطعی نہ معلوم ہونے پائے کہ میں انگلش جانتا ہوں!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... کاش تم بھی جلدی سے آدمی بن جاؤ.... میں ہر وقت تمہارے ہی متعلق سوچتی رہتی ہوں کہ تم کیسے ہو گے!“

”جانور بن جانے کے بعد بھی مفر نہیں ہے....!“ وہ آہستہ سے بڑھا یا۔

”میا کہہ رہے ہو....؟“

”کچھ بھی نہیں.... بس حفاظت رہتا....!“

”دُکْلر نہ کرو....!“

”آؤ واپس چلیں....!“

جزل اور محافظوں کے قریب پہنچ کر ان کی راہیں پھر الگ ہو گئیں عمران کو تور کنایا تھا اور ایک محافظ اسے اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

”تم واقعی خوش قسمت ہو جزل....!“ عمران بولا۔

”گگ.... کیا ہوا....؟“

”مقام کی تبدیلی کا کوئی اثر نہیں معلوم ہوتا.... دو گھنٹے بعد سورج وہاں ہو گا....!“ اس نے میلے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”وہی ساعت مناسب ہو گی.... اسے آدمی بنانے کا عمل دو گھنٹے بعد شروع کراؤ.... خواہ ہمکیل میں ایک ہفتے لگ جائے!“

”تجہاں میں کچھ بھی نہیں کر سکتا.... ان دونوں کی موجودگی بھی ضروری ہے!“

”تجہاں تم اسے آدمی نہیں بنائے سکتے....?“

”نہیں میرے دوست....! جانور بنانے کا عمل بے حد آسان ہے تمہیں تدبیر بتادی جائے تو تم بھی کر سکتے ہو.... لیکن آدمی بنانے کے لئے کئی آدمی در کار ہوتے ہیں!“

”یہاں سے کوئی آدمی لے لو....!“

”ہر گز نہیں.... یہ راز ہم تینوں ہی تک محدود ہے.... کوئی چوتھا اس میں شامل نہیں!“

”تو پھر انہیں.... بلوالو....!“

”دو دن سے پہلے وہ یہاں نہیں پہنچ سکتے!“

”اگر دو دن بعد ستاروں کی چال بدل گئی تو....!“

”میں بے لب ہوں میرے دوست....! کچھ نہیں کر سکتا!“

”تمہارا مقدر....!“ عمران نے پر تاسف لہجے میں کہا۔ ”اور پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ ہمارے بلانے پر چلے ہی آئیں اور پھر تم سے متفق بھی ہو جائیں!“

”متفق تو ہونا ہی پڑے گا!“

”ستارے کچھ اور کہہ رہے ہیں....!“

”ستارے، ستارے، ستارے....! جزل بھنا کر بولا۔“ اب چپ بھی ہو جاؤ!“

”عمران خاموش ہو گیا۔“

”ہاں....! کیا کہہ رہے ہیں ستارے....!“ جزل اسے گھورتا ہو بولا۔

”آپ کی خلکی نہیں مول لینا چاہتا.... بہتر یہی ہے کہ آدمی انہیں میں رہ کر مار کھاۓ۔ ورنہ پیش از وقت علم پہلے ہی سے اداہ مر اکر دیتا ہے!“

”ٹھیک کہتے ہو.... اچھی بات ہے.... میں دیکھوں گا....!“

”تم بذاتِ خود دل کے نہ رے نہیں ہو جزل! لیکن ان دونوں میں سے کوئی نہ کوئی یہ چاہتا ہے کہ صرف ایک رہ جائے!“

”میں نے تو یہ کچھ نہیں چاہا....!“

”مجھے یقین ہے.... کاش میں ان دونوں کی تصویریں بھی دیکھ سکتا!“

”یہ دنیا بہت نری جگہ ہے....!“ جزل ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”ہم آٹھ تھے اب صرف نئی رہ گئے ہیں.... میں تمہیں ان کی تصویریں دکھاؤں گا!“

”وہ پانچوں کس طرح مرے....?“

”یہی تو کہہ رہا ہوں کہ ہم دنیا کی بھلاکی کے لئے کام کر رہے تھے لیکن دنیا ہماری دشمن ہو گئی... وہ پانچوں مختلف ممالک کے جا سو سوں کے ہاتھوں مارے گئے!“

”ہو سکتا ہے.... خیر میں دیکھوں گا کہ ستارے کیا کہتے ہیں....!“

”چلو میں تمہیں ان کی تصویریں دکھاؤں!“

”وہ اسے ایش ٹڑے ہائکز میں لا یا تھا.... بڑی عجیب عمارت تھی!“

”یہ توجاد گھر معلوم ہوتا ہے جزل....!“ عمران نے کہا۔

”پھر کبھی....!“ جزل آہتہ سے بولا۔ پھر اس کی طرف مڑ کر چینا۔... ”چلے جاؤ۔ اگر وہ
تباہی کی حاملہ نہ ہوتی تو اسے ابھی مار ڈالتا!“



شکرالیوں میں سے جو کر انفل اور مقلائق بول سکتے تھے چکے چکے عمران کا پیغام غیر شکرالیوں
میں پہنچا رہے تھے.... انہیں سمجھا رہے تھے کہ جوش و خروش سے کام نہیں چلے گا۔ حکمت عملی
کو بروئے کار لایا جائے.... انہیں اپنے لیڈر کے بارے میں بتا رہے تھے جو یہاں کے حاکم کو رام
کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا وہ کسی قدر قابو میں آتے جا رہے تھے۔
دوسری طرف شارق عمران کا دماغ چاٹ رہا تھا.... وہ چاہتا تھا کہ عمران کثہرے کے باہر
بھی اسے اپنے ساتھ رکھے۔

”زیادہ ہاتھ پھیلانے سے کھلی گزر جاتا ہے.... نہیں....!“

”پھر میں ان او گھنے والوں میں بیٹھ کر کیا کروں۔ یہ سب جنت کے خواب دیکھا کرتے ہیں۔!“
”میں دیکھوں گا کہ تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں۔!“

”یہ لوگ تواب ٹھیک ہوتے جا رہے ہیں۔!“

”ٹھیک ہو جانا ہی ان کے حق میں بہتر ہو گا۔!“

”پتا نہیں ان بیچاروں کا کیا حال ہے۔!“

عمران کچھ نہ بولا۔... وہ اسے ان بے چاریوں کے حال سے لا علم ہی رکھنا چاہتا تھا۔ ورنہ وہ
اور زیادہ پاگل ہو جاتا۔... جزل کے دونوں ساتھی بھی آج کسی وقت پہنچنے والے تھے۔ عمران نے
ایک اندر ھی چال چلی تھی۔... نہیں جانتا تھا کہ وہ دونوں کس قسم کے ہوں گے۔ اس دن جزل
نے جھنجلاہٹ میں ان کی تصویریں بھی نہیں دکھائی تھیں۔

اس دوران میں عمران نے سلاخوں سے ہاتھ نکال کر دروازے کے قفل تک پہنچانے کی
مشق بہم پہنچائی تھی۔... صرف شارق ہی اس کی اس مصروفیت سے واقف تھا۔

”ایسا کیوں کرتے ہو چکا۔...؟“ اس نے پوچھا۔

”ضرورت پڑنے پر اسے کھول بھی سکوں گا۔!“

”تمہارے پاس کنجی ہے۔...!“

”نہیں۔...! تار کا کوتی نکلا بھی کافی ہو گا۔!“

”ہاں....! تمہیں تو جادو ہی معلوم ہو گا۔... میں تمہیں جادو دکھاؤں.... ان دونوں
لوگوں کو ان کے کمرے میں دیکھو۔...!“

جزل اسے ایک ایسے کمرے میں لایا جو خواب گاہ معلوم ہوتی تھی۔... ہو سکتا ہے اسی کی
خواب گاہ رہی ہو۔!

عمران نے پہلے ہی محسوس کر لیا تھا کہ یہاں شارٹ سرکٹ ٹیلی ویژن کا انتظام موجود
ہے.... ایک جانب دیوار پر اسکرین بھی نظر آیا تھا۔... کنٹرول بورڈ کے ایک سوچ کو ہاتھ لگاتے
ہی اسکرین زوشن ہو گیا۔... دوسرا بھن دباتے ہی دونوں مادائیں دکھائی دیں۔... سفید مادہ ریکارڈر
موسیقی پر رقص کر رہی تھی اور سنہری مادہ جیج جیج کر اس خوشی کی وجہ پوچھ رہی تھی لیکن وہ صرف
رقص کر رہی تھی اور تھیقہ لگا رہی تھی۔

عمران نے آواز بلند حیرت کا اظہار کر رہا تھا۔

پھر ریکارڈر ختم ہوا تھا۔... رقص تھا اور سنہری مادہ اس کا شانہ جھنجور جھنجور کر پوچھنے لگی
”اس خوشی کی وجہ۔...!“

”مجھے محبت ہو گئی ہے۔...!“ سفید مادہ جھومتی ہوئی بولی۔

”کیوں بکواس کر رہی ہو۔...!“ تمہیں کسی سے محبت نہیں ہو سکتی۔!“

”یقین کرو۔... لیکن میں تمہیں بتاؤں گی نہیں۔... ہو سکتا ہے تم میرا مصلحہ اڑاؤ۔!“

”نہیں میں مصلحہ نہیں اڑاؤں گی۔...!“

”مجھے اس جزل سے محبت ہو گئی ہے جو یہاں کا حاکم ہے۔!“

”اس پدی سے۔...!“ سنہری مادہ ہستے ہستے پیٹ دبا کر دوہری ہو گئی اور جزل نے جلا کر
سوچ آف کر دیا۔... اور سنہری مادہ کو گالیاں دینے لگا۔

”لیکن سفید مادہ۔... سو فیصد مخلص ہے۔...!“ عمران بولا۔

جزل کچھ نہ بولا۔... اسکرین کی طرف پیٹھے موڑ کر کھڑا ہو گیا۔... انداز کسی روٹھے ہوئے
پچ کا ساتھا۔... عمران خوش تھا کہ سفید مادہ بہت اچھی جارہی ہے چلتے چلتے اس نے اسے آگاہ کر دیا
تھا کہ اسٹرے ہاؤز میں شائنڈ شارٹ سرکٹ ٹی وی کا نظام موجود ہے۔

”میرا موڈ تراب ہو گیا ہے۔... اب تم جاؤ۔...!“ جزل نے عمران سے کہا۔

”وہ۔... وہ۔... تصویریں۔...!“

لوگ ادھر ہی آرہے ہیں..... جزل بھی ان میں ہے تم سب قطار باندھ کر کھڑے ہو جاؤ..... پسے ہی میں ”تقطیم دو“ کا نفرہ لگاؤں..... فوجی انداز میں سلامی دینا..... جلدی کرو....!“

شارق جو قریب ہی کھڑا سب کچھ سن رہا تھا اپنے ساتھیوں کی طرف بڑھ گیا... پھر وہ سب بڑی پھرتی سے قطاروں میں کھڑے ہو گئے تھے۔ عمران آنے والوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ تعداد میں پانچ تھے.... دونوں وہی مسلح حافظت تھے جو روزانہ آتے تھے اور تیسرا جزل خود بیسہ دو اجنبی تھے۔ ایک دبلا پتلا اور بہت لمبا تھا.... دوسرا پستہ قد اور بہت موٹا.... شاید یہی دو بڑے تھے۔!

جیسے ہی وہ قریب پہنچے... عمران زور سے چینا...!“ تقطیم دو....!

جانوروں نے فوجی انداز میں سلامی دی تھی آنے والے جہاں تھے، میں رک گئے اور جزل اچھل کر اپنے ساتھیوں سے بولا۔ ”تم نے دیکھا....! میں غلط نہیں کہہ رہا تھا... اس نے انہیں بھی رام کر لیا جو سرکش تھے۔!

دونوں اجنبی مسلحکہ خیز انداز میں عمران کی طرف دیکھے جا رہے تھے۔
”کہیں یہ فریب نہ ہو....!“ موٹے نے کہا۔

”ہاں ہو سکتا ہے....!“ کہا آدمی بولا۔

”سب بکواس ہے.... مجھے اس پر اعتماد ہے....!“

”اعتماد کی وجہ....؟“ موٹے نے سوال کیا۔

”تمہاری پیدائش کی کیا وجہ ہے....!“ جزل بھنا کر بولا۔

”میرے والدین کی بے ہوگی ہے.... میں کیا جاؤں....!“ موٹا بھی بگڑ گیا۔

”اگر میں تمہارا والدین ہوتا تو فوراً تم سے معافی مانگ لیتا....!“ لبے آدمی نے معموم لمحے میں کہا۔

اوھر عمران سوچ رہا تھا کہ تینوں نکلی نہیں ہو سکتے.... کوئی نہ کوئی بے حد چالا کہے....
مگر کون....?

وہ ان تینوں کو غور سے دیکھتا ہا.... آخر جزل کو مخاطب کر کے بولا۔ ”جزل! مخالفتوں سے کہو کہ اپنی بندوقیں نیچی کر لیں.... وروانہ کھلنے پر بھی میرے حکم کے بغیر ان لوگوں میں سے کوئی باہر قدم نہیں نکالے گا۔!

”ضروری نہیں کہ میں تمہارا ہر مشورہ قبول کرلوں....!“ جزل نے جھاٹے ہوئے انداز

”کیا چوریاں بھی کرتے رہے ہوں!“

اس کا کیا جواب دیتا.... صرف غرا کرہ گیا تھا اور شارق ہنسنے لگا تھا۔

”یہاں ابھی تک ان سفید فاموں کی کوئی عورت نہیں دکھائی دی۔“ اس نے کچھ دیر بعد کہا۔

”دکھائی بھی دی تو تم کیا کر لو گے....؟“ عمران نے پوچھا۔

”کچھ نہیں.... بہت سفید ہوتی ہوں گی۔!“

”لیزا گوردو کو تم دیکھ ہی چکے ہو۔!“

”میری سبھ میں نہیں آتا کہ کیا کہنا چاہتا ہوں....!“ شارق جھنجلا کر بولا۔

”بس اب خاموش ہو جاؤ.... ورنہ سر کٹھرے سے لڑاؤں گا۔!“

شارق کھیانی سی بُنی کے ساتھ دسری طرف مڑ گیا.... عمران ان دونوں مخالفتوں کا نظر تھا جو اسے روزانہ جزل کے پاس لے جاتا کرتے تھے۔ عمران کٹھرے کے قریب کھڑا تھا کہ ایک مقلاقی اس کے پیچے آکھڑا ہوا جو شکر لالی بول سکتا تھا۔

”کیا تم ان سور کے بچوں سے مل گئے ہو....؟“ اس نے عمران سے سوال کیا۔

”نہیں بھائی....! میں انہیں دھوکے میں رکھ کر اپنا کام نکالنا چاہتا ہوں۔!“

”ہم کس طرح یقین کر لیں۔!“

”یقین نہ کرنے کی صورت میں میرا کوئی نقصان نہیں ہے۔!“

”آخر انہوں نے ہمیں اس حال کو کیوں پہنچایا ہے یہ بھی تو معلوم ہو۔!“

”دیکھو دوست! یہ پاگلوں کی سرز میں ہے میں نہیں جانتا کہ پاگل کیا سوچتے ہیں۔ صرف یہ دیکھ سکتا ہوں کہ وہ کیا کر رہے ہیں.... ہو سکتا ہے کبھی مقصود بھی معلوم ہو جائے۔!“

”تم پر وہ مردود اتنا ہر بان کیوں ہے۔!“

”میں نے اس سے جھگڑا کرنے کی کوشش نہیں کی....!“

”تم کیا کرنا چاہتے ہو....!“

”جب بھی میرا داؤ چل گیا.... تم سبھوں کے ہاتھوں میں رانقلیں ہوں گی۔ لیکن اس سے

پہلے مجھے یہ معلوم کرتا ہے کہ دوبارہ آدمی بن سکو گے.... یا نہیں۔!“

”تم پر اعتماد کر لینے کوئی چاہتا ہے۔!“

”بس تو پھر وہی کرو جو میں کہتا ہوں.... جوش و خوش کا مظاہرہ بند کر دو.... آہا....!“

عمران تھوڑی دیر خاموش کھڑا رہا تھا۔۔۔ پھر بولا تھا ”آثار اچھے نہیں یہ لیکن میں فوری طور پر وضاحت سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔!

”سوچتے رہو۔۔۔ غور کرتے رہو۔۔۔ یہ بے حد ضروری ہے لیکن میں تمہیں اس تجربہ گاہ میں نہیں لے جاؤں گا جہاں وہ عورت بنائی جائے گی۔!

”بھلائیں دہاں جا کر کیا کروں گا جزل۔۔۔ میں ایسی کوئی احتمال نہیں خواہش ظاہر نہیں کر سکتا۔!“ پھر عمران وہاں سے واپس کر دیا گیا تھا۔۔۔ مزید وقت گذرنے کے ساتھ ہی ساتھ اس کی تشویش بھی بڑھتی جا رہی تھی۔۔۔ خدشہ تھا کہ کہیں تو بل اوس حصہ کی کہانی بھی نہ پہنچ جائے۔ لیزا کے پاگل ہو جانے کی اطلاع تو پہنچ ہی پچھی تھی۔ غالباً ایک جنسی کے تحت روین نے سیدھے سادھے الفاظ میں ”ہیڈ کو اڑڑ“ کو اس کی ذہنی حالت سے متعلق اطلاع دے دی تھی۔ لیکن شائد کسی اور کے سمجھے جانے کی درخواست نہیں کی تھی۔۔۔ ورنہ ذہن حصہ کا حوالہ ضرور ہوتا اور جزل کسی نہ کسی موقع پر اس کا ذکر عمران سے بھی کر دیتا۔۔۔ بہر حال غیر یقینی حالات کی ابتدا ہو پچھی تھی۔ انہی چالوں میں خدشات کے علاوہ اور کیا ہوتا ہے۔ لیکن سوال یہ تھا کہ کیا لیز ایسا ہاں واپس بلوائی جائے گی اس قسم کا کوئی سوال جزل سے نہیں کیا جاسکتا تھا۔

وہ کٹھرے سے لگا کھڑا خیالات میں گم تھا کہ اچانک اسے ڈاکٹر برناڑ دکھائی دیا۔ اس کے ساتھ دو آدمی اور بھی تھے۔ مسلح محافظوں میں سے کوئی بھی ہمراہ نہیں تھا۔ وہ کٹھرے ہی کی طرف آرہے تھے۔ ڈاکٹر برناڑ کے ساتھی بھی اپنی ہی ثابت ہوئے۔۔۔ عمران نے انہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

”تم سب پھر قطاروں میں کھڑے ہو کر انہیں سلامی دو گے۔۔۔؟“ اس نے مز کراپنے ساتھیوں سے کہا۔

”ایسا ہی ہو گا۔۔۔ ان کے قریب پہنچتے ہی عمران نے کاشن دیا تھا اور اس مظاہر سے پر دونوں اپنی تحریر نظر آنے لگے تھے۔

”کمال ہے۔۔۔ ان میں سے ایک بولا۔“ یہ کھیپ تو ترتیب یافتہ معلوم ہوتی ہے۔!

”نہیں! کوئی خاص نہیں۔۔۔!“ دوسرے نے خشک لبجے میں کہا اور ڈاکٹر برناڑ بھڑک اٹھا۔

”نہیں کوئی خاص نہیں کا کیا مطلب۔۔۔؟“ اس نے غرما کر پوچھا۔

”بس یونہی سے ہیں۔۔۔!“

میں جواب دیا۔

”تمہاری مرضی۔۔۔!“ عمران نے بھی لاپرواہی سے کہا۔

”صرف تم باہر آؤ گے۔!

”صرف میں باہر جاؤں گا۔!“ عمران نے مز کر جانوروں کو اطلاع دی اور وہ خاموش رہے۔

معمول کے مطابق احتیاطی تدابیر کے ساتھ دروازہ کھولا گیا تھا اور عمران باہر نکل کیا تھا۔

”اس کا نام کیا ہے۔۔۔؟“ موٹے نے پوچھا۔

”صف شکن۔۔۔!“

”ہو گا۔۔۔ مجھے کیا۔۔۔!“ لمبے آدمی نے لاپرواہی سے کہا اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔

عمران ان تینوں کے پیچھے تھا اور محافظ اس کے پیچھے تھے رخ المیش ٹرے ہاؤز کی طرف تھا۔

عمران سے کسی قسم کی بھی گفتگو نہیں ہو رہی۔ تھی وہ صرف ان کی باتیں سنا چلا جا رہا تھا۔

دفتہ موٹے نے کہا۔ ”اس کی کیا خصانت یہے کہ وہ عورت بننے کے بعد بھی تمہیں تی چاہے جائے گی۔۔۔ اور ہم دونوں کی طرف متوجہ نہیں ہو گی۔!

”تم دونوں گدھے ہو۔۔۔!“ جزل نے سخت لبجے میں کہا۔

”ہاں۔۔۔! یہ ہو سکتا ہے۔۔۔!“ موٹا آدمی ڈھیلے ڈھالے انداز میں بولا۔

”اس جانور کو کیوں ساتھ لے چل رہے ہو۔۔۔!“ لمبے آدمی نے جزل سے سوال کیا۔

”میری مرضی۔۔۔!“

”ٹھیک ہے۔۔۔!“

المیش ٹرے ہاؤز کے ایک بڑے کمرے میں پہنچ کر رکھے تھے اور جزل نے عمران سے کہا تھا۔

”یہ دونوں شکر کی نہیں جانتے تم انکے بارے میں اپنی رائے کا انتہا بے تکلفی سے کر سکتے ہو۔!

”ان کے نام معلوم ہوئے بغیر ان کے ستاروں سے متعلق کچھ بھی نہ معلوم ہو سکے گا یا پھر

بیدائش کے اوقات اور سال معلوم ہونے چاہئیں۔!

”یہ ڈاکٹر برناڑ ہے۔۔۔!“ جزل نے موٹے آدمی کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”اور یہ پروفیسر ریٹ اُماڈنٹ۔۔۔!“

لمبا آدمی اپنا نام سن کر جزل کو گھورنے لگا تھا لیکن ڈاکٹر برناڑ کے چہرے سے کسی جذبے کا

اظہار نہیں ہو رہا تھا۔

کسی گوریلے کی "چیاں میاں" سے زیادہ اہمیت نہ دی جائے گی۔ وہ سوچتا اور عش عش کرتا رہا۔۔۔ چشم تصور نے امریکہ کے کسی بڑے سرمایہ کار کا ڈائینگ روم دیکھا۔۔۔ جہاں ایک شکرالی گوریلا بڑی شانگی سے میز پر کھانا کھا رہا تھا اور مہماں اسے دیکھ کر حیرت کا انہصار کر رہے تھے اور سرمایہ دار فخر یہ لمحے میں کہہ رہا تھا کہ وہ گوریلا ایک صد ہزار ڈالر میں خریدا گیا ہے۔۔۔ ایسا گوریلا جو کسی آدمی کی طرح سیدھا کھڑا ہو کر چل سکتا ہے اور آدمیوں ہی جیسی سوجھ بوجھ بھی رکھتا ہے۔۔۔ ستامل گیا ہے اس کی قیمت تو کم از کم ایک ملین ڈالر ہوئی چاہئے۔

عمران نے جھر جھری سی لی اور اردو میں بڑا لایا۔ "اچھا ہیو۔۔۔ امیں دیکھوں گا تمہیں!۔"

شارق پیچھے کھڑا پوچھ رہا تھا۔ "کیا کہہ رہے تھے چا۔۔۔؟"

"اب نہیں ناچنا اور گانا بھی سکھایا جائے گا!۔" عمران نے کہہ کر مخفی سانس لی۔

"آخر وہ چاہتے کیا ہیں۔۔۔؟"

"زیادہ سے زیادہ تفریح۔۔۔ اور میں نہیں خوش کر دینے کا تھیہ کر پکا ہوں!۔"



کٹھرے کے قریب پھرہ نہیں رہتا تھا۔۔۔ شاکر اس کی ضرورت ہی نہیں تھی گئی تھی اسی بڑے سے قفل پر اعتماد کر لیا گیا تھا جو کٹھرے کے دروازے میں پڑا رہتا تھا اور سب سے زیادہ اچھی بات یہ تھی کہ وہاں کتنے نہیں تھے۔ جنگل کتوں سے الرجک تھا۔ ہو سکتا ہے یہ واقعی کوئی کو مپلکس ہی رہا ہو۔ پہلے عمران نے اس کے بارے میں اندازہ لگایا تھا کہ وہ ذہنی امراض کا مجھ۔۔۔ تھے لیکن ڈاکٹر برناڑی کی گفتگو سننے کے بعد سے بیش اندازوں کا تبلیغ ہو گیا تھا۔

اب وہ تینوں اسے اعلیٰ درجے کے اداکار معلوم ہونے لگے تھے۔ پچھلے دن سے جنگل کی شکل نہیں دکھائی تھی۔ برناڑا اور پروفیسر دیٹ ادا ماڈنٹ بھی جزیرے ہی میں مقیم تھے کبھی بھی نہیں دنوں ایش ہڑے ہاؤز کے باہر چلتے پھرتے دکھائی دے جاتے تھے۔

اسے اس کا بھی علم نہیں تھا کہ سفید مادہ کے سلسلے میں کیا ہو رہا ہے اور آج اس نے تھیہ کر لیا تھا کہ دروازے کا قفل کھول کر رات کے کسی حصے میں باہر نکل جائے گا لیکن اس کی نوبت نہ آسکی تھی۔ یا گیرہ کا عمل رہا ہو گا جب اس نے دو حافظوں کو کٹھرے کے قریب کھڑا پایا۔۔۔ وہ آنکھیں چھاڑ پھاڑ کر جانوروں کی اس بھیڑ میں شاید عمران ہی کو تلاش کر رہے تھے۔ عمران آگے بڑھ کر

"تم چپ رہو۔۔۔!" پہلے نے دوسرے کو گھوڑتے ہوئے کہا اور ڈاکٹر برناڑے سے بولا۔ "نہیں ڈاکٹر! یہ کھپا اچھی ہے!۔"

"اچھا تو پھر کیا قیمت لگاتے ہو۔۔۔!"

"چالیس ہزار ڈالرنی کس۔۔۔!"

"ہر گز نہیں۔۔۔ یہ بہت کم ہے!۔"

عمران کے کان کھڑے ہوئے تھے اس گفتگو پر۔۔۔ لیکن اس نے اپنی ظاہری حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہونے دی تھی۔

"اس سے زیادہ نہیں دے سکتا!۔"

"تو جہنم میں جاؤ۔۔۔!" ڈاکٹر برناڑ پیر ٹھک کر بولا۔ "مجھے علم ہے کہ ان دونوں جانوروں پر تم نے کتنا نفع کیا ہے۔۔۔ تیس ہزار ڈالر کے لے گئے تھے اور امریکہ کی ایک دولت مند خاتون نے انہیں ڈیرہ سو ہزار ڈالر میں تم سے خرید لیا تھا۔ اس طرح دونوں پر تم نے توے ہزار ڈالر منافع کیا تھا۔۔۔!"

دونوں کچھ نہ بولے۔

"ہم بے خبر تو نہیں رہتے۔۔۔!" ڈاکٹر برناڑ نے غصیلے لمحے میں کہا۔

"چالیس ہزار مناسب ہیں ڈاکٹر۔۔۔ ضروری تو نہیں کہ ہر بار ایک ہی طرح کا برس نہ ہو اور پھر ہم اسی ریٹ پر پوری کھیپ کا سودا کر رہے ہیں۔!"

"سامنہ ہزار ڈالرنی کس سے ایک سینٹ کم نہ لون گا!۔"

"اچھی بات ہے۔۔۔ نہیں سوچنے اور مشورہ کرنے دو۔۔۔ ہم ایک بیٹے بعد تمہیں جواب دے سکیں گے!۔"

"چار دن سے زیادہ کا وقت نہیں دے سکتا۔۔۔ ایک پارٹی اور بھی دچکی لے رہی ہے۔!"

"کون ہے۔۔۔؟"

"یہ میں نہیں بتا سکتا۔۔۔!" ڈاکٹر برناڑ نے خنک لمحے میں کہا۔ "تجارتی راز۔۔۔!"

"اچھی بات ہے۔۔۔ چار سی دن سکیں!۔"

وہ وہاں سے پلے گئے تھے اور عمران دونوں ہاتھوں سے سر تھاۓ کھڑا رہا تھا۔

بھلا امریکہ میں شکرالی، کرانی، یا مقلاتی کون سمجھ سکتا۔۔۔ یہ کچھ کہنا چاہیں۔۔۔ تو اسے

چاہتا ہے بقیہ و ختم کر دیے جائیں گے۔!
”وہ کون ہے...؟ اس کی نشان دہی کر دو...!“
”ستارے اتنی وضاحت سے نہیں بتایا کرتے!“
”پھر میں کیا کروں اس عورت کی وجہ سے زندہ رہنا چاہتا ہوں۔!“
”وہ دونوں کب جائیں گے...!“
”کل صبح...! میں چاہتا بھی نہیں ہوں کہ اب وہ یہاں رکیں...!“
”کوئی خاص وجہ...!“
”اس عورت کی وجہ سے میرا مصلحتہ اڑاتے ہیں۔!“
”میا عورت بن جانے کے بعد اس نے تم سے گفتگو کی تھی۔!“
”نہیں...! اس کے بعد سے وہ سورہی ہے.... خود بخود جا گئی... ورنہ ذہنی توازن
بڑھا گا۔!“
”میا ایسا بھی ہوتا ہے....!“
”ہاں...! اس لئے خود بخود ہی جانکا چاہئے.... شہروں میں دکھاتا ہوں.... وہ کسی شہزادی
کی طرح سورہی ہے۔!“
وہ جھومتا ہوا اٹھا اور کنٹروں بورڈ کے قریب جا کھڑا ہوا تھا۔
عمران کی نظر اسکریں پر تھی۔ اس کے روشن ہوتے ہیں ایک پر ہکف بستر نظر آیا۔... جس
پر وہ مخوب تھی.... واقعی خوب صورت تھی.... اور چہرے پر ایسی مخصوصیت طاری تھی جیسے
عالم بالا سے سیدھی وہیں چلی آئی ہو.... کار و بار دنیا میں ملوث ہوئے بغیر....!
”مبادرک ہو جزل....! واقعی چاند کا ٹکڑا ہے.... پتا نہیں دوسرا کی شکل کیسی ہو۔!“
”دوسری سے مجھے کوئی سروکار نہیں.... وہ زیر تحریر ہے۔!
ٹھیک اسی وقت تیز قسم کی گھنٹی کی نواز گوئی تھی.... اور جزل اچھل پڑا تھا.... اس نے
ضھٹکارانہ انداز میں ہاتھ بڑھا کر سوچ آف کر دیا.... اسکریں تاریک ہوتے ہی بولا ”ان ہی دونوں
میں سے کوئی ہو سکتا ہے۔!
”یعنی.... اوہ یہاں آرہا ہے....!“ عمران نے پوچھا۔
”ہاں یہی بات ہے....!“

دروازے کے قریب جا کھڑا ہوا۔ محافظ اسے اشارے کرتے رہے۔ آخر عمران نے لفظ ”جزل“ اور
کیا تھا اور دونوں زور سے سر ہلانے لگے تھے۔ عمران نے اشاروں میں رضا مندی ظاہر کر دی۔
دروازہ کھولا گیا اور وہ باہر نکل گیا۔
وہ اسے ایش ٹرے ہاؤز میں لائے تھے۔ جزل اپنی خواب گاہ میں تھا تھا شراب پی رہا تھا لیکن
نش میں نہیں معلوم ہوتا تھا۔
”آؤ کا ہن اعظم آؤ۔!“ جزل دونوں ہاتھ پھیلا کر بولا۔ پھر اس نے میز کی دوسری جانب
والی کرسی کی طرف اشارہ کیا تھا۔ عمران نے بیٹھتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا۔ جزل چند لمحے اسے
خاموشی سے دیکھتا ہا پھر بولا۔ ”تم بھی بیٹو گے۔!“
”جاںور کو جانور ہی رہنے دو جزل.... آدمی بنانے کی کوشش نہ کرو۔!“
”وہ عورت بن گئی ہے.... لیکن ابھی اس پر گھری نیند طاری ہے۔ دیکھو گے۔!
”دیکھنے کی کیا ضرورت ہے مبارک ہو تمہیں۔!“
”بے حد خوب صورت ہے۔!
”عورت بن جانے کے بعد ایک بار پھر اسے اس میلے پر جانا پڑے گا جزل.... اور میں اس کا
جاائزہ لوں گا۔!
”ان دونوں کے چلے جانے کے بعد....!
”تمہاری مراد اپنے دونوں ساتھیوں سے ہے۔!
”ہاں وہی دونوں.... تمہارے متعلق شکوک و شبہات میں بتلا ہیں۔ انہیں یقین نہیں آتا
کہ تم وہی ہو جو خود کو ظاہر کر رہے ہو۔!
”افسوں کہ یہی حال ان دونوں کا بھی ہے....!“ عمران نے کہا۔
”میں نہیں سمجھا۔!“
”وہ ہرگز نہیں ہیں جو خود کو ظاہر کرتے ہیں.... تم محض اس لئے ان کے ساتھ ہو کہ
تمہیں متعدد ایسی زبانوں پر عبور حاصل ہے جو تحریر میں نہیں آتیں۔!
”تمہارا خیال درست ہے.... مجھ میں اس کے علاوہ اور کوئی خوبی نہیں ہے۔ وہ دونوں بڑے
سانشیت ہیں.... لیکن تمہاری زبان نہیں سمجھ سکتے۔!
”اسی بجوری کی بناء پر تم ان کے ساتھ ہو.... لیکن اب ان میں سے صرف ایک ہی باقی رہتا

”میں دراصل اس کو ایک بار پھر دیکھنا چاہتا ہوں۔!“ اماونٹ نے آہتہ سے رازدارانہ بجھے میں کہا۔

”تمہاری شامت تو نہیں آئی.... آخر تم میری عورت میں دلچسپی کیوں لے رہے ہو۔!“

”مجھے بھی اچھی لگتی ہے....!“ اماونٹ نے اپنے گلاں میں دوبارہ انثیتیت ہوئے کہا۔ اس کی توجہ گلاں اور بوٹی کی طرف تھی.... اچاک جزل نے اچھل کر اس کی کمر پر لات رسید کی اور وہ لڑکھڑا ہوا فرش پر جا پڑا۔ دوبارہ انثیتے میں اس نے خاصی دیر لگائی تھی اور بسو رتا ہوا جزل کو گھوڑے جا رہا تھا۔

”اچھی بات ہے.... میں تمہیں دیکھ لوں گا....!“ اس نے کہا اور پھرتی سے کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تھا اور چپ چاپ باہر نکل گیا تھا۔

”بام چھلی کاچھ.....!“ جزل دانت پیس کر بولا تھا اور اپنے لئے شراب انثیتے لگا تھا۔

عمران خاموش کھڑا رہا۔

”جاو تم بھی دفع ہو جاؤ....!“ جزل اس کی طرف دیکھے بغیر چینا تھا۔ وابسی انہی مخالفوں کے ہمراہ ہوئی تھی اور وہ کثیرے کا دروازہ دوبارہ مقفل کر کے چلے گئے تھے.... شارق جا گتا ہوا ملا..... انٹھ کر تیزی سے عمران کی طرف آیا تھا۔

”آج تا رات گئے....؟“ اس نے حیرت سے کہا۔ ”کیا بات ہے چیا کچھ چھپاویں گا۔!“

”کیوں بکواس کرتا ہے کوئی سرال سے آرہا ہوں کہ کچھ چھپاویں گا۔!“

”بڑھنے اس وقت کیوں بلوایا تھا.....!“

”ستاروں کی باتیں کرنے کے لئے....!“

”کیا تم واقعی کاہن ہو....؟“

”کسی دشمن نے اڑائی ہو گی۔!“

”تو اسے بے دوقوف بدار ہے ہو۔!“

”اپنے کام سے کام رکھو فرزند....!“

”کوئی کام ہی نہیں ہے....!“

”اچھا لاس جاؤ.... سونے کی کوشش کرو....!“

”نیند نہیں آتی چا۔!“

”کیا تم میری موجودگی کی بنا پر کسی قدر خائف نظر آنے لگے ہو۔!“

”خائف نظر آنے لگا ہوں۔!“ اس نے جھلا کر پوچھا۔

”معافی چاہتا ہوں جzel.... لیکن تم اسی طرح اچھل پڑے تھے۔!“

”بکواس ہے....! تم یہیں ظہرو گے.... کہیں نہیں جاسکتے۔!“ اس نے ٹیلی فون کا رسیڈر اٹھاتے ہوئے کہا پھر ماڈھ پیس میں بولا۔ ”آ جاؤ....!“

کچھ دیر بعد خواب گاہ کے دروازے پر بکلی سی دستک ہوئی تھی اور خود جزل نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تھا.... لمبا آدمی ریس اماونٹ اندر داخل ہوا۔ اس نے میز پر رکھی ہوئی شراب کی بو تکوں کو لپچا ہوئی نظروں سے دیکھا تھا۔

”اپنی مدد آپ کرو....!“ جزل نے کہا اور اماونٹ آگے بڑھ کر خالی گلاں میں اپنے لئے انٹھیتے لگا۔

”رات مجھے تھکا دیتی ہے....!“ وہ ایک گھونٹ لے کر بولا تھا۔

”اتر رات گئے آنے کا مقصد....؟“ جزل اسے گھوڑا ہوا بولا۔

”نیند نہیں آرہی تھی.... میں نے سوچا کہ تم اس کے جانے کے انتظار میں خود بھی جاگ رہے ہو گے۔!“

”فرض کرو میں جاگ رہا ہوں پھر....؟“

”تم کچھ بھی کمر ربے ہو.... لیکن خدا کے لئے اس گندے جانور کو یہاں سے نکال دو....!“ اگر اس نے قالین پر میگھیاں کر دیں تو شواری میں پڑو گے۔!

”دو شاخیں نہیں تو اس سڑت میں پر سکتا ہوں کہ تم تین چار پگ پینے کے بعد نو دی تے کرنے پڑیں گے۔!“

”اب میں اتنا لزور بھی نہیں ہوں۔!“

”میں نے کئی بار تمہیں ایسا کرتے دیکھا ہے۔!“

”اس سے قبل میں نے تلے ہوئے چوپے کھائے ہوں گے۔!“

”نراں لی آنکھوں سے قطعی نہیں ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ ان دونوں کی گفتگو سمجھ رہا ہے۔!

”ایسی گھناؤنی باتیں نہ کرو.... کہ میں ہی قالین تباہ کر بیٹھوں....!“ جزل نے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

عمران کچھ نہ بولا۔ شارق اس کے پاس سے ہٹ گیا تھا لیکن عمران نے ساف محسوس کیا تھا کہ وہ اس کا ساتھ چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔

عمران تھوڑی دیر تک دیں کھڑا رہا تھا پھر اس رات قتل کھونے کا رادہ ملتوی کر کے خود بھی اس جگہ پہنچ گیا تھا جہاں اُسے سونا تھا۔

دوسری صبح جلد ہی آنکھ کھل گئی تھی حالانکہ دیر سے سویا تھا۔۔۔ وہ سمجھی جاگ رہے تھے اور اس طرح کٹھرے سے لگے کھڑے تھے جیسے کوئی دلچسپ تماشا دیکھ رہے ہوں۔ عمران بھی آگے بڑھا۔ ایش مرے ہاؤز کے احاطے سے ایک ہیلی کو پر فنا میں بلند ہو رہا تھا۔۔۔ اس نے سوچا شام کو وہ دونوں جارہے ہیں۔۔۔ جزل نے یہی تو کہا تھا کہ وہ دونوں چلتے جائیں گے۔

فضایل ملند ہو کر ہیلی کو پر شام کی طرف پرواز کر گیا تھا۔

”جب تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔۔۔ صرف شکن۔۔۔!“ شہباز اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

”شاید جلد ہی ختم ہو جائے۔!“

”ہم تک آگئے ہیں۔!“

”صبر کرو۔۔۔! میں تمہیں خود کشی کا مشورہ نہیں دوں گا۔۔۔ اُوہ ہٹ جاؤ۔۔۔!“ چیچھے ہٹ جاؤ۔۔۔ وہ دونوں محافظ آرہے۔۔۔ شام کھجھے پھر جانا پڑے گا۔!

شہباز نے دوسروں کو بھی کٹھرے کے پاس سے ہٹ جانے کا اشارہ کیا۔

محافظ بہت جلد ہی میں معلوم ہوتے تھے۔۔۔ تیز رفتاری یہی ظاہر کر رہی تھی اور انہوں نے دور ہی سے عمران کو اشارے کرنا شروع کر دیے تھے۔

واپسی بھی تیز رفتاری ہی سے ہوئی تھی۔۔۔ انہوں نے عمران کو جزل کی خواب گاہ تک پہنچایا تھا۔۔۔ جزل بہت زیادہ مضطرب سامع معلوم ہوتا تھا۔۔۔ عمران کو دیکھتے ہی بولا۔

”وہ بیدار ہو گئی ہے۔۔۔! اور دوسرا ہی اس سے جھگڑا اکر رہی ہے۔!“

”اُسے ہاں سے ہٹا دو جزل۔۔۔ الگ رکھو۔۔۔ بلکہ یہیں اپنے پاس بلوالو۔۔۔!“

”تم نے کہا تھا کہ اس سے پہلے تم اسے میلے پر لے جاؤ گے۔!“

”او۔۔۔ ہاں۔۔۔ یقیناً۔۔۔ یہ سب سے زیادہ ضروری ہے۔!“

”تو پھر جلد ہی کرو۔۔۔ چلو۔۔۔!“

”کیا وہ دونوں چلتے گئے۔۔۔؟“

”گئے۔۔۔ اور پتا نہیں کہ واپس آجائیں۔۔۔ لیز اگر دو کے پواخت پر کچھ گڑ بڑ ہے۔!“

”کیا وہیں گئے ہیں۔۔۔؟“

”کچھ پتا نہیں۔۔۔ مجھے ہر بات کا علم نہیں ہوتا۔!“

”اچھا۔۔۔ تو پھر جلد ہی کرو۔۔۔!“

وہ دونوں باہر نکلے تھے اور جزل نے لڑکی سے متعلق ایک باذی گارڈ کو کچھ ہدایات دی تھیں۔

”تم پہلے ہی پہنچ جاؤ ٹیکے پر۔۔۔!“ جزل بولا۔

”نہیں۔۔۔! پہلے اسے پہنچنا چاہئے۔۔۔ میں بعد میں جاؤ گا۔۔۔ ہاں جزل وہ ایک تمہاری

ہی نسل کا جانور ہمارے ساتھ تھا۔۔۔ وہ کہاں گیا۔۔۔؟“

”وہ دونوں اسے بھی ساتھ لے گئے ہیں۔!“

”کیا آدمی بنا کر۔۔۔؟“

”ہاں۔۔۔! انہوں نے اسے بھی آدمی بنادیا تھا۔!“

عمران ناٹے میں آگیا۔۔۔ حالات غیر یقینی ہو گئے تھے۔۔۔ لیکن شام کے نکول اس بھی تک

اپنے عہد پر قائم ہے۔۔۔ اس نے سوچا۔۔۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ دونوں جانے سے پہلے نہ اس

کا انتظام کرتے۔۔۔ جزل پر چھوڑ کر نہ چلتے۔!

تحوڑی دیر بعد لڑکی آتی دکھائی دی تھی۔۔۔ محافظ اسے ساتھ لے ہوئے اپنی طرف بڑھ

گیا۔۔۔ اس کی واپسی پر عمران کی روائی ہوئی تھی۔۔۔ لڑکی مضطربانہ انداز میں اس کی نیکی نہیں تھی۔

”مبارک ہو سلویا۔۔۔!“ عمران نے قریب پہنچ کر کہا۔

”تم نے جو کچھ کہا تھا کہ دکھایا۔۔۔ اب تم جو کچھ کہو گے کروں گی۔۔۔ خواہ زندگی ہی سے

کیوں نہ ہاتھ دھونے پڑیں۔!“

”اس کی نوبت نہیں آئے گی۔۔۔ بہر حال تمہیں بہت کام کرنا ہے۔۔۔ جزل سے اس

ملارت کے بارے میں سب کچھ معلوم کرنے کی کوشش کرو۔۔۔ اور یہ بھی کہ! لیکن نہیں یہ

تمہارا کام نہیں ہے۔۔۔ آج شراب میں اسے کسی طرح یہ کپسوں دے دو۔۔۔!“

عمران نے زر در گمگ کا ایک کپسوں اس کی ہتھیلی پر رکھ دیا۔

”اس سے کیا ہو گا۔۔۔؟“

”ویکھا جائے گا...!“ شہباز لاپرواہی سے بولا۔
قریب ادو گھنٹے بعد ایک محافظ آتا دکھائی دیا تھا۔ قریب پہنچ کر اس نے عمران کو باہر آنے کا
اشارہ کیا۔ حسیب معمول قفل کھول کر اس نے اسے... باہر نکلا تھا۔ عمران کے ساتھی بدستور
پر سکون رہے۔ البتہ شہباز کی آنکھیں خوف ناک لگ رہی تھیں۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ محافظ
پر حملہ کر پہنچنے کی خواہش کو دبائے رکھنا چاہتا ہے۔

عمران ایش ٹرے ہاؤز پہنچا خود اسی نے ہینڈل گھما کر جزل کی خواب گاہ کا دروازہ کھولا تھا۔
لیکن اب واپس مرنے کی گنجائش نہیں تھی... پچھے مسلح محافظ تھا اور سامنے ڈاکٹر برناڑ اعشاریہ
چارپائیں کاریو اور سنجھا لے کھڑا تھا۔

جزل ایک کرسی سے بندھا ہوا نظر آیا۔ پروفیسر بھی موجود تھا اور تیسرا تھا ایک سفید فام
جنی... سلویا ایک طرف سر جھکائے بیٹھی تھی۔

جزل کے ہاتھ پیر کرسی کے ہتھوں اور پالیوں سے باندھے گئے تھے۔ عمران کو دیکھتے ہی وہ
شکریاں میں پیچنا تھا۔ ان حرام زادوں نے یہاں سے روائی کا ذرا مہم کیا تھا۔ ہار بر سک جا کر پلٹ
آئے۔ نکولس کہتا ہے کہ تم ایک پادری ہو۔ شکریوں میں تبلیغ کرتے تھے۔ انگلش بول سکتے ہو!“
”اور تمہاری محظوظہ کیا کہتی ہے...؟“

”وہ کہتی ہے نکولس جھوٹا ہے.... اس نے تمہیں کبھی انگلش بولتے نہیں سنا!“
”اور یہ دونوں کیا کہتے ہیں...؟“

”ان کا خیال ہے کہ میں نے غداری کی ہے.... میں انہیں ختم کر کے خود حاکم بننا چاہتا
ہوں.... اور میں نے اپنا کوئی خاص آدمی لیزا گوردو کے ٹھکانے پر پہنچا۔ نوبل اوزھمپ...
اس کا نام بتاتے ہیں.... خدا کی قسم میں بالکل بے قصور ہوں۔ میں نے یہ نام آج پہلی بار سنایا ہے
لیکن نکولس کہتا ہے اُس نے اس آدمی کو پہاڑ والی عمارت میں دیکھا تھا۔ اس سے گفتگو بھی کی تھی
اور اس نے اسے بتایا تھا کہ وہ لیزا کی مدد کے لئے ہیڈ کوارٹر سے آیا ہے!“

”ان دونوں کا میرے بارے میں کیا خیال ہے!“

”بس تم سے حقیقت اگلوانا چاہتے ہیں.... اور یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ تم نے ہم سے
کیوں یہ بات چھپائی تھی کہ تم انگلش بھی جانتے ہو!“

عمران نے سر گھما کر دروازے کی طرف دیکھا۔ مسلح محافظ موجود نہیں تھا۔ وہ حسیب

”بے ہوش ہو جائے گا....!“ عمران نے کہا۔ ”اس کے محافظ کو طلب کر کے اس سے کہنا
کہ جزل اس جانور کو طلب کر رہا ہے لیکن دھیان رہے کہ محافظ سے راہداری ہی میں ملوگی...
اسے خواب گاہ میں نہیں داخل ہونے دوگی۔!“

”کیا یہ سب آج ہی کرتا ہے....!“

”بھنی جلدی ممکن ہو.... وقت ضائع کرنے کا موقع نہیں ہے.... ان دونوں نے نکولس کو
آدمی بنایا ہے اور اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔!“

”یہ تو بہت نہ اہوا.... کہیں وہ احسان مندی کے جوش میں سب کچھ اگل ہی نہ ہے۔!“

”اسی لئے جلدی کرنے کو کہہ رہا ہوں!“

”اچھی بات ہے.... لیکن میں تمہیں کب دیکھ سکوں گی۔!“

”ویکھ ہی رہی ہو! ان بالوں کے اتر جانے کے بعد بھی تمہیں درندہ ہی لگوں گا مطمئن رہو۔!“

”مجھے یہیں نہیں آتا.... مجھے تو تمہارا تصور بھی تحفظ کا احساس دلاتا ہے۔!“

”اچھا.... بس اب جاؤ....!“ عمران نے کہا تھا اور واپسی کے لئے مڑ گیا تھا۔ یہی جزل بڑی
بے چیزی سے اس کا منتظر تھا۔

”سب ٹھیک ہے جزل....!“ عمران نے اس کے قریب پہنچ کر کہا۔ ”تم واقعی خوش قسم
ہو۔ لیکن اب ایک پل کے لئے بھی اسے علیحدہ مت رکھنا۔!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!“

عمران وہیں سے ایک محافظ کے ساتھ کھبرے کی طرف روانہ کر دیا گیا تھا۔ نکولس کی کہانی
اس نے شہباز کو بھی سنا دی۔

”تب تو ہم خطرے میں ہیں....!“ شہباز بولا۔

”میرا بھی بھی خیال ہے....!“

”تو پھر اب کیا کیا جائے؟“

”تحوڑی دیر بعد بتا سکوں گا.... ویسے تم میں سے کسی کو خطرہ نہیں ہے۔ صرف میں خطرے
میں ہوں.... اگر نکولس نے کسی انگلش بولنے والے جانور کا ذکر کر دیا۔!“

”تم سے پہلے ہم میری گے میرے بھائی۔!“ شہباز اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

”پھر وہی مر نے کی بات....!“ عمران غریا۔ ”کیا، ہم کچھ چوہے ہیں۔!“

معمول راہداری میں رہ گیا تھا... اور دروازہ بھی بند ہو چکا تھا۔
ریو اور برناڑ کے ہاتھ میں تھا بظاہر اس کا ساتھی ملک نہیں معلوم ہوتا تھا۔ وہ عمران کی
طرف متوجہ بھی نہیں تھا۔ بس سلویا کو گھروے جا رہا تھا۔

نکولس خاموش تھا اور اس کے چہرے پر خجالت کے آثار تھے۔ عمران نے ریو اور پر نظر
جائے ہوئے شکرالی ہی میں کہا۔ ”اس سے کہہ دو جزل کہ میں پادری ہوں.... اور نہ صرف
الگش بلکہ جرم، فرخ اور اطابلوی بھی روائی سے بول سکتا ہوں.... ان کے علاوہ بہتری زبانیں
میری پہنچ سے نہیں بچ سکیں!“

”اب بند کرو بکواس....!“ ڈاکٹر برناڑ دھڑا۔ ”مجھے یقین ہے کہ تم انگریزی بول سکتے ہو۔!
”اور جرم بھی....!“ عمران نے جرم ہی میں کہا۔

”اوہ.... تو.... تو.... جاسوس ہے کسی ملک کا....!
”بے وقوفی کی باتیں نہ کرو ڈاکٹر برناڑ.... ایک ملٹی کے لئے ضروری ہے کہ وہ بہتری
زبانیں جانتا ہو۔!“ عمران نے نرم لمحہ میں کہا۔

”نوبل اڈھپ کون تھا...!
”میں نہیں جانتا.... اور یہ بھی سن لو کہ میں نے اپنے ساتھیوں کو محض اس خیال سے
دباۓ رکھا تھا کہ تم تینوں کو انسانیت کا سبق پڑھانے کی کوشش کروں گا۔ شاید راہ راست پر
آجائو۔!

”لیکن میں تمہیں گولی مار دوں گا۔!“ برناڑ پیر ٹھیک کر دھڑا۔
”اجازت ہے یہ بھی کر کے دیکھ لو۔!
”میری بھی تو سنو....!“ دفعتاً جزل زور سے چینا۔
”ستاؤ....!“ برناڑ اس کی طرف مڑے بغیر غرایا۔ اور ریو اور کی نال عمران ہی کی طرف
سیدھی کئے رکھی۔

”تم میری طرف سے خواہ خواہ شہے میں جاتا ہو گئے ہو....!“ جزل بولا۔
”تم اول درجے کے گدھے ہو....!“ ڈاکٹر برناڑ بولا۔ ”یہ اسی عورت کے ذریعے ہم تینوں
کو ختم کر دیتا۔ کیا اب بھی عقل نہیں آئی.... یہ انگریزی بول سکتا ہے۔ اور یہ عورت اس کی
تربید کرتی رہی ہے.... کیا سمجھتے ہو کہ وہ حق تم سے عشق کرنے لگی تھی.... تم سے عشق

جھینگر کی اولاد!“
ہونہے....

”چر ہوسوں کے بچے....!“ جزل حلق چھاڑ کر چینا۔
ڈاکٹر برناڑ اور اس کے ساتھی نے قہقہہ لگایا۔
پھر ڈاکٹر برناڑ نے غصیلے لمحہ میں کہا۔ ”لیکن میں تمہیں اس سے جدا نہیں کر دوں گا.... وہ
پھر جانور بنائی جائے گی.... اور تم بھی اس کے لئے تیار ہو۔!
”کس کے لئے تیار ہوں....؟“

”جانور بننے کے لئے.... تم دونوں کو ایک کٹھرے میں بند کر دوں گا.... اور گاکھوں کو تم
دونوں کا سر کس دکھایا کروں گا۔!
ایک بار پھر جزل کے منہ سے مغلقات کا طوفان امنہ پڑا اور سلویا خوف زدہ نظروں سے
برناڑ کی طرف دیکھنے لگی۔

”تم خوش فہمی میں جاتا ہو ڈاکٹر برناڑ....!“ عمران نے پر سکون لمحہ میں لہا اور مقابلے کے
لنے پوری طرح تیار ہو گیا۔ کرہ سادھ پروف تھا.... اس نے اطمینان تھا کہ فائزوں کی
آوازیں اندر ہی گونج کر رہے جائیں گی.... اور راہداری والے دونوں مخالفتوں کو خبر تک نہ ہو سکے
گی کہ اندر کیا ہو رہا ہے۔!

”میں خوش فہمی میں کیوں جاتا ہوں احمد پادری۔!
”تم ان دونوں کو جانور نہ بنا سکو گے.... ستارے بھی کہہ رہے ہیں۔!
”ستاروں کی بکواس مجھ سے نہیں چلے گی۔!
”اچھی بات ہے... فائز کرو مجھ پر... میری زندگی میں تو تم انہیں جانور نہیں بنا سکو گے۔!
”اوہ.... جناب عالی....!“ دفتہ نکولس بول پڑا.... کیونکہ اب انگلش ہی میں
ہو رہی تھی۔

”کیا کہنا چاہتے ہو....?
”میں نے انہیں آپ کا دشمن سمجھ کر حقیقت حال سے آگاہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ بتانا چاہتا تھا کہ

آپ کی اس اسکیم کی زد پر ایک مقدس آدمی بھی آگیا ہے۔ لیز اس کی پرواہ بھی نہ کی۔!
”بکواس مت کرو میں عیسائی نہیں ہوں کہ اس کے تقدس کا رعب مجھ پر پڑے گا۔ میں
یہودی ہوں۔!
”

برنارڈ نبیری طرح جیج رہا تھا کیونکہ عمران نے اس کی کنپیاں دبار کھی تھیں اور پھر وہ یک لخت ناموش اور بے حس و حرکت ہو گیا۔

سلویا نے پروفیسر کو اسی کے پستول سے کوکر کھاتا... عمران برنارڈ کو چھوڑ کر ہٹ گیا۔
”لک... کیا مارڈا لالا...؟“ پروفیسر ہکلایا۔

”جزل کو کھوں کر پروفیسر کو جھکڑ دو...!“ عمران بولا۔ اس نے پروفیسر کے سوال کا جواب نہیں دیا تھا... سلویا نے جزل کی رسیاں کھولنی شروع کر دی تھیں اور نکولس پروفیسر کو دبوچے بیٹھا تھا۔

”میں نے پوچھا تھا کیا تم نے اسے مارڈا لالا...؟“ پروفیسر نے پھر عمران سے سوال کیا۔

”نہیں...! جانور بنانے کے لئے زندہ رکھا ہے!“

”تمہاری یہ خواہش پوری نہ ہو سکے گی... اس جھیگر کی اولاد کو نہیں معلوم کہ ہم ادویہ کہاں رکھتے ہیں!“

”تب پھر تم بتاؤ گے...!“

”کوشش کر کے دیکھ لو... ہم دونوں مر سکتے ہیں لیکن بتا نہیں سکتے!“

”اس کے باوجود بھی تم دونوں کو جانور بنانا پڑے گا!“

اس پروفیسر نے قہقہہ لگایا تھا... بلکہ اسی طرح جیسے کسی بچے کی زبانی کوئی بات سن کر محظوظ ہوا ہو۔

جزل اب بالکل ناموش تھا... چپ چاپ اٹھ کھڑا ہوا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا سامنے والی دیوار سے جاگا... سلویا اس کا ہاتھ تھا ہے ہوئے تھی۔ نکولس نے پروفیسر کو اٹھا کر اسی لری پر بٹھا دیا اور عمران اس کے ہاتھ پیر باندھنے لگا۔ اٹکر برناڑا ببھی دروازے کے قریب بے سو حركت پڑا ہوا تھا۔

”کیا یہ بچ ہے سلویا...!“ جزل آہستہ سے بولا۔ ”تم اس کے کہنے سے میری طرف راغب ہوئی تھیں!“

”یہ قطعی جھوٹ ہے... اس نے مجھ سے بکھر بھی نہیں کہا تھا... میں تمہیں چاہتی ہوں!“ وہ اسے بازوؤں میں لیتی ہوئی بولی... اور جزل کسی نفع سے بچے کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ عمران کھڑا پروفیسر کو گھوڑا تراہا... لیکن نکولس بار بار مضطرب باتہ انداز میں بن دش

”اور یہودی بھی کیسا...؟ جرم من یہودی...!“ عمران بولا۔
”خاموش رہو...!“ برنارڈ ہباڑا۔

”آریائی نسل کے جرمون کا انتقام بے چارے شکر ایوں سے کیوں لے رہے ہو...!“
”بکواس بند کرو...!“

”تمہارا ریوال اور خالی ہو جانے سے پہلے میری زبان بند نہیں ہو گی!“
”اچھا تو یہ لے...!“ برنارڈ نے فائز کر دیا... سلویا بہت زور سے چھی تھی۔

عمران اپنی جگہ تبدیل کر چکا تھا اور اس کا داہما تھا اس طرح اٹھا ہوا تھا جیسے کوئی شعبدہ دکھا کر تماشا یوں سے داد طلب کر رہا ہو۔ اس بار برنارڈ نے جلا کر یکے بعد دیگرے دو فائز کئے تھے لیکن نیچے صفر! ستارہ شناس جانور کا بال بھی بیکا نہیں ہوا تھا۔

”جادو گر... جادو گر...!“ جزل قہقہہ مار کر چینا۔

”تم چپ رہو کتیا کے بچے...!“ برنارڈ ہباڑا تھا اور پھر دو فائز جھوٹک مارے تھے۔
”ایک ہی راؤٹ باتی بچا ہے ڈاکٹر برنارڈ...!“ عمران بولا۔ ”اب اسے خود کشی کے لئے باتی رہنے دو۔!“

”شٹ اپ...!“ وہ حلقوں پھاڑ کر چینا... اور آخری راؤٹ بھی داغ دیا۔ سلویا نے عمران کو لڑکڑاتے دیکھا اور جھکڑا ہو دنوں ہاتھوں سے سینہ دبائے بیٹھا چلا گیا تھا۔ سلویا چین مار کر اس کی طرف جھپٹی تھی لیکن برنارڈ نے اسے دھکا دے کر ایک طرف گردیدا۔

”تم نے یہ کیا کیا ڈاکٹر برنارڈ...!“ عمران دوبارہ سیدھا کھڑا ہو تاہم ہوا بولا۔
”تت... تت... تم... لک... کیا...!“ برنارڈ ہکلاتا ہوا پیچے ہٹ گیا۔ ... لے آدمی کا ہاتھ جیب کی طرف گیا تھا کہ دوسری طرف الٹ گیا۔

”نکولس اس کے پستول پر قبضہ کر لو...!“ عمران بولا۔ اور پھر اس نے برنارڈ پر چھلانگ لگائی تھی جو دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

اوھر نہ صرف نکولس بلکہ سلویا بھی پروفیسر پر ٹوٹ پڑی تھی.... نکولس نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لئے اور سلویا نے اس کی جیب سے روپا اور نکال لیا۔
عمران برنارڈ کو گرا کر اس کے سینے پر سوار ہو گیا تھا... جزل کے قہقہے کرے میں گونغ رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس پر بھی کا دورہ پڑ گیا ہو۔

ڈاکٹر کی طرف دیکھنے لگتا تھا۔
بالآخر بولا۔ ”فادر... کہیں یہ ہوش میں نہ آجائے۔“

”آنے دو....! اکھیل ختم ہو پکا ہے....!“ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔
”وہ ٹھیک کہہ رہا ہے....!“ دفتار سلویا بولی۔ ”ہوش میں آنے سے پہلے اس کے ہاتھ پر
باندھ دو....!“

”تم سب پچھتا گے....!“ پروفیسر بولا۔

”ہو سکتا ہے....!“ عمران نے کہا اور برناڑ کی طرف مڑ گیا۔ اب اس کی پشت ان
سمحون کی طرف تھی اس نے اپنے بائیں پہلو سے گھنے بال ہٹائے تھے اور کھال کے نیچے ہاتھ ڈال
کر ایک ذبہ نکلا تھا اور پھر پروفیسر کی طرف مڑا تھا۔ ذبہ اس نے میز پر رکھ دیا اور پروفیسر سے
بولا۔ ”جانتے ہو اس ذبے میں کیا ہے....؟“
”میں نہیں جانتا....!“ پروفیسر غریا۔

”ابھی جان جاؤ گے....!“ اس نے ذبہ کھولتے ہوئے کہا پھر اس نے کچھی رنگ کا ایک ایپل
اس میں سے نکلا اور بولا۔ ”اسے دیکھو...! اسے پچھانتے ہو۔“

پروفیسر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور جزل بھی رو نادھونا چھوڑ کر آگے بڑھ آیا۔

”وہی.... بالکل وہی....!“ واچھل کر بولا۔ ”تمہیں کہاں سے ملا....؟“

”غیر ضروری سوال ہے.... پکھہ دیر پہلے تم نے مجھے جادو گر کہا تھا۔!“

”نہیں....! تم اسے استعمال نہیں کر سکتے....!“ پروفیسر خوف زدہ لبجھ میں چینا۔

”مجھے کون روک سکے گا۔!“

”ایڈون.... ایڈون....! تم غلطی کر رہے ہو.... خدا کے لئے اس روکو....!“ پروفیسر
گھنگھیلیا۔

”جھیٹگر کی اولاد بے بس ہے.... پروفیسر....!“ جزل نے خشک لبجھ میں کہا اور مڑ کر پھر
سلویا کے پاس جا گھڑا ہوا۔

”ایڈون....! یہ تمہیں بھی نہیں بخشنے گا....!“ پروفیسر پھر پیچنا۔

”ند بخشنے.... اب مجھے اس کی بھی پرواہ نہیں ہے.... تم دونوں سالاہا سال سے مجھے بے
وقوف بناتے رہے ہو.... میرے لاکھوں ڈالر خانع کر دیئے۔ میری بعض صلاحیتوں سے فائدہ

اٹھاتے رہے۔ سارے یہودی پوری دنیا کو بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔!“

”کیا تم یہودی نہیں ہو....؟“ گلوس نے پوچھا۔

”ہرگز نہیں....!“

”بس اب قصے کو ختم کرو....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ اور ذبے سے ایک ہائپوڈر مک سرخن
بھی نکال لی۔

”نہیں.... نہیں....!“ پروفیسر خوف زدہ آواز میں چینا۔

”فضول ہے.... جو بات میری زبان سے نکل جاتی ہے ہو کر رہتی ہے.... میں نے کہا تھا
کہ جزل اور سلویا کی بجائے تمہیں دونوں کثیرے میں نظر آؤ گے۔!“

پھر پروفیسر چیختا ہی رہ گیا تھا اور عمران نے وہ سیال اس کے بازو میں انجکٹ کر دیا تھا۔ نکو اس
کی مدد سے برناڑ کو اٹھا کر بستر پر ڈالا اور بے ہوشی ہی کی حالت میں اسکے ساتھ بھی یہی کارروائی
کر دیا تھی۔ پروفیسر چیخ چیخ کر گالیاں بکار ہاتھ لیکن آہستہ اس کی آواز مضمحل ہوتی گئی اور
پھر وہ بھی بے ہوش ہو گیا تھا۔

جزل اس فکر میں پڑا ہوا تھا کہ آخر وہ ایکلڈوس کے ہاتھ کہاں سے گے۔

”ہم اس مرحلے کو سر کر کے یہاں تک پہنچے ہیں جزل....!“ عمران نے کہا۔

”میں نہیں سمجھتا....!“

”ہم نے لیز اگر د کو شکست دی تھی.... اور اپنی مرضی سے یہاں آئے تھے۔ لیزا کے قبضے
میں پچھا ایکلڈ تھے وہ میں نے ہتھیا تھے۔!“

”تو وہ آدمی نوبل اوز ہمپ....!“

”اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا.... اب اس قصے کو ختم کرو.... کیا یہاں کے سارے
آدمی تمہاراہی حکم مانتے ہیں۔!“

”ظاہر اب....! میں کوئی بات یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ میری یہاں کیا جائیت تھی۔
اب محسوس ہوا ہے۔ لیکن یقین کرو کہ یہ جزیرہ میری ملکیت ہے.... میں نے ڈائٹر انٹر اسم کے
دراثا سے خریدا تھا۔“

”اور آٹھ بڑوں میں بھی شامل تھے۔!“

”یقیناً.... تھا.... لیکن صرف تجویزوں کے منہ کھولے رکھنے والا تھا۔ اٹم و نقش دوسروں

کے ہاتھوں میں تھا۔!

”اب کیا رادے ہیں....؟“

”میں کچھ نہیں جانتا.... صرف اتنی سی خواہش ہے کہ جانور بن جانے کے بعد انہیں کٹھرے میں بند دیکھ لوں.... ان پر نہیں لوں.... اس کے بعد تم مجھے گولی بھی مار دو گے تو نجکونہز کروں گا!“

”کیا یہ حقیقت ہے کہ تمہیں اس جگہ کا علم نہیں ہے جہاں یہ دونوں ادویہ رکھتے ہیں!“

”میں نہیں جانتا.... لیکن اتنا بتا سکتا ہوں کہ آدمی بنانے والے سیال کے اینکلپر نیلے رنگ کے ہیں!“

”میں اس کی تصدیق کروں گی....!“ سلویا بولی۔ ”میں اس وقت ہوش ہی میں تھی.... جب انہوں نے نیلے رنگ کے اینکلپر سے سیال سرخ میں بھرا تھا اور میرے سر کے بالوں میں نہایت بدبودار تیل لگایا تھا!“

”ہاں اس تیل کی ماش ان جگہوں کے بالوں پر کی جاتی ہے جنہیں باقی رکھنا مقصود ہوتا ہے!“ جزل بولا۔ ”ورنہ انجکشن کا اثر پورے جسم کے بالوں پر ہوتا ہے۔ اور سول گھنٹے کے اندر اندر حریت انگیز طور پر جسم سے الگ ہو جاتے ہیں!“

”انجکشن لگتے ہی نیند آ جاتی ہے....!“ سلویا بولی۔



عمران اپنے ساتھیوں میں واپس نہیں گیا تھا.... اس کی وجہ جزل کی طرف سے بے اطمینانی تھی۔ لیکن اس نے یہ بات اس پر ظاہر نہیں کی تھی۔ اس کے بر عکس اسے باور کرنے کی کوشش کرتا رہا تھا کہ وہ ڈاکٹر اور پروفیسر کے قریب رہ کر اس انجکشن کی تدریجی اثر اندازی کا جائزہ لینا چاہتا ہے۔ نکولس اور سلویا بھی وہیں تھے۔ اور جزل کو اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا.... اس وقت ایک گوشے میں خاموش بیٹھا کچھ سوچے جا رہا تھا۔ عمران کی ہدایت کے مطابق سلویا بھی اس کے قریب ہی بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے چھرے پر انجھن کے آثار تھے۔ نکولس اور عمران ان سے دور تھے اور دونوں کی نظریں بار بار ڈاکٹر اور پروفیسر کی طرف اٹھ جاتیں۔

پروفیسر کو بھی کرسی سے اٹھا کر بر نارڈ کے قریب ہی بستر پر لٹا دیا گیا تھا اور ان کی نیند ابھی تک نہیں ٹوٹی تھی۔ انجکشن کو دو گھنٹے گزر چکے تھے۔

”فادر....! ایک بات سمجھ میں نہیں آتی!“ نکولس نے آہستہ سے کہا۔ ”اگر یہ یہودی نہیں ہے تو پھر ان لوگوں کی غیر انسانی ایکسوں پر اپناء سر مایا کیوں صرف کر رہا ہے!“

”بسا اوقات آدمیوں کے ستائے ہوئے لوگ شیطان سے بھی ساز باز کر لیتے ہیں۔ اپنے قد اور جنت کی بناء پر وہ احساس کتری کاشکار رہا ہو گا۔ اس حد تک اس کا مذاق اڑایا گیا ہو گا کہ آدمیوں کے لئے وہ درندہ بن گیا۔ ان یہودیوں نے اس کی اسی کمزوری سے فائدہ اٹھایا ہو گا۔ میں اب بھی اس کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔ کسی لمحے بھی اس کا دماغِ الٹ سکتا ہے!“

”وہ نہیں اللہ دے گی....!“ نکولس باہمیں آنکھ دبا کر مسکرا یا۔

ٹھیک اسی وقت جزل اٹھ کر ان کی طرف آیا تھا.... دونوں کھڑے ہو گئے۔

”ان دونوں کا یہاں پڑا رہنا ٹھیک نہیں ہے!“ اس نے کہا۔

”پھر کیا رائے ہے....؟“ عمران نے پوچھا۔

”نکولس نہ تجربہ گاہ کے ایک کٹھرے ہی میں انہیں ڈال دیا جائے!“

”یہاں سے نکال لینے میں دیکھ لئے جانے کا خدشہ ہے!“

”کون دیکھ لے گا....؟ وہاں تک کسی کی بھی پہنچ نہیں ہو سکتی اور پھر تم کیا یہ سمجھتے ہو کہ انہیں تجربہ گاہ تک پہنچانے کے لئے راہداریوں سے گذرنا پڑے گا!“

عمران نے سر کو اثبات میں جبکش دی تھی۔

”ہرگز نہیں....!“

پھر تھوڑی ہی دیر بعد عمارت کا ایک اور راز عمران پر مکشف ہوا تھا۔ عمارت کے فرش کے نیچے سر ٹکوں اور تہہ خانوں کا جال بچھا ہوا تھا اور ان کی تجربہ گاہ بھی زیز میں ہی تھی۔ جزل کی خواب گاہ سے بھی اس تجربہ گاہ تک پہنچنے کے ذرائع موجود تھے۔ ایک ایک کر کے پروفیسر اور ڈاکٹر تجربہ گاہ میں پہنچائے گئے اور انہیں ایک کٹھرے میں ڈال کر دروازہ مقفل کر دیا گیا۔

اس کام کو پنپا کر جزل نے عمران سے کہا۔ ”تم مجھے اچھی طرح سمجھتے ہو اور میں تمہیں سمجھتا ہوں!“

”میں نہیں سمجھا.... تم کیا کہنا چاہتے ہو!“

”میں نہیں ٹھہروں گا.... تمہارے ساتھ....!“ جزل نے کہا۔

”بہت اچھا خیال ہے لیکن اس میں ایک دوسرے کو سمجھنے کی کیا بات ہے!“

”تم میری طرف سے مطمئن نہیں ہو۔!“
 ”میرا خیال ہے کہ سلویا کو تو بیان سے چلا ہی جانا چاہئے۔!“ عمران بات اڑا کر بولا۔
 ”ہاں اسے آرام کرنا چاہئے.... راستہ تو دیکھ ہی پچھلے ہے.... اکیلی بھی جاسکتی ہے۔!“
 ”سلویا نے بے پوچن و چرا عمران کے مشورے پر عمل کیا تھا۔ اس زیرِ میں تجربہ گاہ میں
 گھسن کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ ایکر کنڈی شنڈی تھی اور روشنی کا بھی معمول انتظام تھا۔... دو پہر کا کھانا
 جزل کی خواب گاہ میں کھایا گیا۔... اس کے بعد وہ تینوں پھر تجربہ گاہ میں چلے گئے تھے۔
 قریبادس بیچے شب کو پروفیسر اور ڈاکٹر کے جسموں میں ایٹھن شروع ہوئی اور وہ جانوروں
 کی طرح پیچنے لگے تھے یہ کیفیت تین گھنٹے تک رہی تھی اور وہ پوری طرح ہوش میں نہیں معلوم
 ہوتے تھے۔

صحح ہوتے ہوئے انہوں نے اپنے کپڑے اتار پھیکے۔ بڑے بالوں والے بن مانوں میں
 تبدیل ہو چکے تھے.... جزل کی تجویز کے مطابق وہ ان دونوں کے سامنے نہیں آئے تھے۔ اس کا
 خیال تھا کہ جب وہ ہوش کی باتیں کرنے لگیں تو چاکٹ ان کے سامنے آیا جائے۔ عمران اس سے
 متفق ہو گیا تھا۔ یہ تینوں ایک بڑے ریک کی اوٹ سے ان کا جائزہ لیتے رہے تھے۔
 ”یہ کیوں کر رہا۔...؟“ دفتار انہوں نے ڈاکٹر برناڑی کی دہاز سنی۔
 ”اکی جانور نے ہمیں اس حال کو پہنچایا ہے۔...!“ پروفیسر کی آواز آئی۔
 ”بکواس مت کرو۔... یہ ناممکن ہے۔... اسے سیرم کہاں سے ملا۔ ایڈون بھی نہیں جانتا کہ
 اسکے پلک کہاں رکھے ہوئے ہیں۔!“

”اس بحث کو چھوڑو برناڑی۔... تصور کرو کہ اب کیا ہو گا۔!“
 ”میں سب کو فنا کر دوں گا۔...!“ وہ ذوزور سے چیخ۔
 ”دماغ ٹھنڈا رکھو۔...! ہمیں کوئی مات نہیں دے سکتا۔!“
 ”یاد کرو۔...! تنتی بار میں نے کہا تھا کہ ایڈون پر اعتماد نہ کرو۔... ذہنی طور غیر متوافق ہے
 لیکن تم اپنی نفیات آزمائے بیٹھے گئے تھے۔!
 ”کیا مطلب۔...؟“
 ”کیا تمہیں نے نہیں کہا تھا کہ اگر ہم بھی اس کی طرح نکلی ہو جائیں تو اسے قابو میں رکھ لکیں
 گے۔... وہ ہمیں الگ کر کے کچھ نہ سوچے گا۔!“

”جہنم میں جائے اب اسے مرنا پڑے گا۔!“
 ”زمیں پر آ جاؤ پیارے برناڑ۔...!“ پروفیسر بولا۔ ”اگر اس نے ہمیں بھی شکرالیوں کے
 کٹھے میں پکنچا دیا تو ہم کہاں ہوں گے۔!“
 برناڑ اچاک خاموش ہو گیا اور پھر یہ تینوں بھی کٹھے کے قریب آکھڑے ہوئے تھے۔
 ”میں نے جزل سے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔...!“ عمران نے پر سکون لجھ میں کہا۔ ”اور اب
 مجھے وہ وعدہ پورا کرتا ہے جو میں لیزا گوردو سے کر آیا ہوں۔!“
 ”اس کو اس کا مطلب۔...؟“ برناڑ غریباً۔
 ”لیزا کا بینا کہاں ہے برناڑ۔...؟“
 ”میں نہیں جانتا۔... میں کیا جانوں۔...!“
 ”تم نے اسے بھی جانور بنادیا تھا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ تم اسے میرے حوالے کر دو۔...
 ورنہ صرف تمہیں اپنے ساتھیوں کے حوالے کر دوں گا۔“ پروفیسر تم سے زیادہ سمجھدار آدمی ہے۔!
 ”میں بتاتا ہوں۔... وہ کہاں ہے۔...!“ پروفیسر جلدی سے بولا اور برناڑ نے اچھل کر اس
 کامنہ دبادبلے۔
 ”خیر۔... خیر۔...! تم خوش فلیاں کرتے رہو۔... جلد ہی ہوش آجائے گا۔!“ عمران سر ہلا
 کر بولا۔
 ”میں بھی جانتا ہوں وہ لڑکا کہاں ہے۔...!“ جزل بولا۔
 ”کتنے۔... ذلیل۔...!“ برناڑ دہاز۔
 ”اب تم کو اس کے جاؤ۔... مجھ پر ذرہ برابر اثر نہیں ہو گا۔!“ جزل خشک لجھ میں بولا۔
 ”جو حشر ہمارا ہو گا تو بھی اس سے نہیں بچ سکے گا۔!“ برناڑ نے اسے گھونسہ دکھا کر کہا۔
 ”وہم ہے تمہارا پیارے برناڑ۔...!“ عمران نے کہا۔ ”جزل ایڈون ٹرند اون لیز ہاست
 بدستور اس جزیرے کا مالک رہے گا۔... تاکہ میں کبھی کبک پر بیان آسکوں۔!
 ”ہمارا کیا ہو گا۔...؟“ پروفیسر نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔
 ”اگر تم نے ان جانوروں کو اصلی حالت پر لانے والا سیرم میرے حوالے نہ کیا تو تمہاری
 گردنوں میں رسی ہو گی اور ایتھر کے بچے تمہارے پیچے تالیاں بجاتے پھر میں گے۔!
 ”جانور بنانے والا سیرم تمہیں کہاں سے ملا۔...؟“ برناڑ نے پوچھا۔

”لیز اگر دو سے.... اس کی تحویل میں چھ ایکلوں تھے.... وہ تم پر آزمائے گئے اور چار ضائع کردیے میں نے.... کیونکہ اس کے بعد ان کا کوئی مصرف نہیں تھا!“
”اوہ.... تو اس سور کی بچپنے غداری کی!“

”نہیں.... میری ساینس نے اسے بچ بولنے پر مجبور کر دیا تھا اور تم بھی مجبور ہو جاؤ گے.... میں دراصل اپنا ایک انجشن ضائع نہیں کرتا چاہتا.... ورنہ تم بھی سب کچھ اگلے دو گے.... آج جزل چلیں اطمینان کا کام ہے!“

”وہ دونوں چیختے ہی رہے گے تھے لیکن کسی نے مڑ کر ان کی طرف دیکھا تک نہیں۔ جزل کی خواب گاہ میں پہنچ کر گلوس نے اس سے لیزا کے بیٹے کے بارے میں استفسار کیا تھا اسے یہ کہانی نہیں معلوم تھی۔ اور شاند جزل بھی تادا قف ہی تھا۔

”میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ لیزا ہی کا بیٹا ہے.... مغربی ساحل کے دیرانے میں اسے چھوڑ دیا گیا ہے!“ جزل نے کہا۔ ”برنارڈ اسے جانور کے ساتھ ساتھ درندہ بھی بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔ کہتا تھا اسے قتل کرنے کی مشق کرائی جائے گی!“ پھر وہ عمران کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”کسی نوبل اور ڈھپ کے بارے میں رو بن نای ریڈ یو آپریٹر نے اطلاع دی تھی اور اس کا پیغام ان دونوں کی موجودگی میں آیا تھا لیکن لیز اکا وہ پیغام جو کل صبح کوڈورڈ میں آیا تھا وہ میں نے ان دونوں سے چھپا لیا تھا کہ اس میں تمہاری کہانی تھی اور ڈھپ کا تذکرہ بھی تھا!“

جزل کے بیان کے مطابق کہانی من و عن وہی تھی جو انگلش بولنے والے جانور کے ہاتھوں اس پر گزدی تھی۔

”تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ پوری طرح ہوش میں آگئی ہے!“ عمران نے کہا۔

”ہاں.... پوری طرح.... اگر تمہارے پاس کوئی ایسی چیز موجود ہے جو ان دونوں کو بچ بولنے پر مجبور کر سکے تو پھر اب دیرنہ کرو!“ جزل نے کہا۔

”میں ان سے اگلوں گاکر انہوں نے سیرم کا ذخیرہ کہاں رکھا ہے لیکن اب تم مجھے اس حرکت کا اصل مقصد بتاو!....!“

”وہی پرانی کہانی ہے.... آریائی نسل کے جرمون سے یہودیوں کے انتقام کی کہانی.... یورپ اور دونوں امریکی براعظموں کے لئے ماوس زبانیں بولنے والے لوگ اس لئے جانور بنائے جا رہے تھے کہ انہیں فروخت کر کے بہت بڑا فنڈ قائم کیا جائے اور پھر اس فنڈ کو جرمون کے

جانور بنانے پر صرف کیا جائے اور پھر وہ جانور جرمی ہی کو واپس کر دیئے جائیں۔ یا جرمی ہی میں ہمارے احتجت اعلیٰ پیمانے پر کام کریں لوگوں کو پکڑیں اور انجشن دے کر چھوڑ دیں اور جرم من سائنس وان بے بھی سے ہاتھ پاؤں مار کر رہ جائیں.... ان کی زندگی اجریں ہو جائے۔ بہترے تو اسی خوف سے مر جائیں کہ کہیں بھی پستان پر بھی نہ پڑ جائے خوف وہ رہاں پھیل جائے پورے جرمی میں!“

”قطیع احتفانہ اسکیم تھی.... وہ لوگ جوان جانوروں کو یہاں سے خرید کر لے جاتے کیا وہ جرمی میں اس وبا کے چھلے پر تم لوگوں کی نشان دہی نہ کر دیتے!“ عمران نے کہا۔

”قطیع نہیں....! یہاں سے انہیں خرید کر لے جانے والے بھی یہودی ہی ہیں۔ برnarڈ انہیں قابو میں کر لیتا.... اس نے یقین دہانی کی تھی!“

”خیر.... اب یہ کہانی اس سے آگے نہیں بڑھے گی.... اور میں نے تم سے متعلق جو کچھ بھی کہا ہے اس میں بھی فرق نہیں پڑے گا۔“ عمران نے کہا۔



عمران اچھی طرح جانتا تھا کہ جب وہ پہلا دالی عمارت میں قیدیوں کی حیثیت سے داخل ہوں گے تو ان کے تھیلے ان کے پاس نہ رہنے دیے جائیں گے۔ اس لئے اس نے اپنی کھال اتار کر اس کی اندر ورنی تھہ میں کچھ تبدیلیاں کی تھیں تاکہ ضرورت کی چیزیں اپنے پاس ہی رکھ سکے.... اور وہ محفوظ بھی رہیں.... اس طرح وہ برnarڈ کو نہ صرف جانور بنانے بلکہ اس سے سب کچھ اگلوں لینے میں کامیاب ہو سکتا تھا۔ برnarڈ اور پروفیسر نے قوت ارادی سلب کر لینے والے انجشن کے زیر اثر اس جگہ کی نشان دہی کر دی تھی جہاں وہ ادویات کا ذخیرہ کرتے تھے۔

پھر جانوروں کو دوبارہ آدمی بنانے کا کام شروع کر دیا گیا تھا.... لیز اکا بینا بھی ملاش کر لیا گیا تھا.... جس کی عمر بارہ تیرہ سال سے زیادہ نہیں تھی۔

شارق اور عمران بدستور بکروں کی کھالوں میں نظر آتے رہے۔ سلویانے انہیں ایک جگہ گھیر لیا۔ ”آخر تم دونوں اس تجربے سے کب گزر دے گے....؟“ وہ سوال کر بیٹھی۔

”ہم ایسے ہی ٹھیک ہیں....!“ عمران نے جواب دیا۔
”کیا مطلب....؟“

”ہم دونوں نے فیصلہ کیا ہے کہ جانور ہی رہیں گے..... تم مار تھا سے میں یا نہیں۔“
 ”ملی تھی..... وہ بھی خاصی خوب صورت ہے لیکن بہت اداس نظر آتی ہے۔ لیکن میں تم لوگوں کی اس پالیسی سے متفق نہیں ہوں۔!
 ”کس پالیسی سے....؟“
 ”آخر سے بتاتے کیوں نہیں کہ اس کا محبوب کون تھا..... وہ خود آدمی بن جانے کے بعد اس سے کیوں نہیں ملا....!“
 ”ہم بڑی دشواریوں میں پڑ گئے ہیں....!“ عمران دردناک لمحہ میں بولا۔ ”شکرالی کسی غیر شکرالی عورت سے شادی نہیں کر سکتا۔ لیکن وہ بہر حال طربدار کے پچے کی ماں بنے گی.... الہذا یہ بھی ممکن نہیں کہ کوئی شکرالی اپنے پچے سے دست بردار ہو جائے۔!
 ”میں بتاتی ہوں ایک تجویز....!“ وہ غصیلے لمحہ میں بولی۔
 ”اوہو.... ضرور بتاؤ....!“

”طربدار اور مار تھا کو ایک ساتھ کھڑا کر کے گولی مار دو....!“
 ”تمہاری اس تجویز پر غور کیا جائے گا... لیکن تم نے اپنے بارے میں کیا سوچا ہے۔!
 ”میں جزل کو نہیں چھوڑ سکتی۔!
 ”ارے....! کیا سنجیدگی سے کہہ رہی ہو....؟“
 ”ہاں....!“ وہ خلا میں گھورتی ہوئی بولی۔ ”میں تمہارے کہنے سے اسے یو قوف بنانا چاہتی تھی لیکن جب سے وہ میرے بازوؤں میں بچوٹ پھوٹ کر رویا ہے میں خود پر لعنت بھیج رہی ہوں۔ تم اسے صرف ہدر دی ہی سمجھ لو.... بہر حال.... میں خود میں اس کا دل توڑنے کی جرأت نہیں کر پاتی۔!
 ”میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”اس لئے فیصلہ کر لیا ہے کہ بقیہ زندگی جانور ہی بنے رہ کر گزار دوں گا۔!
 ”میں تمہیں دیکھنا چاہتی ہوں صرف شکن....! جلدی سے آدمی بن جاؤ۔!
 ”تمہاری یہ خواہش کبھی تپوری ہو سکے گی۔!
 ”شارق سر جھکائے کھڑا تھا.... سلویا کی طرف ایک بار بھی نہیں دیکھا تھا۔ جب وہ آگے بڑھ گئی تو عمران نے کہا۔ ”اب آنکھیں کھول دو، رنہ آشوب چشم میں بتلا ہو جاؤ گے۔!

”میں پا گل ہو جاؤں گا چچا.... یہ عورت مجھے بہت اچھی لگتی ہے۔!
 ”میرا خیال ہے کہ اگر دو عورتیں اچھی لگنے لگیں تو تم مرہی جاؤ گے۔!
 ”مگر طربدار والی کا کیا ہو گا۔!“ وہ اس کی بات اڑا کر بولا۔
 ”یہ تمہارے اپنے سماں میں تم لوگ جاؤ.... میں دغل اندازی نہیں کروں گا۔!
 ”طربدار اس سے ملتا چاہتا ہے لیکن سردار شہزاد کا حکم نہیں ہے۔!
 ”میں نے کہا تھا کہ مجھے اس معاملے سے کوئی سروکار نہیں... الہذا خاموش رہو۔!
 بات ختم ہو گئی تھی.... اور وہ تجریب گاہ کے اس حصے میں پہنچتے تھے جہاں ذائقہ بردار اور پروفیسر کا کٹھرا تھا.... دونوں اب بھی عمران کے دیے ہوئے انگلشنوں کے زیر اثر تھے۔
 ان دونوں کو دیکھ کر وہ ذری کے آوازیں لکھ لے گا۔
 ”ڈاکٹر بردار اور پروفیسر....!“ عمران نے کہا۔ ”تمہیں ہمارے ساتھ سفر کرتا ہے۔!
 ”ضرور.... ضرور....!“ دونوں بیک وقت بولے۔
 ”تم دونوں میرے ادکامات کے پابند ہو....!
 ”ہاں ہم ہیں....!“ جواب ملا۔
 تین دن کے اندر اندر سارے شکرالی، مقلاتی اور کراگانی آدمی بنا کے جا چکے تھے اور وہ سمجھی چاہتے تھے کہ ان کا محسن بھی آدمی بن جائے۔
 ”اے بھی اس کا دقت نہیں آیا....!“ عمران نے اپنی مطلع کیا۔
 ”ہم دونوں آدمی بننای نہیں چاہتے....!“ شارق بولا۔
 ”ایش ٹرے باؤس میں جو کچھ ہو رہا تھا اس کا علم حفاظنوں یا یہاں کے دوسرے مندے کو سیکھ تھا۔ نکولس، سلویا اور جزل نے مل کر اس کام کو پیٹھا تھا۔ اسی دوران میں وہ دونوں آدمی بھی جزیرے میں پہنچ گئے تھے جنہوں نے جانوروں کے سودے کے لئے بردار سے چار دن کی مہلت مانگی تھی۔ عمران کے مشورے پر جزل نے ان سے کہہ دیا کہ فی الحال بعض دشواریوں کی بنا پر ان جانوروں کو فروخت نہیں کیا جاسکتا.... اور انہی دشواریوں پر قابوپانے کے لئے جانوروں کو کسی دوسرا جگہ منتقل کر دیا گیا ہے.... انہوں نے بردار سے ملے کی خواہش ظاہر کی تھی۔
 ”وہ دونوں ہی تو جانوروں کو کہیں لے گئے ہیں.... جزیرے میں نہیں ہیں۔!“ جزل کا جواب تھا۔

راہداری ہی میں ان کا سامنا ہوا تھا اور وہ یک لخت رک گئی تھی۔ بچے پر نظر جم کر رہ گئی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے اسے اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہ آ رہا ہو۔

دفعتہ عمران نے کہا۔ ”میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا گوردو.... یہ تمہارا جو نی ہے!“

اس نے چونکہ عمران کی طرف دیکھا تھا اور پھر جھپٹ کر بچے کو چھٹالیا تھا۔ پھر اس کے حلقوں سے ایسی آوازیں نکلنے لگیں تھیں جیسے ہسٹریا کا دورہ پڑ گیا ہو۔

”مادام.... مادام....!“ گولس نے آگے بڑھ کر اسے سنبھالنے کی کوشش کی تھی۔ اتنے میں وہاں خاصی بھیڑ آئھا ہو گئی۔

شارق پوری طرح ہوشیار تھا اس کی تمام توجہ ان دونوں جانوروں کی طرف تھی جو ان کے ساتھ تھے۔ لیز اجلدی ہی ستحجہ لگی۔

”فادر....! میں منکور ہوں.... شاکنہ ہیڈ کو اوارث رباہ ہو گیا ہے.... اب جو سزا چاہو دے لو!“ اس نے عمران سے کہا۔

”ہیڈ کو اوارث کو میں تمہارے پاس لے آیا ہوں۔!“ عمران دونوں جانوروں کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

”یہ.... یہ.... کون ہیں....؟“

”تم دونوں بتاؤ کہ تم کون ہو....!“

”میں ڈاکٹر برناڑ ہوں۔!“

”نہیں....!“ لیز اچھل پڑی۔ وہ اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھے جا رہی تھی۔

”یہ کیسے ہو افادہ....؟“

”لبی کہانی ہے.... جو جانور بنائے گئے تھے آدمی بن گئے ہیں.... ادھر ہی بے گذر کر شکر ازال جائیں گے۔!“

”میں ان کا استقبال کروں گی.... ان سے معافی مانگوں گی.... لیکن قادر تم ابھی تک....!“

”میں جانور ہی رہنا چاہتا ہوں.... اور یہ دونوں.... انہیں میں ان آدمیوں اور تم پر چھوڑتا ہوں جو جانور بنائیے گئے تھے!“

”میں ان کے جسموں سے ریشریشہ الگ کر دوں گی.... لیکن تم اکھاں ہے....؟“

”تیسرے کاملانگ بھی میں نے اپنے ذمے لیا تھا.... سب ٹھیک ہے!“

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ عمران انہیں بھی گھر تاکیوں کو وہ اس سے پہلے کچھ جانوروں کا بزرگ نہ کرچے تھے لیکن بھروسے مصلحتوں کے پیش نظر محض اس پر اکتفاء کی تھی کہ جزل سے ان کے نام اور پتے معلوم کر لیتا۔... ویسے بھی اب ان جانوروں کی وائدگاری میں الاقوای مسئلہ بن چکی تھی۔ ادھر جانور بنانے والے سیال کی باقی ماندہ مقدار عمران نے ضائع کر دی تھی اور وہ سیرم محفوظ کر لیا تھا جس کے انجکٹ کرنے سے جانور اپنی اصلی حالت میں لوٹ آتے تھے۔

اس جزیرے سے واپسی کا مسئلہ ابھی باقی تھا۔

”تم لوگ جس طرح لائے گئے تھے اسی طرح واپس بھی جاسکو گے....!“ جزل بولا۔

”زور در گیتان والی چوکی پر کوئی دشواری تو پیش نہیں آئے گی....؟“ عمران نے سوال کیا۔

”نہیں.... اس انقلاب کی اطلاع تنظیم کے دوسرا کارکنوں کو نہیں ہے حتیٰ کہ اس جزیرے میں بھی کوئی نہیں جانتا کہ زیرزمین تجربہ گاہ میں کیا ہوا ہے۔ اور پھر اس تنظیم کا ہر فرد صرف اپنے کام سے کام رکھتا ہے اگر سارے جانور دوبارہ آدمی بن کر جزیرے سے رخصت ہو رہے ہیں تو اس کی ذمہ داری صرف تین پر ہو گی۔ کوئی بھی اس کا جواز طلب کرنیکا مجاز نہیں!“

”تب تو یہ بے حد آسان کام ہو گا!“

”ریگستانی چوکی کے انچارج کو ہدایت کی جائے گی کہ وہ تم سمجھوں کو پہاڑ والی عمارت تک پہنچا دے اور پھر وہاں سے تو تم انپاراستہ جانتے ہی ہو....!“

پھر عمران نے اسے بتایا تھا کہ وہ کس طرح پہاڑ والی عمارت تک پہنچنا چاہتا ہے۔



لیز اگوردو کی ذہنی حالت اعتدال پر آگئی تھی۔ لیکن جسمانی نقاہت کی بنا پر زیادہ تر اپنی خواب گاہ ہی میں پڑی رہتی تھی۔ اس وقت بھی وہ آرام کر رہی تھی۔ دفعتہ کسی نے دروازے پر دستک دی اور لیز اسے اٹھے بغیر اوپنی آواز میں اندر آنے کو کہا۔

سرینا اندر آئی تھی اور جلدی جلدی کہنے لگی تھی۔ ”بھلی کوپڑ سے چار جانور واپس آئے ہیں اور ان کے ساتھ گولس اور ایک بچہ بھی ہے۔ گولس پھر گولس بن گیا ہے مادام....!“

”بچہ بھی ہے....!“ کہتی ہوئی لیز اٹھ پڑھی۔

”ہاں مادام....! سفید فام ہے.... زیادہ سے زیادہ بارہ سال کا ہو گا!“

”چلو کہاں ہیں....!“ وہ دروازے کی طرف جھپٹی۔

تحوڑی دیر بعد شارق اور نکولس ان دونوں جانوروں کی تلاش میں روانہ ہوئے تھے جو
گلتر مگ کے غاروں میں رہ گئے تھے۔

انہیں پہاڑ والی عمارت کی تجربہ گاہی میں آدمی بنانے کی تھبیری تھی۔

تیر سے پہر تک وہ گیارہ شکرالی بھی پہنچ گئے تھے جنہیں عمران پیچھے چھوڑ آیا تھا۔

اس دوران میں یہ اس کی زبانی پوری داستان بھی سن پہنچی تھی لیکن خود اسے پادری ہی
سمحتی رہی۔ اس سلسلے میں وہ اسے تاریکی ہی میں رکھنا چاہتا تھا۔

عمران نے شارق اور نکولس کو ہدایت کر دی تھی کہ وہ ان دس فیلڈ ورکرز کو بھی تلاش
کر کے ساتھ ہی لیتے آئیں جو جنگل میں چھپے ہوئے تھے۔

ڈاکٹر برناڑا اور پروفیسر کے لئے یہ اور شہباز نے ہبھی فیصلہ دیا تھا کہ انہیں دوبارہ آدمی بنانے
کو لیا بارداری جائے۔

شام تک شارق اور نکولس دس فیلڈ ورکرز اور گلتر مگ کے غار والے دونوں جانوروں
سمیت عمارت میں پہنچ گئے تھے۔

دوسرے دن یہ اسکی نگرانی میں چاروں جانوروں کو آدمی بنانے جانے کا عمل جاری تھا۔
اور دوسری طرف عمران عمارت کے سارے عملے کوہاں میں اکٹھا کئے کہہ رہا تھا۔

”ہم شکرالی تم سخنوں کی جان بخشی کرتے ہیں.... دو دن بعد تمہیں اتنا بول والے تحقیقی
ادارے تک پہنچانے کا کام شروع ہو جائے گا اس کے بعد تمہیں اختیار ہو گا جدھر سینگ سماں میں
نکل جاؤ!“

”ہم تمہیں دیکھنا چاہتے ہیں فادر....!“ کمی آوازیں آئیں۔

”میں آدمی نہیں بن سکتا.... کیونکہ مجھے جانوروں کو ایک خوش خبری سنائی ہے.... میں
انہیں اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ وہ آدمی سے افضل میں کیونکہ وہ صرف پیٹ بھرنے لی ہد تک
جانور ہیں۔ لیکن آدمی ہر جذبے کی تکمین کے لئے جانور بن جاتا ہے۔“
کوئی کچھ نہ بولا۔

عمران کہتا ہے.... ”یہ اور سردار شہباز کے فیصلے کے مطابق ڈاکٹر برناڑا اور پروفیسر کو گولی
مار دی جائے گی!“

حاضرین نے تالیاں بجائی تھیں اور نفرے لگائے تھے۔

برناڑا اور پروفیسر نے آدمی بننے کے بعد بہت ہاتھ پیر مارے تھے کہ ان کی گلو گلاصی
ہو جائے۔ یہ اسکی خوشامدیں کیں.... عمران کے آگے گھکھیاۓ تھے لیکن شکرالیوں نے انہیں
ایک ستون سے باندھ کر راٹھلوں کی بازاری تھی۔ اور ان کے جسم چھلنی ہو گئے تھے۔
اس کے بعد اس عمارت کا مسئلہ چھڑ گیا تھا۔

شہباز نے کہا۔ ”اس عمارت پر ہمارا بقصہ ہو گا!“
”تم اسے قبضے میں نہیں رکھ سکو گے....!“ عمران بولا۔
”کیوں نہ رکھ سکیں گے....!“

”تم لوگ اتنے باصلاحیت نہیں ہو.... اگر کسی ترقی یافتہ ملک کو اس کا سراغ مل گیا تو یہ پھر
تم لوگوں کے لئے مصیبت بنے گی.... لہذا سے تباہ کر دینا ہی بہتر ہو گا!“

”بھلاسے کس طرح تباہ کیا جائے گا....؟“

”یہاں کے عملے کے انخلاء کے بعد تباہ ہو جائے گی!“
”خود خود....!“ شہباز کے لبھے میں حیرت تھی۔

”نہیں....! جزو تباہ کرادے گا.... میں اس سے طے کر چکا ہوں۔ اسے اچھی طرح سمجھ لو
کہ یہ عمارت شکرالی کے لئے تباہ کن ثابت ہو گی.... اگر تباہ نہ کروادی گئی!“

”تم ہم سب سے زیادہ عقل مند ہو.... خیراب یہ کھال اتار دو اور ہمارے ساتھ چلو!“
”چلوں گا.... لیکن تمہارے ساتھ قیام نہ کر سکوں گا!“

”ہاں.... ہاں بچا میرے ساتھ سرخان جائیں گے....!“ شارق بول پڑا۔

”نہیں بھیجے....! میں یہاں سے سیدھا اس سرحدی بستی میں جاؤں گا جہاں میرے تین
ساتھی مقیم ہیں.... انہیں ان کے ٹھکانوں پر پہنچانا ہے۔!“

”صرف تین دن.... پیارے بھائی....!“ شہباز بولا۔ ”میں تمہیں جی بھر کر دیکھ تو اون۔!
”اتنے دنوں سے دیکھ تو رہے ہو....!“

”بکرے کی کھال سے جی نہیں بھرا....!“ شہباز مسکرا کر بولا۔

”میں چاہتا ہوں کہ تم اور شارق اپنی کھالیں شکرالیوں کے جمعے میں اتار دو....!“
”دماغ تو نہیں چل گیا تمہارا.... صرف شارق ایسا کر سکے گا.... کیونکہ اس نے کھال کے
نیچے کپڑے پہن رکھے ہیں.... میری کھال میں اس کی گنجائش نہیں تھی!“

شہباز نہیں پڑا۔

”پچا...! یہ سوچ کر دل پر گھونسہ سالگتا ہے کہ تم مجھ سے جدا ہو جاؤ گے۔!“ شارق بھراں ہوئی آواز میں بولا۔

”مجبوڑی ہے بھتیجے...! میرے پاؤں میں چکر ہے... کسی ایک جگہ قیام نہیں کر سکتا۔!“

”تو پھر مجھے بھی اپنے ساتھ لیتے چلو...!“

”یہ ناممکن ہے....! کیونکہ تمہیں ایک دن اپنی بستی کا سردار بنتا ہے.... میرے ساتھ رہے تو بھیک مانگتے پھر و گے۔!“

شارق ان سے دور جائیٹھا.... ان کی طرف پشت کر لی تھی.... شائد وہ رو رہا تھا۔
فضا بوجھل ہو گئی تھی۔

﴿ختم شد﴾